



کچھ سترے تمہارا

کبریٰ نوید

پچھڑتے موسم

اذان فجر کی آوازیں کی جان لیوا خاموشی کو چیرتی ہوئی ہر سو بکھری تو اس نے سکھ کا سانس لیا۔۔۔
وہ صحن میں پکھی چار پائی سے اٹھ بیٹھی۔۔۔

"اب کیا خواب دیکھ لیا تو نے؟؟؟" نانی ماں نے کھانتے ہوئے کروٹ بدلی تھی۔۔۔

"نانی ماں سچ میں آج پھر خواب میں ایک بابا جی نظر آئے۔۔۔" وہ کلمہ پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر پھونک مار کر اپنے شفاف ہاتھ اپنے چہرے پر پھیر کر معصومیت سے بولی۔

"پتہ نہیں یہ کونسا بابا ہے جس نے میری معصوم بچی کو ڈرانا شروع کر دیا ہے۔ آج روشنی ہونے دے تجھے پیر منظور کے پاس لے جا کر دم کرواتی ہوں۔" نانی ماں نے بھی اپنے تئیں اسے تسلی دی

"پیر منظور کیا کریں گے نانی ماں۔" اس نے شرارت سے پوچھا

"تیرا روحانی علاج کریں گے ہو رکی۔ (اور کیا)"

نانی ماں بھی اٹھ بیٹھی اور اب وہ آیت الکرسی پڑھ کر اس پر دم کرنے لگی۔

"اچھا میں سمجھی کوئی تنز منتر کوئی جھاڑ پھونک کریں گے۔" وہ مسکرائی تھی

"یہ تیرے لہتے پن ہیں ایسی شوخی حرکتیں کر کے نظر لگواتی ہے تو۔۔" ثانی ماں خٹکی سے بولی

"میری پیاری ثانی ماں تنگ کر رہی تھی آپکو۔۔۔" اس نے دونوں بازوؤں میں ثانی ماں کے کمزور وجود کو بھر لیا۔

"ہاں کر لے تو بھی تنگ کر لے۔۔ ساری زندگی اللہ جنت نصیب کرے تیرے نانے کو اس نے تنگ کیا اب آخری عمر میں تو ٹکرائی۔۔ حق ہا۔۔" ثانی ماں اب الگ ٹون میں بولنے لگی اس سے پہلے انکا بی بی ہائی ہوتا وہ فٹ سے محصوم شکل بنا کر بولی

"اب آپکو بھی تنگ ناکروں تو کس کو کروں۔۔۔"

"ہائے میری بچی۔۔ تو تو میری رونق ہے۔۔ تو نہیں کرے گی تو کون کریگا۔۔" ثانی ماں جذباتی ہوئی تھی۔

"نانا ابا کو بھی ایسے ہی کہتی ہوں گی آپ تو میری رونق ہیں۔۔۔ وہ شرارت سے بولی تھی

چل بے شرم۔۔" ثانی ماں جھینپ گئی تھی

اور وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔۔۔

"چل میرا پترا لیٹ جا ابھی۔۔" ثانی ماں خود بستر سے اٹھتے ہوئے اسکو تھپتانے لگی۔۔۔

وہ دوسری جانب منہ کر کے لیٹ گئی۔

آج پھر ایک بار وہ بہت صفائی سے جھوٹ بول گئی تھی اب وہ بوڑھی لاغر ثانی کو یہ کیسے بتاتی کے رات کی تنہائی میں جب ہر کوئی نیند کی آغوش میں سو رہا ہوتا ہے تو وہ اپنی ماں کی نرم گرم آغوش کو کیسے ترستی تھی ماں کے آنچل کی خوشبو محسوس کیے کتنا وقت گزر گیا تھا مگر وہ محبت وہ نرمی وہ مامتا اسے کیسے بھول سکتی تھی وہ تو اپنی ماں پر فدا تھی اور رات کے وقت تو اسے اپنی ماں کی یاد اتنی شدت سے آتی جیسے کوئی محبوب اپنے محبوب کے فراق میں تڑپتا ہو جیسے مچھلی بنا جل کے تڑپتی ہو اسکے لئے رات گزارنا مشکل ہو جاتی وہ ساری رات آنکھوں میں کائناتی اور پھر فجر کی اذان کے ساتھ ہی بستر چھوڑ کر اپنے رب کے آگے سجدہ ریز ہو کر آنسو بہاتی تب کہیں جا کر دل بہلتا۔۔۔ ایک بے کلی تھی جو ہر وقت اس پر سوار رہتی۔۔۔ اور ہوتی بھی کیوں نا ایک ماں کی محبت ہی تو اسکی رگ رگ میں

بہتی تھی۔۔۔ وہ محض اٹھارہ برس کی نوخیز کلتھی بجائے اپنی فکر کرنے کے ایک ہی خیال ستانا جانے امی کس حال میں ہوں گی؟؟؟

ابھی بھی اسی خیال میں لیٹے لیٹے نا جانے اس نے کتنا وقت گزار دیا سورج کی پہلی کرن نکل چکی تھی وہ ثانی ماں کی آواز پر بوکھلا کر اٹھ بیٹھی

آج پھر نماز قضا ہوگئی تیری اب سارا دن کیا خاک نماز پڑھے گی۔۔۔ پہلی اینٹ ہی نہیں لگائی تو نے آبی گھر کیا خاک بنے گا۔

وہ ماں کی یاد میں بہتے آنسوؤں کو اپنے شک ہاتھ کی پشت سے رگڑ کر صاف کرنے لگی۔۔۔

☆.....☆.....☆

لال اینٹوں والی حویلی میں اس وقت اس قدر سناٹا تھا گویا کوئی زی روح وہاں موجود ہی نا ہوا تھے نفوس کی موجودگی کے باوجود ایک خاموشی تھی جو اس وقت اس گھر پر چھائی ہوئی تھی۔۔۔ اور ہوتی بھی کیوں نا عورتیں نماز مغرب کی ادائیگی میں مصروف تھیں جبکہ تمام مرد حضرات مسجد میں تھے۔۔۔

لال حویلی کو مغرب کے بعد مخصوص برقی قلموں سے سجایا جاتا گا رڈن ایریا میں موجود وائٹ فاؤنٹین چلا دیا جاتا۔۔۔ اس حویلی کی لال سرخ اینٹیں اور ان پر بھی مدھم روشنیاں اس راستے سے گزرنے والے ہر راہگیر کی توجہ اپنی جانب ضرور مبذول کرواتی تھیں۔۔۔ اس حویلی کی ایک الگ پہچان تھی جو اس دور دراز علاقے میں عجب ہی حیثیت رکھتی تھی۔۔۔

مغرب کی ادائیگی کے بعد سب عورتیں اپنے اپنے کمروں سے باہر نکل آئی تھیں۔۔۔ بی بی سائیں ہلکی براؤن سندھی کڑا می والی چادر کندھوں پر ڈالے سر کو اچھی طرح دوپٹے میں قید کیے مغرب کے بعد کے اذکار پڑھنے میں مصروف تھیں۔

زہرا بی بی نا جانے کن سوچوں میں غرق لان میں کھڑی تھیں 4 سال کا حنزہ بھی اٹھ کر باہر زہرا بی بی کے ساتھ کھیلنے لگا۔۔۔

"حنزہ بہنا کدھر ہے۔۔۔" زہرا بی بی نے حنزہ کو گود میں لیا

"شور ہی ہے پھوپھو جانی۔"۔۔۔ معصوم سے حمزہ نے معصومیت سے کہا۔

"اچھا آپ نے کچھ کھانا ہے؟ پھوپھو کچھ بنا دے؟" زہرا نے محبت سے کہا۔

"نہیں پھوپھو مجھے دادو نے کھانا دیا ہے۔"۔۔۔ حمزہ پاس ہی کھینے لگا۔

حاجی سائیں اور سردار ولید عباس نماز پڑھ کر آچکے تھے۔۔۔

مغرب کے بعد لال حویلی میں رات کا کھانا کھول دیا جاتا۔

بی بی سائیں زہرا بی بی شانو بی بی ولید عباس اور حاجی سائیں کھانا کھانے کے بعد قہوہ پینے لگے۔۔۔

سب کے بیچ ایک معنی خیز خاموشی تھی یہ پانچ وجود نا جانے کیوں ایک دوسرے سے کترارہے تھے۔۔۔ بی بی

سائیں نظر بچا کر اپنے کمرے کی جانب جانے لگیں جب حاجی سائیں کی آواز نے انکے قدم جکڑ لئے۔۔۔

"کب فیصلہ دینا ہے زرینہ کو۔۔۔ حاجی سائیں اب ہال میں رکھے حقہ نماشے کا کش لگا کر بولے تھے

روپے میں کوئی چمک نا تھی۔۔۔"

بی بی سائیں بے بسی سے اٹھنے والی تھیں حاجی سائیں کے ہاتھیں جانب رکھے چینیوٹی صوفے پر ٹک

گئیں۔۔۔

"حاجی سائیں۔۔۔ یہ زیادتی ہے۔"۔۔۔ بی بی سائیں نے ڈرتے ڈرتے کہا

اور جو زیادتی وہ ہمارے ساتھ کرتی آئی ہے اس پر تم کیا کہو گی بیگم۔۔۔ حاجی سائیں اب کش پے کش لگا

رہے تھے۔۔۔

زہرا بی بی اور شانو بی بی کو شیشے کے اٹھتے دھوئیں میں حاجی سائیں کے چہرے کے تاثرات دیکھنا مشکل ہو

گیا تھا۔۔۔ وہ دونوں بھی مزید خاموش ہو چکی تھیں۔

"حاجی سائیں دو دو بچے ہیں۔"۔۔۔ بی بی سائیں نے ایک بار پھر بولنے کی جسارت کی

"تو۔۔۔ یہ کوئی انوکھے بچے ہیں۔۔۔ عزت سے بیٹھے ہیں کھاپی رہے ہیں اور کیا چاہیے۔۔۔ فکر کرے وہ

اپنی۔"۔۔۔ حاجی سائیں غصے میں بولے۔

"بچوں کی پرواہ نا کر یہ سوچ اپنے بیٹے کی زنگی تو کب تک یوں برباد ہوتے دیکھتی رہے گی بہت وقت

"شانو! تمہاری بات ٹھیک ہے مگر ہم نے سب کچھ دیکھ کر فیصلہ کرنا ہے۔۔۔" زہرا نے معاملے کی نزاکت کو بھی مد نظر رکھنا تھا خاندانی وقار اور عزت جو جدی پشتی انگوٹھی تھی اسکو بھی برقرار رکھنا تھا۔

شانو چپ سی ہو گئی نظریں دروازے پر تھیں دل بھائی کا خطر۔۔۔

"تم ٹھیک کہتی ہو زہرا، میں آج عزیز سے بات کر لوں پھر ہم چلیں گے زرینہ کی طرف۔" بی بی سائیں سے مزید کچھ بولانا گیا ایک خاموشی تھی جو اندر باہر ڈیرہ جما چکی تھی۔

☆.....☆.....☆

شام جیسے جیسے ڈھل رہی تھی اداسی ویسے ویسے چار سو پھیل رہی تھی۔ وہ صحن میں بنی پھولوں اور سبزیوں کی کیاریوں کو پانی سے بھر کر اب پورے صحن میں زور و شور سے پانی گرا رہی تھی۔۔۔ مین دروازے کے ساتھ لگے انار کے درخت کو وہ اچھل اچھل کر اسکے ایک ایک پتے کو بھگونا چاہ رہی تھی۔۔۔ نیلی پھلکاری شلوار پر سفید ملتان کی کڑاہی والی قمیض پہنے وہ پودوں کو پانی دینے میں مگن تھی یہ اسکا پسندیدہ مشغلہ جو تھا۔۔۔ جیسے جیسے صحن میں لگے پودوں کے پتوں سے مٹی دھلتی جاتی ویسے ہی اسے اپنے دل کا تمام تر غبار بھی دھلتا ہوا محسوس ہوتا۔۔۔

قدرتی طور پر وہ جیسے جیسے خود کو قدرت کے قریب کرتی ویسے ویسے خود کو تازہ دم محسوس کرتی تھی۔

اب وہ پائپ کو دائیں ہاتھ میں پکڑ کر بائیں ہاتھ سے منہ پر پانی کے چھپا کے مارنے لگی۔۔۔ گرمیوں کی شاموں میں کیاریوں اور صحن میں پانی ڈالتے ہی عجیب سا جس اٹھتا تھا لیکن کچھ ہی دیر میں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا محسوس ہونے لگتی۔۔۔

ابھی وہ پائپ کیاری میں پھینک کر مڑی ہی تھی کہ بری طرح مکٹون سے ٹکرائی۔۔۔

"اوہ۔۔۔۔" وہ اپنا سر پکڑ کر رہ گئی۔۔۔

"سوری سوری۔۔۔ زیادہ زور سے تو نہیں لگی۔۔۔ مکٹون اپنا ماتھا سہلاتے ہوئے بوکھلا ہی گیا۔۔۔

آبش نے بھیگا چہرہ اٹھا کر اسکی جانب دیکھا تو گویا سانس لینا بھول گئی۔۔۔ سر سے اٹھنے والا درد جیسے اڑن چھو ہو گیا۔

"تم ٹھیک ہو" وہ آبش کو بغور دیکھتے ہوئے بولا

"ہاں ٹھیک۔۔" وہ فوراً ہی سنبھلی اور پائپ اٹھا کر صحن کی دوسری جانب چلی گئی۔

مکنون سر جھٹک کر برآمدے میں حقہ جیتی مقدس بیگم کے پاس چلا گیا۔۔

"اسلام علیکم ثانی ماں۔۔۔" محبت سے سلام کرنے کے بعد وہ انکے گلے لگ گیا

"وعلیکم السلام میرا پتر آیا ہے" کیسا ہے مون ماں نہیں آئی تیری۔۔۔ ثانی ماں اس کے پیچھے کھوجتی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولیں

"نہیں ثانی ماں وہ کہاں آتی ہیں آپکو تو معلوم ہے عید کے عید نکلتا ہوتا ہے انہوں نے" وہ اب صحن میں لگے امرود کے درخت سے ایک پکا سا امرود توڑ کر کھاتے ہوئے بولا

"صحیح کہہ رہا ہے ماں کا تو خیال ہی نہیں اسے نور تو دور ہے مگر یہ قریب ہو کر بھی ماں کو دیکھنے نہیں آتی۔۔۔" ہائے ترس گئی ہے یہ بوڑھی اپنی بیٹیوں کی محبت کے لئے آبی بھی نا ہوتی تو میں تو تنہا مر جاتی" ثانی ماں شکایتوں کا پنڈارا کھول چکی تھیں۔

مکنون کو پیار سے سب ہی مون کہتے تھے وہ انکی بڑی بیٹی کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔۔ مون سے بھی انھیں بالکل ویسا ہی لگاؤ تھا جیسے کہ آبش سے دونوں ہی انکے چہیتے تھے۔

وہ اب پائپ سائیڈ پے کر کے مٹی کے گھڑے سے پانی ڈال کر چار پانی پر بیٹھ کر پینے لگی چار پائی صحن کے ایک کونے کی بالکل دیوار کے ساتھ پڑی تھی اور وہاں سے ثانی ماں اور مکنون اسے نہیں دیکھ سکتے تھے اسلئے وہ بہت آرام سے گلے میں دوپٹہ ڈال کر پانی پی رہی تھی جب عروہ دروازے سے جھانک کر اندر سیدھا اسکے پاس آ گئی۔۔

"اے آبی ٹی وی لگا وہ زارا والا ڈرامہ لگنے والا ہوگا" عروہ آتے ہی اس سے چپک کر چہکتے ہوئے بولی اصل میں اسکو ڈرامے دیکھنے کا جنون کی حد تک شوق تھا اور اسی شوق کو دیکھتے ہوئے اسکی اماں نے گھر سے کیبل ہی کٹوا دی اب وہ اپنی بچپن کی سہیلی آبش کی منت کر کے ڈرامہ دیکھنے آتی اور آبش بھی اپنی دوست کی یہ خواہش ضرور پوری کرتی۔۔ البتہ یہ اور بات ہے اس زمرے میں اسے بارہا ثانی ماں کی ڈانٹ سنی پڑتی

"ابھی نہیں عروہ مون آ کر بیٹھا ہے۔۔ اور اب ثانی ماں اور انکے لاڈلے کافر مائشی پروگرام چل پڑے گا

"وہ دوپٹے کے پلو سے اپنا شفاف چہرہ صاف کرتے ہوئے بولی

"اوه ہوتو مون بھائی آئے ہوئے ہیں تب ہی تو گلابو بنی ہوئی ہو" عروہ نے آبی کے کندھے سے کندھا مار کر شریر سے لہجے میں کہا۔۔

"کک کیا مطلب گلابو؟ ابھی کام کر کے منہ ہاتھ دھو کر بیٹھی ہو جس اور گرمی سے منہ لال ہی ہوگا" آبلش شپٹا گئی

"بس کر دے آبی میں تیری طرح پڑھی لکھی ناسکی مگر ہوں تو تیرے بچپن کی سہلی تجھے بہت اچھے سے جانتی ہوں مکنون کو دیکھ کر تیرے چہرے پے جورنگ آتے جاتے ہیں مجھے صاف نظر آتے ہیں" عروہ حد سے زیادہ منہ پھٹ تھی

آبی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں
"عروہ چپ کر دایا کچھ بھی نہیں خبردار آئندہ کوئی ایسی بات بھی کی تو نانی ماں نے سن لیا تو کیا سوچیں گی"
"اچھا جی ایسا کچھ نہیں تو چلو تم بھی اپنے کزن کے پاس جا کر بیٹھو گپ شپ لگاؤ۔۔ کیوں جب بھی وہ آتا ہے تم کونوں میں چھپ جاتی ہو۔۔۔ چھپ چھپ کر اسے دیکھتی ہو۔۔ مگر سامنا کرنے سے کتراتے ہو۔۔ یہ رویہ نارمل تو نہیں ہے"

عروہ کی باتوں پر وہ سر جھکا گئی
"تم مکنون سے محبت کرتی ہو مجھے معلوم ہے یہ بتاؤ کہ کب سے کرتی ہو" عروہ مسکرائی تھی
"جب سے مجھے معلوم ہوا کہ میں بچپن سے مکنون سے منسوب ہوں" آبلش مسکرائی تھی
عروہ نے دیکھا لگا ہیں جھکی ہوئی اور گال شرم سے مزید لال ہو چکے تھے اس وقت اسے اپنی معصوم سی دوست پر بہت پیار آیا۔۔

"کیا۔۔۔ سچی۔۔۔ چھپی رستم بتایا بھی نہیں مطلب یہ سٹوری تو بالکل سیدھی ہے اس لو سٹوری کی بھی پپی اینڈنگ ہوگی" واہ جی واہ مزہ آ گیا عروہ خوشی سے نہال ہو گئی
"اے آبی بچہ آیا بیٹھا ہے مجھے آلودے میں کاٹ دوں تو چائے کے ساتھ چمپس بنا کر لا" نانی ماں کی آواز پر

وہ دونوں اچھل پڑیں

"جی نانی ماں آئی" آہش نے آواز لگائی

"او کے میں چلتی ہوں" عروہ رفو چکر ہونے لگی جب آبی نے اسکی کلائی تھام لی

"کہیں نہیں جارہی میرے ساتھ چلو اور نانی ماں کو آلودے کراؤ" آبی اسے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے کچن میں لے آئی۔ عروہ کی بیچاری شکل دیکھ کر اسکی ہنسی نکل گئی۔

کچن میں آتے ہوئے اسکی نظر نانی ماں کی گود میں سر رکھے مکتون پر پڑی تو وہ محبت سے اس بے خبر کو دیکھ کر نگاہ جھکا گئی۔

☆.....☆.....☆

"ماما ماما۔۔۔" رمشا کی آوازوں سے لودھی ہاؤس گونج رہا تھا

"ماما کہاں ہیں آپ۔۔۔" ہائی ہیلز پر جینز کی پینٹ پہنے اوپر واٹ سیولیس ٹوپ کے ساتھ سنہری اسٹریٹ بال کیے خوشبوؤں میں رچی بسی رمشا کی آوازیں نور لودھی کے کانوں میں پڑی تو وہ ڈائری بند کر کے سائیڈ ٹیبل کے دراز میں رکھ کر فوراً سیدھی ہو کر بیٹھ گئیں

"ماما۔۔۔" وہ ماسٹر بیڈ روم کا رینگ دروازہ دھکیلتے ہوئے اندر داخل ہوئی اور آتے ہی نور لودھی سے لپٹ گئی۔۔۔

"ماما ماما۔۔۔ ام سوپہی"۔۔۔ وہ بے حد خوش تھی

"یا اللہ خیر۔ کیا ہوا مشو۔۔۔ آج ہماری پرنسز اتنی خوش کیسے۔۔۔" نور لودھی کو تشویش ہوئی

"آپ چلیں میرے ساتھ۔۔۔ چلیں انھیں۔۔۔" وہ نور لودھی کا بازو تھام کر انھیں اوپر سے نیچے ٹی وی لاؤنج اور لاؤنج سے ہوتے ہوئے نیچے شاندار کارپورج تک لے آئی جہاں ایک شاندار چمچاتی بلیک ہوٹل اسوک کھڑی تھی۔۔۔

"یہ دیکھیں سر پرائز"

رمشا کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں

"یہ کارکس کی ہے مشو، نورلودھی نے حیرت سے رمشا کو اور پھر سامنے کھڑی شاندار کار کو دیکھا

"پہلے یہ بتائیں کیسی ہے اور آپکو کیسی لگی آپکا فیورٹ کلر ہے نا۔۔۔" وہ خوشی سے چمچاتی گاڑی کے بونٹ

پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی

"ہاں بیوٹیفیل۔۔۔ ماشاء اللہ۔۔۔ وہ سرائتی نگاہوں سے گاڑی کو دیکھتے ہوئے بولیں

"یہ ولی نے مجھے گفٹ کی ہے ماما۔۔۔ کین یو امیجین؟ پہلا گفٹ وہ بھی اتنا ماسٹڈ بلو ایک۔۔۔" وہ اتنے قیمتی

گفٹ کی خوشی میں سرشار تھی

"ولی نے؟؟؟ اچھنبا ہوا

"یس ماما" وہ مسکرا رہی تھی

"Are you in your senses???"

ولی نے دیا اور تم نے ایکسپٹ کر لیا

نورلودھی حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے بولیں

"ماما کیا ہو گیا وہ میرا سنگیتر ہے" رمشا کا کھلا کھلا چہرہ مرجھا سا گیا۔

"مشو بیٹا ہم نے تمہارے کہنے پر تمہاری اتنی جلدی منگنی تو کرو دی لیکن اسکا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ تم ولی سے

اتنے expensive گفٹس موصول کرنا شروع کر دو۔۔۔ میں اس بات کی قطعی اجازت نہیں دے سکتی۔۔۔ کیا

تمہارے پاپا کے پاس یا سمارے پاس گاڑیاں نہیں ہیں؟"

"پر ماما"

"مشو بیٹا مجھے جو کہنا تھا کہہ دیا اینڈ دیش اٹ" نورلودھی نے رمشا کی بات کاٹ دی

"یہ گاڑی ابھی لے کر جاؤ اور پاپا کے آنے سے پہلے واپس کر کے گھر آؤ۔۔۔" وہ دو ٹوک انداز میں کہہ کر

اندر جانے لگیں

جاتے جاتے وہ پلٹی تھیں

"اور ہاں جانے سے پہلے یہ ڈریس چینج کر کے جانا" نورلودھی نے سر تا پیرا سے گھورا اور کہہ کر وہاں

"Whatthehell"

رمشا زور سے گاڑی کے نائز پر اپنا ہائی ہیل والا پاؤں مار بیٹھی۔

اور پھر خود ہی اپنے نازک پاؤں کو پکڑ کر آنسو بہانے لگی۔۔۔ سینڈل کا تو معلوم نہیں مگر اسکا پاؤں جیسے ٹوٹ چکا تھا۔

☆.....☆.....☆

کہنے کو تو یہ گاؤں شریف آباد کے نام سے مشہور تھا مگر مقام حیرت کہ اس علاقے سے دور دور تک شرافت کا گزر نہیں ہوتا تھا۔۔

عشاء کا وقت ہونے کو آیا تھا مگر اس گاؤں کے بظاہر مہذب مگر عیاش طبقے کی کارگردیاں ختم ہونے کو نہیں آرہی تھیں۔۔۔

ریس کا فاضل راؤنڈ تھا سردار عزیز عباس نے ریس پر پاؤں رکھا تو گویا ہٹانا ہی بھول گیا دیگو کو گاؤں کی مچی گرد آلود سڑکوں پر اندھا دھند بھاگتے نا جانے اسے کونسا سکون مل رہا تھا وہ اپنی سیاہ موٹھوں تلے ہونٹ دا بے مسکرا رہا تھا آنکھوں میں آنے والی جیت کی چمک واضح تھی

نا جانے کب سے بارش نہیں برسی تھی رستے خاک اڑا رہے تھے۔۔۔ اوپر سے ان مٹی مٹی راستوں پر خاک اڑاتی بڑی بڑی گاڑیوں نے کسر پوری کر دی تھی دور دراز تک پھیلے گھپ اندھیرے کو فراموش کرتے سب کے سب اپنے اپنے شغل میں لگے تھے

اور پھر تقریباً 15 منٹ کی خطرناک ڈرائیو کے بعد وہ یہ ریس جیت چکا تھا۔۔۔ مقابل گاڑیاں بھی ایک سے بڑھ کر ایک تھیں عزیز عباس کی بلیک دیگو کی وائٹ پاور ہیڈ لائٹس تمام گاڑیوں کو چیرتی ہوئی مخصوص جگہ سے آگے نکل گئی تھوڑا آگے جا کر جس خطرناک طریقے سے اس نے گاڑی کو موڑا گاڑی کے شور کے ساتھ ساتھ وہاں کھڑے ملکوں اور وڈیروں کی تالیوں سے ماحول گونج اٹھا۔۔۔

وہ مسکراتا ہوا فاتحانہ مسکان لبوں پر سجائے گاڑی سے باہر نکلا سفید کاشن کا سوٹ درمیانہ قد بھرا بھرا جسم

چمکتی ہوئی گندمی رنگت پر سیاہ بڑی بڑی آنکھیں اور لیوں کے اوپر بھی سیاہ مونچھوں میں وہ عزیر عباس ہی تھا
بھرپور مردانہ وجاہت کا چلتا پھرتا نمونہ۔۔۔

باس پر فیوم کی خوشبو میں نہایا ہوا سردار عزیر عباس چلتا ہوا اپنے دوستوں کے گروپ میں آچکا تھا
”واہ واہ چھا گیا سردار۔۔۔ مبارکاں“ یہ لے یار۔۔۔

ریس کروانے والے ملک اسلم نے اسے ہزاروں روپے والی دو گٹھیاں پکرائیں۔۔۔
”پورا 2 لاکھ ہے گن لینا“۔۔۔ ملک اسلم مسکرایا

”ٹھیک ہو گیا ملک صاحب۔۔۔ پہلے کبھی شک کیا آپ پر؟“ عزیر مسکراتے ہوئے پیسے جیب میں رکھ کر بولا
”یار اہم تو کہتے ہیں برا کام بھی کرو تو ایمان داری سے کرو۔۔۔ رب سوہنا خود بھاگ لگاتا ہے۔۔۔“
ملک صاحب اتنی لمبی لمبی مونچھوں کو تاد دیتے ہوئے بولے۔

”چل یار آ جاتاش ہو جائے۔۔۔“ امجد بھٹی اسکے گلے میں باہیں ڈالتا ہوا بولا

”نہیں اوے۔۔۔ اسکو اب جانے دے پہلے ہی اتنے دن بعد جیتا ہے ایک ہفتے سے مسلسل نقصان میں
رہا اب اگر جیت ہی گیا تو وہ رقم بھی اڑوانے کے چکروں میں ہے۔۔۔“ ملک اسلم نے امجد بھٹی کو گھورا
”کوئی گل نہیں کل سہی۔۔۔ یار آج ٹائم بھی بہت ہو گیا اب چلتا ہوں راستہ بھی لمبا ہے۔۔۔ خدا حافظ۔۔۔“
عزیر ہاتھ میں پہنی بڑے ڈائل والی گھڑی پر ٹائم دیکھتا وہاں سے نکل پڑا اسے معلوم تھا گھر جاتے ہی ابا سائیں
سے اسکی اچھی خاصی کلاس ہونی ہے۔۔۔ اور شریف آباد سے ملکہ پور کا راستہ ٹھیک ایک گھنٹے کا تھا۔۔۔

وہ اپنی گاڑی کے میوزک کو فل کر چکا تھا

بھل گئیاں خوشیاں تے رس گئے چاہوے

اج پتا لگا کی وچھوڑا اے ملا ل اے

آ جاتینوں انکھیاں اڈیک دیاں

ڈھولاتینوں انکھیاں اڈیک دیاں

راہواں تک تک تھک گئیاں میں

کلیاں رہ رہ اک گھیاں میں
 آوے تے سداواں میں وچھوڑا کنج ماردا
 آجا پر دیسیاں واسطہ ای پیاردا
 آجاتیوں اکھیاں اڈیک دیاں۔۔۔

گاڑی کچے کچے راستوں پر بھاگ رہی تھی اور عزیر عباس کی انگلیاں گاڑی کے اسٹیرنگ پر تھک رہی تھیں

☆.....☆.....☆

"عاصم ماموں۔۔۔ یہ لیس مولیٰ والے پراٹھے" آبلش نے گرم گرم مولیٰ کے پراٹھے چنگیر میں رکھ کر عاصم کے سامنے رکھے۔۔

"واہ جی واہ پہلوان جی دل خوش ہو گیا" عاصم خوشی سے اپنی لاڈلی بھانجی کو تنگ کرنے کی غرض سے پہلوان کا لفظ استعمال کر گیا

"نانی ماں۔۔۔ نانی ماں" آبلش منہ بسور کر نانی ماں کو آوازیں دینے لگی

"ہاں ہاں کک کیا ہویا" نانی ماں ہڑبڑاتی ہوئی بھاگی آئیں

"نانی ماں عاصم ماموں کو خود سمجھالیں آجیوہ انہوں نے مجھے پہلوان بولا تو میں انکا کوئی کام نہیں کروں گی۔۔۔" آبلش منہ بسور تے ہوئے وہاں سے چلی گئی

"اے آبی بات تو سن میں تو تنگ کر رہا تھا ماں اسے" عاصم نانی ماں کو دیکھتے ہوئے بولا

"تو اپنی بیوی لے آ اب جو تیرے سارے کام کر دیا کرے میری بچی تیرے کام بھی کرے معصوم ہاتھوں سے اور تیری باتیں بھی سنے آخر وہ بھی پرایا دھن ہے کل کو اس نے بھی بیاہ کر جانا ہے" نانی ماں کچھ پریشان سی لگ رہی تھیں۔

"کیا ہوا ماں خیر ہے پریشان لگ رہی ہے" عاصم ماں کو پریشان دیکھ کر بولا

"ہاں بس سوچ رہی ہوں وقت کم ہے اور آبی کے جھنڈ کے لئے کچھ بھی تیار نہیں کیا دے کر رخصت کریں گے اسے" نانی ماں کے لہجے میں فکر واضح تھی

"ارے اماں فکر کیوں کرتی ہے کوئی اچھا سا رشتہ تو مل جائے پھر یہ سب کچھ بھی ہو جائے گا اللہ مالک ہے" عاصم مولیٰ والے پرائیڈ سے بھرپور انصاف کرتے ہوئے بولا

"کیا مطلب رشتہ۔۔۔ تجھے معلوم بھی ہے مکنون کے ساتھ منسوب ہے ہماری آبی" نانی ماں نے آنکھیں دکھائی

"کیا؟" عاصم کا روٹی کھاتا ہاتھ رک گیا

"کی مطلب کیا؟" وہ بھی حیران ہوئیں

"اماں وہ بچپن کی باتیں تھیں یہ دور کچھ اور ہے مجھے حیرت ہے آپ لوگ ابھی تک اس بات کو لئے بیٹھے ہیں

"عاصم اب روٹی چھوڑ چکا تھا

"لے بھلا تجھے کیا اعتراض ہے جو ایسی باتیں کر رہا ہے اور کوئی دور شور نہیں بدلا سب کچھ ویسا ہی ہے مون اپنے گھر کا دیکھا بھالا بچہ ہے میری آبی کے لئے وہ ہی مناسب ہے" نانی ماں مسکراتے ہوئے بولیں

"آج کل کے لڑکے اپنی مرضی کرتے ہیں اماں خاندانی بچپن کے رشتوں کو نہیں مانتے اور وہ بھی اگر لڑکا چار جماعتیں شہر سے پڑھ کر آیا ہوا ہے تو یہ سب باتیں فضول لگتی ہیں" عاصم ہمیشہ سے دورانہدیش تھا

"بس کر دے عاصم کی ہو گیا ہے۔۔۔ صبا میری بیٹی ہے وہ کبھی اپنی زباں سے نہیں پھر سکتی میں آج ہی جاتی ہوں وہاں" نانی ماں کا بھی دل بے چین سا ہو گیا تھا

"شادی صبا سے ہونی ہے یا مکنون سے" عاصم اپنی ہی بات پے اڑا تھا

"تو بہ ہے کا کے"۔۔۔ نانی ماں اٹھنے لگیں جب عاصم بول پڑا۔

"اماں ہماری آبی کا دل بہت نازک ہے وہ بہت حساس ہے میں نہیں چاہتا اسے کوئی دکھ پہنچے اسے ان باتوں سے فی الحال دور رکھنا جب وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا" عاصم کے لہجے میں آبی کے لئے فکر اور محبت تھی۔ انھیں کیا معلوم کہ آبی کو نا صرف معلوم ہے بلکہ اس کے دل میں تو لطیف جذباتوں کی مٹی مٹی کوئلیں بھی پھوٹ چکی تھیں۔

کچن میں کھڑی آبی کی آنکھیں ماموں کی محبت میں بھیگ گئیں وہ جانتی تھیں نانی اور ماموں دونوں اس سے

کتنی محبت کرتے تھے۔ مگر ناجانے عاصم ماموں کو کیا اندیشے ستارہ ہیں کوئی تو بات ہے۔

☆.....☆.....☆

وہ آرام سے گاڑی کھڑی کر کے کارپورج سے ہوتا ہوا اندر داخل ہوا اب وہ آرام آرام سے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر اپنے کمرے کی جانب جا رہا تھا جب اماں سائیں کی آواز نے اسکے تیزی سے اوپر جاتے قدموں کو روک دیا۔

عزیر عباس۔۔۔ اماں کی آواز عقب سے آئی تو

وہ آنکھیں میچ کر سر کھجاتے ہوئے اٹھے بیروں نیچے آ گیا۔

”السلام علیکم اماں سائیں۔۔۔ آپ ابھی تک جاگ رہی ہیں“ وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

”وعلیکم السلام جب جوان اولاد اتنی رات گئے تک باہر ہوگی تو ایک ماں کو کیسے نیند آئے گی“ اماں سائیں پیار سے اپنے لاڈلے بیٹے کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔

”سو جایا کریں اماں میں کوئی بچہ نہیں ہوں میرے لئے پریشان ہونا چھوڑ دیں آپ لوگ“ عزیر عباس اب ماں کو لے کر صوفے پر ٹک گیا۔

”تم کہہ سکتے ہو بیٹا“ اماں سائیں خاموش تھیں چہرے پر جا بجا بکھری پریشانی عزیر عباس سے چھپنا سکی

”اماں سائیں کوئی پریشانی ہے“ وہ ماں کو بغور دیکھتے ہوئے بولا

”ہاں سو تو ہے“ اماں سائیں نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تو آنکھوں سے خاموش آنسو بہنے لگے

”مجھے بتائیے اماں سائیں کیا ہوا حکم کریں کیا بات ہے“ عزیر عباس بڑپ کر رہ گیا

”زیرینہ۔۔۔“ ابھی اماں سائیں کی بات مکمل بھی نا ہوئی تھی کہ عزیر نے انھیں ٹوک دیا

”اماں سائیں معذرت۔۔۔ مگر اس عورت کا نام بھی مجھے نہیں سننا بہتر ہوگا اس کا ذکر آپ نا کریں“

عزیر پہلو بدل کر رہ گیا ماتھے کے بل اس بات کا ثبوت تھے کہ وہ اس موضوع پر کوئی بات نہیں کرنا چاہتا

”تو یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے۔۔۔؟ تمہارے ابا سائیں فیصلہ دینے کا کہہ رہے ہیں بتاؤ انھیں کیا جواب دوں

”اماں سائیں بولیں

"بالکل آخری فیصلہ ہے میرا اور ابائیں کو کہیں میں تیار ہوں جب دل کرے پنچایت بلوائیں اور میری جان چھڑا دیں اس عذاب سے" وہ کہہ کر کھڑا ہو گیا تھا

"اور بچے؟؟؟" اماں سائیں کے لب کپکپائے

"یہ بھی انکی ماں کو دیں مجھے نہیں ضرورت ایسی عورت کے بچوں کی" وہ کہہ کر رکا نہیں تھا

"زیرینہ تیرا خانہ خراب ہو میرے بچے کو اتنا پتھر دل بنا دیا تو نے ہاے تو بھی ایک دن ایسے تڑپے جیسے میں تڑپ رہی ہوں" اماں سائیں رو پڑی تھیں۔

☆.....☆.....☆

"امی۔۔۔" اتنے دن بعد ماں کی آواز سن کر آہش کا دل جیسے دھڑک رہا تھا وہ ہی جانتی تھی

"میری جان میری آبی کیسی ہے میری چندا" دوسری طرف نور لودھی کی حالت بھی کچھ مختلف نہ تھی

"ٹھیک امی۔۔۔ آپ کیسی ہیں" آہش کی خوشی دیدنی تھی وہ لہجے کی نمی چھپا گئی تھی۔

"ٹھیک ہوں میری جان۔۔۔ تم کیسی ہو ٹھیک ہونا طبیعت ٹھیک ہے؟ موسم چنچن ہو رہا ہے اور تمہاری طبیعت موسم کی تبدیلی برداشت نہیں کرتی" فکر سے پر لہجہ تھا

"امی میں کوئی چھوٹی بچی تو نہیں ہوں اب آپکی آبی بہت بڑی ہو گئی ہے اب نہیں بیمار پڑتی" اسکی ماں اسے کتنا جانتی تھی آبی بس سوچ کر رہ گئی۔

"جتنی بھی بڑی ہو جاؤ میرے لئے تو ہمیشہ میری ننھی پری ہی رہو گی نا" لہجے میں ایک خاص محبت تھی جو ایک ماں کے اندر ہی ہو سکتی تھی۔

"رمشا اٹکل اور نومی ٹھیک ہیں امی؟" آبی کو ان سب سے ہی محبت تھی کیونکہ اب وہ اسکی ماں کی زندگی کا اہم حصہ تھے۔

"ہم سب ٹھیک ہیں؟ تم کب آرہی ہو لا ہو؟" نور لودھی کی مامتا تڑپتی تھی۔

"امی نانی ماں اکیلی ہو جائیں گی اگر میں آپکے پاس آگئی تو ایسا کریں آپ آجائیں نا کچھ دنوں کے لئے حمزہ کو لے کر" وہ جانتی تھی اسکے جانے سے رمشا بالکل بھی خوش نہیں ہوتی تھی خود بھی تنگ ہوتی اور اسکی ماں کے

لئے بھی مشکلیں بڑھا دیتی تھی وہ صاف ٹال گئی۔

"میں کوشش کروں گی میری جان اچھا میں نے عاصم کے اکاؤنٹ میں کچھ پیسے بھیجے ہیں اسے کہنا نکلو اگر تمہیں لا دے گا۔۔۔ جب لے آئے تو مجھے فون کرنا میں بتاؤں گی اس رقم کا کیا کرنا ہے ٹھیک ہے؟" نور لودھی کا لہجہ محتاط تھا۔

"جی بہتر"

کافی دیر دونوں ماں بیٹی دنیا جہاں سے بے نیاز گفتگو میں مگن رہیں اب فون بند ہو چکا تھا اور آبی کے آنسو تھے کہ چھلکنے کو بے تاب تھے وہ کمرے میں آئی الماری سے ایک خوبصورت سفید شفیون کا کڑھائی والا دوپٹہ نکال کر بیڈ پر ٹک گئی۔

دوپٹے میں منہ چھپا کر رونے لگی تو گماں ہوا جیسے ماں کی نرم گرم مہکتی آغوش میں سر رکھ دیا ہو۔۔۔ ماں نے جیسے اسکی روئی روئی آنکھوں کو چوم لیا ہوا اسکے سر پر بوسہ دیا ہوا سکوا اپنے بازوؤں میں چھپا لیا ہو۔۔۔ ماں کا لمس محسوس کرنے کو وہ تڑپ سی گئی تھی وہ اچھے سے جانتی تھی اسکی ماں کی حالت بھی کچھ ایسی ہی ہوگی۔

☆.....☆.....☆

دوسری طرف نور لودھی اپنا قیمتی موبائل سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر دراز سے ڈائری نکال کر اس میں رکھی آبی کی تصویر دیکھنے لگیں ماما قرار پانے کے بجائے مزید بے قرار ہو گئی دل چاہا اڑ کر اپنی بیٹی کے پاس پہنچ جائیں مگر خود کو بے بس پا کر لاکھ ضبط کے باوجود آنکھوں سے دو آنسو نکل آئے۔۔۔ جنہیں انہوں نے ہاتھ کی پشت سے صاف کر ڈالا۔

☆.....☆.....☆

"تم رورہی ہو؟" وہ کافی دیر رونے کے بعد آنسو صاف کر کے دوپٹہ الماری میں رکھنے لگی جب عقب سے آواز آئی۔۔۔

مکھنوں کی آواز پر دل جیسے لمحہ بھر کورک سا گیا۔

"نن نہیں تو۔۔ تم کب آئے" حواس باختہ پلٹی تھی۔

"جب تم رو رہی تھی" وہ ہاتھ باندھے اسے بخوردیکھ رہا تھا
وہ نظر چراگئی

"ادھر آؤ میرے پاس بیٹھو۔۔۔" وہ اسکے کمرے میں رکھے صوفے پر ٹپک گیا
"ہاں" وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی

"آ جاؤ نہیں کھانا میں تمہیں" وہ اب بھی بخورا سے دیکھ رہا تھا

وائٹ ٹی شرٹ کے ساتھ بلیو جینز پہنے بالکل رف سے چلے میں وہ بہت فریش اور نکھرا نکھرا لگ رہا تھا
وہ خاموشی سے چلتی ہوئی اسکے پاس پڑے دن سٹر صوفہ پر بیٹھ گئی

"ادھر دیکھو" مکنون نے اسکے چہرے کو ادا پر کیا تو مارے حیرت کے آبی کی آنکھیں مزید پھیل گئیں پہلی بار
شاید وہ یوں اس کے اتنے قریب بیٹھی تھی۔

"اللہ تمہاری آنکھیں کتنی خطرناک ہیں آبی جیسے اندر کسی نے بھر بھر کے پانی کی بالٹیاں انڈیل دی ہوں""
اب وہ شرارت سے بخورا کی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے بولا جو ابھی بھی آنسوؤں سے بھری تھیں
آبش نے غلطی سے اسے دیکھ کر نظریں جھکا لیں۔

"اچھا یا سوری۔۔۔ بتاؤ کیوں رو رہی ہو ہم؟" اب وہ سنجیدگی سے اسے دیکھنے لگا
مگر وہ ہنوز خاموش رہی

"نور آنٹی یاد آ رہی ہیں نا؟" وہ وجہ جانتا تھا۔

آبی نے جھکا سر صرف اثبات میں ہلایا تھا۔

"ٹھیک ہے نیکسٹ ویک مجھے ایک انٹرویو کے لئے لاہور جانا ہے تم بھی میرے ساتھ چل رہی ہو ایسا کریں
گے نانی ماں کو بھی ساتھ لے چلیں گے اپنی گاڑی ہوگی وہ سفر بھی آسانی سے کر لیں گی" وہ خوشی سے بولا
"سچ" آبی کی تو جیسے مشکل ہی حل ہو گئی تھی نانی ماں کا مسئلہ تھا وہ دوسری گاڑی کے سفر سے کتراتی تھیں مگر
اب مکنون کے ساتھ وہ جانے سے انکار نہیں کریں گی۔

"جی بالکل سچ۔۔۔ اب اپنی یہ پانچ پانچ مرلے کی آنکھیں صاف کر لو ورنہ اب یہ بننے لگیں تو سیلاب کا

اندیشہ ہے "وہ مسکراتے ہوئے اسکے گال تھپتھا کر وہاں سے چلا گیا تھا
اور آبی اسکی بات سمجھ کر ہنسی اور ہنستی چلی گئی۔۔۔
"پانچ مرلے کی آنکھیں" بابا بابا

☆.....☆.....☆

کبھی آندھیاں چلیں بے سبب

کبھی بارشوں نے رلا دیا

میرے دل کے شکستہ حال نے

مجھے کہاں سے کہاں پہنچا دیا

تاریک خالی سی راتوں میں

ہم اکثر چپ ہو جاتے ہیں

جب نام تمہارا لیتے ہیں

تکلیف سی دل میں اٹھتی ہے

ہم خود کو تنہا پاتے ہیں

اس چھڑتے موسم کے عذاب نے

مجھے روح تک جھلسا دیا

پتھروں کے اس ویرانے میں

مجھے پیدل چلنا سکھا دیا

اس چھڑتے موسم کے ملال نے

مجھے کیا سے کیا بنا دیا

وہ اوپر آتے آتے ایک نظر بچوں کے کمرے میں ڈال کر آہ بھر کر رہ گیا۔۔۔

"مجھے معاف کرنا بہت کوشش کی نبھانے کی مگر نہیں نبھا سکتا اب۔۔۔ اور نانی نبھانا چاہتا ہوں اب" وہ

دونوں بچوں کو دیکھنے لگا جو سوتے ہوئے بہت مصوم لگ رہے تھے۔

وہ سختی سے مٹھیاں بند کیے اپنے کمرے میں آ گیا۔۔۔

آتے ہی اس نے کمرے کا اے سی آن کیا نہانے کے بعد اب وہ ہلکے سے ٹراوڑ شرٹ میں تھا وہ زیادہ سارٹ یا بہت زیادہ گڈ لوکنگ نہیں تھا مگر ایک کشش جو اس میں تھی وہ اسے بہت سو سے منفرد کرتی تھی۔۔۔
وہ اب سگریٹ پینے لگا وہ کوئی سگریٹ کا عادی نہیں تھا یا اسکی عادت میں سگریٹ پینا شامل نہیں تھا مگر جب وہ حد سے زیادہ ڈپریشن فیل کرتا تو سموکنگ کرتا تھا اب بھی اماں سائیں نے جو ذکر چھیڑا اس سے وہ مکمل طور پر ڈسٹرب ہو چکا تھا۔

"زیرینہ۔۔۔" نا جانے میری زندگی کا کونسا منحوس لمحہ تھا جب یہ عورت میری زندگی میں آئی۔۔۔۔۔ وہ سوچ کر رہ گیا۔۔۔ اسے یہ سوچ کر بھی گھن آتی تھی کہ اس نے اس جیسی عورت کے ساتھ ایک کمرے میں شادی کے پانچ سال گزارے۔۔۔

کون کہتا ہے کہ صرف عورت مجبور ہوتی ہے۔۔۔ مجھ سے پوچھتے کوئی مرد کتنا مجبور کر دیا جاتا ہے کتنا بے بس کر دیا جاتا ہے اسے تو وہ زہر پلایا جاتا ہے جسے وہ نا اگل سکتا ہے نا گل سکتا ہے۔۔۔ مرد کی بے بسی اور عورت کی بے بسی میں یہ ہی فرق ہے عورت تو دنیا کے سامنے رو لیتی ہے مگر مرد۔۔۔ مرد دنیا کے سامنے صرف پتھر ہوتا ہے صرف اسلئے کہ وہ رو نہیں سکتا۔ عجب روایت ہے عورت رو کر مظلوم بن جاتی ہے اور مرد خاموش رہ کر ظالم۔۔۔
"میں اپنی شادی شدہ زندگی سے مکمل طور پر چھٹکارا حاصل کر کے رہوں گا اب میں ظالم ہوں تو ظالم سہی۔
"ایک درد بھری مسکراہٹ اسکے لبوں پر آئی تھی۔

☆.....☆.....☆

مانا کہ تمہارا حسن ہر منظر میں چمٹا ہے

مگر پھر بھی

اے جاناں

ہمیں تم پر اداسی اچھی نہیں لگتی۔۔۔

آصف لودھی لان میں لگے جھولے پر بیٹھی اداس سی کسی سوچ میں ڈوبی نور لودھی کے پاس بیٹھتے ہوئے
محبت سے گنگنائے تھے۔۔۔

نور لودھی بس مسکرا کر رہ گئیں

"کیا ہوا بیگم یہ روشن چہرہ کیوں مرجھایا ہوا ہے"۔۔۔ آصف لودھی نے محبت سے پوچھا

"بس ایسے ہی بے وجہ اداسی ہے" نور لودھی سیاہ آسمان کو دیکھتے ہوئے بولیں

"اداسی بے وجہ بھی ہوتی ہے" آصف لودھی نے سوال کیا

"ہاں شاید" مختصر سا جواب ملا

"نور معلوم ہے کبھی کبھی میں کیا سوچتا ہوں" آصف لودھی نے سر نور لودھی کے کندھے پر ٹکا دیا وہ اکثر اکیلے
میں ایسے ہی بیٹھتے تھے

"کیا سوچتے ہیں"

"یہ ہی کہ شاید میں ایک ماں اور بیٹی کے بیچ جدائی کا سبب بنا ہوں۔۔۔ میری وجہ سے ایک بیٹی اپنی ماں اور
ایک ماں اپنی بیٹی سے جدا ہو گئی" انکا لہجہ شفاف تھا

"ہیں؟؟؟؟؟ یہ کیسے سوچ لیا آپ نے" نور لودھی نے انکا سر جھٹک کر حیرت سے آصف لودھی کو دیکھا

"بس ایسے ہی" اب اداسی نے آصف لودھی کو گھیرا تھا

"آپکی وجہ سے ایسا کچھ بھی نہیں ہوا آصف آپ کے دم سے تو میری زندگی میں بہار ہے جہاں تک بات
رہی ہم ماں بیٹی کی تو اس تعلق کا آپ سے کوئی بھی لینا دینا نہیں آپ تو بار بار مجھے آبی کو یہاں لانے کا کہہ چکے ہیں
آپ کی وجہ سے کچھ بھی نہیں ایسا۔۔۔" نور لودھی انکے دماغ کو کلیمیر رکھنا چاہتی تھیں

"تو پھر تم آبلش کو یہاں لے آؤ ہم سب مل کر رہیں گے وہ بھی بچی ہے یہاں شہر میں آکر وہ بھی تھوڑا انجوائے
کرے گھومے پھرے۔۔۔" آصف لودھی آبلش سے واقعی بیٹیوں جیسی محبت رکھتے تھے۔۔۔

"آپ تو جانتے ہیں آبی کو بہت حساس اور خیال رکھنے والی ہے وہ نہیں چاہتی اسکی وجہ سے ہم لوگوں کو کوئی
بھی ڈسٹر بنس ہو" نور لودھی نے مسکراتے ہوئے کہا

محبت سے بولے۔۔۔

زہرا بی بی نے انکے چہرے کی طرف دیکھا انتہائی عاجز انسان لمبی سفید داڑھی روشن پیشانی پر سجا محراب اور نگاہوں میں حیا۔۔۔

اس عمر میں بیٹی کی طلاق کا دکھ کیسے کہیں گے یہ۔۔۔۔۔ کاش زرینہ تم انسان بن جاتی۔۔۔ وہ افسوس سے سوچ کر رہ گئی

"بس چوہدری صاحب وہ اپنی طبیعت کے تابع ہیں جب دل ہوگا بتائے آپ سے ملنے چلے آئیں گے۔۔۔" اماں سائیں نے کہا

"خالہ زرینہ کدھر ہے اسکو بھی بلائیں۔۔۔" زہرا بی بی نے زرینہ کی ماں کو مخاطب کیا جو زیادہ چپ ہی رہتی تھیں۔۔۔ گاؤں کی ان پڑھ عورت تھیں زیادہ باتیں تو انکے سر کے اوپر سے ہی گزر جاتی تھیں۔۔۔

وہ اٹھ کر زرینہ کو بلانے چلی گئیں

"بی بی سائیں عزیرہ پتر نہیں آیا ابھی تک ناراض ہے کیا۔۔۔" چوہدری صاحب بولے

"کچھ ایسا ہی سمجھ لیں چوہدری صاحب۔۔۔ زرینہ عورت ہو کے اتنی اکڑ دکھا کر آئی ہے تو وہ تو پھر مرد

ہے۔۔۔ معاملہ کہیں سے بھی سلجھتا ہوا نظر نہیں آرہا۔" اماں سائیں بے حد پریشان تھیں

"میں بہت شرمندہ ہوں بی بی سائیں۔۔۔ اب تو معافی بھی نہیں مانگ سکتا پانچ سال ہو گئے اس آنکھ مچولی

کو۔۔۔ اب عزیرہ سے پوچھ لینا تھا آپ نے جیسے وہ چاہتا ہے کر لے۔۔۔" چوہدری صاحب بے بس تھے۔۔۔ ان پانچ چھ سالوں میں بیٹی کی وجہ سے وہ بارہا جھکے ذلیل و رسوا ہوئے اب شاید وہ بھی تھک چکے تھے۔۔۔

"زرینہ بی بی آچکی تھی۔۔۔

نا کوئی سلام نا کوئی دعا۔۔۔

عجیب رویہ تھا اسکا۔۔۔

زہرا بی بی نے اسکو سلام کیا جسکے جواب میں وہ صرف سر ہلا کر بیٹھ گئی۔۔۔

سانولے رنگ اور چھوٹے سے قد والی زرینہ کو عجیب غرور تھا۔۔۔ پڑھنا لکھنا تو سرے سے نہیں آتا تھا بس پہننے اوڑھنے کی شیدائی تھی۔۔۔

پتلی سانولی کلاسیاں سونے کی چوڑیوں سے بھری ہوئی تھیں۔۔۔ گلے میں سونے کا ٹھوس لاکٹ اور کان جو کے 4 حصوں سے سلائی ہوئے تھے چاروں میں سونے کے ٹاپس پہن رکھے تھے۔۔۔ شوخ گلابی رنگ کے فل کام والے سوٹ پر براؤن پنسل لگائے وہ خود کو کسی ملک کی شہزادی سمجھتی تھی۔۔۔

"زرینہ جو کچھ بھی ہوابی بی سائیں سے معافی مانگ۔۔۔ اور اپنے گھر چل میرا پتر۔۔۔ چوہدری صاحب اپنی بیٹی کے تیور دیکھ کر محبت اور نرمی سے بولے

"یہ کیوں ہر بار معافی مانگتے۔۔۔" زرینہ کی ماں صغیرہ بولی

"تم چپ رہو۔۔۔ زرینہ معافی مانگو۔۔۔"

چوہدری صاحب دھاڑے

"فلطی انکی اور انکے بیٹے کی ہے ابا میں معافی نہیں مانگوں گی انکا بیٹا آکر مجھ سے معافی مانگتے" عجیب ضدی لہجہ تھا۔

"بی بی ہوش میں تو ہو۔۔۔ تمہیں پتہ ہے تم کیا کر کے آئی ہو۔۔۔؟ جس کا تم کہہ رہی ہو اسکے ساتھ کیا کیا تم نے اتنے سالوں سے معلوم ہے کچھ؟ انکی ماں سے کس حد تک بدتمیزی کی ہے تم نے یاد ہے؟ اپنے معصوم بچوں کو مہینے سے چھوڑا ہوا ہے تم نے۔۔۔ اور اوپر سے یہ امید لئے بیٹھی ہو کہ وہ معافی مانگتے تم سے۔۔۔"

زہرا بی بی تو سرتاجیر سلگ کر رہ گئی ایک تو چوری اوپر سے سینہ زوری زرینہ کا یہ حال تھا

"بچے میں جہیز میں تو نہیں لائی تھی اپنے باپ کے گھر میں ہیں سنمھالے وہ" زرینہ نے چیخ کر جواب دیا

"شرم کر زرینہ غیرت کھا بیوی تو اچھی نہیں بن سکی ماں تو اچھی بن جا" اماں سائیں بے بسی سے بولیں

"یہ شرم آپ اپنے سردار صاحب کو دولوائیں جگو جوئے کے اڈوں پر سکون ملتا ہے" زرینہ منہ میں جواب لئے بیٹھی تھی چوہدری صاحب کسی مصلحت کے تحت بس خاموشی سے سن رہے تھے

"میرا بھائی اس نوبت تک صرف تمہاری وجہ سے پہنچا ہے تم نے اسے تباہ و برباد کر دیا اب اپنے بچوں کے ساتھ بھی یہ کرنا چاہتی ہو۔۔۔ زرینہ جھکنا سیکھو۔۔۔ دو دو بچے ہیں تمہارے انکے مستقبل کی خاطر ہی سہی۔"

زہرا کا انداز غصے میں بھی سمجھانے والا تھا

"تم تو چپ ہی رہو خود تو اپنے گھر میں بس نہیں سکی مجھے چلی ہے مشورہ دینے۔۔۔" زرینہ نے زہرا گلا۔

اور زہرا وہیں خاموش ہو گئی۔۔۔ کوئی قفل تھا جو اسکے لبوں پر لگ گیا۔

"زرینہ۔۔۔ بکو اس بند کر۔۔۔" میں معذرت چاہتا ہوں بی بی سائیں یہ اور اسکی ماں دونوں ہی کم عقل ہیں۔۔۔

"زرینہ تو معافی نہیں مانگے گی اور اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے گی؟ اماں سائیں نے چوہدری صاحب کو ہاتھ کے اشارے سے روک دیا انکے لہجے میں طیش تھا آنکھیں ضبط کے سرخ تھیں۔

"نہیں۔۔۔ عزیرا کر مجھ سے معافی مانگے تو میں واپس آؤں گی" وہ ہٹ دھرمی سے بولی۔۔۔

"ٹھیک ہے چوہدری صاحب ہم چلتے ہیں۔ چلو زہرا۔۔۔" اماں سائیں کھڑی ہو چکی تھیں زہرا بی بی بھی کھڑی ہو گئیں۔

"بی بی سائیں مجھے معاف کر۔۔۔" چوہدری صاحب بول ہی رہے تھے جب اماں سائیں نے ٹوک دیا

"اس جمعہ بعد نماز جمعہ پنچایت میں اپنی بیٹی کا فیصلہ اور اسکے بچے لے جائیے گا چوہدری صاحب۔۔۔ خدا حافظ" بی بی سائیں ایک پل کو بھی وہاں نہیں رکیں۔۔۔ کہتے ہی وہاں سے بنا کسی کو دیکھے نکل گئیں۔۔۔ یہ وہ ہی جانتی تھی انہوں نے کس طرح یہ الفاظ ادا کیے۔۔۔ اسکے بعد ایک شریف باپ کی بے بس صورت دیکھنے کی ان میں ہمت بھی نہیں تھی زہرا بی بی سارے راستے گاڑی میں انھیں آنسو بہاتے چپ چاپ دیکھتی رہیں۔

☆.....☆.....☆

مقدس نیگم کی دو بیٹیاں اور دو بیٹے تھے صبا سب سے بڑی اسکے بعد قاسم جو کہ پڑھ لکھ کر دیار غیر میں ہی شادی کے بعد سیٹ ہو گیا اسکے بعد نور اور نور کے بعد عامم تھا۔۔۔

صبا کی شادی ملکہ پور میں ہی ہوئی جو کہ پنجاب کا ہی قصبہ نما شہر تھا زندگی کی ہر سہولت موجود تھی اسے گاؤں

کہنا تو زیادتی تھی۔۔۔ نور کی شادی دور کے رشتہ داروں میں ہوئی لیکن افسوس شادی کے چند سال بعد جب آہش محض 7 سال کی تھی اسکے میاں کا روڈ ایکسیڈنٹ میں انتقال ہو گیا اور نور اپنی بچی کو لے کر ایک بار پھر ماں کی دہلیز پر آ گئی باپ تو کب سے فوت ہو چکا تھا بڑا بھائی اخراجات برداشت کر رہا تھا مگر چھوٹا بھی اپنی بساط کے مطابق بہن اور بھانجی کا بے حد خیال رکھتا۔۔۔ نور کی شادی کم عمری میں ہونے کے باعث وہ کسی صورت شادی شدہ اور ایک بچی کی ماں نہیں لگتی تھیں صبا کی نسبت نور بہت خوبصورت تھی۔۔۔ آہش 12 سال کی ہو چکی تھی دونوں ماں بیٹی میں والہانہ محبت تھی۔۔۔ جب آہش 13 سال کی ہوئی تو نور کے لئے ایک رشتہ آ گیا آہش کے والد کے ایک دوست نے ہی رشتہ بھیج دیا جولاہور رئے تے تھے جنکی بیگم کا انتقال آہش کے والد کی وفات سے پہلے ہی ہو چکا تھا انکی بھی ایک ہی بیٹی تھی جو اب دس سال کی تھی۔۔۔

نور نے بھائی اور ماں کو صاف انکار کیا تو مقدس بیگم نے نو اسی کے کان میں بات ڈالی جسے سن کر آبی کچھ لمحے تو گم سم بیٹھی رہی۔۔۔

نور کی عمر اس وقت 29 سال تھی اور لگتی وہ 24 سال کی تھی۔۔۔ بس پھر کیا آہش نے اپنی محبت کے واسطے دے کر ماں کو شادی کے لئے راضی کیا۔۔۔ اپنی محبت کی قربانی دے کر اس نے ماں کی خوشیاں خرید لی تھیں۔۔۔ ہر بار ماں بیٹی کے لئے قربان ہوتی ہے مگر آبی نے اپنی ماں کے مستقبل کے لئے اپنے آج کی قربانی دی تھی۔۔۔ یوں نور۔۔۔ نور لودھی بن کر آصف لودھی کی زندگی میں شامل ہو گئی آہش سے چھ سو کلو میٹر دور ایک نئی دنیا بسالی مگر دل کو جیسے کبھی بھی قرار نا آیا۔۔۔ آصف لودھی سے شادی کے بعد جیسے مقدس بیگم کے گھر کے حالات بھی بہتر ہوئے نور اور آصف ہر طرح سے خیال رکھتے آہش کے تمام اخراجات نور باقاعدگی سے بھجواتیں یہ ہی وجہ تھی نور کالج میں پہنچ گئی۔۔۔ رمشا بھی کالج جاتی تھی اللہ نے آصف لودھی سے شادی کے بعد انھیں بیٹے کی نعمت سے بھی نوازا دیا۔۔۔ نوی اب 8 سال کا تھا

صبا کے دو ہی بیٹے تھے مکنون بڑا جبکہ شمعون چھوٹا۔۔۔ انکے والد کویت میں عرصہ دراز سے کسی کمپنی میں ملازمت کر رہے تھے۔۔۔ خوب دولت کی ریل پیل ہے۔۔۔ مکنون بھی آبی کی طرح ثانی کا لاڈلا تھا مکنون پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم بی اے کے ڈگری لے چکا تھا۔۔۔ اور ثانی کی خواہش پر ہی آبی اور مکنون کے

رشتے کی بات بچپن میں ہی طے کر دی گئی تھی۔۔۔

عاصم بہت سلجھا مگر شوخ مزاج آدمی ہے آہش سے پانچ سال بڑا ہونے کی وجہ سے دونوں ماموں بھانجی کم اور بہن بھائی زیادہ محسوس ہوتے ہیں عاصم کی اپنی ویلڈنگ کی دوکان تھی جس سے وہ اچھا کمایا کرتا تھا۔۔۔۔

☆.....☆.....☆

"جلدی چل آبی مغرب کا وقت ہونے والا ہے آجا اب۔۔۔" نانی ماں سفید مایا لگے دوپٹے کو اچھے سے لپیٹتے ہوئے بولیں

"آ رہی ہوں نانی ماں تالا چابی نہیں مل رہی تھی۔۔۔ چلیں۔۔۔" آہش حبایا کے اوپر سکارف لپیٹتے ہوئے باہر آئی کمروں کے دروازوں کی کنڈیاں لگا کر باہر مین گیٹ کو تالا لگا دیا۔۔

"دیکھ میری دھی (بیٹی) مون سے ہنس بولا کر تیرا میرا ہے وہ۔۔ شہر سے پڑھ کر آیا ہے اور تجھے پتہ ہے شہری لڑکے آج کل فریڈ۔۔۔ وہ کیا کہتے ہیں فریڈ لو۔۔۔"

"فرینڈلی۔۔۔" آبی نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں وہی پسند کرتے ہیں۔۔۔ تو مون کی بچپن کی منگ ہے بہت جلد تم دونوں کی شادی ہو جائے گی اسلئے تو اس سے بات چیت کیا کر اس کی پسند نا پسند پوچھا کر۔۔۔" نانی ماں تنگ تنگ گلیوں میں تیز تیز قدم اٹھاتے اسے ہدایات دے رہی تھیں۔

"جی" آبی بس یہی کہہ سکی۔

"کیا جی؟ جب بھی وہ آتا ہے کوئے کھدروں میں گھس جاتی ہے۔۔۔" نانی ماں اسے گھورتے ہوئے بولیں

اب وہ نانی ماں کو بھلا کیسے بتاتی اس میں اتنی ہمت نہیں ہو پاتی کے وہ اسے نظر اٹھا کر دیکھ بھی سکے فرینڈلی کیسے ہو جائے۔۔۔ پھر محبت کی کوئی زباں تھوڑی ہوتی ہے وہ تو بس محسوس ہوتی ہے مکتون بھی خود محسوس کر لے گا مجھ میں جسارت کہاں میں اپنی محبت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سامنا کر سکوں۔۔۔۔۔

"ویسے نانی ماں ہم اس وقت جا کیوں رہے ہیں وہاں" آبی جانتی تھی مغرب کے وقت تو نانی ماں نا خود کہیں جاتیں تاکسی کو جانے دیتی تھیں۔۔۔

"مبا کی نند کی بیٹی آئی ہے چھٹیاں گزارنے پشاور سے سنا ہے ڈاکٹر بن رہی ہے۔۔۔ دو دن ہو گئے آئی ہوئی کو اچھا نہیں لگتا اسلئے سوچا مل آتے ہیں ساتھ تجھے بھی ملواؤں اسے بھی پتا چلے مون کی منگ کون ہے۔۔۔ وہ گھر کے قریب پہنچ چکے تھے۔۔۔"

آبی کندھے اچکا کر رہ گئی۔۔۔

مون کی منگ۔۔۔ آبی کے لئے تو یہ ہی احساس کافی تھا کہ وہ کنون سے منسوب ہے۔۔۔



سویڈش ڈاکیومنٹس

میں عزیز عباس اپنے ہوش و حواس میں زرینہ بی بی کو طلاق دیتا ہوں۔۔۔ طلاق دیتا ہوں۔۔۔ طلاق دیتا ہوں۔۔۔ وہ یہ الفاظ بول کر جلدی سے پیچر پر دستخط کرنے لگا تھا۔۔۔ غصے اور ضبط کی ملی جلی کیفیت سے اسکی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں ماتھے کے بل نمایاں تھے۔۔۔ پسینے کی چند بوندیں اسکی کنپٹی سے بہتے ہوئے اسکے کان تک آچکی تھیں۔۔۔ وہ دستخط کر کے بغیر کسی کو بھی دیکھے وہاں سے نکل گیا تھا۔۔۔

سامنے نقاب کیے بیٹھی زرینہ جیسے اب ہوش میں آئی تھی وہ بے یقینی سے سردار عزیز عباس کو جاتا دیکھتی رہ گئی۔۔۔ اسکے منہ سے نکلنے والی طلاق پر گویا زرینہ بی بی کی سماعتیں سن ہو چکی تھیں وہ جو کچھ لحوں پہلے اسکا محرم تھا اسکا لباس تھا اسکا مجازی خدا تھا اور سب سے بڑھ کر اسکے دو بچوں کا باپ تھا اب وہ اسکے لئے ایک اجنبی ایک نا محرم بن چکا تھا۔۔۔

مہمان خانے میں اس وقت خاموشی سے قانونی کارروائی ہو رہی تھی۔۔۔ چوہدری امانت علی ایک کرسی پر چپ چاپ سر جھکائے بیٹھے تھے انکے بیٹے رفاقت نے خاموشی سے ماں اور بہن کو گاڑی میں بٹھا کر ملازموں کے ساتھ روانہ کیا۔۔۔ ہنچا ہٹ کے لوگ چند بول ہمدردی کے بول کر وہاں سے نکلے جا رہے تھے۔۔۔

حاجی سائیں اور ولید عباس بھی چوہدری صاحب کے پاس آگئے۔۔۔ دیکھ چوہدری کوئی بھی خوشی سے کسی کی دھی "بیٹی" کے ساتھ ایسا کرنے کا سوچے گا بھی نہیں مگر اسلام نے یہ سہولت ہی اسلئے رکھی ہے کہ جہاں گزارے مشکل ہو جائیں وہاں طلاق سے راستے جدا کر لو۔ تیری دھی اور میرے پتر کا ساتھ یہیں تک تھا۔۔۔ آگے اللہ بہتر کرے۔۔۔ حاجی سائیں نے چوہدری صاحب کو تسلی دینے کے انداز میں کہا۔۔۔ چوہدری کا بیٹا بھی خاموش سا کھڑا تھا شاید بہنوں بیٹیوں والے شریف لوگ یونہی بے بس ہو جاتے ہیں۔۔۔

یا قسمت یا نصیب۔۔۔ چوہدری صاحب خاموشی سے آسمان کی طرف دیکھ کر بولے۔۔۔ ٹھیک ہے حاجی سائیں چلتے ہیں رب رکھا۔۔۔ چوہدری صاحب خاموشی سے چل پڑے۔۔۔ ساتھ رفاقت نے بھی انکا ہاتھ

تھام لیا انکے پیروں کی لرزش کسی سے چھپ نہیں سکی تھی۔

یہ بچوں کو بھی ساتھ لیتے جائیں۔۔۔ ولید عباس نے عقب سے آواز دی۔۔۔ حیران پریشاں ساحرہ ولید کی انگلی پکڑے کھڑا تھا جبکہ فزا کو ولید نے گود میں اٹھایا ہوا تھا۔۔۔ دونوں بچے سلیقے سے تیار تھے۔۔۔ رفاقت نے آگے بڑھ کر بچوں کو تھام لیا اور اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔

رب سوہنے دے حوالے۔۔۔ حاجی سائیں نے ہاتھ ہلایا۔۔۔ اور لال حویلی کی جانب چل دیے۔

سردار ولید عباس عزیر کو ڈھونڈتا ہوا وہاں سے نکل پڑا۔

یوں آج ایک گھر اس مہمان خانے میں بکھر چکا تھا

☆.....☆.....☆

زرینہ کی گاڑی لال حویلی کے سامنے سے گزری تو وہ کن انکھیوں سے حویلی کے در و دیوار کو دیکھنے لگی۔۔۔ بہت کچھ تھا جو زرینہ کے اندر آج ٹوٹا تھا اسکا غور اسکا مان اسکا بھرم۔۔۔ مگر وہ بلا کی ڈھیٹ تھی چہرے پر نخوت اور گردن پر غرور ویسے ہی قائم تھا۔۔۔ اسکا نقش نقش ویسے ہی تھا ہوا تھا جیسے ہمیشہ ہوتا تھا وہ کسی کی ہمدردی حاصل نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔۔

چوہدری امانت علی کی بیٹی اور لال حویلی کی بہو ہوں میں۔۔۔ اسے نخوت سے کہے اپنے الفاظ یاد آئے تھے۔۔۔ اور پھر وہ لال حویلی کو دیکھنے لگی گاڑی آگے بڑھ چکی تھی۔۔۔ تو لال حویلی سے بھی تعلق ختم ہوا۔۔۔ ایک مرد کے چھوڑ دینے سے عورت کا سب کچھ چھن جاتا ہے؟ اندر سے سوال ہوا تھا۔۔۔

اونہ۔۔۔ یہ سب چھوٹا تو کیا میں آج بھی چوہدری امانت علی کی اکلوتی بیٹی ہوں تین بھائیوں کی اکلوتی بہن۔۔۔ اس نے اپنے آپ کو تسلی دی۔۔۔ اور طرزیہ مسکان اسکے لبوں پر پھیل گئی۔

اماں تم کیوں رورہی ہو؟ اسکی نظر صفیہ پر پڑی تو وہ انکی جانب متوجہ ہوئی۔

ہاہ میری بچی جوانی میں طلاق کا داغ لگ گیا تیرے ماتھے پے۔۔۔ ہاہ کیا ظلم ہوا تجھ پے۔۔۔ صفیہ نے زرینہ کو زور سے گلے لگا کر رونا شروع کر دیا۔۔۔

ڈرائیور اور فرنٹ سیٹ پر بیٹھی ملازمہ دونوں مڑ مڑ کر ماں بیٹی کو دیکھنے لگے۔۔۔

اماں اماں۔۔۔ زرینہ نے ماں سے الگ ہو کر اپنے بال ٹھیک کیے۔۔۔

کیا دیکھ رہے ہو تم دونوں آگے دیکھو مرو۔۔۔ وہ ملازموں پر چلائی تھی۔۔۔ وہ دونوں بوکھلا کر آگے دیکھنے لگے

لگے

اماں بس کرو یہ رونا دھونا برباد میں نہیں وہ ہوگا۔ مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔ وہ کہہ کر گاڑی سے باہر دیکھنے

لگی۔۔۔ جہاں نا جانے کب سے بارش نا ہونے کے باعث مٹی ہی مٹی اڑ رہی تھی۔۔۔

تیز دھوپ سے اسکی آنکھیں چندھیا گئی تھیں۔۔۔ وہ رخ پھیر کر بیٹھ گئی دل نا جانے کیوں بے چین ہو رہا

تھا۔۔۔ وہ اس بات سے بے خبر تھی جو دھوپ اسکے مقدر میں لکھ دی گئی ہے اسے اب ہمیشہ اس میں جلنا ہے۔۔۔۔

☆.....☆.....☆

وہ صبا خالہ کے گھر پہنچے تو مغرب کی اذان شروع ہو چکی تھی۔۔۔

”اسلام علیکم خالہ“ صبا نے ہی دروازہ کھولا تھا آابش نے محبت سے سلام کیا

”وعلیکم السلام میری بیٹی آبی آئی ہے“ صبا نے آابش کو پیار کیا تھا

”اماں کیسی ہیں؟ آپ بھی شکر ہے بیٹی سے ملنے آگئیں“ صبا نے اب ماں کو گلے لگایا

”میں تو بوڑھی ہڈیوں کے ساتھ آگئی تھی تو فیتق نہیں ہوتی کہ ہفتے کے ہفتے ہی ماں کو دیکھ آئے“ اماں نے

بھی فوراً چوٹ کی۔

”بس اماں گھروں سے نا تم نہیں ملتا پھر مومن کے ابو بھی آپکو معلوم ہے پردیس میں ہیں تو گھر کی بچوں کی

سب ذمہ داریاں مجھ پر ہیں“ صبا انہیں اندر ٹی وی لاءنج میں لے آئی۔۔۔

آابش نے عبا یا اتار کر اچھی طرح بڑا سادو پہنے لے لیا۔۔۔

صبا کا گھر کافی اچھا بنا ہوا تھا دس مرلے پر جدید آسانشوں سے مزین گھر صبا نے بہت صاف ستھرا رکھا ہوا

تھا۔۔۔ آبی اور نانی اماں کا گھر تو پرانی طرز کا بنا تھا مگر مومن کے ابو نے ابھی پچھلے سال ہی یہ نیا گھر خریدا تھا جو آبی

اور نانی ماں کو بھی بے حد پسند آیا تھا۔۔۔

وہ دونوں بیٹھیں تو ساتھ ہی ملازمہ ٹھنڈی ٹھار سیون اپ لے آئی

"بس کر صبا تیرے تو بہانے ہی نہیں ختم ہوتے خیر سلیم کا فون آیا ٹھیک ہے وہ؟" نانی ماں نے سیون اپ کا گلاس فٹ سے ختم کیا

"جی اماں ٹھیک ہیں۔۔۔ عاصم کام پر تھا؟" صبا نے چھوٹے بھائی کا پوچھا

"ہاں وہ تو رات کو دس بجے آتا ہے دن میں کبھی کبھار روٹی کھانے آ جاتا ہے" نانی ماں نے بتایا

"آبی نور ٹھیک ہے کوئی فون آیا نور کا؟" صبا نے اب محبت سے آبی کے ہاتھ تھام کر پوچھا

"جی خالہ ٹھیک ہیں" آبلش نے مختصر سا جواب دیا

"دن میں کئی بار فون کرتی ہے تجھے تو پتا ہے آبی میں جان ہے اسکی" نانی ماں نے سچ ہی کہا تھا۔

"ای ہماری آبی ہے بھی تو بالکل نور کی طرح اسے دیکھتی ہوں تو نور کا لڑکپن یاد آ جاتا ہے" صبا نے آبلش کو

ساتھ لگالیا

آبلش جھینپ سی گئی تھی ماں کے ذکر پر تو ویسے بھی اسکی روح تک سرشار ہو جاتی تھی

"آبی بیٹا، اماں آپ لوگ بیٹھیں میں جلدی سے مغرب کی نماز ادا کر آؤں۔۔۔" صبا اٹھتے ہوئے بولی

"یہ مومن اور شمعون کدھر ہیں انکو بتایا نہیں کے نانی آئی ہے۔ نانی کو ملنا بھی ہے۔ اور وہ تیری نند کی بیٹی کدھر

ہے" نانی ماں بھی نماز کے لئے کھڑی ہو گئی تھیں۔۔۔

"اماں وہ اندر پی سی پر کچھ لگے ہیں۔۔۔ آبی میں اور اماں نماز ادا کرتے ہیں تم بھی چلی جاؤ مومن کے

کمرے میں ہوں گے سب۔۔۔" صبا کہہ کر اپنے کمرے میں چلی گئی

نانی کے اشارے پر نانا چاہنے کے باوجود آبی نے بھی مکنون کے کمرے کا رخ کر لیا۔۔۔

وہ اس گھر کے درود یوار کو غور سے دیکھتے ہوئے اوپر کی جانب بیڑھیاں چڑھنے لگی

خوبصورت سنگ مرمر کا فرش لکڑی کے خوبصورت دروازے۔ چھتوں پر لٹکے فانوس۔۔۔ کیا میں شادی کے

بعد اس گھر میں رہوں گی۔۔۔ نانی ماں کہتی ہیں یہ گھر تیرا ہوگا۔۔۔ وہ مسکرائی تھی مکنون میرا ہوگا۔ یہ انوکھا سا

احساس ہی بہت پیارا تھا۔۔۔ وہ آہستہ آہستہ بیڑھیاں چڑھتی اوپر مکنون کے کمرے تک آئی تھی۔۔۔ مکنون کے

کمرے کا دروازہ کھلا تھا وہ اچھی طرح دوپٹہ ٹھیک کرنے لگی۔۔۔ نا جانے کتنا حوصلہ جمع کر کے وہ مون کے کمرے میں داخل ہوئی۔۔۔ تھوڑا سا آگے ہو کر دیکھا

ایک لمبے بالوں والی سلم سارٹ سے لڑکی کمپیوٹر کی جانب رخ کیے ایسے بیٹھی تھی کہ اسکی پشت آ بش کی جانب تھی۔۔۔ اور قریب کھڑا مکتون اسکے چہرے کے انتہائی قریب سے اسے سکرین پر دیکھ کر کچھ سمجھا رہا تھا۔۔۔ بار بار وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکراتے۔ اور پھر دونوں کی انگلیاں کی بورڈ پر چلنے لگتیں۔۔۔

نا جانے کیوں۔۔۔ مگر آ بش کو کچھ کھٹکا تھا ایک ٹیس نا جانے کیوں اٹھتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔۔۔ کچھ تھا جو آ بش نے محسوس کیا تھا

"ارے آ بش آپ آپی آپ" باہر سے آتے شمعون کی آواز پر وہ تینوں ہی چونک گئے۔۔۔

اور آ بش تو ڈر ہی گئی

"شمعون کیسے ہو" اپنے دل کی حالت کو نظر انداز کرتے وہ شمعون کا گال تھپتھپاتے ہوئے بولی

وہ آ بش سے 5 سال چھوٹا تھا بالکل گول مٹول سا شمعون اسے اچھا لگتا تھا

مکتون جلدی سے سیدھا ہو کر اسکے قریب آیا تھا "آ بش کب آئی تم کیسی ہونانی ماں کے ساتھ آئی" وہ بالکل نارمل تھا مگر آ بی نارمل نہیں تھی

"جی۔۔۔" وہ بس یہ ہی بول سکی

"اچھا آؤ اس سے ملو یہ ہے ندا میری پھوپھو کی بیٹی پشاور سے آئی ہے" اور ندا یہ ہے آ بش نور خالہ کی بیٹی" مون نے دونوں کا تعارف کروایا

"اوہ اچھا۔۔۔"

"Hi aabish nice to meet u"

ندا مسکراتے ہوئے اسکے قریب آ کر ہاتھ بڑھا چکی تھی

آ بش نے اسکا بڑھا ہوا ہاتھ چپ چاپ تھام لیا۔۔۔ اسکے بولنے سے آ بش کو اتنا اندازہ تو ہو چکا تھا کہ وہ کتنی کونیفیڈنٹ اور بولڈ تھی۔۔۔

"چلو مون مجھے باقی کا کام بھی سمجھا دو اب"۔۔۔ وہ کافی بے باکی سے مون کا بازو پکڑ کر بولی جس پر ناچاٹتے ہوئے بھی آبی کی آنکھوں میں حیرت اٹھ آئی تھی جو کنون سے چھپی نارہ سکی۔۔۔ آبی کے اس قدر حیرت سے دیکھنے پر وہ بھی بوکھلا سا گیا تھا۔۔۔

"کا۔۔۔ کام واپس آ کر کرتے ہیں آؤ پہلے ثانی ماں کو مل آئیں۔۔۔" وہ تیزی سے بول کر نکل گیا پیچھے ندا بھی چلی گئی۔۔۔

وہ تیزی سے بنا آبی کے چہرے کو دیکھے نیچے چلا گیا تھا اور آبی وہیں کی وہیں کھڑی رہ گئی

☆.....☆.....☆

سیون سٹار ہوٹل کی بگ کوننگ ہلکی ہلکی موسیقی اور ہم فینسی لائٹس نے خوبصورت محبت کرنے والے جوڑوں کے لئے انتہائی سازگار ماحول بنایا ہوا تھا۔

وہ بلیو جینز پروائٹ شارٹ ایئر اینڈ ڈکرتا اپنے خوبصورت اسٹریٹ بالوں کو شانوں پر پھیلائے شائل سے ولی حیدر کے سامنے بیٹھی تھی۔۔۔

ولی حیدر اسکو محبت پاش نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔۔

"کیا دیکھ رہے ہو؟ کیا میں اتنی خوبصورت لگ رہی ہوں جو تمہاری نظریں نہیں ہٹ رہی" رمشا ایک ادا سے بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے پوچھ رہی تھی سٹائش نظریں ہمیشہ سے ہی اسکی کمزوری تھیں وہ اپنے سے آگے کسی کو بھی نہیں دیکھ سکتی تھی۔

"تم لگ نہیں رہی تم ہو ہی خوبصورت" ولی حیدر نے کولڈ ڈرنک کا سپ لیتے ہوئے کہا تھا نظریں ہنوز رمشا کے نازک سراپے کا دیدار کر رہی تھیں

"ولی آج ہمیں ملے پورا ایک سال ہو گیا۔ یاد ہے ہم اسی ریستورنٹ میں ملے تھے اور دیکھو کتنا کچھ بدل گیا اب۔" رمشا کی آنکھوں میں چمک واضح تھی

"کیا بدل گیا سب کچھ تو ویسا ہی ہے وہی تم وہی میں اور وہی ہماری محبت۔۔۔" ولی نے مسکراتے ہوئے کہا

"exactly"

"لیکن اب ہم بہت جلد ایک relationship میں ہوں گے"
وہ اپنی ہی دھن میں بول رہی تھی۔

"yes so its for my love rimsha, Aprecious ring for my
precious doll"

ولی حیدر بے خوبصورت ہیرے کی انگلی رمشا کی نازک انگلی میں پہناتے ہوئے انتہائی محبت سے کہا تھا اور
اپنے لبوں سے اس انگلی کو بوسہ دیا

"my God wali its quite beautiful its marvellous"

رمشا کی خوشی دیدنی تھی وہ اپنے آپ کو دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی سمجھ رہی تھی۔۔ ایک ہنڈسم رچ اور
لوونگ پرسن اس پر مرتا تھا ایسا نہیں تھا رمشا کو اسکی دولت سے محبت تھی مگر رمشا کو اس سے محبت ہونے کے بعد
جب ان سائیڈ ہاے سائیڈ کو الٹیز کا ادراک ہوا تو اسے چھوڑنا تو گویا ناممکن سا ہو گیا۔۔ وہ رمشا میں از حد
انٹرسٹڈ تھا۔۔ رمشا کی پسند تھا اور اسکی پسند کو دیکھتے ہوئے اور اسکی دن رات کی ضد کی بدولت آصف لودھی اور
نور لودھی نے اسکی اور ولی حیدر کی منگنی کر دی جو ہر لحاظ سے ایک پرفیکٹ تو نہیں تھی ولی حیدر خاصا میچور بند تھا
جبکہ رمشا محض بیس سال کی۔۔ لاہالی پن ضد اور غصہ تو اسکی طبیعت کا خاصا حصہ تھے مگر جب سے ولی حیدر اسکی
زندگی میں آیا اس میں زیادہ تو نہیں مگر کافی حد تک ایک ٹھہراؤ سا آیا تھا جس پر آصف لودھی مطمئن تھے۔۔ اور نور
لودھی ان دونوں کو مطمئن دیکھ کر چپ تھیں۔

ولی حیدر کے والدین کا ایک سال پہلے روڈ ایکسیڈنٹ میں انتقال ہو چکا تھا اب سوائے اسکی ایک بیوہ آنٹی
کے اور کوئی ناتھا ولی کا بزنس ملک سے باہر دہلی اور بلیشیامیں تھا اسلئے وہ بہت کم وقت پاکستان رہتا۔۔ مگر جب بھی
پاکستان آتا تو سارا وقت رمشا کو دیتا۔ اور رمشا ان محبت کے روز و شب سے بہت مطمئن اور خوش تھی۔۔

☆.....☆.....☆

"ماما آپ کہاں جا رہی ہیں؟ نیچے پاپا بھی ریڈی ہیں۔۔۔" نور لودھی کو تیار ہوتا دیکھ کر رمشا اگلے روم کا
ریلنگ ڈور دھکیل کر اندر آ گئی۔۔۔

"ہم آبی سے ملنے جا رہے ہیں۔۔۔ کل تک واپس آ جائیں گے شاید آبی بھی ساتھ آئے" نور لودھی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا وہ ڈرینگ ٹیبل کے سامنے کھڑی کانوں میں نفیس سے ایر رنگ پہن رہی تھیں لیکن نگاہ ششے پر تھی جس میں وہ رمشا کو با آسانی دیکھ سکتی تھیں

"آپ نے پہلے بتایا ہی نہیں میں بھی تیاری کر لیتی" رمشا کے چہرے پر یکدم ایک کھنچاؤ سا آیا تھا جسے نور لودھی نے جانتے بوجھے نظر انداز کر دیا تھا۔۔۔

"ہم نے کونسا وہاں رہنا ہے ایک دن کی تو بات ہے نومی بھی گھر ہی رہے گا۔۔۔ اور زلیخا تم دونوں کا خیال رکھے گی۔۔۔" نور لودھی نے اپنا ہینڈ بیگ بیڈ سے اٹھایا اور رمشا کے قریب آ کر اس کے پونی ٹیل سے نکلنے والے اسکی بالوں کو پیار سے پیچھے کرتے ہوئے بولیں۔۔

"جانا ضروری ہے" اسکا منہ پھول گیا

"بالکل میری جان تمہاری بہن آبی اور میری بیٹی وہاں ہے اس سے ملنے تو جانا ہی ہے نا" انہوں نے محبت سے سمجھایا وہ جانتی تھیں رمشا انہیں لے کر کچھ زیادہ ہی پوزیو ہے۔۔

"تو بہن کو یہاں لے آئیں نا مجھے کس بات کی سزا ملتی ہے اسکی وجہ سے؟" وہ روہانسی ہوئی

"مشو تم اب بچی نہیں ہو میں نے تمہیں بھرپور وقت دیا اور دے رہی ہوں اور آبلش کی وجہ سے ایسی کوئی نا انصافی نہیں ہوئی تمہارے ساتھ جسکی وجہ سے تم ایسا کہو اور اگر تین یا چار ماہ بعد میں اس سے ملنے چلی ہی جاتی ہوں تو اس پے بھی تمہیں اعتراض اگر ایک آدھ بار آبی یہاں آ گئی وہ بھی تم سے برداشت نہیں ہوا تم ہی ہتاؤ میں کیا کروں جیسے تم میری بیٹی ہو آبی بھی میری بچی ہے۔۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔۔" وہ بے بسی سے بولتے بولتے رک گئیں۔۔۔ آنکھوں میں ماتا کی تڑپ واضح تھی یہ تو وہی جانتی تھیں کہ انہوں نے سگی اور سوتیلی بیٹی میں کبھی فرق نہیں کیا تھا حالانکہ انہوں نے تو سوتیلی کو سگی بیٹی پر فوقیت دی تھی۔۔

"ایم رینی سوری ماما میں آپکو ہرٹ نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔۔ بس مجھے ڈر لگتا ہے کوئی آپکو مجھ سے چھین نالے" رمشا کو گلٹ ہوا تھا وہ نور لودھی کے قریب ہوئی تھی

"مائیں بیٹیوں سے کبھی بھی جدا نہیں ہو سکتیں مشو۔۔۔ یہ ڈر خوف ختم کر دو۔۔۔ مجھ پر یقین ہے نا تم

کو۔۔۔" نورلودھی اچھے سے جانتی تھیں وہ اتنی حساس کیوں ہے انہوں نے ایک بار پھر محبت سے اسکے نازک گالوں کو چھوا تھا۔

"خود سے بھی زیادہ آپ پر یقین ہے ماما" اس نے نورلودھی کو گلے لگالیا۔

لیکن آپکی اس بیٹی آبش پر مجھے بالکل بھی بھروسہ نہیں۔۔۔ میں اسکی محبت آپکے دل سے نکال پھینکنا چاہتی ہوں بس۔۔۔ وہ نورلودھی کو گلے لگا کر دل ہی دل میں سفاکیت سے سوچنے لگی۔۔۔

☆.....☆.....☆

گاؤں کی راتیں کس قدر دلکش ہوتی ہیں یہ تو گاؤں میں رہنے والے ہی جان سکتے ہیں وہ سیڑھیوں میں بیٹھی سیاہ آسمان پر جگ جگ کرتے ستاروں کو بہت دلچسپی سے دیکھ رہی تھی تمام دن کی جھس اور گرمی رات کی ٹھنڈی نرم ہوا سے گویا اڑن چھو ہو چکی تھی۔۔۔ شعبان کی آخری تاریخیں چل رہی تھیں تو چاند بھی فی الوقت غائب تھا۔۔۔ زمینی حشرات کی اٹھتی آوازیں ماحول کی خاموشی میں خلل ضرور پیدا کر رہی تھیں مگر موسم اس قدر دلفریب تھا کہ یہ آوازیں بھی بری محسوس نہیں ہو رہی تھیں پھر یہ آوازیں تو اس ماحول کا خاصا تھیں۔۔۔

نانی ماں عشاء کی نماز پڑھ کر سو جاتی تھیں اور وہ عاصم ماموں کے آنے تک جاگتی رہتی۔۔۔ ابھی بھی وہ عشاء کی نماز کے بعد انکے انتظار میں بیٹھی تھی سفید دوپٹے کے ہالے میں سادہ شفاف چہرہ ہر قسم کی چالاک سے پاک تھا ایک بھولپن تھا جو اسکے چہرے کے نقش نقش سے واضح تھا۔

"کیا امی کو میرے اور مکون کے رشتے کے متعلق علم ہے" نانا جانے یہ خیال اسکے دل میں اچانک کیسے آیا۔۔۔

"اس بار امی آئیں گی تو پوچھوں گی" وہ خود ہی سے ہمکلام تھی

جب سے صبا خالہ کے گھر سے آئی تھی دل عجیب اضطراب کا شکار تھا وہ اپنی پریشانی کو کوئی نام نہیں دے پا رہی تھی مگر کچھ تھا جو اسے کھٹک رہا تھا۔ ندا کا سراپا اسکی آنکھوں سے چپک کر رہ گیا تھا۔

نانی ماں ٹھیک ہی کہتی تھیں مجھے بھی مکون سے بات کرنی چاہیے ہنسنے بولنے میں بھلا کیا حرج کتنا اعتماد تھا ندا کی آنکھوں میں کتنی کھٹک تھی اسکے لہجے میں وہ دل ہی دل میں رشک کر رہی تھی۔ ایسا نہیں تھا اسے ندا سے حسد

محسوس ہوئی ہاں وہ ندا سے متاثر ضرور ہوئی تھی مکنون کی ندا کے ساتھ بات چیت میں دلچسپی دیکھ کر اسکا بھی دل چاہا تھا کاش مکنون اس سے بھی اسی طرح بات کرتا۔۔۔ مجھے خود کو بدلنا ہوگا۔۔۔

ایک عہد تھا جو اس نے دل ہی دل میں اپنے ساتھ کیا تھا۔۔۔

"بھاؤ۔۔۔" عروہ جو تین چھت پھلانگ کر اس وقت آبی کو ڈرانے آئی تھی آبلش کے ٹس سے مس نا ہونے پر سخت بد مزہ ہوئی

"اوے بوڑھی آتما تمہیں ڈرنہیں لگتا۔۔۔ وہ بھی آبی کے پاس بیٹھتے ہوئی بولی سانس پھول ہوا تھا

"نہیں تمہارے جیسی چڑیلوں سے بالکل بھی نہیں لگتا" آبی نے شرارت سے کہا وہ جانتی تھی اکثر آبی اسے ڈرانے چھت پھلانگ کر ہی آتی تھی۔۔۔

"چڑیل ہوگی۔۔۔ چل معاف کیا" عروہ بھی ہنس پڑی اور دوپٹے کے نیچے چھپائی بریانی کی پلیٹ نکال کر آبی کو تھما دی۔۔۔

"ارے بریانی۔۔۔ ٹھیکس عروہ" وہ پلیٹ تھام کر ہاتھوں سے ہی گرم گرم بریانی کھانے لگی

"بے مروت مجھے بھی پوچھ لو۔ تمہارے چکر میں ابھی تک میں نے بھی نہیں کھائی"۔۔۔ عروہ نے ٹوکا

"سوری یار آ جاؤ۔۔۔ ٹوٹ پڑو" آبی مسکرائی تھی

اب وہ دونوں مزے لے لے کر بریانی کھا رہی تھیں

"ویسے یہ کس خوشی میں لائی ہو" آبی کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا وہ ایسی ہی تھی ذرا سی بھی تیز مزاج کھانے پر اسکا منہ لال ہو جاتا تھا اور اسے تھی بھی فل چٹ پٹی بریانی ہی پسند تھی

"تمہارے اور مکنون کی بچپن کی مگنی کا پتا چلنے کی خوشی میں۔۔۔" عروہ نے خوب چمک کر کہا جس پر آبی بالکل خاموش ہو گئی ہونٹوں پر آبی مسکان جیسے غائب ہو گئی۔۔۔

جب سے صبا خالہ کے گھر سے آئی تھی نا جانے کیوں دل کو ڈر سا لگ گیا تھا۔

"اے آبی کیا ہوا؟" عروہ اسے یوں گم سم دیکھ کر پریشان ہو گئی تھی

"وہ۔۔۔۔" آبی بولنے ہی والی تھی کے دروازے پر دستک پر دونوں ہی اچھل پڑیں۔۔۔

"چلو جی آگیا تمہارا سڑیل ماموں میں تو گئی۔۔ اور یہ پلیٹ بھی لے کر جا رہی ہوں۔۔۔ عروہ عاصم ماموں اور عاصم ماموں کے لیکچرز سے کوسوں دور بھاگتی تھی۔۔ ابھی وہ چھتیس پھلانگ کر یہ جاوہ جا ہو گئی۔۔۔ ارے دھیان سے۔۔۔" آبی اسے جاتا بلکہ بھاگتا دیکھ کر اپنی ہنسی نارو ک سکی۔۔۔۔۔ ہنستے ہنستے ہی وہ میڑھیاں اتر کر بڑا ساجھن عبور کر کے دروازہ کھولنے آئی تھی جیسے ہی دروازہ کھولا آگے کھڑے دو انجان مردوں کو دیکھ کر وہ گھبرا گئی۔۔۔۔۔ آپ۔۔ آپ کون؟؟؟؟

☆.....☆.....☆

"طلاق ناکسی کے لئے دینا آسان ہے اور نالینا۔۔ اسلئے تو اسکو حلال کاموں میں سب سے ناپسندیدہ فعل قرار دیا گیا ہے" شاہ جی کی بھاری آواز کسی ہال نمایاں شک میں گونج رہی تھی "میں نے بہت مجبوری میں اسے طلاق دی ہے شاہ جی اب میں اس عورت کو دیکھنا بھی نہیں چاہتا" وہ بے بسی سے بولا "طلاق تو کوئی بھی خوشی سے نہیں دیتا پتر مجبوریوں میں ہی طلاقیں ہوتی ہیں" شاہ جی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر حوصلہ دیا۔

"یہ تو میرا رب جانتا ہے میرے دل کی حالت۔۔۔ خدا کی قسم طلاق دے کر مجھے کوئی قلبی سکون کوئی قرار نہیں ملا۔۔۔ لوگ کہتے ہیں مرد کے لئے طلاق دینا آسان ہوتا ہے نہیں شاہ جی ایسا نہیں ہے" سردار عزیز عباس بکھرا ہوا تھا۔

"طلاق دینا آسان نہیں ہوتا لیکن صرف اصل مرد کے لئے جنکی رگوں میں آباؤ اجداد کی عزت و وقار لہو بن کر بہہ رہی ہوا نکلے لئے۔۔۔ ورنہ کافی حد تک لوگ ٹھیک بھی کہتے ہیں یہاں ہر معمولی جھگڑے پر طلاق ہو رہی ہے" شاہ جی کے بات پر وہ انہیں بغور دیکھنے لگا۔

"بچوں کا کیا سوچا"۔۔۔ شاہ جی نے سوال کیا

"بھیج دئے ہوں گے انکی ماں کے ساتھ" وہ بددلی سے بولا۔

"وہ نہیں رکھے گی پتر۔۔۔" شاہ جی حقہ پیٹے ہوئے بولے۔

"کیا" وہ سمجھا نہیں تھا

"بچے۔۔۔ وہ بچے نہیں رکھے گی اتنے جوگی نہیں ہے پتر وہ۔۔۔" شاہ جی دورانہشی سے کام لے رہے تھے۔ وہ خاموشی سے انھیں دیکھنے لگا وہ کلائی میں اپنی گھڑی میں ٹائم دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا

"او کے شاہ جی اجازت اب۔۔۔" وہ آگے جھک کر کاشن کا اکڑا ہوا سوٹ پہنے بڑی سی پگڑی باندھے ہوئے شاہ جی سے مصافحہ کرنے لگا

"یہاں تک تو تو ٹھیک تھا پتر آگے اب سوچ سمجھ کر۔۔۔ رب را کھا۔۔۔" وہ بڑی سی بیٹھک سے نکلنے لگا جب پیچھے سے شاہ جی کی آواز آئی۔۔۔

وہ الٹا اشارہ سمجھ کر ایک لمحے کے لئے رکا اور پھر تیزی سے آگے بڑھ گیا۔۔۔

☆.....☆.....☆

"عزیر کدھر ہو کب سے فون کر رہا ہوں فوراً منشی کو لے کر زمینوں پر پہنچو میں اور بابا سائیں انتظار کر رہے ہیں تمہارا۔۔۔" ولید کافی جلدی میں بول رہا تھا۔☆

"میں نہیں آ سکتا۔" سردار عزیز عتاس اس سے بھی زیادہ جلدی میں تھا اس نے جواب دے کر بغیر ولید کی بات سنے فون رکھ دیا

"کیا کہہ رہا ہے" حاجی سائیں ولید کو دیکھتے ہوئے بولے جواب نے فون کو گھور رہا تھا

"وہ۔۔۔ وہ فون کٹ گیا بابا سائیں میں کرتا ہوں دوبارہ۔۔۔" ولید فون پکڑے بابا سائیں سے دور آ گیا

"کیا ہے یار لالہ۔۔۔" وہ ولید سے ایک سال چھوٹا تھا مگر دونوں میں خاصی بے تکلفی تھی اس وقت دوبارہ کال پر وہ بری طرح جھنجھلا گیا۔

"سردار صاحب بابا سائیں میرے ساتھ موجود ہیں اور تمہیں یاد کر رہے ہیں فوراً پہنچو۔۔۔" ولید کا انداز کچھ باور کراتا تھا۔

"لالہ میں اس وقت کہیں مصروف ہوں نہیں آ سکتا کوئی بھی بہانہ کر دو خدا را۔۔۔" وہ کہہ کر دوبارہ فون رکھ

چکا تھا۔ اور ولید سمجھ گیا کہ وہ اس وقت کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے۔۔۔

"پتروفن کیا اس شہزادے کو۔۔۔" بابا سائیں نے بھی طنز کیا

"وہ بابا سائیں اسکا دوست تھوڑا بیمار ہے اسی کو لے کر شہر گیا ہے اسے تو دیر ہو جائے گی۔۔۔" ولید بڑی صفائی سے جھوٹ بول گیا

"کون کون سے دوست پیدا ہو گئے اسکے۔۔۔ ولید ہر وقت دوستوں میں رہنا ٹھیک نہیں اسکے دوستوں کی بھی سن گن رکھ پتر۔۔۔ مجھے تو لگتا ہے اسکو کسی کھونٹے سے باندھنا پڑے گا" بابا سائیں کاٹن کا سوٹ پہنے سفید پگڑی سر پر رکھے گندم کے سنہری کھیتوں کا جائزہ لیتے ہوئے بولے۔۔۔

"کیا مطلب بابا سائیں۔۔۔" ولید انکے پیچھے پیچھے چل رہا تھا

"مطلب کوئی کڑی شہزادی لیے فر۔۔۔ (کوئی لڑکی ڈھونڈیں پھر)" بابا سائیں نے مسکراتے ہوئے بولے

"بابا سائیں ابھی تو طلاق ہوئی ابھی تین نوٹس بھی قانونی طور پر پورے نہیں ہوئے اس میں بھی 3 ماہ لگیں گے، ایسے میں اتنی جلدی عزیر کی شادی کا سوچنا مناسب نہیں۔۔۔" ولید کافی دورانہ لیش تھا وہ ہمیشہ ہی ان جذباتی باپ بیٹے کو سوچ سمجھ کر چلنے کا مشورہ دیتا تھا مگر وہ دونوں ہر کام میں ہتھیلی پر سرسوں جمانے کے قائل تھے۔۔۔

"کی مناسب نہیں جو ان پتر ہے میرا اب ایک بار غلط تجربہ ہوا ضروری نہیں آگے بھی ایسے ہو۔۔۔ گھر میں دوٹی من پسند ہو تو یہ دوست دوست بھول جاتے ہیں۔۔۔" بابا سائیں کافی خوشگوار موڈ میں تھے ولید انکی بات پر مسکرا کر رہ گیا۔۔۔

"سمعیہ کب آئے گی۔۔۔" بابا سائیں نے ولید کی بیوی کے متعلق پوچھا جو اپنے میکے گئی ہوئی تھی

"آج شام کو لینے جاؤں گا بابا سائیں" ولید نے مختصر جواب دیا

"ہاں لے آنا۔۔۔ گھر میں خاموشی سی ہو گئی ہے اب تیرے ہاں بھی کوئی کا کا کا کی آئے رونق لگے خیر سے"

بابا سائیں حیزی سے پگڈنڈی پر چل رہے تھے

"جو اللہ نے چاہا بابا سائیں" ولید خاموش ہو گیا وہ اور سمعیہ کی شادی کو 7 سال ہو گئے تھے وہ ابھی تک بے اولاد تھے۔

"اللہ دے گا پتر دے گا انشاء اللہ"۔۔۔ چلتے چلتے بابا سائیں نے ولید کے کندھے کو تھپتھپایا تھا

ولید انھیں دیکھ کر رہ گیا۔۔۔

اب وہ دونوں گندم کے سنہری کھیتوں سے ہوتے ہوئے گنے کے کھیتوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔۔۔

2 ملازم انکے پیچھے پیچھے تھے۔۔۔

جہاں فیض منشی انکا منتظر تھا بابا سائیں اب وہاں اب اس سے کچھ حساب کتاب کروانے میں مشغول ہو گئے

جبکہ ولید کا دماغ عزیر میں الجھا ہوا تھا۔۔۔

☆.....☆.....☆

"آپ کون؟" آبلش یوں نوجوان بندوں کو سامنے کھڑا دیکھ کر از حد گھبرا گئی تھی۔۔۔ وہ سر پر دوپٹہ لیتے

ہوئے تھوڑا دروازے کے پیچھے کھسک گئی۔۔۔ دونوں ملازمین یوں جوان لڑکی کو دیکھ کر تھوڑا پیچھے ہو گئے

تھے۔۔۔ جبکہ ایک بزرگ گاڑی سے اتر کر آگے ہوا۔

"پتر تکلیف کے لئے معذرت پانی کی ایک بوتل چاہیے۔۔۔ گاڑی اچانک بند ہو گئی ہے۔۔۔ حاجی

سائیں نے آرام سے کہا۔۔۔

ولید اور وہ کھیتوں سے واپس آرہے تھے کہ انکی گاڑی اچانک بند ہو گئی تھی۔۔۔ یہ گھر میں روڈ سے اندر آتی گلی

میں پہلے نمبر پر تھا تو ولید نے یہی مناسب سمجھا اس گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا جائے اور پانی لیا جائے۔ حاجی سائیں

دروازے کی اوٹ سے نکلتے کسی لڑکی کے چہرے کو دیکھ کر خود گاڑی سے اتر آئے۔ چہرہ اتنا واضح تو دکھائی نہیں دیا

مگر وہ سمجھ گئے تھے کہ کوئی بچی ہی ہے چونکہ دونوں ملازمین بھی جوان تھے اور اس گاڑی کی بیچیاں پردے کا خاص

خیال رکھتی تھیں اسلئے حاجی سائیں انکو پیچھے کر کے خود آگے ہوئے تھے مگر انہوں نے بھی نظریں جھکا کر پانی کا

سوال کیا تھا۔

"جج جی۔۔۔ لاتی ہوں" آبلش نے دروازے کی کنڈی لگا کر گھڑوں کے پاس پانی کی بھری بوتلوں کی

قطار میں سے ایک بڑی بوتل پانی کی اٹھائی اور کنڈی کھول کر ہاتھ بڑھا کر دروازے سے باہر کی۔۔۔

مگر شاید کوئی اس جانب متوجہ نہیں تھا۔ ایک شخص گاڑی کی جانب ہی منہ کیے کھڑا تھا۔۔۔

اس نے سر باہر نکال کر آواز دی تھی گاڑی بالکل گلی کے سامنے کھڑی تھی شاندار گاڑی تھی اٹکا گھر کچھ اس طرز سے بنا تھا کہ مین گیٹ کھولتے ہی سڑک صاف نظر آتی تھی

"یہ پانی لے لیجیے" اسکی آواز پر ولید ہی مڑا تھا وہ اسے دیکھ چکا تھا بہت معصوم سی لڑکی تھی جو فوراً سے بیشتر دروازے کی اوٹ میں چھپ گئی تھی۔۔۔

ولید نے پانی کی بوتل تھام لی۔۔۔

"شکریہ پتر جیوندی رہ۔۔۔" تکلیف کیلئے ایک بار پھر معذرت "حاجی سائیں گاڑی میں بیٹھتے ہوئے قدرے فاصلے سے ہی شکریہ ادا کرنا نہیں بھولے تھے

ملازمین گاڑی میں پانی ڈالنے لگے۔۔۔ آبلش دروازہ بند کر کے اندر آ چکی تھی۔۔۔ وہ اپنے دھیان میں دروازہ بند کر کے مڑی تو برقی طرح ثانی ماں سے ٹکرائی۔

"ہائے ہائے۔۔۔ کون کون۔۔۔" ثانی ماں کی آواز بلند ہوئی

"یا اللہ۔۔۔" آبلش کے مارے ڈر کے اوسان خطا ہو گئے

ثانی ماں کا اور آبلش کا سر زور سے ٹکرایا تھا کیونکہ صحن میں اندھیرا تھا اور ثانی ماں کو رات کے وقت کم دکھائی دیتا تھا لہذا اس وقت بھی وہ سمجھ ناپائیں اور آبلش کو اپنے تحیف بازوؤں میں جکڑنے کی کوشش کرنے لگیں

"ثانی ماں۔۔۔ ثانی ماں۔۔۔ چھوڑیں مجھے یا اللہ۔۔۔ مجھے ڈر دیا آپ نے" آبلش تڑپتی تھی اسکی لمبی چوٹی ثانی ماں کے ہاتھ لگ گئی اور وہ اسے زور سے پکڑے ہوئے تھیں

"اے آبی۔۔۔ تو ہے۔۔۔ میں سمجھی کوئی چور۔۔۔" ثانی ماں کے حواس بحال ہونا شروع ہو گئے تھے انہوں نے آبلش کا کندھا سہلاتے ہوئے کہا

"کیا ثانی ماں کون سے خزانے پڑے ہیں یہاں جو چور آئیں گے۔۔۔ ہائے آپ نے تو میرا سر ہلا دیا۔۔۔"

"آبلش ایک ہاتھ سے اپنا سر پکڑے دوسرے ہاتھ سے ثانی ماں کو تھامے صحن میں کچھی چار پائی تک لائی ثانی ماں کو بٹھا کر ثانی ماں کے لئے پانی لے کر آئی ثانی ماں کچھ زیادہ ہی گھبرائی ہوئی تھیں۔

"کون تھا باہر۔۔۔" پانی پینے کے بعد بچا ہوا پانی پودینے کی کیاری میں گرا کر گلاس آبی کو تھماتے ہوئے

پوچھ رہی تھیں۔

"کوئی بابا جی تھے۔۔۔ انکی گاڑی خراب ہو گئی تو پانی مانگ رہے تھے۔۔۔" آبش سٹیل کا گلاس گھڑوں کے شیڈ پر رکھتے ہوئے بولی

"ہیں اس وقت گاڑی یہاں خراب ہو گئی" نانی ماں حیران ہوئی

"پتا نہیں۔۔۔ کافی بڑی سی گاڑی اور دو بٹے کئے گاڑڈ نمابندے بھی ساتھ تھے ایک نے تو پستول بھی باندھا ہوا تھا" آبی نے جو سرسری سادہ کھاوا بتایا

"اچھا ا۔۔۔ یا اللہ خیر پستول۔۔۔ ایسے پوچھے بغیر دروازہ ناکھولا کر صبا بتا رہی تھی حالات بڑے خراب ہوئے پڑے ہیں ساتھ والے گاؤں کی تین لڑکیاں راتوں رات غائب ہو گئیں۔۔۔ اور پچھلے ہفتے سے ہمارے گاؤں کی بھی ایک لڑکی لاپتہ ہے۔۔۔ اللہ جانے کیا ماجرا ہے" نانی ماں کے چہرے پر واضح فکر تھی

"کیا۔۔۔ وہ کیسے نانی ماں۔۔۔" آبش چارپائی پر نانی ماں کے ساتھ ہی سٹ کر بیٹھ گئی

"پتا نہیں پتر۔۔۔ زمین کھا گئی آسمان نکل گیا کوئی پتا نہیں چل سکا کسی کو کوئی جنات کا معاملہ لگتا ہے۔۔۔" نانی ماں نے سرگوشی کی

یہ سرگوشی اتنی ہولناک تھی ایک لمحے کو تو آبی بھی کانپ گئی۔۔۔

"جنات؟ پر یہ بھی تو ہو سکتا اغوا کا معاملہ ہو" آبش ڈرتے ہوئے بولی

"تو ڈر نہیں احتیاط کیا کر سر پر دوپٹہ رکھا کر اور ہر وقت آیت الکرسی پڑھ کر اپنے اوپر پھونکتی رہا کر۔۔۔ اب اللہ جانے پر گاؤں میں جنات ہی زیادہ ایسے کام کرتے ہیں شہروں کی طرح اغوا وغیرہ کی جرات نہیں کسی کی۔۔۔"

"نانی ماں نے آبی کے چہرے پر زور سے پھونک مارتے ہوئے ہدایت دی۔۔۔

اتنے میں ایک بار پھر زور سے دروازہ بج اٹھا

"یا حنیف۔۔۔" دونوں نانی نو اسی اپنی جگہ اچھل پڑیں۔۔۔

آبش ہونٹوں کی طرح نانی کے جھریوں زدہ چہرے کو دیکھنے لگی جنہوں نے اپنے کمزور بازوؤں میں آبی کو چھپانے کی کوشش کی۔۔۔

"یار تیری طلاق ہوگئی" ملک اسلم نے کمرے میں موجود باقی لوگوں کے خیال سے کافی مدھم آواز میں عزیر کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا

"ہاں ہوگئی۔۔۔ مہینے سے زیادہ ہو چکا ہے اس بات کو" عزیر اپنے موبائل پر کوئی فائننگ گیم کھیلتے ہوئے بولا یہ اسکا فارغ وقت کا ایک اور شوق تھا۔

"خیر سے۔۔۔" ملک اسلم نے پوچھا

"خیر سے بھی کبھی طلاق ہوئی ہے ملک صاحب۔۔۔ خیر نہیں تھی تو ہی طلاق دی۔۔۔" لہجے میں کرب تھا

"اور بچے۔۔۔" ملک اسلم پریشان سا ہو گیا

"اپنی ماں کے پاس۔۔۔" وہ گیم کھیلتے کھیلتے ہی جواب دے رہا تھا

"چل اچھا ہے۔۔۔ تیرے سر پہ کوئی بوجھ نہیں۔۔۔ گہرو جوان ہے بڑیاں، تھیریاں (بیویاں بہت) مل جائیں گی۔۔۔" ملک اسلم اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ کر مسکراتا ہوا اٹھ گیا تھا۔

اور عزیر کا دل کیا یا اپنا سر پھوڑ لے یا ملک اسلم کا۔۔۔

"اس منحوس عورت کا ذکر کیوں نہیں ختم ہوتا میری زندگی سے" وہ گیم exit کر کے اپنے دونوں قیمتی موبائل فون اور والٹ تھاڑے تیزی سے وہاں سے نکل گیا۔۔۔ وہ سخت بد مزہ ہو گیا تھا

گاڑی سٹارٹ کی تو رات کے 8 بج رہے تھے وہ بجائے ملکہ پور جانے کے شہر کے راستے پر گاڑی ڈال کر میوزک فل آن کر چکا تھا۔۔۔ انکے علاقے سے قریب ترین شہر ملتان ہی تھا۔۔۔ جہاں آدھے پونے گھنٹے کی ڈرائیو سے با آسانی پہنچا جاسکتا تھا۔۔۔ اب وہ گاڑی چلاتے چلاتے فون ملانے لگا۔

"اسد میں ملتان آ رہا ہوں ایسا کرو آدھے گھنٹے تک یہاں پہنچ جا۔۔۔ بھوک لگی ہے مل کر کھانا کھاتے ہیں"

عزیر نے اپنے ایک عزیز دوست کو فون کیا۔

وہ اکثر و بیشتر کھانا شہر کے ایک سیون سٹارڈ ریسٹورنٹ میں مل کر کھاتے تھے۔۔۔

عزیر نے اسی ریسٹورنٹ کا بتا کر فون بند کر دیا۔۔۔ وہ بیوی بچوں کے ہوتے ہوئے بھی اکیلا یا پھر دوستوں کے ساتھ ہی ہونٹنگ کرتا تھا۔۔۔

گاڑی کامیوزک اور اے سی دونوں ہی فل تھے مگر اسکے اندر کی جلن تو جیسے جیسے بڑھتی ہی جا رہی تھی۔۔۔
 "شادی۔۔۔ اونہ۔۔۔" وہ تلخی سے مسکرا رہا تھا آنکھیں مارے ضبط کے سرخ ہو چکی تھیں آنسوؤں کا ایک سیلاب تھا جو اٹھ آنے کو بے تاب تھا۔۔۔

مگر وہ سردار عزیز عباس تھا۔۔۔ سردار تھا۔۔۔ جسکے لئے رونا حرام و ممنوع تھا۔۔۔ وہ ضبط کے مارے اندر ہی اندر ڈھیر ہو رہا تھا مگر رو نہیں پار رہا تھا۔۔۔ ایک اتا تھی جو جیت گئی تھی اور وہ کچھ ہی دیر میں اس کیفیت پر قابو پا کر ریسٹورنٹ کی خوبصورت پارکنگ میں گاڑی پارک کر کے ریسٹورنٹ میں داخل ہو رہا تھا۔۔۔ اس نے اپنی گاڑی سے نکلے ہوئے اپنی مونچھوں کو تاد دیا تھا۔۔۔ اور مسکراتا ہوا ریسٹورنٹ کے شاندار وسیع ہال میں داخل ہوا جہاں اسد پہلے سے ہی ٹیبل بک کر کر ایک لڑکی کے ساتھ موجود تھا۔۔۔

☆.....☆.....☆

"چپ۔۔۔ چپ۔۔۔" خبردار جو آواز نکالی۔۔۔ "ایک کے بعد ایک تھپڑوں کی آواز سے کمرہ گونج اٹھا تھا دوسرے کمرے کے ماحول پر جیسے سناٹا چھا چکا تھا۔۔۔
 اتنے نفوس کی موجودگی کے باوجود ایک ہولناک خاموشی تھی جس نے سب کو اپنے ٹکٹے میں جکڑا ہوا تھا۔۔۔ اسکا شور پہلے دے دے احتجاج اور پھر سسکیوں میں بدل گیا تھا۔۔۔
 تھپڑوں کی آواز سے ماحول گونج رہا تھا۔۔۔ جواباً صرف سسکیاں تھیں جو سب کو سنائی دے رہی تھیں مگر سب مجبور تھے بے بس تھے۔۔۔ نا جانے کتنی دیر وہ جو کوئی بھی تھا پٹنارہا۔۔۔
 دوسرے کمرے میں موجود انسان جیسے سننے کی حس ہی نہیں رکھتے تھے سب سن کر بھی ان سنا کر چکے تھے ہر کوئی اپنی اپنی جگہ بت بنا بیٹھا تھا۔۔۔

☆.....☆.....☆

میری محبت جو پوچھو تو

ایک لمس ہے تیرا

میری الفت جو پوچھو تو

چہرہ ہے تیرا
میرے صبح و شام کی
دعا میں جو رہتا ہے
اور کوئی نہیں بس

ماں ایک نام ہے تیرا
بس ایک بار آ کر مجھے
اپنے بازوؤں میں بھر لو
میری ان تپتی آنکھوں پر
لب اپنے رکھ دو
میری روح کی تسکین کو
اپنی پناہوں سے اب ختم کر دو
میری ذات کا محور اے ماں
بس اک وجود ہے تیرا۔۔۔

اتنا حسین خواب۔۔۔ ایسا خواب تو آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا جس میں ماں کا لمس ماں کی قربت ایسے
محسوس ہو جیسے کہ حقیقت ہو۔۔۔ ماں کی قربت و رفاقت محسوس کر کے وہ کسمپاسی تھی۔۔۔
اسکی آنکھوں پر ہونٹوں کی نرمی محسوس ہوئی تو نازک لبوں پر دلنشیں سا تبسم ابھرا تھا مگر اگلے ہی پل اس نے
آنکھیں کھول ڈالیں۔۔۔۔۔

نور لودھی آبش کی چار پائی پر ہی اسکے چہرے پر جھکی ہوئی تھیں اسکی بند خوابیدہ آنکھوں کو چوم رہی تھیں انکی
خوشبو نے آبی کے اعصاب جیسے بحال کر دیے تھے وہ آنکھیں بار بار بند کر کے دوبارہ کھول رہی تھی اسکی سیاہ مڑی
ہوئی پلکیں بے حد خوبصورت لگ رہی تھیں۔۔۔ نور لودھی اسکے بکھرے بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے مسکرا اٹھی
تھیں۔۔۔

آنکھوں کے آگے وہی ننھی سی گول منول 3 سال کی آبش آگئی تھی۔۔۔ وہ بچپن میں جب بھی اٹھتی تو صبح کی شروعات ہی امی امی کی رٹ سے ہوتی تھی۔۔۔ اور جب امی نظر نا آتی تو وہ منہ پھلا کرا می امی کرتے پورے گھر میں منڈلاتی تھی اسکے کرلی بالوں کی لٹیں اسکے موٹے موٹے سرخ و سپید گالوں پے بکھری ہوتیں۔۔۔ اور نورلودھی اسکو بانہوں میں بھر کر گھنٹہ پورا لاڈ کرتیں تب جا کر آبی کا موڈ بحال ہوتا تھا۔"

نورلودھی حسین ماضی میں جیسے کھو گئیں تھیں۔ اور پھر اگلے ہی لمحے آبش نورلودھی سے لپٹ گئی تھی انکی گود میں منہ چھپا کر جیسے اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔۔۔

"امی۔۔۔" وہ مارے خوشی کے بول ہی نہیں پار ہی تھی

"جی امی کی جان۔۔۔ میری بیٹی۔۔۔ نورلودھی نے بے اختیار اسکے ماتھے اسکے گالوں کو چوما تھا نا جانے آنسو کیوں چھلک پڑے تھے ماما کو وہ قرا ر مل رہا تھا گویا کسی نے تپتے صحرا پر سیاہ بدلیاں چھوڑ دی ہوں اور اب وہ برسنے کو بے تاب ہوں۔۔۔"

حالات آبش کی بھی مختلف نہیں تھی۔۔۔ وہ اب اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔۔۔

نانی ماں صحن کے ایک کونے پر چولہا نکال کر پرائیے بناتے ہوئے ان دونوں ماں بیٹی کو دیکھ کر مسکرا رہی تھیں۔۔۔

آخری چار پائی پر عاصم ماموں دنیا و معافیا سے بے خبر سو رہے تھے۔۔۔

"امی آپ کب آئیں اور کس کے ساتھ۔۔۔" آبی اب ارد گرد نگاہ دوڑا کر پوچھ رہی تھی وہ صحن میں سوتے تھے اور اس وقت صحن میں صرف وہ چار لوگ ہی موجود تھے۔۔۔ سورج ابھی مکمل طرح سے نہیں نکلا تھا مگر صبح کی روشنی ہلکی ہلکی بکھر چکی تھی۔۔۔۔

"آصف کے ساتھ آئی ہوں آبی۔۔۔ کیسا لگا ہمارا سر پرانز" نورلودھی نے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہا "بہت ہی اچھا۔۔۔ آصف اکل کدھر ہیں اور رمشا اور نومی کیا نہیں آئے؟۔۔۔" آبی ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔۔۔

"ابھی آدھا گھنٹہ پہلے ہی پہنچے ہیں آبی آصف تھک گئے تھے ڈرائیو کر کے وہ اندر سو رہے ہیں اور نومی کے

پہر زچل رہے ہیں سوا سے بھی آف نہیں کروا سکتے تھے۔۔۔ اسلئے مشوا اور نومی کے پاس زلیخا کو چھوڑ کر آئی ہوں۔۔۔ نور لودھی نے تفصیلاً سب بتایا وہ جانتی تھیں آبی اتنی جلدی مطمئن نہیں ہوتی۔۔۔

"اوہ اچھا۔۔۔ چلیں آپ بیٹھیں میں آپکی پسند کی چائے بنا کر لاتی ہوں۔۔۔" آبی فٹ سے کچن میں آ کر نور لودھی کے ٹیٹ کے مطابق سٹرونگ سی چائے بنا کر لے آئی۔۔۔ ساتھ تانی ماں نے بہت محبت سے اپنی بیٹی کے لئے خود پراٹھے بنائے حالانکہ جب سے آبی نے کوکنگ شروع کی انہوں نے کچن میں تو جانا ہی چھوڑ دیا تھا کبھی کبھار دل کرے تو صحن میں چولہا نکال کر رکھ لیتیں اور پیڑھی پر بیٹھ کر جو بنانا ہوتا بنالیتیں۔۔۔ اب وہ تینوں چائے کے ساتھ پراٹھا اور دہی کا ناشتہ کر رہی تھیں۔۔۔ صبح اتنی حسین ہو جائے گی آتش سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔۔۔

وہ بار بار اپنی خوبصورت ماں کے چہرے پر بکھری مسکان کو دیکھتی اور دل ہی دل میں نظر اتار لیتی۔۔۔ نور لودھی بار بار اسے اپنے ساتھ لگا رہی تھیں۔۔۔ تانی ماں کے قصے کہانیاں شروع ہو چکے تھے سچ تو یہ تھا تانی ماں کو بھی اپنی یہ بیٹی بہت عزیز تھی خوشی تو انکے انگ انگ سے بھی پھوٹ رہی تھی۔۔۔

☆.....☆.....☆

دروازے کے پاس کھڑے شخص نے ہاتھ کے اشارے سے اس آدمی کو بلایا جسکی وحشت سے یہ دونوں کمرے لرز رہے تھے۔۔۔ جو اس تاریک گندے کمرے میں موجود انسان پر تھپڑ برسا رہا تھا "جی سرکار" وہ بڑی موٹھوں والا بھیا نک آدمی تھا جو مار مار کے شاید پسینے پسینے ہو چکا تھا "کیا ہوا اے۔۔۔" وہ جو کوئی بھی تھا دروازے کے قریب سے ہی بری طرح غرایا تھا "سرکار بے ہوش ہے۔۔۔ پانچ چھ چڑوں سے یہ حال ہو گیا بہت اکثر تھی اب ہوش ٹھکانے آ جائیں گے" کالا بھداسا آدمی بولا

"پٹاخ۔۔۔ اب کی بار اسکے منہ پر ایک اور پھر یکے بعد دیگرے کئی تھپڑ لگے تھے۔۔۔" بے غیرت آدمی۔۔۔ یہ صرف مال نہیں ہے۔۔۔ آج اسے میں نے اپنے ساتھ رکھنا تھا تو نے اسکا کیا حال کر دیا منخوس۔۔۔" وہ اب اس بٹے کٹے آدمی کو گالیوں سے نوازا رہا تھا۔۔۔ ایسی زبان استعمال کر رہا تھا کہ

انسانیت بھی شرم جائے۔

"معافی سرکار مگر یہاں تو سب کے ساتھ ایسا ہوتا ہے" وہ ڈرتے ڈرتے بولا

"تو مجھے بتائے گا۔۔۔ تو۔۔۔ دفع ہو جا میری نظروں کے سامنے سے اس سے پہلے کہ میں تجھے جان سے

مار دوں۔۔۔"

وہ آدمی جان بچا کر بھاگا تھا۔ اور ساتھ ہی دوسرا اسی ہیئت کا آدمی تیزی سے اندر آیا تھا۔۔۔

"اسے ہوش میں لاؤ۔۔۔ ہوش میں چاہیے مجھے۔۔۔ اسے ہوش میں لاؤ۔۔۔" وہ دروازے کے پیچھے

کھڑا شخص عجیب طریقے سے بول رہا تھا۔۔۔

"جج جی سرکار ابھی ہوش آ جائے گا" وہ پانی کی بوتل پکڑ کر سامنے گرے نفوس کے پاس بیٹھ گیا

وہ جو کوئی بھی تھا کسی نے آج تک اسے نہیں دیکھا تھا ہاں آواز سنی تھی دوسرے کمرے میں موجود تمام لوگ

سہمے ہوئے تھے وحشت و کرب کی ایک انوکھی داستان سناتے چہرے۔۔۔ اس انسان کی آواز سن کر کانپ گئے

تھے۔۔۔ وہ جو کوئی بھی تھا جب بھی آتا ظلم و ستم کی انوکھی مثال چھوڑ کر جاتا تھا۔۔۔

وہ سب جانتے تھے دوسرے کمرے میں جو کوئی بھی ہے اس پر آج ظلم و بربریت کے پہاڑ ٹوٹیں گے۔۔۔

ان سب کے پاس دعا کے لئے بھی الفاظ ختم ہو چکے تھے۔۔۔ وہ جانتے تھے یہاں نا کسی کی سسکیاں سنی جاتی ہیں

نا سکیوں میں لپٹی دعائیں۔۔۔ وہ سب دم سادھے ایک دوسرے کو تنگ رہے تھے اور اپنی اپنی باری کا انتظار کر

رہے تھے۔۔۔

☆.....☆.....☆

مون۔۔۔ مون۔۔۔ اف یہ لڑکا کوئی بات نہیں سنتا۔۔۔ شامی۔۔۔ "صبا بیگم بچی پلاؤ ہاٹ پوٹ

میں نکالنے کے بعد اس کا ڈھکن لگا کر اب روٹیوں والے رومال میں باندھتے ہوئے پہلے مکھنوں اور پھر شمعوں کو

آوازیں دے رہی تھیں۔

"خود ہی جا کر دیکھوں کہاں ہیں یہ۔۔۔" صبا بیگم کچن سے باہر آ کر ٹی وی لاؤنج سے ملحقہ کمرے میں

آئیں جسے وہ بیڈروم کے طور پر ہی استعمال کرتی تھیں

اس کمرے میں بھی کوئی نہیں تھا وہ باہر نکلنے لگیں کہ نظر لگا اس ونڈو سے باہر کھڑے مون پر پڑی جو چھوٹے سے لان سے تازہ سرخ گلاب توڑ کر پاس کھڑی ندا کے گالوں سے لگاتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔۔۔ اسکی اس حرکت پر ندانے شرما کر نظر جھکا ئی تھی۔۔۔ دونوں خوبصورت ہوتے موسم کو خوب انجوائے کر رہے تھے۔۔۔

صبا ان دونوں کو دیکھ کر گنگ رہ گئی۔۔۔ اے مون کے ساتھ ساتھ ندا پر بھی بے تحاشا غصہ آیا۔۔۔

"کیا یہ سب کرنے کے لئے بھیجا تھا اسکو۔۔۔" صبا نے دل ہی دل میں اپنی نند کو کوسا۔۔۔

جب سے ندا آئی تھی اسکے رنگ ڈھنگ صبا کو کھٹک رہے تھے مگر آج تو حد ہی ہو گئی۔۔۔

"مجھے آج ہی مون سے آبی کے متعلق بات کرنی ہوگی۔۔۔" وہ خود ہی سے بول کر باہر لان میں آگئیں

"مون تمہیں آواز نہیں آتی۔۔۔ آوازیں دے دے ہلکان ہو گئی ہوں میں" صبا کے بولنے پر وہ دونوں ہی جیسے کسی خواب سے جاگے تھے۔۔۔

"وہ وہ ماما آواز نہیں آتی۔۔۔" مون سر کھجاتا ہوا ماں کے پاس آیا

"اور ماما دیکھیں نا موسم بھی کتنا اچھا ہو گیا ہے آپ بھی ہمیں جوائن کریں نا" ندا جو چست پاجامہ پر فٹنگ والا فراک پہنے گلے میں دوپٹہ ڈالے لکھڑی تھی چپک کر بولی

"نا بیٹا ماما کے پاس تو اتنا وقت نہیں ہے تم کرو۔۔۔" انجوائے۔۔۔

"صبا نے مکنون کو گھورتے ہوئے لفظ انجوائے پر کافی زور دے کر کہا تھا

جس پر مون کھیانا ہو کر اندر چلا گیا تھا اور صبا بھی ندا کی جانب جعلی مسکان اچھالتے ہوئے اسکے پیچھے آگئی

"مون یہ پکڑو اور امی کے گھر دے کر آؤ۔۔۔ نور آئی ہوئی ہے اے میرے ہاتھ کا پلاؤ بہت پسند ہے" صبا ہاٹ پوٹ اٹھا کر ٹی وی لاؤنج کی ٹیبل پر رکھتے ہوئے بولیں

"واو نور آئی ہوئی ہیں۔۔۔ اگر وہ نا آئیں نا تو میں نے آبلش کو لے کر لا ہوا جانا تھا انکے پاس۔۔۔"

مکنون ڈانٹنگ ٹیبل پر پڑی فروٹ باسکٹ میں سے سیب نکال کر کھاتے ہوئے بولا۔۔۔

"اچھا کیا واقعی۔۔۔ یہ پروگرام کب بنا" صبا کو خوشگوار حیرت ہوئی

"پچھلے ہفتے جب آبی کو نور آئی کے لئے روتے دیکھا۔۔۔ تو میں نے سوچا انٹرویو کے لئے تو جانا ہی ہے تو

آبی اور ثانی ماں کو ساتھ لے جاؤں گا۔۔۔" وہ ایک ہاتھ سے اپنی جینز کی پینٹ سے فون نکالتے اور دوسرے ہاتھ سے سیب کھاتے ہوئے بول رہا تھا

"چلو کوئی بات نہیں نور تو آج کل چلی جائے گی تم لے جانا آبی کو اپنے ساتھ۔۔۔" صبا دل ہی دل میں مون کی بات سن کر خوش ہوئی تھی

"لیٹ سی ماما۔۔۔ آپ بتائیں کیا لے کر جانا ہے۔۔۔"

وہ موہاٹل دوبارہ پاکٹ میں رکھتے ہوئے بولا

"کہاں جا رہے ہو مون۔۔۔ مامی میں بھی چلی جاؤں مون کے ساتھ۔۔۔" ندا نے اندر آتے ہی جانے کی بات سن کر کہا۔

"ہاں تو چلو۔۔۔ ماما میں اور ندا جا کر دے آتے ہیں۔۔۔ دیکھیے۔۔۔"

صبا کا دل سخت برا ہوا مگر وہ غصہ پیٹنے پر اپنی الوقت مجبور تھیں۔۔۔ اور ندا کی تو خوشی ہی دیدنی تھی

"یہ لے۔۔۔ اور نور کو میرا سلام کہنا اماں کو اور آبی کو بھی۔۔۔" صبا نے رومال میں لپٹا ہاٹ پوٹ مون کی طرف بڑھایا

"ماما۔۔۔ ہزار بار کہا ہے یہ رومال میں اس طرح کوئی چیز باندھ کر مت دیا کریں بہت عجیب لگتا ہے مجھے۔۔۔" مون ہمیشہ ہی صبا کے ایسا کرنے سے چڑھتا تھا۔

"ندا جا رہی ہے نا ساتھ ندا پکڑ لے گی۔۔۔ تم نا پکڑ نا نواب صاحب۔ یہ لو ندا تم پکڑ لو میرا بیٹا۔۔۔" صبا نے مسکراتے ہوئے ہاٹ پوٹ ندا کے ہاتھ میں تھما دیا۔۔۔

"تم پکڑ لو گی نا بیٹا" صبا نے دل ہی دل میں ندا کا عجیب و غریب منہ بننا دیکھ کر خوش ہو کے کہا

"ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ مامی وائے ناٹ۔۔۔ میں پکڑ لوں گی مون۔۔۔" ندا نے اپنی بوکھلاہٹ چھپاتے ہوئے کہا۔

"مون بائیک نکالنے لگا تھا

"بیٹا گاڑی لے جاتے۔۔۔" صبا نے آواز لگی

"نہیں ماما اب گاڑی کون نکالے بائیک ہی ٹھیک ہے۔۔۔ اوکے خدا حافظ۔۔۔" ندا خوشی خوشی بائیک پر بیٹھ چکی تھی مون بائیک اڑا کے لے جا چکا تھا
 صبا اندر آئی تو عجیب واہے ستانے لگے۔۔ اس ندا کو واپس جانا چاہیے اب۔۔۔ کچھ سوچتے ہوئے وہ اپنے کمرے کی جانب چل دی۔۔۔

☆.....☆.....☆

وہ اسد کی طرف بڑھ رہا تھا مگر اسد کے ساتھ بیٹھی ایک لڑکی کی پشت وہ دور سے دیکھ چکا تھا۔۔ وہ لڑکی اسد کی جانب رخ کیے بیٹھی تھی مگر اسکی ڈیرینگ اور بیٹھنے کے انداز سے سردار عزیز عباس اندازہ لگا چکا تھا کہ وہ لڑکی وہاں کیوں موجود ہے۔۔ اس نے دور سے ہی آنکھوں کے اشارے سے اسد سے پوچھا کہ یہ کون ہے
 جواباً وہ مسکرا دیا تھا
 "السلام علیکم"۔۔۔ عزیز نے ان دونوں کو مردنا سلام کیا تھا۔
 "وعلیکم السلام۔۔ کیا حال ہیں سردار صاحب۔۔" اسد نے بغلیں ہوتے ہوئے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا۔
 "ٹھیک ٹھاک۔۔ تو سنا کیسا ہے۔۔" عزیز نے اس لڑکی کو بالکل انور کیا تھا جسے محسوس کرتے ہوئے اسد نے ہی تعارف کروایا۔

"سارا یہ ہمارے سردار صاحب ہیں اور عزیز یہ سارا ہے۔۔ فیشن ڈیزائنر ہے۔۔" اسد مسکرایا تھا
 "مس سارا ایک بات کہوں۔۔ آپ ماسٹڈ تو نہیں کریں گی۔۔" عزیز ہٹا ہیلو ہائے ہی اسکی جانب متوجہ ہوا تھا۔ اسد کو شبہ ہوا جیسے اب کوئی بم پھوٹنے والا ہے۔
 "نوںو پلینز کہیے"۔۔ سارا سردار عزیز کی خوبصورت آنکھیں دیکھ کر متاثر ہوئی تھی اسکے آتے ہی ماحول جیسے مہک اٹھا تھا کوئی قیمتی خوشبو کا احساس اسکے ارد گرد جاگا تھا سارا اسکی جانب متوجہ تھی۔۔
 "آپکی یہ لپسٹک بہت ڈارک ہے پلینز واش روم میں جا کر اسے لائٹ کھیجیے آپ زیادہ اچھی لگیں گی" وہ سنجیدگی سے سارا کے ہونٹوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولا اسد کی ہنسی نکلنے کو بے تاب تھی۔

"اوہ۔۔ او کے او کے۔۔ ام جسٹ کمنگ۔۔" سارا اپنا بیگ اٹھاتے ہوئے واشروم بھاگی۔

جینز پر انتہائی شارٹ سکاٹی بلیوسلیولیس ٹاپ پہنے بالکل پتلی ہیل پر اسکی پتلی کمر خوب منک رہی تھی۔۔۔
عزیرا سے تاسف سے جانا دیکھتا رہا۔۔

"کیا تکلیف ہے تجھے یار۔ اتنی اچھی تو لگ رہی تھی۔۔۔" اسدا سے جانا دیکھتے ہوئے بولا

"تو اسے یہاں کیوں لایا۔۔۔ میں اتنی دور سے یہاں سکون سے کھانا کھانے آیا ہوں اور تو آگے لڑکی لے کر بیٹھا ہے" عزیرا عباس غصے میں بولا

"میں نے تو تیرے سکون کے لئے ہی یہ سب۔۔۔" اسدا کی بات کاٹ دی

"بکواس بند کر یار تجھے کیا لگتا ہے میرا سکون ان عورتوں کے پاس ہے۔۔۔ تو اچھی طرح جانتا ہے میں رنج کے کمینہ سہی لیکن مجھے یہ عورت بازی کا کوئی شوق نہیں۔۔۔" وہ سچ ہو تو کہہ رہا تھا

"پر یار سارا اچھی لڑکی ہے دوستی کر لے ٹائم پاس کے لئے۔۔۔" اسدا نے آنکھ دبائی

"میرے گھر بھی مائیں بہنیں ہیں اور تیرے گھر بھی ہمیں اچھا لگے گا کوئی ان سے ٹائم پاس کرے۔۔۔" عزیرا تلخی سے بولا

اسدا خاموش ہو گیا

"بی بی آتی ہے اسکو اپنے گھر چلا کر۔۔ اتنی رات کو ایسا لباس پہن کر گھومنا اچھا نہیں۔۔" عزیرا اپنے موبائل فون نمبل پر رکھتے ہوئے بولا

"یار تیری وی ٹیوٹل سوج ہے یہ شہر ہے یہاں کی عورت بہت اینڈوانس ہے یہ لڑکیاں اپنی مرضی سے پتا نہیں کیا کیا کرتی ہیں۔۔۔" اسدا نے جتایا تھا

"کرتی ہوں گی لیکن مجھے یہ لڑکی اس نمبل پر نہیں چاہیے اسکو چلا کر یا میں جا رہا ہوں۔۔۔۔" عزیرا ٹھننے لگا جب اسدا نے اسکا ہاتھ تھام لیا۔

"اچھا اچھا ناراض نا ہو میں بھیجتا ہوں تو ریلیکس رو۔۔۔ اسدا جانتا تھا وہ کتنی جلدی غصے میں آتا تھا
چنگے ریلیکس کرن آ لے کم کیے نے تو (اچھے ریلیکس کرنے والے کام کیے ہیں تو نے) عزیرا کے پنجابی میں

بولنے پر وہ دونوں ہی مسکرا اٹھے تھے۔۔۔

"اب ٹھیک ہے یہ دیکھیں۔۔۔" سارا مسکراتی ہوئی انکے پاس کھڑی عزیر سے مخاطب تھی

اس سے پہلے عزیر کچھ الٹا سیدھا بولا اسد بول پڑا

"وہ سارا ریلی ویری سوری۔۔۔۔"

But u have to go now

وہ اصل میں عزیر کے کچھ دوست 5 منٹ میں پہنچ رہے ہیں اسلئے ہم پھر کبھی میٹنگ رکھ لیں گے۔۔۔"

اسد جلدی جلدی بول رہا تھا

"اوہ۔۔۔ ابھی تو سردار صاحب سے کوئی بات بھی نہیں کی۔۔۔" وہ افسردگی سے انکے سامنے بیٹھتے ہوئے

بولی

"او کے یار میں۔۔۔۔۔" عزیر انکے بیٹھتے ہی اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا

"نن نہیں۔۔۔ تم بیٹھو میں سارا کو چھوڑ کر آتا ہوں۔۔۔ کم آن سارا۔" اسد تقریباً سارا کو زبردستی باہر

لے کر گیا اور نا جانے کس طرح اس نے اپنی جان چھڑائی۔۔۔۔

اسکے آنے تک عزیر کھانے کا آرڈر دے چکا تھا۔۔۔۔

"آج تو تو نے یہ حرکت کر لی آئندہ یہ لڑکیوں کا معاملہ میرے سے دور رکھنا۔۔۔" وہ کھانا کھا کر دونوں اپنی

اپنی گاڑیوں سے فیک لگائے کھڑے سگریٹ پی رہے تھے

"دیکھ بنا پارٹنر کے لائف بے کار ہے۔۔۔ میں تو بس اسلئے چاہتا ہوں کہ تو بھی زندگی انجوائے کرے" اسد

سچ ہی کہہ رہا

"اسد جب یہ سب کرنے کی عمر تھی اس وقت بھی ان دوستیوں میں دلچسپی نہیں لی اب تو سوچ بھی نہیں

سکتا۔۔۔ یہ میرے بس کی بات ہی نہیں۔۔۔" عزیر سگریٹ کا کش لگا کر مسکرایا

"بتیس سال بھی کوئی عمر ہے؟ یہ ہی تو عمر ہے اصل۔۔۔ آج کل کی تو لڑکیاں بھی اس ایج گروپ کے

بندوں سے دوستی کو ترجیح دیتی ہیں" اسد کی سوئی وہیں اٹکی تھی۔۔۔

"دیکھ مجھے نہیں معلوم کسی کو ترجیح دیتی ہیں کس کو نہیں میں پینڈو سا بندہ ہوں بس اتنا جانتا ہوں قدرتی رشتوں کے بعد ایک جو رشتہ ملتا ہے وہ بیوی کا ہے اور بد قسمتی سے میرا وہ رشتہ ہی ٹھیک نہیں نکلا۔۔۔ بس بات ختم۔۔۔"

عزیر سگریٹ کو اپنی پشاوری چپل سے مسلتے ہوئے بولا

"تو اسکا مطلب ہے باقی زندگی یوں در بدر بھٹکتے جوئے کھیلتے گزار دے گا تو" اسدا اسکی بات پر جل کر بولا

"ہاں شاید" عزیر نے مختصر جواب دیا

اب وہ دونوں یونہی چہل قدمی کرنے لگے تھے

"چھوڑ ان باتوں کو ایک بات بتا کبھی ذہن میں سوچا تو ہوگا تو نے۔۔ کہ ایسی لڑکی میری لائف پارٹنر بنے گی۔۔۔" اسدا نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا

جس پر عزیر نے گھور کر اسکو دیکھا

"ہاں سوچا تھا۔۔۔ میں نے بھی سوچا تھا۔۔۔" مگر سب اسکے الٹ ہو گیا۔۔۔ عزیر کے لہجے کا کرب اسدا نے محسوس کیا تھا۔

☆.....☆.....☆

"ماما اسکی کیا ضرورت تھی۔۔ یہاں کی راتیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔۔۔" آبلش نے نور لودھی کے پاس برآمدے میں بیٹھتے ہوئے کہا نظریں ہنوز آصف لودھی پر تھیں جو آبی اور نانی ماں کے مشترکہ کمرے میں سپاٹ اے سی لگوار ہے تھے۔

"بس کرو آبی میں جانتی ہوں جتنی ٹھنڈی ہوتی ہیں میں تو کب کا لگوا چکی ہوتی مگر ماں کی بھی یہی رٹ ہوتی کہ اے سی نہیں لگوانا۔۔۔ مجھے بالکل بھی اچھا نہیں لگتا میں وہاں اے سی میں رہوں اور تم یہاں گرمی میں۔۔۔ اب میری بیٹی جب چاہے اے سی چلاے گی" نور لودھی نے محبت سے کہا

"ہاں جب چاہے چلائے اور بل بھی لاکھوں میں آئے۔۔۔" نانی ماں نے سر لگا کر کہا۔۔۔ وہ وہیں برآمدے میں چک گراے پیڑھی پر بیٹھی تھیں۔

"اوہو ماں کوئی لاکھوں میں بل نہیں آتا اور میری آبی سے اچھے تو پیسے نہیں نا۔۔۔" نور لودھی نے سلا دینا بتاتی

سنجیدہ سی آبی کو دیکھا۔

"وقت سے پہلے میری آبی کتنی سمجھدار ہو گئی ہے۔۔۔" وہ صرف سوچ کر رہ گئیں

"یہ ہی اے سی جہیز کے لئے رکھ دیتی۔۔۔ اب اگلے گھر بھیجنے کی بھی تیاری کرنی ہے نانورے۔۔۔ آگے کی

سوچ اب "نانی ماں کا لہجہ معنی خیز تھا وہ پیار سے نور کو کبھی نورے بھی بول جاتی تھیں

آبش سلا کی ٹرے اٹھا کر کچن میں آ گئی۔۔۔ اب وہ پالک گوشت کے سالن کے لئے گرائنڈ کی ہوئی

پالک گوشت میں ڈال کر بھون رہی تھی

"اماں میرا تو ارادہ تھا آبی اپنا ماسٹر ڈیکل کرے۔۔۔ اسکے بعد اچھا سا رشتہ دیکھ کر وہیں لاہور میں اسکی

شادی کر دیں گے۔۔۔" نور نے اپنا ارادہ بتایا۔

"لے تو بھی عاصم کی ہی بہن ہے تجھے یاد نہیں صبا نے زبان دی ہوئی ہے آبی کو بچپن سے مانگا ہوا ہے مون

کے لئے۔۔۔" نانی ماں قدرے آرام سے بولیں

"اماں وہ۔۔۔ وہ تو بچپن کی باتیں ہیں وقت کے ساتھ ترجیحات بدل جاتی ہیں۔۔۔" نور مسکرائی تھی

"ایسا نہیں ہے نورے مون گھر کا بچا ہے پڑھا لکھا سو ہنا گبر و جوان اپنی آبی کے ساتھ خوب چلتا ہے۔۔۔

گھر میں رشتہ ہو جائے تو کیا برا ہے ساری زندگی ہماری آنکھوں کے سامنے رہے گی ہماری دھی (بیٹی)۔۔۔"

نانی ماں دور بہت دور کی سوچتے ہوئے بولیں

"صبا نے کوئی بات کی اس متعلق۔۔۔" نور کچھ دیر تو خاموش رہی پھر بولیں۔۔۔

"وہ تو صدقے قربان جاتی ہے آبی پے اسکی تو ٹینشن نالے۔۔۔" نانی ماں خوش ہوئی تھیں

"اماں آصف سے بات کرنا بھی ضروری ہے ان سے بات کروں گی اس متعلق۔۔۔" نور نا جانے کیوں فکر

مندسی ہو گئی تھی۔

"ہاں ہاں ضرور کر آصف ہمارے لئے سب سے بڑھ کر ہے اسکی اجازت کے بغیر کچھ نہیں ہوگا۔۔۔"

"اب دیکھ رہا تھا تو آبی سے سال ڈیڑھ سال چھوٹی ہے اسکی بھی تو ممکنگی کر دی تا تم لوگوں نے" نانی ماں حقے کا

لبا سا کش لگاتے ہوئے بولیں۔۔۔

"اماں وہ تو صرف مگنی ہے۔۔۔ شادی کا دور دور تک کوئی ارادہ نہیں رہا پہلے اسٹڈیز کمپلیٹ کرے گی اسکے بعد ہی شادی کروں گی۔۔۔ اصولاً ہماری آبی کی ہی پہلے شادی ہوگی" نور کچھ سوچتے ہوئے بولی

"ہاں تو بس تو آصف سے بات کر پھر ہم صبا سے بات کر کے دعا خیر کرتے ہیں جلد ہی۔۔۔" نانی ماں خوشی سے بولیں

"پر اماں عاصم سے بھی بات کرنی ہے قاسم سے بھی آپ بات کریں ان سے بھی مشورہ ضروری ہے۔۔۔"

نور نے اپنے بھائیوں کے متعلق سوچا۔

"عاصم سے تو کی ہوئی ہے قاسم سے بھی میں کر لوں گی وہ تو ویسے بھی نائین میں تا تیرہ میں اسے کونسا کسی کی فکر ہے مگر کر لوں گی بات میں۔۔۔" نانی ماں اب حقہ چھوڑ کر چار پائی پر آ بیٹھی تھیں

"ہم۔۔۔" آبی کے ساتھ تو زندگی نے وقت گزارنے کی مہلت ہی نہیں دی اب کیا آبی کی رخصتی کا وقت بھی آن پہنچا ہے "نور لودھی گہری سوچ میں غرق ہو گئیں

"السلام علیکم۔۔۔۔۔" مون کے زوردار سلام پر سارے ہی چونک گئے تھے۔۔۔ وہ مسکراتا ہوا ندا کے ساتھ اندر داخل ہوا تھا اسکی آواز پر جو آبی بچن کی کھڑکی سے جھانک کر باہر دیکھنے لگی تھی ندا کے مسکراتے چہرے کو دیکھ کر اسکے رنگ فق ہو گئے تھے۔

☆.....☆.....☆

میری سانسوں کو منتشر کرتی ہوا
میرے چین کو بے چین کرتے خیال
میرے قرار کو بے قرار کرتے لمحے
میرے وجود کو مہکاتے لمس۔۔۔
میری آنکھوں کو چمک دیتی آنکھیں
مجھے بے خود کرتے لب۔۔۔
مجھے وصل کی لودیتے پل

مجھے فراق کا کرب دیتی یادیں
کیا کچھ بھی میرے نصیب میں نہیں
کیا کوئی لس
کوئی وجود

میرے مردہ جذبوں میں
جان نہیں ڈال سکتا

کیا کوئی بھی اپنے جذبوں کی لو سے
میرے یز مردہ جذبات کو آگ نہیں لگا سکتا

میری بے حسی کے خول کو چر کر

کیا کوئی بھی مجھ میں نہیں سما سکتا

موسم کی بدلتی رت ہی

اب کوئی کرشمہ کرے

اور میری سانسوں کے بہاؤ کو

موسم کے سنگ چلنا سکھا دے

جو چلے بھی

برسے بھی

بکھرے بھی

سٹپے بھی

میرے دل کو بھی اب

پھڑکتے اس موسم کی

ادا چرائی چاہیے

کہ کہاں کب کوئی موسم ٹھہرا ہے
موسم بدلتے ہی اچھے لگتے ہیں
اور لوگ۔۔۔؟

ہاں لوگ بھی چلتے اچھے لگتے ہیں
کہ رک پانی بھی تو خراب ہو جاتا ہے۔۔۔

"سردار صاحب۔۔۔ خیریت؟" وہ گاؤں میں ہی موجود انڈسٹریل ایریا کے دفتر میں بیٹھا تھا جب قاضی
واجد اسکے پاس آیا۔

"ہاں ہاں۔۔۔ کیا ہوا؟" عزیر عباس جیسے کسی دنیا سے باہر آیا تھا نا جانے کیسے ٹوٹے پھوٹے لفظ اسکے دماغ
میں گردش کر رہے تھے۔۔۔

"کچھ نہیں سرکار کل مرشد عبداللہ سائیں کا عرس مبارک ہے۔۔۔ سوچا آپکو یاد کرا دوں" قاضی واجد کا
انداز مودبانہ تھا

"اوہ ہاں۔۔۔ کل تو۔۔۔" عزیر عباس کچھ بولتے بولتے چپ ہو گیا تھا۔
"تم سارے انتظامات دیکھو عرس ویسے ہی ہونا چاہیے جیسا پچھلے سال ہوا تھا۔۔۔ یہ لو۔۔۔" عزیر نے پانچ
پانچ ہزار والے کافی نوٹ قاضی واجد کو پکڑا دیے

"ٹھیک ہے میں آج ہی حساب لگواتا ہوں جو رقم بچ گئی وہ۔۔۔ قاضی واجد اسکا بھروسے کا بندہ تھا
"اسکی تم فکرنا کرو انتظامات اچھے ہونے چاہیے کوئی کمی نا ہو۔۔۔" عزیر نے قاضی واجد کی بات کاٹ دی تھی
"ٹھیک ہو گیا سرکار۔۔۔ حاجی سائیں کو بھی بتا دیجیے گا آج وہ فیکٹری نہیں آئے خیر تھی؟ قاضی واجد کو تشویش
ہوئی۔

"پتا نہیں گھر جا کر معلوم ہوگا۔۔۔ اور تم تمام مزدوروں کے بھی کھاتے کھلاؤ جس کا جو حساب کتاب ہے
رمضان سے پہلے پہلے سب کو کلیمیر کرنا ہے" عزیر اب اپنے سامنے پڑی کوئی قائل دیکھنے لگا زیادہ پڑھنا لکھنا تو وہ
نہیں جانتا تھا مگر حساب کتاب میں ماہر تھا قاضی واجد ہی تمام اکاؤنٹس سسٹم دیکھتا تھا ہاں لین دین کی نگرانی عزیر

ضرور کرتا تھا۔

"سرکار آپ کہیں جارہے ہیں" قاضی واجد بولا

"بات جانے نا جانے کی نہیں ہے رمضان سے پہلے سب کو تنخواہیں دے دی جائیں تو بہتر ہے۔۔۔ رمضان میں کوئی تنگی تو نا ہوگی نا۔۔۔" وہ مسکراتے ہوئے کھڑا ہو گیا تھا

قاضی واجد مسکرا کر اثبات میں سر ہلانے لگا

"اور ہاں کپاس کی کاشت اس بار ٹھیک نہیں ہوئی اسکی وجہ میری سمجھ میں نہیں آرہی کوئی دماغ لڑاؤ آخر کیا بات ہے۔۔۔ کوئی کوتاہی تو نہیں ہو رہی۔۔۔" وہ ٹھیل سے اپنا موبائل اٹھا تا ہوا بولا

"جو حکم سرکار۔۔۔ اچھا کل عرس مبارک پر آپ تشریف لائیں گے نا؟ قاضی واجد بولا

"ہاں لنگر اپنے ہاتھوں سے تقسیم کریں گے انشاء اللہ۔۔۔ اوکے میں کسی کام سے جا رہا ہوں"۔۔۔۔۔ وہ کہہ کر تیزی سے نکل گیا تھا۔۔۔

وہ فیکٹری سے نکل کر گاڑی کے پاس پہنچا تو ایک خاتون بچہ اٹھائے اسکے قریب آگئی

"سرکار۔۔۔ سرکار خدا کے واسطے کوئی امداد کرو۔۔۔ میرا بچہ بھوکا ہے۔۔۔ اسکی گود میں موجود ننھا بچہ دھوپ اور گرمی کی شدت سے بلک رہا تھا

عزیر عباس کو اس بچے کو دیکھتے ہی اپنے بچے شدت سے پاؤ آئے تھے۔ بمشکل سر جھٹک کر۔۔۔ نا جانے کس احساس کے تحت اس نے جیب سے ہزار ہزار والے دونوٹ اس عورت کو تھما دیے تھے۔۔۔

وہ عورت حیرت سے کبھی عزیر اور کبھی ہاتھ میں پکڑے نوٹوں کو دیکھ رہی تھی۔

"سلامت رہ سائیں اللہ تجھے دنیا جہاں کا سکھ دے۔۔۔ اللہ تجھے ہر تکلیف سے دور رکھے۔۔۔ اللہ تجھے چاندی دلہن دے۔۔۔۔۔" وہ عورت مسلسل اسے دعائیں دے رہی تھی وہ گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا۔۔۔ اب وہ

شریف آباد کی طرف روادواں تھا مگر دل و دماغ اس عورت کی دعا پر طنزیہ تھے لگا رہا تھا۔۔۔

"چاندی دلہن۔۔۔۔۔ بابا بابا بابا"

☆.....☆.....☆

"نومی نومی۔۔۔ فارگاڈ سیک میرا پیچھا چھوڑ دو جاؤ زلیخا کے پاس جا کر بیٹھو۔۔۔۔۔" رمشا بار بار نومی کے کمرے میں آنے سے بری طرح چڑ رہی تھی۔

"آپنی مجھے آپکے ساتھ رہنا ہے چلیں نا آپ اور میں کارٹونز دیکھتے ہیں" نومی معصومیت سے بولا
 "نومی آر یومیڈ؟" میں تمہارے ساتھ کھیلوں؟ پلیز۔۔۔۔۔ جاؤ جا کر ٹی وی لاؤ نج میں بیٹھو زلیخا کو کہو تمہیں نوڈلز بنا دے ساتھ کارٹون لگا لو۔۔۔" وہ اپنی وارڈروب کھولے کپڑے سلیکٹ کر رہی تھی۔۔۔
 "پر۔۔۔ آپ بہت بری ہو اگر آپنی آپنی ہوتی ناں تو میرے ساتھ کارٹونز بھی دیکھتیں اور گیمز بھی کھاتیں۔۔۔"
 نومی منہ پھلا کر چلا گیا

"گیٹ آؤٹ سٹو پڈ بوائے۔۔۔ آپنی آپنی ہوتی تو۔۔۔۔۔" رمشانے نومی کی نقل کی تھی ☆
 "آبش کے جچے ہیں دونوں ماں بیٹے۔۔۔ اور اس نے تو نومی تمہارے ساتھ کھیلنا ہی ہے تمہارے باپ کے ٹکڑوں پے جو پل رہی ہے۔۔۔ اونہ۔۔۔" وہ تو ہین آمیز لہجے میں بولی اور اب وہ وارڈروب میں موجود سکن کلر کی میکسی پر ستائشی نظر ڈال کر مسکرا رہی تھی اس نے میکسی ٹنلی بیڈ پر گرا دی۔۔۔۔۔ یہ میکسی اسے ولی نے گفٹ کی تھی۔۔۔۔۔ وہ بیس سال کی تھی مگر ولی کی محبت میں بری طرح گرفتار تھی اسکا بس نہیں چلتا تھا کہ آج ہی ولی سے شادی کر کے اسکے ساتھ بدیس چلی جائے۔۔۔ مگر یہ تو نور لودھی کی شرط تھی جنہوں نے منگنی کے وقت ہی یہ شرط رکھی کہ رمشا کی تعلیم مکمل ہونے تک وہ دونوں ہی شادی کا نام بھی نہیں لیں گے۔۔۔ اور کچھ ولی بھی یہی چاہتا تھا اسکی سوچ تھی ایک کپل کو شادی سے پہلے کے گولڈن ٹائم کو ضرور انجوائے کرنا چاہیے۔۔۔ اسلئے رمشا چپ تھی ولی واقعی اس سے محبت کرتا تھا اور اسے خوب انجوائے کر رہا تھا۔۔۔

"ہیلو ولی کیسے ہو۔۔۔ کیا ہم مل سکتے ہیں؟" رمشانے ولی کو فون کیا
 "ابھی تو مشکل ہے میں سائٹ پے ہوں۔۔۔ ایوننگ کا پلان کر لو۔۔۔" ولی مصروف ہی لگ رہا تھا
 "او کے تم مجھے پک کر لینا گھر سے" وہ مسکرائی
 "گھر سے۔۔۔۔۔ آج خیر تو ہے۔۔۔" ولی جانتا تھا رمشا اسکی مگیترو ہونے کے باوجود بھی اس سے زیادہ تر چھپ کر یا یونیورسٹی کلاس بنک کر کے ہی ملتی ہے۔

"یس ماما گئی ہوئی ہیں اپنی لاڈلی کے گاؤں" انداز تسخیرانہ تھا

”اونہوں بری بات۔۔۔ چلوسی یوان ایونگ باباے۔۔۔“ ولی کو اسکا اسطرح بولنا اچھا نہیں لگا تھا وہ فون بند کر کے بیڈ پر لیٹ گئی۔

"ماما نے وہاں جا کر بس ایک فون کیا۔۔ اس آبش کے ساتھ لاڈ پیار ہو رہے ہوں گے۔۔۔ اونہہ۔۔"

I hate her soooo much"

اس نے بیڈ پر پڑا سوفاٹ لٹا دیا ہاتھ میں پکڑ کر مروڑ ڈالا تصور میں آہش کی صورت دیکھ کر اس کا حلق تنگ کر ڈالا ہو گیا۔

”یہ آہش مرکبوں نہیں جاتی۔۔۔ کیوں میرا پیار مجھ سے چھین رہی ہے کیوں ماما کو مجھ سے چھیننا چاہتی ہے۔۔۔“ وہ سخت غصے میں بول رہی تھی

"اور بابا۔۔۔ بابا بھی کیوں مٹنے دیتے ہیں انکو آبش سے۔۔۔ وہ کیا ہے ہماری۔۔۔" وہ اب کمرے میں ادھر سے ادھر ٹھہلنے لگی وہ اس وقت سخت ڈپریشن میں تھی۔۔۔

”آبش میں تمہیں ماما سے الگ کر کے رہوں گی چاہے جو بھی ہو جائے۔۔۔“ وہ اب نورلودھی کی تصویر سینے سے لگائے رو رہی تھی۔۔۔

☆☆☆☆☆

”اماں سائیں کیا ہوا کیوں اتنی خاموش سی ہو گئی ہیں“ زہرا بی بی اماں سائیں کو چپ چاپ باہر لان میں بیٹھا دیکھ کر اگلے پاس آ گئی۔

"بس ایسے ہی زہرا۔۔۔ بچے یاد آ رہے تھے" اماں سائیں نے ادا سی سے کہا تھا

”شام جیسے جیسے ڈھل رہی تھی گرمی میں خاصی کمی ہو رہی تھی مالی لان میں لگے پودوں کی ٹوک پلک سنوارنے کے بعد انہیں پانی دے رہا تھا جس سے مٹی کی مہک پورے لان میں بکھری ہوئی تھی

”اداس نا ہوا کریں عید پر ملنے چلیں گے۔۔۔“ زہرا بی بی نے اپنی اداسی چھپاتے ہوئے کہا بچے تو آخر اسکی بھی کمزوری تھے۔

"زہرا۔۔۔ صدف کا کوئی فون نہیں آیا؟" اماں سائیں نے اسکے شوہر کے متعلق پوچھا۔

"نہیں اماں سائیں نا جانے زمین کھا گئی انھیں یا آسمان نکل گیا۔۔۔ 3 سال ہونے کو آئے ہیں کوئی خبر نہیں۔"

زہرا کا شوہر جو کام کی غرض سے ملیشیا گیا تھا تو مڑ کر واپس نا لوٹا۔۔۔ معلومات پر پتا چلا وہ ملیشیا پہنچا ہی نہیں۔۔۔ اور پاکستان سے وہ نکل گیا تھا اب راستے میں نا جانے اسے کس بلا نے گھیر لیا تین سالوں کی کمر توڑ کوششوں کے بعد بھی اسکا کچھ پتا نہیں چل سکا۔۔۔

"یہ کرب و اذیت کے دن لمبے ہوتے جا رہے ہیں اماں سائیں۔۔۔ آپکی دہلیز پر بیٹھ کر آپکو بھی لوگوں کی باتیں سننے پر مجبور کر دیا ہے میں نے۔۔۔۔۔ میں بے حد شرمندہ ہوں۔۔۔ عجیب کرب میں رہتی ہوں۔۔۔ یہ ہجرو فراق کے لمحے ایک خوف مسلسل کی طرح مجھے ختم کر رہے ہیں۔۔۔ بھائیوں اور بابا سائیں کو کسی نے میرے متعلق ایک لفظ بھی کہہ دیا تو میرے لئے مرنے کا مقام ہوگا۔۔۔ میں اتنی زیادہ کیفیات کا شکار ہوں سمجھ نہیں آتا انہیں کیا نام دوں بس اماں سائیں میرے اندر ہر وقت بس طوفان اٹھ رہے ہیں۔۔۔" زہرا بی بی کی آنکھوں سے لکھے آنسو اسکے حرف حرف کی سچائی کی گواہی دے رہے تھے۔۔۔

"تم بس خوش رہو جو ہو گیا اسے کوئی برا خواب سمجھ کر بھول جاؤ۔۔۔" سردار عزیز عباس ویسے تو زہرا بی بی سے سال چھوٹا تھا مگر اس وقت جیسے اس نے زہرا کے سر پر ہاتھ رکھ کے محبت سے کہا تھا زہرا آنسو بہاتے ہوئے مسکرا پڑی تھی

"عزیر۔۔۔ پتر تو اس وقت۔۔۔!! دیکھ زہرا آج تو مغرب سے پہلے ہی چاند اتر آیا حاجی سائیں کے آنگن میں۔۔۔۔۔" اماں سائیں نے زہرا کو ہانسنے کی غرض سے عزیز کو چھیڑا

"شکر کریں یہ چاند اتر آیا ہے آنگن میں اب اس چاند کی بنہیں اس چاند کی پیٹ پوجا کریں تو مہربانی ہو گی۔۔۔" وہ سامنے بیٹھی زہرا اور سامنے سے آتی شانوبی بی کو دیکھ کر شرارت سے بولا

"کیوں نہیں آپ روز یونہی وقت پر گھر آ جایا کریں تو بندی کھانے سے متعلق آپکی ہر فرمائش پوری کرے گی۔۔۔" شانوبی بی کو کوکنگ کا بے حد شوق تھا اب بھی وہ ہاتھوں میں کوئی بادل پکڑے ہوئے تھی

"اے موٹی آج کیا بنایا۔۔۔" عزیز نے باول پکڑ کر اسکا ڈھکن اٹھاتے ہوئے دیکھا۔۔

"یہ کیا ہے۔۔۔ اماں سائیں۔۔۔ ہماری شانو نے آج سانپوں کی کوئی ڈش بنائی ہے کسی انگریز سے اسکی شادی کرنے کا ارادہ ہے کیا؟" عزیز نوڈلز کے باول میں کاٹا مارتے ہوئے برے برے منہ بنا کر بولا

"بھائی۔۔۔ یہ نوڈلز ہیں۔۔۔ نو۔۔۔ ڈلز۔۔۔" شانوا سے سمجھاتے ہوئے بولی

"ڈو۔۔۔ ڈالز۔۔۔ ہیں۔۔۔؟؟؟ یہ کیسا نام ہے؟" عزیز اسے چھیڑ رہا تھا

اماں سائیں اور زہرا بی بی دونوں ان دونوں کو دیکھ کر مسکرا رہی تھیں۔۔۔

"آپکو کچھ پتا ہی نہیں ہے پنینڈو ہی رہیں گے۔۔۔" شانو بی بی نے منہ بسورا

"ہاں نا اب اس پنینڈو کو اچھی سے دودھ پتی اور ساتھ نان خطائیاں پیش کی جائیں۔۔۔" عزیز شانو کے پھولے گال کھینچتے ہوئے بولا

"ابھی لاتی ہوں مگر آپ نے بھاگ نہیں جانا۔" شانو بی بی مصومیت سے انگلی دکھاتے ہوئے کچن میں بھاگی۔۔۔

"تم بھی کوئی کام کر لیا کرو۔۔۔ فارغ بیٹھی اوٹ پٹاٹگ سوچتی رہتی ہو۔۔۔" اب اسکا رخ زہرا بی بی کی طرف تھا

زہرا نے چونک کر سوالیہ نظروں سے پہلے عزیز کو اور پھر اماں سائیں کو دیکھا۔۔۔ اماں سائیں نے بھی نا کبھی کے عالم میں سر ہلایا۔۔۔

"بھئی مطلب میرے کاٹن کے دو سوٹ ہی استری کر دو۔۔۔ میرا دھوپ کی ویاہ پر گیا ہوا ہے اور اسکے ہاتھ کے علاوہ ایک زہرا ہے جو کپڑے استری کرنا جانتی ہے۔۔۔" وہ ہنسی دباتا ہوا بول رہا تھا

اسکی بات پر اماں سائیں بھی ہنسی ناروک سکی۔

"اماں سائیں اپکا یہ بیٹا بہت لفتا ہے۔۔۔ مطلبی کہیں کا۔۔۔ سردار صاحب بے فکر رہیں آپکو کپڑے تیار ملیں گے" زہرا عزیز کا خوشگوار موڈ دیکھ کر بہت خوش تھی

"کل پیر عبداللہ سائیں کا عرس ہے مجھے وہاں جانا ہے اماں بابا سائیں کو بھی بتا دیجیے گا۔۔۔" عزیز اپنی

گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے بولا۔۔ اور گھڑی میں وقت دیکھنے کا مطلب تھا کہ اب اسے جلدی ہے

"خود ہتا دینا پتر حاجی سائیں آتے ہی ہوں گے" اماں سائیں بھی چائے پینے لگیں جو شانو نے لا کر سامنے ٹیبل پر رکھ دی تھی

"نہیں اماں سائیں میں اب نکلوں گا مجھے رات کو ایک کام ہے تھوڑا لیٹ ہو جاؤں گا۔۔" وہ جلدی جلدی اپنے فیورٹنگ میں فیورٹ دودھ پتی پیتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔۔

"پر عزیز پتر کدھر جا رہا ہے۔۔۔ حاجی سائیں پوچھیں گے تو کیا کہوں گی؟" اماں سائیں کو تشویش ہوئی
"اماں بابا سائیں پوچھیں تو کہیے گا شہر گیا ہے۔۔ اوکے موٹی اماں سائیں کا خیال رکھنا" وہ جاتے جاتے شانو کی چٹیا کھینچ کر بولا اماں سائیں کو گلے سے لگا کر ٹیبل سے گاڑی کی چابی اٹھا کر تیزی سے گیٹ سے باہر گھڑی گاڑی سٹارٹ کر کے وہ گاڑی ہواؤں میں لے اڑا تھا

"ملک صاحب۔۔۔ منج کب شروع ہوگا۔۔ ٹھیک ہے میری بیٹ لکھیں۔۔ اور ہاں وہ چوہدری کے بیٹے کے ساتھ ریس بھی ڈن کریں رات 8 بجے۔۔ میں بس پہنچ رہا ہوں۔۔" وہ بات کرتے ہوئے گاڑی چلا رہا تھا اور اب وہ اے ٹی ایم سے پیسے نکلوانے کی غرض سے بینک کے آگے کھڑا تھا

☆.....☆.....☆

"پانی کی ٹھنڈی بوتلیں دی رکھ آبی۔۔۔ پھل فروٹ بھی رکھ لے ساتھ۔۔۔ بھنے کالے چنے بھی رکھ لے۔۔" نانی ماں صبح صبح آبی سے چیزیں رکھواری تھیں اور آبی بھی انھیں تنگ کرنے کی غرض سے سب چیزوں کا ڈھیر برآمدے میں پڑی چار پائی پر لگاتی جا رہی تھی۔۔۔

موسم صبح سے ہی ابر آلود تھا کل مکھنوں نے آتے ہی نور لودھی کے ساتھ مل کر آونگ کا پروگرام بنایا تھا جسے آصف لودھی نے بھی پسند کیا تھا۔۔ اب نانی ماں اسی زمرے میں تیاریاں کروا رہی تھیں۔

آصف لودھی اور نور لودھی کمرے میں جبکہ عاصم ماموں برآمدے میں ہی چار پائی پر سو رہے تھے صبح کے سات بج رہے تھے مگر گہرے سیاہ بادلوں نے خاصا اندھیرا کیا ہوا تھا۔۔
"نانی ماں۔۔ پھل رکھوں کہ فروٹ؟" وہ نانی ماں کو چھیڑ رہی تھی۔

"تو مذاق اڑالے نانی کا۔ بس اور کچھ نارکھ۔۔۔ اچھا بات سن۔ مکتون سے بات چیت کرنا اچھا۔۔۔" نانی
ماں نے سرگوشی کی

"مجھ سے بات چیت نہیں ہوتی نانی ماں۔۔۔ میں ندا کی طرح نہیں بن سکتی۔۔۔" وہ ناجانے کیوں ندا کا نام
لے بیٹھی تھی

"لے ندا کی طرح بنانا بھی کون چاہتا ہے تجھے وہ تو عیدی ہے چپکوسی۔۔۔ اللہ نا کرے تو اسکی طرح بنے"
نانی ماں بولیں

"اونہہ آپکو کیا پتا آپکے لاڈلے مون صاحب کیسے اسکے آگے پیچھے پھرتے ہیں" وہ دل ہی دل میں سوچ کر
رہ گئی

"ارے آبی بیٹا یہ سب کیا ہے۔۔۔ آصف لودھی کمرے سے نکل کر چارپائی پر پڑے سامان کو دیکھ کر حیرت
سے بولے

"وہ انکل ہمیں باہر کچھ کھانے پینے کو نہیں ملے گا نا تو ہم بننے پنے ٹھنڈا میٹھا پانی اور پھل فروٹ کھا کر گزارا
کریں گے۔۔۔" آبی نانی ماں کی طرف اشارہ کر کے شرارت سے بولی

آصف لودھی کو آبی کی بات پر ہنسی آگئی۔۔۔ وہ آبی کی بات سمجھ کر مسکراتے ہوئے چارپائی پر بیٹھ گئے
"اماں جی۔۔۔ میں سوچ رہا تھا آپکا حقہ بھی گاڑی میں رکھ لیں گے۔۔۔ کیا خیال ہے آبی" اب آبی اور وہ

دونوں ہی مسکرا رہے تھے نور لودھی باہر نکلتے ہوئے اس منظر کو دیکھ کر خوشی سے دمک اٹھی تھیں
"ارے نہیں نہیں۔۔۔ اب ایسی بھی کوئی بات نہیں" نانی ماں آبی کو گھوری ڈالتے ہوئے آصف لودھی کو دیکھ

کر شرمندہ سی مسکرائی تھیں۔۔۔
"اماں جی باہر سے سب کچھ مل جاتا ہے آج اگر باہر جانے کا پروگرام بنایا ہے تو کھاپی بھی باہر سے لیں

گے۔۔۔" آصف لودھی محبت سے بولے تھے انہوں نے نور اور آبی کی طرف دیکھا ان دونوں نے تائید میں سر
ہلایا۔۔۔

"اماں عاصم نہیں جائے گا؟"

نور عاصم کو بے سدھ پڑا دیکھ کر بولی۔

"نہیں ابھی 8 بجے دوکان پے جانا ہے اس نے۔۔۔ کہہ رہا تھا آپ لوگ چلے جانا۔۔۔" نانی ماں نے جواب دیا

آصف لودھی تیار ہونے لگے تھے نور اور آبلش صحن میں کھڑے ہو کر آسمان پر منڈلاتے سیاہ بادلوں کو دیکھ رہی تھیں سرد ہوانے گرمی کے زور کو جیسے توڑ کر رکھ دیا تھا۔۔۔ نور لودھی آبی کو بغور دیکھ رہی تھیں جس نے ان سے بھی ایک انچ زیادہ قد نکال لیا تھا۔۔۔ گندی چمکتی رنگت پر اسکی ہلکی بھوری قدرے موٹی اور چمکدار آنکھیں تھیں۔۔۔ بھرے بھرے سے لب اسکے چہرے پر نمایاں تھے۔۔۔

بھورے بالوں کی سادی سی چٹیا جو اسکی کمر تک ہی آتی تھی سلیقے سے بنائی ہوئی تھی۔۔۔ وہ ایک صحت مند لڑکی تھی۔۔۔ زندگی سے بھرپور نو جوان لڑکی۔۔۔ آبی کتنی جلدی بڑی ہو گئی۔۔۔۔۔ نور لودھی بس اسے محبت پاش نظروں سے دیکھ رہی تھیں نا جانے کتنے سال آبی کی یاد میں تڑپتے گزر گئے تھے آبی بچی سے لڑکی بن گئی تھی۔۔۔

"امی۔۔۔ امی۔۔۔ میں آپکے لئے چائے بنا کر لاتی ہوں"۔۔۔ آبی نور کو یوں کھویا ہوا دیکھ کر اپنا ہاتھ لہراتے ہوئے کچن کی جانب بڑھنے لگی جب نور لودھی نے اسے روک دیا۔

"ناشتہ میں بناؤں گی اپنی چندا کے لئے تم یہ موسم انجوائے کرو"۔۔۔ انہوں نے آبی کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں تھام کر اسکی روشن پیشانی پر بوسہ دیا تھا آنکھوں میں نا جانے نمکین پانی حیرنے لگا تھا کتنا سکون آبی کے اندر اتر ا تھا۔ یہ وہ ہی جانتی تھی۔۔۔ وہ آنکھیں بند کر کے نا جانے کتنے لمحے اس قیمتی لمس کو محسوس کرتی رہی

"اے آبی۔۔۔ مون کو فون کر کب تک ٹکٹنا ہے پوچھ اس سے۔۔۔" نانی ماں کی آواز اور بادلوں کی زوردار گرج پر وہ واپس ہوش میں آئی تھی۔۔۔

"جج۔۔۔ جی۔۔۔"

اس نے اپنے کمرے میں آ کر سیل فون اٹھایا اور مکھن کا نمبر ملائے لگی۔۔۔

"ہیلو۔۔۔ مون۔۔۔" دو تین میل جانے کے بعد اس نے فون اٹھا لیا تھا

"آبی۔۔۔ آبی ہوتا۔۔۔ عجیب مخمور سا لہجہ تھا جیسے ابھی وہ نیند میں ہی تھا مون کا یوں اسکا نام لینا آبی کے دل میں ہلچل سی مچا گیا تھا

"بولو نا۔۔۔ کیسی ہو۔۔۔" لہجہ ہنوز نیند میں ڈوبا تھا وہ مسکرائی تھی

"ٹھیک ہوں۔۔۔ تم ابھی تک سو رہے ہو۔۔۔" وہ سنبھل کر بولی

"ہاں نا تم کیوں اتنی صبح اٹھ گئی۔۔۔" وہ مسکور کن لہجے میں بول رہا تھا آبی سے یوں اس طرح بات تو کبھی بھی نہیں ہوئی تھی اسکی۔۔۔ وہ فون پر اسکی چلتی سانسوں کی آواز محسوس کر سکتی تھی

"وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ تانی ماں سے بات کرو۔۔۔" مزید بات کرنا اسکے لئے مشکل ہو گیا تھا۔ اس نے سیل فون

تانی ماں کو تھما دیا

"اے مون نا تم دیکھ ساڑھے سات ہو گئے۔۔۔ جانا نہیں تھا تو سو رہا ہے ابھی تک۔۔۔ دے اپنی ٹکمی ماں کو فون وہ بھی تیار نہیں ہوئی ہوگی۔۔۔" مکتون کی تانی ماں سے کلاس لگنا شروع ہو گئی تھی۔۔۔ آبی کی ہنسی کنٹرول میں ہی نہیں آرہی تھی۔

☆.....☆.....☆

"مون اور آصف لودھی نے سیر و تفریح کا سارا پلان ترتیب دیا اور ٹھیک صبح 9 بجے وہ ملکہ پور سے روانہ ہوئے۔۔۔ تانی ماں نے زبردستی آتش کو مون کے ساتھ بٹھا دیا اور خود نندا اور شمعون کو لے کر مون کی گاڑی میں پیچھے ہی بیٹھ گئیں۔۔۔ جبکہ صبا اور نور آصف لودھی کی گاڑی میں بیٹھیں۔۔۔ نور اور آبی دونوں ہی ایک ساتھ بیٹھنا چاہتی تھیں۔۔۔

"تانی ماں مجھے امی کے ساتھ انکی گاڑی میں بیٹھنا ہے۔۔۔" آبی نے منہ بسورا

"بیٹھ جانا واپسی پے۔۔۔ اے مون آبی کو اپنے ساتھ آگے بٹھا اسکے گھٹنے پے چوٹ لگی ہے پیچھے بیٹھے گی تو دکھے گی۔۔۔" تانی ماں کے بہانے پر آبی کا منہ کھل گیا۔۔۔ کوئی چوٹ۔۔۔

"اوکے۔۔۔ آبی آؤ آرام سے تم یہاں بیٹھو۔۔۔" مکتون نے فوراً گاڑی کا دروازہ کھولا تھا۔۔۔

"مامی فرنٹ سیٹ پر تو میں نے بیٹھنا تھا۔۔۔" ندا کے احتجاج پر سب نے اسکو بغور دیکھا تھا

مون اسکے بولنے پر سر کھاتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا

"ندامیری جان سنا نہیں تم نے آبی کے گھٹنے میں چوٹ لگی ہے۔۔۔ بیٹھو شاہاش نانی ماں کے ساتھ۔۔۔"

صبا نے اسے چمکارتے ہوئے گاڑی میں دھکیلا تھا۔۔۔ نانی ماں کے لبوں پر قاتلانہ مسکان تھی۔۔۔

اور پھر ہنستے مسکراتے سفر کا آغاز ہو چکا تھا۔۔۔

موسم عجیب خوشگوار تھا۔۔۔ ہر سو چھائی بدلیاں، ارد گرد پہاڑ۔۔۔ خوبصورت بل کھاتی سڑکیں۔۔۔ اور

سب سے بڑھ کر مکنون کا ساتھ جو فلوقت اسے میسر تھا۔۔۔ ہاں وہ اس سے خاموش محبت کرتی تھی وہ چھپ چھپ

کرا سے دیکھتی تھی اسے سوچتی تھی۔۔۔ اسکے ساتھ کی دعائیں مانگتی تھی۔۔۔ ابھی بھی وہ چپکے سے اسے دیکھ رہی

تھی۔

"کیا ہوا تم ٹھیک ہو؟" مکنون نے اسکے گال کو اپنے ہاتھ کی پشت سے چیک کرنے کے انداز میں چھوا تھا

اسکے اس عمل پر وہ ہکا بکارہ گئی تھی۔

"بخار تو نہیں ہے تمہاری سرخ آنکھیں دیکھ کر لگا جیسے ٹیبر پچر ہے" مکنون اپنی دھن میں گاڑی ڈرائیو کرنے

لگا تھا مگر آبی کو وہ جیسے بچپن میں لے گیا تھا بچپن کے وہ لمحے اسکے ذہن میں جھماکے سے آئے تھے

"تمہیں بخار ہے" گول مٹول سامون اپنے ننھے سفید ہاتھ کی پشت سے آبی کے پھولے پھولے گلابی

گال کو چھو کر بولا

"نہیں میں رو رہی تھی۔۔۔" آبی معصومیت سے بولی تھی

"تمہاری آنکھیں ریڈ ریڈ ہو رہی ہیں اور ماما کہتی ہیں جب آنکھیں ریڈ ہوتی ہیں تو بخار ہوتا ہے" مکنون

محبت اور معصومیت سے بولا تھا۔

آبش کے ساتھ ساتھ مکنون کو بھی بچپن کا وہ وقت یاد آیا تھا وہ اور آبی حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے

تھے۔۔۔

"تمہیں بھی بچپن۔۔۔" مون بول رہا تھا آبی نے اسکی بات کاٹی

"جی صبا خالا تمہیں کہتی تھیں جنکی آنکھیں ریڈ ہوتی ہیں۔۔۔۔۔"

"انھیں بخار ہوتا ہے۔۔۔" مون نے اسکی بات مکمل کی اور مسکرا اٹھا آبی بھی مسکراتے ہوئے سر جھکا گئی۔۔۔
 "مائی گاڈ آبی۔۔۔ بچپن کتنا پیارا تھا۔۔۔ سنا۔۔۔" وہ اب ندا کو بیک مرر سے دیکھتے ہوئے بولا جو نانی
 کے سوالوں کے جوابات دے دے کراکتا چکی تھی۔۔۔ اور بے زاری سے کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔۔۔ نانی
 ماں نے گاڑی میں بیٹھتے ہی اسکا تفصیلی انٹرویو لینا شروع کر دیا تھا
 "نانی ماں بس بھی کریں ندا کو انجوائے کرنے دیں۔۔۔ ندا تمہارا فیورٹ میوزک پلے کرتا ہوں

U ll love this track..."

وہ ندا کی غلطی بھانپ گیا تھا

"ارے میں تو بس۔۔۔۔۔" نانی ماں اس سے پہلے کچھ بولتی آبی نے ٹوک دیا
 "نانی ماں۔۔۔۔۔" آتش نے نانی ماں کو آنکھوں سے چپ رہنے کی التجا کی جسے سمجھ کر وہ فوراً چپ ہو
 گئیں۔۔۔۔۔

"تو تو اس بلا کو گھر چھوڑ کر آتا۔۔۔۔۔" گھبراہٹ اس منحوس سے چپکار رہتا ہے "اب نانی ماں کی توپوں کا رخ
 شمعوں کی طرف ہو گیا جو پچھلے ایک گھنٹے سے دنیا و معافیا سے بے خبر مسلسل اپنے ٹیلیٹ پر مصروف تھا۔۔۔ یونہی
 ہنستے ہنساتے انکا سفر جاری و ساری تھا۔۔۔ آتش اس بات پر بے حد مسرور تھی کہ مون اسے توجہ دے رہا ہے۔۔۔
 اس بات سے قدرے بے خبر کہ مون کی تمام تر توجہ اور دھیان تو بیک مرر پر موجود و اشارے کرتی شوخ سی
 لگا ہوں پر تھا۔۔۔ اور وہ آنکھیں ندا کی تھیں۔

☆.....☆.....☆

وہ جیسے ہی قاضی واجد کچھ ملازمن اور پیر عبداللہ کے گدی نشین بیٹے کے ساتھ مزار پہنچے تو تیز بارش شروع ہو
 گئی ہر سو جل تھل جل تھل ہو گیا۔۔۔ گرمی کا زور ٹوٹ چکا تھا۔۔۔ وہ دیکھیں بھی اپنے گاؤں سے بنوا کر لایا تھا۔۔۔
 ولید اور بابا سائیں کسی کام کی وجہ سے لیٹ پہنچنے والے تھے دوپہر کے 12 بج رہے تھے۔۔۔ مگر بارش اور
 بادلوں کے باعث وقت کا کچھ پتا نہیں چل رہا تھا۔۔۔

مزار پر مریدوں کا بے تحاشا شرس تھا دور دراز سے آنے والے لوگوں کی تعداد کافی زیادہ تھی۔۔۔ یہ وہ واحد پیر

تھے جنہیں عزیر نے بچپن میں دیکھا تھا عزیر کے دادا انکے مرید تھے اور اس نے بڑھاپے میں تو اپنے دادا کو انکی ہی خدمت کرتے اور انکے پاس رہتے ہی دیکھا ہوا تھا۔۔۔ اس وقت بھی لوگ دور دراز سے یہاں منٹیں مانگتے آتے تھے اور حیرت انگیز طور پر وہ پوری بھی ہو جاتیں۔۔۔ عزیر کو آج بھی یاد تھا انکا نورانی چہرہ اس پے بھی سفید واڑھی جو انکی ناف تک آتی تھی ہر وقت وہ سفید بے داغ لباس پہنے رکھتے۔۔۔ شب بھر عبادات میں مصروف رہتے پہاڑ کے اس حصے پر جہاں انکا مزار تھا یہاں وہ چلہ کاٹنے بھی آتے تھے اور وصیت بھی یہ کر کے گئے کہ اسی پہاڑ پر انھیں دفنایا جائے۔۔۔ یہ بیڑا عزیر کے دادا جی نے اٹھایا اور عرس مبارک کا ہر سال اہتمام کرنے لگے جب وہ فوت ہوئے تو حاجی سائیں اس ذمہ داری کو بخوبی نبھاتے رہے۔۔۔ اب پچھلے ایک سال سے حاجی سائیں نے ولید کی بجائے عزیر کو یہ ذمہ داری بخشی۔۔۔ وہ چاہتے تھے پیر عبد اللہ کے فیض سے ہی عزیر کی قسمت چمک اٹھے۔۔۔

سردار عزیر اس وقت سیاہ کرتا شلوار میں تھا ہاتھ میں موجود ایک نئی قیمتی گھڑی چمک رہی تھی۔۔۔ سیاہ کرتے میں اسکا گندی رنگ نکھرا ہوا تھا کشادہ پیشانی پر چمک تھی چہرے پر شیو کی میلکیاں بکھری ہوئی تھیں سیاہ مونچھیں اسکو مزید پرکشش بنا رہی تھیں مزار کے رکھوالے گدی نشین سب انکی عزت و احترام کرتے تھے اور عزیر کے دل میں بھی انکے لئے بے پناہ عقیدت و احترام تھا۔ مزار پر چادر چڑھانے کے بعد سب نے فاتحہ پڑھی۔۔۔ تھوڑی نعت خوانی کے بعد ہی لنگر کھول دیا گیا۔۔۔



پہاڑوں کے بچ و بچ واقع یہ چھوٹا سا پکنک پوانٹ بے حد خوبصورت تھا۔ جو کہ کسی ڈیم کے قریب ہی بنایا گیا تھا۔۔۔ پانی کے بچ و بچ کرسیاں میز رکھے تھے جن میں لوگ کھانے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔۔۔ بے حد خوبصورت اور ڈینٹ ماحول بنایا گیا تھا ساتھ ہی ایک دو بہت بڑے اور اچھے ریسٹورنٹ تھے جن سے اٹھتی کھانوں کی اشتہا انگیز خوشبو نے انکی بھوک مزید بڑھادی تھی۔۔۔ آصف نور اور صبا کی گاڑی بھی پہنچ چکی تھی وہ سب ملکر اب ریسٹورنٹ میں داخل ہو رہے تھے۔۔۔

ہنٹے مسکراتے تھے لگاتے زندگی سے بھرپور انسانی وجود۔۔۔ آسمان پر چھائے سیاہ بادل تو جیسے برسنے کو

بیٹا ب تھے۔۔۔

گاڑیوں سے نکلے ہی چھم چھم مینہ برسا شروع ہو گیا۔۔۔ آصف لودھی نانی ماں کو تھام کر ریٹورنٹ تک لے کر آئے تھے۔۔۔

نور نے گاڑی سے اترتے ہی آبی کا ہاتھ پکڑ لیا تھا جس پر آبی انھیں محبت سے مسکرا کر دیکھنے لگی۔۔۔ موسم کی خوبصورتی بھی اس وقت اسے اپنی ماں کے چہرے پر بکھرے سکون اور مسکان کے آگے معمولی سی محسوس ہوئی۔۔۔

خوبصورت ریٹورنٹ کے خوبصورت سے حال میں بڑی فیملی ٹیبل بک کرائی گئی۔۔۔

”ارے مون اور ندا کہاں رہ گئے۔۔۔“ نور نے ارد گرد دیکھ کر پوچھا

”باہر ہی ہوں گے۔۔۔“ آصف لودھی نے کھانا آرڈر کرتے ہوئے کہا

”ہاں لیکن کھانا تو کھائیں نا آکر۔“ صبا بھی پہلو بدل کر رہ گئی

”آ جاتے ہیں آپا بچے ہیں موسم انجوائے کر رہے ہوں گے“ آصف لودھی انھیں تسلی دیتے ہوئے بولے جس پر نور انھیں گھور کر رہ گئی۔

”اے آبی جا انھیں بلا کر لا۔۔۔ پہلے کھانا کھالیں پھر کرتے رہیں گے جو اے۔۔۔“ نانی ماں خنگی سے بولیں

”انجوائے۔۔۔ نانی انجوائے۔۔۔“ شمعون نے نانی ماں کی کرکیشن کی تھی

”اے صبا آئندہ اس سائنسدان کو گھر چھوڑ کر آئیں میں۔۔۔ تجھے بتا دوں۔“ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی نانی کے غصے کا شکار شمعون تھا

”میں۔۔۔ میں بلا کر لاتی ہوں آؤ شمعون۔۔۔“ آبی نانی ماں کے غصے کے ڈر سے کھڑی ہو گئی

کھانا بھی آچکا تھا

”ہاں بیٹا جلدی آؤ پھر کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا“ آصف لودھی بولے

”جی انکل۔۔۔“ وہ شمعون کو آنکھوں سے اٹھنے کا اشارہ کر کے ریٹورنٹ سے باہر آ گئی۔۔۔

بارش تیز تھی۔۔۔ سرد ہواؤں میں لپٹی تیز بارش۔۔۔ بارش کے باعث کچھ بھی صاف دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

۔ شمعون اور وہ ارد گرد لگا ہیں دوڑانے لگے

"وہ دیکھیں آبی آبی وہ کھڑے ہیں دونوں۔۔۔" شمعون کی انگلی کی سیدھ میں آبی نے دیکھا تو وہ دونوں نظر آگئے۔۔۔ لکڑی کے چھوٹے سے اوپن ہٹ کے نیچے کھڑے وہ دونوں سلفیاں لے رہے تھے۔۔۔ دونوں انتہائی قریب کھڑے ہو کر سلفی لے رہے تھے اسکے بعد مون ندا کی تصویریں بنارہا تھا۔۔۔

آبی کے دل میں سو یا ہوا دردا ایک بار پھر سے اٹھا تھا۔۔۔ اب کی بار کچھ سمجھنا اسکے لئے مشکل نہیں رہا تھا شمعون تو بھاگ کر انکے پاس پہنچ چکا تھا اب وہ دونوں بھی شمعون کے ہمراہ مسکراتے ہوئے آرہے تھے مگر آبی کا جیسے یہاں کھڑا رہنا مشکل ہو گیا تھا وہ فٹ سے اندر کھانے کی ٹیبل پر سب کے ساتھ آ بیٹھی تھی پیچھے پیچھے مون اور ندا بھی بھیگے بھاگے آرہے تھے صبا اور نانی ماں کی کاٹ دار نظروں نے انکا استقبال کیا تھا

☆.....☆.....☆

"یہ سب کہاں جا رہے ہیں کافی رش لگا ہوا ہے اس طرف" وہ سب کھانا کھا کے باہر پانی میں موجود کرسیوں پر بیٹھ کر ٹھنڈے پانی سے لطف اندوز ہو رہے تھے صبا کی نظر اوپر پہاڑ کی جانب بنے راستے پر پڑی۔۔۔ جو یہاں سے قریب ہونے کی وجہ سے واضح نظر آ رہا تھا۔

"یہ ماما مزار ہے پیر عبداللہ شاہ کا۔۔۔ میرے کچھ دوست بھی آج گئے ہوئے ہیں۔۔۔ انکا عرس چل رہا ہے اسلئے کافی رش ہے۔۔۔" مون نے بتایا

بارش اب ہلکی بوند باندی میں تبدیل ہو چکی تھی۔۔۔ اوپر سے پڑتی ہلکی پھوار اور بیروں میں بہتا ٹھنڈا پانی ماحول کو انتہا کا خوشگوار کیے ہوئے تھا رہی سہی کسر سرد ہوانے پوری کر دی۔۔۔ آس پاس موجود پہاڑ اور پہاڑوں کی ہریالی نے سب کو تازہ دم کر دیا تھا۔۔۔ نور لودھی اور آصف لودھی کے چہروں پر بکھری مسکان دیکھ کر آ بش نہال ہو رہی تھی۔۔۔ نانی ماں کی کھٹی میٹھی باتیں۔۔۔ شمعون کے لطیفے صبا خالہ کی باتیں سب بہت انجوائے کر رہے تھے۔۔۔ آ بش کو اب محسوس ہوا واقعی جینا اسی کا نام ہے۔۔۔ نداسب کے ساتھ ہی ہنسی مذاق کر رہی تھی وہ واقعی ایک شوخ و چنچل لڑکی تھی۔۔۔ ابھی بھی وہ یک سبکی کی گنگو میں بھر پور حصہ لے رہی تھی۔۔۔

آ بش کے مارے ٹھنڈ کے ہاتھ پاؤں نیلے ہو رہے تھے۔۔۔ وہ سفید ملتان کی کراہی ولی شلوار پر سفید ہی چکن

کاری کی نفیس سی قمیض پر مٹی کلر کا دوپٹہ سر پر لے کر بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔ نور نے اسکی خوبصورت فرنیچ چٹیا بنائی تھی۔۔۔ میک اپ تو اس نے کبھی کیا ہی نہیں تھا۔۔۔ ہاں گلے میں اسکے نفیس سے چین تھی جو نانی ماں نے ہی اسے بنوا کر دی تھی۔۔۔

"اچھا اچھا یہاں ہے شاہ جی کا مزار۔۔۔ اللہ جنت نصیب کرے آبی کے نانا بہت مانتے تھے ان کو انکی بیعت بھی کی تھی۔۔۔ مجھے کسی نے بتایا تھا کہ سرداروں کے علاقے کی حدود میں ہی ہے انکا مزار۔۔۔ بڑی پہنچی ہوئی ہستی ہیں۔۔۔ نانی ماں نے تفصیلاً بتایا

"تب ہی تو دیکھیں لوگوں کا اچھا خاصا ہجوم ہے۔۔۔" نور سب کو آئس کریم پکڑاتے ہوئے بولیں

"سنا ہے یہاں سے کوئی بے مراد نہیں لوٹتا۔ انکے ویلے سے اللہ پاک ضرور سنتا ہے۔" نانی ماں نے مزید بتایا

آبی جو پچھلے کچھ منٹوں سے مون اور دعا کے معنی خیز اشارے نوٹ کر رہی تھی نانی ماں کی بات پر انھیں دیکھنے لگی۔

"اللہ کے ولی اللہ کے دوست ہوتے ہیں انکے ویلے سے دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں" آصف لودھی آئس کریم کارپہراتا رہتے ہوئے بولے

"یہاں سے کتنا فاصلہ ہے نانی ماں۔۔۔" آتش مون سے پوچھنا چاہتی تھی مگر وہ نانی ماں کو دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"ایک ڈیڑھ کلومیٹر ہی ہوگا اس سے زیادہ تو نہیں ہے۔۔۔" مون نے آئس کریم کھاتے ہوئے مزے سے جواب دیا۔

"نانی ماں ہم بھی چلیں۔۔۔" آبی نے نانی ماں کا بازو تھام کان میں کہا۔

"ہیں۔۔۔ کیوں۔۔۔" نانی نے آبی کے کان کے قریب سرگوشی کی۔

"کیونکہ مجھے بھی کچھ مانگنا ہے۔۔۔" آتش کی نظر سامنے ایک دوسرے کی آئس کریم ہنیر کرتے ندا اور مکنون پر تھی۔۔۔



آخر وہ نانی ماں سے ضد کر کے انھیں مزار پر جانے کے لئے راضی کر چکی تھی۔۔۔

نانی ماں نے بھی مزار پر حاضری کی نیت کر لی۔۔۔ سب کا ہی ارادہ مزار پر جانے کا تھا مگر۔۔۔۔

خوشیوں کے یہ پل بہت مختصر ثابت ہوئے۔۔۔ رمشا کا فون آیا کہ نومی سیڑھیوں سے گر گیا ہے اور کافی گہری چوٹ آئی ہے۔۔۔ رمشا کی اس خبر پر گویا سب ہی پریشانی کا شکار ہو گئے۔۔۔ مگر دوہری پریشانی کا شکار تھیں تو وہ دونوں ماں بیٹی۔۔۔

نور لودھی کے حواسوں پر بیٹے کی فکر چھائی تھی اور دل میں بیٹی کے ساتھ مزید وقت گزارنے کی خواہش نے سراٹھایا تھا۔۔۔ ابھی تو انھیں خوب انجوائے کرنا تھا ایک دوسرے کے ساتھ کچھ وقت اکیلے گزارنا تھا مگر نہیں اس بار بھی نہیں۔۔۔۔

نور لودھی کی آنکھیں پانیوں سے بھری تھیں

تو دوسری جانب بھائی کے لئے پریشان آبش ماں کو آنکھوں سے اوجھل ہوتا نہیں دیکھنا چاہتی تھی دل تھا کہ نور لودھی کے قدموں سے لپٹنا کچھ وقت مزید روکنے کی استدعا کر رہا تھا مگر اسے یہ زہر چپ چاپ پینا تھا اور وہ پی گئی تھی اس نے اپنے آنسو اپنے اندر ہی دفن کیے تھے۔۔۔ وہ کن آنکھوں سے ماں کو دیکھتی اور پھر نظر چرا لیتی آیاں نور لودھی اسکی نظروں میں چھپی خواہش نا بھانپ لیں۔۔۔

”اماں میں چلتی ہوں راستہ لمبا ہے پھر مشوکو آپ جانتی ہیں وہ ایسے مسئلے ہینڈل نہیں کر سکتی۔“ نور لودھی نے بظاہر نانی ماں کو کہا تھا مگر نظریں ہنوز سر جھکاے اپنے دانتوں سے ہونٹ کترتی آبی پر تھیں۔۔۔

وہ جانتی تھیں آبی از حد پریشانی میں ایسا کرتی تھی۔۔۔ اور اپنی ماں سے جدائی سے بڑی اسکے لئے کوئی پریشانی کیسے ہو سکتی تھی۔۔۔

”آبی میری جان میں جاؤں۔۔۔؟۔۔۔ نور لودھی نے آبی کے پاس آ کر اسکے سر پر ہاتھ رکھ کر پوچھا تو کرسی پر بیٹھی آبی کھڑی ہو گئی۔۔۔

”خیر سے جائیں امی نومی کا خیال رکھئے گا۔۔۔“ آبی نے ماں کے گلے لگ کر ماں کی مامتا کو آنکھیں بند کر

کے محسوس کیا تھا۔۔۔ وہ کچھ لمحوں کے لئے ماں کے کندھے میں منہ چھپائے نورلودھی کی خوشبو محسوس کرتی رہی اور پھر الگ ہو گئی۔۔۔

آنکھوں میں نمی لئے اس نے پریشان اور ابھی ابھی سی نورلودھی کو مسکرا کے تسلی دی تھی۔۔۔ نورلودھی نے اسکے چہرے پر محبت سے ڈھیروں بوسے دیے۔۔۔ آبش کی آنکھوں کے ساتھ دل بھی بھرا گیا۔۔۔ دل کیا ماں کے ساتھ لپٹ جائے اور انہیں روک لے مگر نہیں۔۔۔ وہ ایسا کیسے کر سکتی تھی

آصف لودھی اور نورلودھی سب کو مل کر وہاں سے جا چکے تھے۔۔۔ لیکن انکے جانے کے بعد تو جیسے خوشگوار سا ماحول پل بھر میں سوگوار سا ہو گیا تھا۔۔۔

آبی کی آنکھیں ناچاچے ہوئے بھی بات بات پر بھیگنے لگی تھیں وہ اتنی کمزور نہیں تھی مگر ماں سے دوری کا پہلا دن اس پر ہمیشہ ہی بھاری رہا تھا۔۔۔ وہ سب سے چھپ چھپ کر آنسو صاف کر رہی تھی۔۔۔ اتنی خوبصورت جگہ اچانک سے اسے بری لگنے لگی تھی۔۔۔

"یہ آصف کی بیٹی رمشا۔۔۔ انتہائی مالا نق لڑکی ہے۔۔۔ اپنے بھائی کا خیال نہیں رکھ سکتی۔۔۔ میری بیٹی کا تو گھر سے نکلنا بند کرو اچھوڑا ہے اس لڑکی نے۔۔۔" نانی ماں آبی کی نبض شناس تھیں اسکی اداسی پر غصے سے کڑھتی ہوئی بولی

"اماں غلطی ہماری نور کی بھی ہے۔ اس لڑکی کو کچھ زیادہ ہی لاڈ پیار دے دیا ہے اس نے بھلا سوتیلی اولاد بھی کبھی اپنی بنی ہے۔۔۔ جب سے شادی ہوئی ہے اس لڑکی نے ہماری نور کو تنگ کر کے رکھا ہوا ہے۔۔۔" صبا خالہ بھی جل کر بولیں

اچھا بس بھی کریں آپ لوگ بس دعا کریں امی لوگ خیریت سے لاہور پہنچ جائے اور نومی خیریت سے ہو۔۔۔" آبی نے موضوع بدلا

"یہ بھی اپنی ماں پے گئی ہے اللہ میاں کی گائے۔۔۔" نانی ماں نے منہ بنایا

"نہیں نانی ماں آبی اب اتنی بھی موٹی نہیں کہ اسے گائے سے تشبیہ دی جائے۔۔۔" مون نے سب کو ہنسانے کے ارادے سے بات کی۔

"دیکھیں ہم لوگ یہاں انجوعے کرنے آئیں ہیں آپ سب اپنے اپنے موڈ فرش کریں پلیز"۔۔۔ ندا مسکراتے ہوئے بولی

"ہاں ہاں بیٹا کیوں نہیں۔۔۔ تم کر رہی ہونا انجوعے؟" نانی ماں نے طنزیہ مسکراتے ہوئے ایک ایک لفظ چبا کر کہا

"جی نانی جان۔۔۔ اور میں چاہتی ہوں آپ سب بھی انجوعے کریں مجھے خوشی ہوگی۔۔۔" ندانے مکنون کو دیکھتے ہوئے کہا

"ہاں کیوں نہیں نانی کی جان۔۔۔ اب ہم تمہاری خوشی کا پورا خیال رکھیں گے کیوں صبا۔۔۔ تمہاری خوشی کے لیے ہی تو یہاں آئے ہیں۔۔۔"۔۔۔ نانی ماں نے بظاہر مسکراتے ہوئے ایک اور چوٹ کی۔۔۔

"اوہ نانی ماں آپ بہت اچھی ہیں"۔۔۔ ندا تو جیسے کھل اٹھی مگر صبا اور مون سر پکڑ کر رہ گئے جبکہ شمعون کی کھی کھی ختم ہونے کو نہیں آرہی تھی۔۔۔ مگر آبی کا دل بے آب مچھلی کی طرح جیسے تڑپ رہا تھا یہ وہی جانتی تھی۔۔۔ اس پر کسی بات کا جیسے کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔۔۔۔۔ وہ بس سپاٹ نظروں سے سب کو دیکھ کر رہ گئی۔۔۔

☆.....☆.....☆

"زیرینہ زیرینہ۔۔۔ خدا کے لئے اپنے بچے سنبھال۔۔۔" ایک باہر باغیچے میں دھوپ میں کھیل رہا ہے اور دوسری کب سے رو رہی ہے۔۔۔ تجھے کوئی خیال ہے۔۔۔"

چوہدری امانت اندر لکڑی کے جھولے میں بیٹھی فضا کو اٹھاتے ہوئے بولے

"تو اب اس نے کہا تھا چپ چاپ بچے اٹھالاد۔۔۔ یہ آپ لوگوں کی بزدلی کی سزا مجھے مل رہی ہے۔۔۔" زیرینہ نے تلخی سے کہا اور فضا کو جھپٹ لیا

"حیرت اولاد ہے پتر۔۔۔ تو نے ہی سنبھالنی ہے اب یہ ہی حیرت سہارا ہیں۔۔۔" چوہدری امانت اخروٹی لکڑی کے بنے قیمتی صوفے پر ٹک گئے صفیہ انکے لئے ٹھنڈی ٹھارسی کا گلاس لے آئی

"اونہہ یہ کل کے بچے سہارا بنیں گے جنہوں نے میری زندگی اجیرن کر رکھی ہے۔ کیا میری ساری زندگی

انہیں پالنے میں ہی گزر جائے گی۔۔۔ وہ تلخی سے سوچنے لگی

"وہ حمزہ باہر دھوپ میں کھیل رہا ہے ملازم کو بھیجوا سے اندر لائے۔۔۔" چوہدری امانت نے صفیہ سے گلاس تھامتے ہوئے کہا

"کل شفاعت آ رہا ہے واپس۔۔۔ اپنے بیوی بچوں کو لے کر۔۔۔" صفیہ ملازمہ کو کہہ کر دو پارہ چوہدری صاحب کے پاس آ بیٹھی

"خیر سے آئے۔۔۔ ظاہر ہے اسکا اسکے بیوی بچوں کا گھر ہے جب مرضی آئیں۔۔۔" چوہدری صاحب نے سی کا گلاس ختم کیا۔۔۔

انکی بات پر زرینہ پہلو بدل کر رہ گئی
"نانا ابو یہ دیکھیں اور بیچ۔۔۔ میں نے توڑا۔۔۔" حمزہ اندر آ کر ہاتھ میں پکڑا سبز سامان چوہدری امانت کو دکھانے لگا

"دیکھ رہی ہے کیسے لال سرخ اور پسینہ پسینہ ہوا ہے بچا زرینہ گرمی دیکھ باہر۔۔۔" چوہدری امانت حمزہ کے ماتھے پر آئے پسینے سے بھیکے بال پیچھے کرتے ہوئے زرینہ کو دیکھتے ہوئے بولے
"ابا میں اب سارا دن اسکے پیچھے نہیں بھاگ سکتی۔۔۔" زرینہ ٹھک کر بولی
"چوہدری صاحب چھوڑ دو وی تسی۔ میں ابھی تھلاتی ہوں اپنے شیر کو۔۔۔" اس سے پہلے چوہدری صاحب زرینہ کو کچھ کہتے صفیہ بول پڑی

"شفاعت خیر سے آئے تو رفاقت کا وی دیاہ (شادی) کر کے اسے بھی آڑے لگائیں۔۔۔" چوہدری صاحب نے صوفے سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا

"پر ابھی تو زری کی طلاق ہوئی۔۔۔ برادری کیا کہے گی سال بھی نہیں ہونے دیا اور بھائی نے دیاہ رچا لیا۔۔۔" صفیہ نے زرینہ کی چڑھتی تیوری کو دیکھ کر کہا

"اب ہماری بیٹی نے طلاق لینے سے پہلے جب برادری کے بارے میں نا سوچا تو اب کیا فائدہ۔۔۔ جو خاک ڈلنی تھی ڈل گئی اب رفاقت کا تو حق نہیں مار سکتے نا اسکی عمر ہے اب شادی کی۔۔۔ یہ داغ عمر بھر کا ہے اب

اسکو قبول کرنا سیکھو۔۔۔" چوہدری امانت کے لہجے میں کیا کچھ نا تھا بے بسی غصہ شرمندگی غیرت۔۔۔ مگر وہ بہت دھیمے لہجے میں بولے

"ہاں ہاں میں ہی غلط ہوں اماں۔۔۔ یہ اور انکا سابقہ داماد ٹھیک ہیں۔۔۔ کریں کریں جسکی مرضی شادی کریں۔۔۔ خوشیاں منا لیں جی بھر کے آپ لوگ۔۔۔ سب کچھ آپکے بیٹوں کا ہے میں تو داغ ہوں نا۔۔۔"

زیرینہ چیختی چلاتی وہاں سے چلی گئی۔ صنیہ بھی اسکے پیچھے لگی۔ جبکہ چوہدری امانت پر اسکے چلانے کا رتی بھر بھی اثر نا ہوا وہ مطمئن سے بیٹھے رہے

"جتنا مرضی چلا پتر آخر تجھے بھی تو پتہ چلے تو نے کیا کچھ کھو دیا ہے۔۔۔" انہوں نے آنکھ کے بھیکتے کو نے کو انگلی سے صاف کیا تھا۔

☆.....☆.....☆

مزار پر پہنچتے ہی کچھ وقت کے لیے تھمی ہوئی بارش دوبارہ برسا شروع ہو گئی۔۔۔ مزار ہوٹل سے تقریباً ایک یا آدھے میل کی اونچائی پر واقع تھا مزار کا احاطہ کافی وسیع تھا انہیں امید نہیں تھی کہ مزار اتنا خوبصورت بنا ہوگا۔۔۔ چمکتی قیمتی ماربل پر چھم چھم کرتی بارش سے صحن اور بھی نکھر سا گیا تھا صحن کے بیچ و بیچ ایک بہت قدیم اور قد آور درخت کا جسکی ٹہنیاں آدھے صحن میں پھیلی ہوئی تھیں۔۔۔ مرکزی گیٹ جو کافی بڑا تھا داخل ہو کر بڑا صحن عبور کرنے کے بعد وہ لوگ برآمدے میں آچکے تھے بڑے بڑے ستونوں پر کھڑا برآمدہ بھی کافی کشادہ تھا اسکے اندر ہی ایک کمرے میں پیر عبداللہ کی قبر تھی۔۔۔ جو کہ چاروں جانب سے تین فٹ کی چار دیواری کے بیچ و بیچ تھی۔۔۔ دائیں جانب مرد حضرات کے داخلے کی جگہ تھی جبکہ عورتوں کے لیے پردے کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے دیوار کھڑی کی گئی تھی۔۔۔ اور ایک لکڑی کی دروازے نما کھڑکی نصب کر دی گئی تھی جس سے با آسانی پھول وغیرہ چڑھائے جاسکتے تھے اور زیارت کی جاسکتی تھی۔۔۔

مومن اور شمعون مردوں کی طرف جبکہ آبش صبا ندا اور نانی ماں عورتوں کی جانب آچکی تھیں۔۔۔ دعا مانگنے کے بعد وہ سورت یسین کی تلاوت کرنے لگیں۔۔۔

آبش پھولوں کا بڑا سا شاہرہ پر تھام کر درمیان میں لگے لکڑی کے چھوٹے سے دروازے کی جانب بڑھ

گئی۔۔۔ اسکی نیت تھی وہ اپنے ہاتھوں سے پھول باباجی کی قبر پر ڈالے۔۔۔

اس نے دوپٹے کو اچھی طرح لپیٹ لیا تھا فاتحہ پڑھنے کے بعد وہ دعا مانگنے لگی نا جانے کیوں اسکی آنکھیں بھیگ چکی تھیں۔۔۔

نور کی یاد میں وہ بار بار رو رہی تھی اور اب بھی نا جانے کیوں وہ بے آواز آنسو بہانے لگی۔۔۔

دوسری جانب دعا کرتے عزیر عباس کی نظر اچانک ہی اٹھی اور پھر جھک گئی۔۔۔ پھر چونک کر اس نے اوپر دیکھا اور دلچسپی سے دوپٹہ لپیٹے کھڑی اس لڑکی کو دیکھنے لگا۔۔۔ اسکی نازک انگلیاں چہرے کے آگے تھیں صرف بھیگی پلکیں تھیں جو اسے دکھائی دے رہی تھیں وہ اسے دیکھنا نہیں چاہتا تھا غیر دانستہ طور پر اسکی نگاہیں اس لڑکی کی جانب اٹھ رہی تھیں۔

وہ سر جھٹک کر اب بیٹھ چکا تھا

اللہ ہو۔۔۔ اللہ ہو۔۔۔ اللہ ہو

پہلا عشق خدا نے کیا نبی معشوق بنایا

دو جا عشق علی نے کیا

شیر خدا کہلایا

تجرا حسن حسین دے صدقے واہ واہ رتبہ پایا۔۔۔

عشق زندقہ عشق بندگی

مرشد نے فرمایا بس۔۔۔

اللہ ہو اللہ ہو۔۔۔ اللہ ہو اللہ ہو۔۔۔

کوئی بہت لے بہت پرسوز آواز میں کلام پڑھ رہا تھا ایسا روحانی سرور عزیر عباس کو پہلے کبھی نہیں ملا۔۔۔ وہ دعا کر کے ہاتھ چہرے پر پھیر کر پھولوں والا شاپر زمین سے اٹھا کر پھول نکال کر باباجی کی قبر پر ڈالنے لگی جب اسے کسی نے روک دیا

"بی بی آپ پھول خود نہیں ڈال سکتیں یہ ہمیں دے دیں ہم ڈال دیں گے" کسی سفید ٹوپی پہنے بندے نے

اسے روک دیا سردار عزیر نظر اٹھا کر اسی کی جانب دیکھنے لگا

"مگر کیوں۔۔۔" پھول اٹھائے اس لڑکی کا ہاتھ رک گیا آنکھوں میں پریشانی اٹھ آئی۔۔۔

"بس صرف مرد ہی پھول ڈال سکتے ہیں بی بی اسکی کوئی وجہ نہیں یہاں ایسا ہی ہوتا آیا ہے کوئی مرد ساتھ ہے تو اسکو دے بھیجیں" وہ آدمی کہہ کہہ کر سائیڈ پے ہو گیا

آبی کچھ لمحے توشش و بیچ میں کھڑی رہی کہ شاید مون نظر آ جائے مگر نہیں۔۔۔ وہ ادھر ادھر دیکھ کر سب سے نظریں ہچا کر پھول ڈالنے لگی جب دو مردانہ ہاتھ کسی نے اسکے آگے پھیلا دیے۔
سردار عزیر عباس نا جانے کیوں چل کر اس کھڑکی کے قریب آ گیا تھا
آبش کا آگے بڑھتا ہاتھ رک گیا۔۔۔

وہ گھبرا کر اس اجنبی شخص کے ہاتھوں اور پھر چہرے کو دیکھنے لگی۔۔۔

"مزار کا اصول تو نہیں بدلے گا مگر تمہاری خواہش ایسے پوری ہو سکتی ہے۔۔۔ پھول دو میرے ہاتھ میں۔۔۔" وہ اسکے بولنے پر مزید شیشا مٹی۔۔۔

اس نے جلدی سے پھولوں سے بھرے ہاتھ سردار عزیر عباس کے ہاتھوں میں پلٹ دیے۔۔۔ وہ نہیں چاہتی تھی کوئی دوبارہ اسے تنبیہ کرے اور کوئی غیر مناسب بات ہو۔۔۔ عزیر نے انہیں پیر عبداللہ کی قبر پر ڈال دیا۔۔۔ اب وہ پھر ہاتھ آگے کیے کھڑا تھا وہ خشکیوں لگا ہوں سے اس لڑکی کی جھکی بھگی پلکیں جو کافی دراز تھیں دیکھ رہا تھا۔۔۔ آبش نے مزید پھول اپنی ہتھیلیوں میں بھر بھر کر سردار عزیر عباس کے ہاتھوں میں پلٹ دیے۔۔۔ جنہیں عزیر نے عقیدت کے ساتھ قبر پر پلٹ دیا۔۔۔

"سمجھو پیر صاحب کی قبر پر پھول تم نے ہی چڑھائے ہیں۔۔۔" سب پھول ختم ہونے کے بعد وہ کہہ کر ایک بار پھر اسے دیکھنے لگا۔ اس نے جھکی پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا اور اسکی نظروں سے خائف ہو کر سپاٹ چہرہ لیے واپس مڑ گئی۔۔۔ سردار عزیر بھی سر جھٹک کر صحن کی جانب بڑھ گیا مگر نا جانے کیوں۔۔۔ اسکے لبوں پر ایک مسکان تھی۔۔۔ ایسی مسکان جو آج سے پہلے شاید کسی نے اسکے چہرے پر نہیں دیکھی تھی۔۔۔

☆.....☆.....☆

وہ پھول چڑھا کر مڑی تو اسے واقعی ایک تسلی بخش احساس ہوا تھا جیسے یہ پھول اس نے خود ہی چڑھائے ہوں۔۔۔ ایک روحانی تسکین ایک روح پرور احساس نے اسے گھیر لیا تھا۔۔۔

اسے اس بات سے قطعی کوئی غرض نہیں تھی کہ اسکے ہاتھوں سے پھول لینے والے ہاتھ کس کے تھے اسکو جو روحانیت یہاں محسوس ہو رہی تھی آج سے پہلے کہیں نا ہوئی تھی۔۔۔ ماں سے بچھڑنے کے غم کی شدت میں واضح کمی ہوئی تھی۔۔۔ اللہ والوں کی صحبت واقعی سکون بخشی ہے اسکا ادراک اسے آج ہوا تھا۔ وہ دوبارہ یسین پڑھتی تانی ماں کے پہلو میں آ بیٹھی۔۔۔

"کیسا لگا آبی۔۔۔ مجھے تو یہاں کا ماحول بے حد پر سکون لگا۔۔۔" باہر بارش زوروں سے برس رہی تھی تانی ماں صحن کی جانب دیکھتے ہوئے بولیں۔۔۔ وہ چاہتی تھیں آبی کا کچھ دھیان بٹ جائے اور اسکی اداسی دور ہو۔۔۔ ارد گرد بہت سی عورتیں موجود تھیں مزار میں خاصا رش تھا۔

"بہت اچھا ہے تانی ماں مگر امی کے جانے سے دل بہت پریشان سا ہے۔۔۔ بہت یاد آ رہی ہے اگلی۔۔۔" آبی نے بول کر سر جھکا لیا

"اے آبش باہر صحن میں لنگر تقسیم ہو رہا جالے کر آ۔۔۔" تانی ماں نے صحن کے ایک کونے میں بنے شیڈ کے نیچے تقسیم ہوتے لنگر کی دیگوں کی جانب اشارہ کر کے کہا۔

"کیا۔۔۔ تانی ماں میں نے کبھی یہ کام نہیں کیا۔۔۔ میں میں کیسے جاسکتی ہوں۔۔۔" آبی تانی ماں کی انوکھی فرمائش پر حیران ہی رہ گئی۔

"ہاں تو جوان جہاں بیٹی کے ہوتے ہوئے بوڑھی تانی چلی جاتی ہے زیادہ سے زیادہ کیا ہوگا اس برستی بارش میں پھسل کر گر ہی جاؤں گی دو چار ہڈیاں ہی ٹوٹیں گی نا۔۔۔ کوئی بات نہیں۔۔۔" تانی ماں جذباتی ہو کر اٹھنے لگی جب آبش کھڑی ہو گئی۔

"اف او۔۔۔ تانی ماں صبا خالہ ندامون اور شمعون بھی تو ہیں نا انہیں کہہ دیں۔۔۔" اس نے تانی ماں کو بٹھاتے ہوئے منہ بسورا۔

"انہیں کہہ دیتی صبا نفل پڑھ رہی اور ندانیدی کی تانکا جھانگی نہیں ختم اور مون اور شمعون تو اللہ جانے کدھر

نکل گئے۔۔۔" نانی ماں نے آبش کو اٹھانے کی ٹھان لی تھی

"پر ابھی تو ہم کھانا کھا کر آئے ہیں نانی ماں تھوڑی دیر صبر کر جائیں۔۔۔" وہ چاہتی تھی مون اور شمعون آجائیں اور اسکی جان بخشی ہو جائے مگر نہیں

"پتر لنگر لنگر ہوتا ہے۔۔۔ تھوڑا سی منہ میں جانا چاہیے۔۔۔ اللہ کے نام پر بانٹا گیا کھانا جو امیری غریبی کے فرق سے ہٹ کر سب میں برابر تقسیم ہوتا ہے۔۔۔ جاد کیہ کیسا دھواں اٹھا تھا دیگوں سے۔۔۔ جا میری دھی لے کر آ۔۔۔" نانی ماں بغض تھیں

آبی کو معلوم ہو گیا مزید بحث فضول ہے وہ اٹھ کر باہر برآمدے میں آ گئی۔۔۔

مرد عورتوں کا ایک جھوم تھا جو قدرے فاصلے پر لنگر والی جگہ پر اکٹھا تھا۔۔۔ وہ وہاں کیسے جاتی اسے تو ایسے کاموں سے شرم بھی بہت آتی تھی۔۔۔ مگر وہ دیکھ رہی تھی اچھے خاصے لوگ بھی آگے بڑھ چڑھ کر بریانی کے پکٹ لے رہے تھے۔۔۔ کسی کے ہاتھ میں قیسہ اور نان تھا تو کسی کے ہاتھ میں بریانی۔۔۔

وہ مارے جھجک کے برآمدے کے ستون کے ساتھ ہی کھڑی ہو گئی۔۔۔ بارش صحن میں تیزی سے گر رہی تھی۔۔۔ تیز ہوا سے گرم کھانے کی اشتہا انگیز مہک نے جیسے اسے بھی پھر سے بھوک لگوا دی تھی۔۔۔

"ندا۔۔۔ آؤ وہاں سے کھانا لے کر آئیں۔۔۔" آبش نے صحن سے بھگی ہوئی آتی ندا کو دیکھ کر سکھ کا سانس لیا مگر اسکے پیچھے پیچھے مزار کے گیٹ سے اندر آتے مکنون کو دیکھ کر وہ ٹھٹھک سی گئی۔

"مائی گاڈ آبش ابھی تک تمہارا پیٹ نہیں بھرا۔۔۔ اتنے اچھے ریسٹورنٹ کا کھانا کھانے کے بعد تم یوں اب مزاروں کے لنگر کھاؤ گی۔۔۔" مون انکے پاس آچکا تھا اسکے سامنے ندا کا یوں بولنا آبش کو عجیب شرمندہ سا کر گیا تھا۔۔۔ وہ کہہ کر جا چکی تھی۔

"میں لا دیتا ہوں۔" مکنون بھی عجیب شرمندہ سا بولا تھا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے بہت شکریہ۔۔۔" آبش غصے میں سلگ کر رہ گئی۔

اب وہ بارش کی پرواہ کیے بغیر صحن سے گزر کر لنگر والی جگہ پر آ گئی وہ کافی بھیگ چکی تھی مگر اس نے اپنا آپ پوری طرح ڈھانپ رکھا تھا مون کمال لا پرواہی سے اندر مردوں کی جگہ پر جا بیٹھا تھا آبش وہاں رش کے باعث

آگے بڑھ کر کھانا نہیں لے سکتی تھی وہ پیچھے کونے پر کھڑے ہو کر ہی ہاتھ باندھے نا جانے کتنی دیر بھیکتی رہی اور آنسو بہاتی رہی۔۔۔ مکھن کی مسلسل ندا کی طرف بڑھتی دلچسپی اسے اندر سے بری طرح توڑ رہی تھی۔۔۔ وہ کچھ بول نہیں پارہی تھی کچھ کر نہیں پارہی تھی وہ ہر معاملے میں اس قدر بے بس کیوں تھی۔۔۔ وہ آنسو صاف کرتی اور پھر جم غفیر کی طرف دیکھتی جو بڑھتا ہی جا رہا تھا۔۔۔ کیسے لوگ آگے بڑھ کر اپنا حصہ لے رہے تھے اور ایک وہ تھی جو خاموش آنسو بہا رہی تھی۔۔۔

کچھ رش کم ہوا تو عزیر کی نظر بھیکتی ہوئی اسی لڑکی پر پڑی جو چپ چاپ ایک سائیڈ پر ہاتھ باندھے بیٹھ رہی تھی اسکے دوپٹے سے بالوں کی ایک لٹ اسکے چہرے پر آئی تھی پلکوں پر بارش کے قطرے جمع ہو کر اسکے گالوں کو بھگور رہے تھے وہ کوئی بہت حسین و جمیل لڑکی نہیں تھی مگر ایک مکمل اور پرکشش لڑکی ضرور تھی جو بے حد سادہ اور معصوم تھی۔۔۔

عزیر ایک بار پھر ملازموں کو کچھ سمجھا کر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا وہ لنگر ملازمین کے ساتھ خود تقسیم کر رہا تھا سیاہ کرتے کے بازو اس نے کہیوں تک فولڈ کر رکھے تھے ہاتھ میں موجود سلور بڑے ڈائل والی قیمتی گھڑی موجود تھی۔۔۔

وہ لڑکی پھر اس جانب دیکھنے لگی تو سردار عزیر کو دیکھ کر چونک گئی۔۔۔ وہ اسے بہت غور اور جس قدر سنجیدگی سے دیکھ رہا تھا وہ ایک بار کے لیے توڑ رہی گئی تھی

اسکے یوں ڈر کر رخ پھرنے پر سردار عزیر کو ایک عجیب سی خوشی ہوئی تھی۔۔۔ اسکے رخ پھرنے پر عزیر اپنی مونچھوں تلے لب دبا کر مسکرایا تھا

پھر وہ دو تین نان اور قہے جبکہ تین بریانی کی تھیلیاں پکڑ کر اسکی جانب بڑھنے لگا۔۔۔ اس بات کی پرواہ کیے بغیر کہ وہ بھی بیٹھ رہا ہے بارش اگرچہ اتنی تیز نہیں تھی مگر اتنی ضرور تھی کہ کچھ دیر کھڑے ہونے سے انسان بیٹھ سکتا تھا۔

آبش نے جب اسے اپنی طرف بڑھتے دیکھا تو گویا اسکے اوسان خطا ہو گئے۔۔۔ اسکے ہاتھوں کی طرف تو اسکا دھیان گیا ہی نہیں بس اسکو اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر گویا اسکی زبان تالو کے ساتھ اور پاؤں سے زمین کے

ساتھ چپک گئے۔۔۔ اتنا خوف تو اسے کبھی کسی سے نا آیا جتنا اس انسان کی آنکھوں سے اسے آرہا تھا۔۔۔ اسکے قریب پہنچنے تک آبش کے رنگ فق ہو چکے تھے آنکھیں پھیل کر بڑی ہو چکی تھیں۔۔۔ اسکی اس عجیب و غریب کیفیت سے سردار عزیز عباس حیرت انگیز طور پر بے حد محظوظ ہوا تھا۔۔۔

پاس پہنچنے پر اس نے مزید سنجیدگی سے آبش کو دیکھا جس سے وہ مزید سہم گئی۔۔۔

"یہ لو۔۔۔" عزیز نے کھانا آگے بڑھایا

مگر وہ بے حس و حرکت کھڑی رہی

"یہ پکڑو۔۔۔" عزیز نے اس بار جان بوجھ کر قدرے زور سے کہا

"ہا۔۔۔ ہاں۔۔۔" آبش نے فٹ سے اسکے ہاتھ سے سارے شاہ پکڑ لیے

"ادھر بارش میں کب سے کھڑی ہو تم۔۔۔" وہ اسکے بھیکے چہرے کو بغور دیکھ کر بولا

وہ ایک بار پھر حیرت و پریشانی سے اسے دیکھنے لگی

لگتا ہے کم سنتی ہے عزیز دل میں ہی سوچ کر بولا

"میں پوچھ رہا ہوں یہاں بارش میں کب سے کھڑی ہو اندر کیوں نہیں جا رہی تھی۔۔۔"

"وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ یہ۔۔۔" آبش اسکی ہارعب شخصیت کے آگے نہیں بول پارہی تھی۔۔۔ پھر کسی بھی غیر مرد سے یہ اسکا پہلا مکالمہ تھا۔۔۔ وہ بھی سردار عزیز عباس سے۔۔۔

"کس کے ساتھ آئی ہو۔۔۔" اب اسے آبش کی حالت پر شبہ ہوا

وہ کسی نقشیشی افسر کی طرح تشویش کر رہا تھا

"نانی ماں کے ساتھ۔۔۔" وہ از حد گھبرا چکی تھی وہ بھاگ جانا چاہتی تھی مگر وہ اسکے آگے ڈٹ کے کھڑا تھا

"ٹھیک ہے اندر جاؤ۔۔۔"

"ہاں۔۔۔" وہ گھبرا کر اسے دیکھنے لگی

"میں نے کہا جاؤ۔۔۔" وہ اسکے کان کے قریب ہو کے دھاڑا

اور آبش کو جیسے ناز لگ گئے۔۔۔ وہ تیز رفتاری سے اندر بھاگ گئی۔۔۔

اس بات سے بے خبر کے عزیز عباس اب کس قدر مسکرا رہا تھا
"پاگل لڑکی"۔۔۔

سردار عزیز عباس کے جاندار قہقہے پر ملازم اسکو حیرت سے ہنسنے لگے۔۔

☆.....☆.....☆

"بابا سائیں پریشان ناہوں۔۔۔" ولید عباس نے غصے اور پریشانی میں گھرے حاجی سائیں کو دیکھا
وہ دونوں اپنی لینڈ کروزر کی پچھلی سیٹ پر جب کہ گاڑی ڈرائیور چلا رہا تھا اور اسکے ساتھ ایک گاڑی بیٹھا تھا
"پتر مجھے ایک بات سمجھا تجھے اور عزیز کو میں نے جائیداد میں برابر کا حصہ دیا۔۔۔ گھر گاڑی ملازم کاروبار
سب برابر تقسیم کیا۔۔۔ پھر تیری اور عزیز کی پوزیشن میں اتنا فرق کیوں ہے۔۔۔" حاجی سائیں کے لہجے میں فکر
نمایاں تھیں

"بابا سائیں۔۔۔ وہ چھوٹا ہے آہستہ آہستہ سب سمجھ جائے گا" ولید نے اپنے تئیں ایک نامعقول سی تسلی

دی

"چھوٹا۔۔۔؟ تو نے سنا نہیں اسکی خوشاب میں جو پراپرٹی تھی اس میں سے 80% وہ بیچ کر کھا چکا
ہے۔۔۔ شادی اسکی کامیاب نہیں ہوئی کام میں اسکے ترقی نہیں ہوئی۔۔۔ تیس بیس سالہ مرد ہے وہ۔۔۔ چھوٹا
نہیں ہے۔۔۔" حاجی سائیں کو خوشاب والے فحشی سے ملاقات پر معلوم ہوا کہ عزیر اپنی آدمی سے زیادہ زمین بیچ
چکا ہے اس پر حاجی سائیں نے سارے اگلے پچھلے کھاتے کھلوا کر حساب کتاب لگوا دیا۔

ولید ہونٹ بھیجنے کر رہ گیا پریشان تو وہ بھی تھا سن کر مگر وہ جانتا تھا جن کاموں میں وہ پڑ چکا ہے وہاں یہ سب
کچھ تو ہونا ہی تھا۔۔۔

"تو بھی تو ہے پتر۔۔۔ تیری شادی کو بھی اتنے سال ہو گئے تو نے تو اپنے حصے کو دو گنا کر لیا ہے۔۔۔ معلوم
نہیں یہ بندہ کیا کر رہا ہے کس کو کھلا رہا ہے اسکا غم تو مجھے لے ڈوبے گا۔۔۔ میں اسے ہر طرف سے سنبھالتا ہوں
وہ پھر۔۔۔" حاجی سائیں زور زور سے کھانسنے لگے

"بابا سائیں یہ پانی پیو اور ٹینشن نالیں۔۔۔ جو ہو گیا سو ہو گیا میرا بھی سب کچھ عزیر کا ہی ہے۔۔۔ پھر بھی

میں خود بات کرونگا اس سے "ولید نے منرل واٹر کی بوتل کھول کر حاجی سائیں کے لیوں سے لگائی۔۔۔

"ہاں سب کچھ عزیر کا ہے تو اسکو اڑانے دیں پتر تیری بھی دن رات کی محنت ہے میں تو ایسے نہیں ہونے دوںگا۔۔۔ تجھے کہا بھی تھا اس پر اسکے دوستوں پر نظر رکھ۔۔۔" حاجی سائیں پانی پینے کے بعد بولے۔

"جی بابا سائیں اب ایسے ہی ہوگا۔۔۔" ولید خاموش ہو گیا غلط وہ بھی نہیں تھے۔

"مجھے واپس جا کر کل تک عزیر کی فیکٹری کے تمام امور اخراجات آمدن۔۔۔ زمینیں پیداوار اور عزیر کی جو بقیہ زمین ہے سب کے متعلق معلومات چاہیے۔۔۔"

بارش رک چکی تھی اور سفید لینڈ کروڈر تیزی سے سڑکوں پر دوڑ رہی تھی۔

"جی بابا سائیں جو حکم۔۔۔ ولید دل ہی دل میں بے حد پریشان ہو گیا مگر وہ ظاہر نہیں کرانا چاہتا تھا۔۔۔ آخر کچھ بھی تھا عزیر سے وہ بے حد محبت کرتا تھا وہ نہیں چاہتا تھا کسی بھی وجہ سے بابا سائیں اور عزیر میں تلخی ہو۔۔۔" پیر عبداللہ کے عرس کے انتظامات ٹھیک سے سنبھال لیے سردار صاحب نے۔۔۔" حاجی سائیں نے گاڑی سے باہر دیکھتے ہی پوچھا

"جی بہت اچھے سے۔۔۔" ولید مختصر سا جواب دے کر مسکرایا۔۔۔

"اللہ پاک اسے پیر عبداللہ کے فیض کے حمد قے ہی ہدایت دے۔۔۔ مجھے بھی کوئی سکھ ہوا اپنے اس بیٹے کی طرف سے۔۔۔" حاجی سائیں نے رخ پھیر لیا۔

"آمین" ولید نے دل سے باپ کی دعا پڑا آمین کہا۔

باپ کی دعا اور وہ بھی اولاد کے حق میں پوری تو ضرور ہوتی ہے۔۔۔

☆.....☆.....☆

بارش کچھ تھمی تو وہ لوگ بھی واپسی کے لئے نکل پڑے۔۔۔ مکنون گاڑی نیچے ریسٹورنٹ کی پارکنگ میں ہی کھڑی کر آیا تھا اب وہ لوگ پیدل ہی پہاڑی سے نیچے آ رہے تھے۔۔۔ سڑک اتنی بڑی نہیں تھی کہ گاڑی اوپر جاسکے۔۔۔ اسلئے وہ پیدل ہی اوپر آئے تھے۔۔۔ اگر چہ نانی ماں کو چڑھائی چڑھنے میں تھوڑی مشکل پیش آئی تھی مگر صبا اور آبش انھیں تھام کر لے ہی آئی تھیں۔۔۔

مزار کے گیٹ سے نکلنے ہوئے آبش کو عجب سی نظروں کی تپش کا احساس ہوا تھا۔۔۔ جیسے کوئی اس کا تعاقب کر رہا ہو۔۔۔ اور ایسا ہی ہوا وہ اپنا دوپٹہ ٹھیک کرتے ہوئے نا جانے کیوں پیچھے مڑ کر دیکھنے لگی۔۔۔ اور وہی دو ٹکا ہیں اسکو دیکھ رہی تھیں۔۔۔ جنہیں دیکھ کر وہ از حد خائف ہو چکی تھی۔۔۔ وہ کسی سے فون پر بات کرتے کرتے اپنی جگہ پر رک سا گیا تھا اور اب گھبرائی ہوئی آبش کو سنجیدگی سے دیکھنے لگا۔۔۔ بات کرنا عزیر جیسے آبش کے دیکھتے ہی ساکت ہو گیا تھا فنی فون پر ہیلو ہیلو کرتا رہ گیا اور وہ فون کان سے الگ کیے سامنے کھڑی اس نوجوان لڑکی کو دیکھنے لگا۔۔۔ جس کا ملٹی کلر کا خوبصورت دوپٹہ بدلیوں پر پھیلی دھنک سا لگ رہا تھا اس پر اسکی خفا خفا سے آنکھیں۔۔۔

کیا عجیب سا احساس تھا۔ جس سے سردار عزیر عتاب بھی نا آشنا تھا وہ کیوں اس لڑکی کو بار بار دیکھنا چاہتا تھا۔ کیوں وہ اس کا تعاقب کرنے پر مجبور تھا۔۔۔ کیوں اس لڑکی کی نظروں میں اٹھ آتی خفگی اسکو سرور بخش رہی تھی کیوں وہ اسکی اڑتی رنگت سے مظلوظ ہو رہا تھا۔۔۔ کیوں وہ سردار عزیر عتاب کو اپنی جانب متوجہ کر رہی تھی۔۔۔ آج پہلی بار بتیس سالوں میں کیوں اس کا دل اس لڑکی کو زچ کرنے پر تلا تھا وہ چاہتا تھا وہ اسے دیکھتا رہے اور وہ اپنے زرد ہوتے چہرے کے ساتھ اس سے نظریں چراتی رہے۔۔۔ نظروں کے یہ کھیل کھیلنے کو وہ بے تاب تھا مگر۔۔۔۔۔

اس سے پہلے وہ کوئی جواب اخذ کرنا وہ فوراً ہی رخ موڑ کر خیزی سے چلنے لگی۔۔۔ اور عزیر جیسے اپنی دنیا میں واپس آیا تھا۔۔۔ وہ گھبرا کر ادھر ادھر دیکھنے لگا آیا کوئی اسے ایسی اوجھی حرکتیں کرتا دیکھ کر کیا سوچے گا دو بچوں کا باپ تھا وہ۔۔۔ مگر شکر تھا کوئی اس جانب متوجہ نہیں تھا۔۔۔ وہ سر جھٹک کر مزار کے اندر چلا گیا۔۔۔

"یا اللہ مجھے معاف کرنا۔۔۔ پیر عبد اللہ شاہ کے وسیلے سے مجھے ہدایت دے۔۔۔" آج اس نے اپنے لئے انجانے میں ہی سہی ہدایت مانگی تھی۔۔۔ کیوں اور کیسے یہ اس بھی سمجھ نہیں آرہی تھی۔۔۔

"پیر صاحب مرشد سائیں معاف کیجئے گا میرا اس لڑکی کو تنگ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا مگر پتہ نہیں کیوں وہ میری آنکھوں میں بس گئی ہے۔۔۔ اسے دیکھ کر جو محسوس ہوا پہلے کبھی بھی نہیں ہوا۔۔۔ دل خوش خوش سا ہو گیا تھا

اسے دیکھ کر۔۔۔ "وہ سادگی سے دل ہی دل میں بڑبڑانے لگا تھا۔۔۔ اور پھر فاتحہ پڑھ کر وہ وہاں کے گدی نشینوں اور مزارعوں سے ملکر باہر کی جانب بڑھ گیا 2 ملازم اسکے ساتھ جبکہ 2 گاڑیاں لکانے پہلے ہی نیچے اتر گئے تھے۔۔۔

"لالہ یار تم لوگ ابھی تک نہیں پہنچے۔۔۔ مجھے بھی لکھنا تھا" وہ ولید عباس کو فون کرنے لگا۔
 "یار تم نکل آؤ۔۔۔ ہم لوگ خوشاب گئے ہوئے تھے واپسی پے بارش اس قدر تیز تھی کہ گاڑی چلانا مشکل ہو رہا تھا۔۔۔ ابھی گھنٹہ لگ جائے گا۔۔۔" ولید نے بتایا۔
 "چلو یہاں سب خیر خیریت سے ہو گیا۔۔۔ تم لوگ آرام سے آنا اور دھیان سے۔۔۔ اللہ حافظ۔۔۔" وہ فون بند کر کے ملک اسلم کو فون ملانے لگا۔

"ملک صاحب میں آ رہا ہوں۔۔۔ جی جی بس آدھے گھنٹے میں۔۔۔ کس کس کا ہے آج؟۔۔۔" وہ تیزی سے نیچے آ رہا تھا کہ سامنے لوگوں کے رش کو دیکھ کر رک گیا۔

☆.....☆.....☆

"آپ۔۔۔ آپ نے ماما سے جھوٹ کیوں بولا؟" وہ فون کر کے بیٹھی تو سامنے کھڑا نومی اسے غصے سے گھورتے ہوئے بولا
 "کک کیا جھوٹ بولا۔۔۔ تم اپنے کام سے کام رکھا کرو زیادہ جاسوس مت بنو سمجھے۔۔۔ جاؤ اپنے کمرے میں" وہ پہلے تو گھبرائی اور پھر غصے سے دروازے کی طرف اشارہ کر کے بولی
 "آپ نے ماما کو کہا نومی کو شدید چوٹ آئی ہے۔۔۔ نومی گر گیا ہے۔۔۔ آپ کتنی جھوٹی ہیں مشوا آپی۔۔۔" وہ وہیں پر کھڑا تھا۔

"ہاں تو کیا کروں تم اور میں یہاں گھر میں اکیلے بیٹھے بور ہوں اور وہ ماں بیٹیاں وہاں انجوائے کریں۔۔۔ وہ لا پرواہی سے اپنا قیمتی فون پکڑتے ہوئے بولی
 "میں ابھی جا کر ماما کو فون کرتا ہوں اور کہتا ہوں مشوا آپی بہت جھوٹی ہیں۔۔۔" وہ باہر جانے لگا جب رمشا نے اسکا ہاتھ کھینچ کر اسے اپنے ساتھ بٹھالیا۔۔۔

"خبردار۔۔۔ اگلے آنے تک تم فون کو ہاتھ بھی نہیں لگاؤ گے۔۔۔" رمشانے اسکی پینٹ کی پاکٹ سے موبائل فون نکال کر اپنے پاس رکھا گھر کے باقی ٹیبلٹ اور لیپ ٹاپ وہ پہلے ہی چھپا چکی تھی

"ٹھیک ہے ماما پاپا آ کر آپکی کلاس لیں گے۔۔۔" نومی منہ بسور کر باہر چلا گیا۔

"ہاں تو لے لیں۔۔۔ بس ایک بار واپس آ جائیں تو مزہ ہی آ جائیں۔۔۔ آبش اپنی امی کے ساتھ سیر پے گئی تھی ناب مزہ آئے گا سیر کا وہ بھی خوب سارا۔۔۔"

وہ بیڈ پر لیٹ کر ملائم عکے کو سینے سے لگائے مسکرانے لگی۔

آبش۔۔۔ آبش۔۔۔ میں ایک بار اپنی ماں کھو چکی ہوں اب نہیں ایسا ہونے دوں گی ماما صرف میری ماما ہیں انکی محبت پر صرف میرا حق ہے جب وہ تمہیں سوچتی ہیں تمہیں یاد کرتی ہیں تمہاری بات کرتی ہیں تو میرا دل کرتا ہے میں تمہیں جان سے مار دوں۔۔۔ تمہیں شوٹ کر دوں۔۔۔ اور ایک دن ایسا کر دوں گی اگر۔۔۔ اگر تم نے میری ماما کو مجھ سے چھیننے کی کوشش کی۔۔۔"

اس نے ایک بار پھر اپنا سیل فون پکڑا اور نور کو فون ملانے لگی۔۔۔ نور کے نمبر پر اس نے اپنی اور نور کی بہت خوبصورت تصویر لگا رکھی تھی جس میں وہ دونوں ایک دوسرے کے گلے گلے ہوئے تھیں۔۔۔ دونوں کے چہرے پر بہت خوبصورت سی مسکان تھی۔

"ہیلو ہاں مشو۔۔۔ نومی ٹھیک ہے نا۔۔۔" نور اودھی از حد گھبرائی ہوئی تھیں۔۔۔

"ماما آپ کہاں ہیں۔۔۔" رمشانے بناوٹی لہجہ اختیار کیا۔

"مشو بس ہم آرہے نکلے ہوئے گھنٹہ ہو چکا ہے ہمیں تم پریشان نا ہو" نور بے حد پریشان تھیں

"ٹھیک ہے ماما۔۔۔ دھیان سے آئیں۔۔۔ ہم نے ڈاکٹر کو بلوا کے پٹی کروائی ہے۔۔۔ آپ پریشان نا ہوں۔۔۔"

وہ کہہ کر فون بند کر چکی تھی

"یا ہو۔۔۔ yepiiiii . . ."

وہ خوشی سے بیڈ پر اچھل پڑی۔۔۔ ماما آرہی ہیں۔۔۔

اف آبش تمہاری خوشی کو destroy کر کے ایک عجیب سی خوشی ملی ہے۔۔۔ وہ بیڈ پر ڈھے گئی۔۔۔

☆.....☆.....☆

"سرکار یہ فون۔۔۔" ایک قد آور موٹا بھدرا سا آدمی فون لے کر اسکی ریٹنگ چیئر کے پاس کھڑا تھا۔

"جی جی سر آپکا کام ہو جائے گا آپ بس قیمت تیار رکھیں۔۔۔" وہ جو کوئی بھی تھا منہ پھیرے بیٹھا تھا۔۔۔

"مال۔۔۔ مال کی ٹینشن نہیں لینی۔۔۔ مال اس بار ایک نمبر بھیجوں گا اور قیمت بھی ڈبل وصول کروں گا۔۔۔"

"وہ جو کوئی بھی تھا مکروہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا

"چار پیس براٹھ نیو ہیں سر جی براٹھ نیو۔۔۔ ابھی تو ہم نے بھی حصہ داری نہیں کی ان میں۔۔۔"

"ڈن ہو گیا ڈن۔۔۔"

"وہ 7 بندے رات تین بجے نکال دیے۔۔۔ ایس ایچ او کو فون کر دیا ہے میں نے وہ راستہ کلیم رکھے

گا۔۔۔" وہ فون بند کر کے اس بھدے آدمی کو ہدایت دینے لگا

"آج تو موج میں تھا یہ شہری بابو۔۔۔ منہ مانگی رقم دے گا شادے بس یہ جو نئی لڑکی آئی ہے اسے نہیں

چھوڑنا۔۔۔ اسکی ٹکڑی قیمت وصول کریں گے اسکی جگہ کوئی اور شکار بھیجتا ہے۔۔۔"

"سرکار اس لڑکی کا کیا کرنا ہے وہ تو ہوش میں نہیں آرہی۔۔۔" موٹا آدمی بولا

"اس حرام خور کو بول اسے ہوش میں لائے کچھ دن اسے کھلائے پلائے۔۔۔ ابھی وہ مرجھائی ہوئی ہے

کھلے ہوئے گلاب کی قیمت منہ مانگی ہوگی اور دیکھنا ایک دو دن میں کیسی ہو جائے گی یہ۔۔۔ پھر فائدہ ہی

فائدہ۔۔۔" وہ مکروہ ہنسی ہنس رہا تھا اور ہنستا ہی جا رہا تھا۔۔۔

☆.....☆.....☆

وہ واپسی کے لیے نکل چکے تھے راستہ مختصر اور آسان تھا مگر بارش کی وجہ سے دشوار ضرور ہو گیا تھا بارش کے

باعث پھسلن زیادہ ہو چکی تھی۔۔۔ نانی ماں کے لیے سب سے زیادہ مسئلہ ہو رہا تھا۔۔۔

مکتون نے نانی ماں کو سنبھالا ہوا تھا وہ بہت احتیاط سے نانی ماں کو نیچے لے کر جا رہا تھا۔

"اے آبی۔۔۔ آبی۔۔۔ میرے ساتھ آ۔۔۔" نانی ماں نے آبش کا ہاتھ بھی تھام لیا اب وہ دونوں ہی

نانی ماں کو تھام کر لے جا رہے تھے

”آبی چوری چوری مکنون کے روشن چہرے کو دیکھنے لگی۔۔۔ مون کا ہاتھ نانی ماں کی کمر پر ہاتھ رکھے ہوئے آبی کے ہاتھ پر تھا مون اس بات کو محسوس نا کر سکا تھا مگر مون کے ہاتھ کی حدت کو محسوس کر رہی تھی۔۔۔“

”یہ احساس کتنا خوبصورت تھا کہ وہ مون کی بچپن کی منگ ہے مون بچپن سے اسی کا ہے۔۔۔ اور وہ مون کی۔۔۔ وہ کیا اتنی خوش نصیب تھی کہ مون جیسا مکمل انسان اسکا ہونے والا شریک حیات تھا۔۔۔ مون کی گرفت اسکے ہاتھ پر بے حد سخت تھی۔۔۔ وہ بار بار اسے دیکھ رہی تھی آیا وہ اسکی طرف دیکھے اور وہ اسکو ہاتھ چھوڑنے کا بولے مگر اسکا دھیان راستے پر تھا۔۔۔“

کبھی یوں ہو میرے چارہ گر

یہ ہی رہ گزر میری نالیست ہو

یہ ہی راستے میری منزلوں

کو بے جھجک نکلتے ہوں

یہ ہی رم جھم یہ ہی موسم

میری ذات ہو تیری ذات ہو

میری زندگی

تیری زندگی

دونوں ایک راہ پر چلتے ہوں

تو ملے کبھی یونہی بے وقت

یونہی بے سبب

یونہی بے غرض

میرے دل کے راز میری دھڑکنوں کے ساز

سنے تو اور شام ہو

پھر بات چلے یونہی دور تک
دور سے پھر فلک تک۔۔
ستاروں کی پھر بات ہی
ماہتاب بھی اپنے ساتھ ہو
ہم کہیں کچھ
تو نے کچھ

بات بات میں رات ہو
میرے کانوں میں تو اک بات کہے
اس بات بات میں تکرار ہو
میں روٹھوں تجھ سے
تو منائے مجھے
پھر زندگی یونہی تمام ہو

وہ مون کو دیکھ رہی تھی اسکی نگاہوں کی پیش تھی مون بھی اسے دیکھنے لگا۔۔۔ دونوں کی نگاہیں ملی ہی تھیں
کہ۔۔۔

ان دونوں کے پیچھے آتی ندا کا پاؤں پھسلا اور وہ لڑھکتی ہوئی آہش سے ٹکرائی۔۔۔۔۔ مکنون نے ثانی ماں کو
تو زور سے تھام لیا وہ گرتے گرتے بچ گئیں جبکہ آہش توازن برقرار نہ رکھ سکی۔۔۔۔۔
ندا اور آہش دونوں کی ہی چیخوں سے فضا گونج اٹھی تھی۔۔۔

مون نے کوشش کی آہش کا ہاتھ پکڑنے کی مگر مون کے ہاتھ میں آیا آہش کا ہاتھ پھسل گیا اور وہ ندا کے
ٹکرائے سے سیدھا سائیڈ پے بنی پہاڑی سے نیچے کھائی میں جا گری تھی۔۔۔ جبکہ ندا بھی اسکے ساتھ ہی گری
تھی۔ صبا اور ثانی ماں نے دل تھام لیا شمعون سہم گیا جبکہ مون صبا کو ثانی ماں کا ہاتھ پکڑا کر انکے پیچھے بھاگا
تھا۔۔۔ ارد گرد گزرتے لوگ بھی وہاں جمع ہونے لگے تھے۔۔۔

نانی ماں کا دل جیسے دھڑکنا بھول گیا تھا۔۔۔ آبی۔۔۔ وہ سکتے میں آگئی تھیں۔۔۔

☆.....☆.....☆

"آ۔۔۔ آبی۔۔۔" نور لودھی کی گاڑی میں چند منٹوں کے لیے آنکھ لگی تو دور کہیں سے آبی کی چیخنی ہوئی
آواز سنائی دی جیسے آبش نے انہیں پکارا ہو۔۔۔ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے سوئی ہوئی نور لودھی سیدھی ہو
بیٹھیں۔۔۔

"نور۔۔۔ کیا ہوا سوہنے آبی یاد آ رہی ہے" آصف لودھی نے انکے گالوں کو نرمی سے چھوا تھا۔

"ہاں۔۔۔ جج جی۔۔۔ ایسے لگا جیسے آبی نے پکارا ہو۔۔۔" نور لودھی نے پانی کی بوتل لبوں سے لگالی
عجیب گھبراہٹ ان پر طاری ہونے لگی تھی

"فون کر کے بات کر لو نا وہ بھی اداس ہوگئی تھی۔۔۔ تسلی دو اسکو کے بہت جلد ہم پھر آئیں گے ابھی یہ ٹرپ
مکمل کرنے۔۔۔ آصف لودھی نے محبت سے کہا۔

"یہ ٹھیک رہے گا۔۔۔" نور لودھی نے فون نکال کر آبش کا نمبر ڈائل کیا۔۔۔

"کال ریسیو نہیں کی۔۔۔" نور لودھی نے کال کی مگر دوسری جانب کسی نے اٹینڈ نہیں کی

"اگین ٹرائی کرو۔۔۔" آصف لودھی ڈرائیو کرتے ہوئے بولے

"نہیں انجوائے کرنے دیں گھر جا کر ایک بار ہی بات کروں گی۔۔۔ میں بھی پاگل ہوں۔۔۔ وہ کونسا روز روز
باہر جاتی ہے آج نکل ہی پڑی ہے تو انجوائے کر لے تھوڑا۔۔۔" نور لودھی بظاہر مسکرائی تھیں مگر دل عجیب گھٹن کا
شکار تھا۔

"چلو ٹھیک ہے۔۔۔" آصف لودھی نے اثبات میں سر ہلایا

"اللہ کرے نومی ٹھیک ہوا آصف۔۔۔" نور لودھی نے غم لہجے میں کہا

"انشاء اللہ سب ٹھیک ہوگا نور۔۔۔ پریشان نا ہو۔۔۔"

"آپکو تو معلوم ہے رمشا بھی کتنی پریشان ہو جاتی ہے مجھے انہیں ایسے چھوڑ کر نہیں آنا چاہیے تھا۔۔۔" نور
لودھی کے بے اختیار آنسو بہہ نکلے تھے وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھیں کہ یہ آنسو آبش کی یاد میں بہہ نکلے تھے تھے یا رمشا

"Don't worry everything will be fine"

آصف لودھی نے اٹکا ہاتھ دبا کر انہیں تسلی دی۔۔۔

☆.....☆.....☆

لوگوں کا ہجوم دیکھ کر وہ فوراً اس جانب بڑھا تھا۔

’کیا ہو گیا یہاں۔۔۔ اللہ خیر کرے‘

”راستہ چھوڑ آگے سے ہٹو۔۔۔“ سردار عزیر کے ملازموں نے لوگوں کے بیچ میں سے راستہ بنایا عزیر آگے پہاڑی کے اوپر کھڑی ایک بزرگ خاتون کو سکتے کی کیفیت میں دیکھ چکا تھا انہیں ایک عورت نے تھام رکھا تھا ساتھ ایک لڑکا سہا ہوا کھڑا تھا۔

”ماں جی خیریت۔۔۔ کیا ہوا“ عزیر آگے بڑھ کر تانی ماں کو دیکھ کر بولا۔

”میری بھانجی اور نندا۔۔۔ وہ نیچے گر گئے۔۔۔“ صبار دوتے ہوئے بولی۔

”کیا۔۔۔“ اب وہ یہ تو نہیں جانتا تھا بھانجی کون اور نندا کون مگر وہ یہ ضرور سمجھ گیا کہ یہاں سے کوئی گر گیا ہے۔۔۔ عزیر کو جیسے یقین نا آیا۔۔۔ یہ پہلا واقعہ تھا کہ کوئی اس پہاڑی سے نیچے گرا ہو۔۔۔ یہ کوئی بہت بلند و بالا پہاڑی بھی نہیں تھی جو یہاں سے کوئی گرے اور اپنے پیروں پر سلامت واپس نا آئے۔۔۔

”کون ہے آپکے ساتھ۔۔۔“ عزیر پہاڑی سے نیچے دیکھنے لگا۔۔۔ جہاں ایک نوجوان لڑکا ایک لڑکی کو تھامے اوپر آ رہا تھا لڑکی لنگڑا کر چل رہی تھی۔۔۔

”میرا بیٹا۔۔۔“ صبار بولی

”ماں جی پریشان نا ہوں۔۔۔ وہ لڑکا آپکی بیٹی کو لارہا ہے۔۔۔“ عزیر نے اپنے ملازموں کو بھی مون کی مدد کے لیے بھیج دیا۔۔۔

”ہائے میری۔۔۔ آبی۔۔۔ میری آبی آرہی ہے پتر۔۔۔ یا اللہ تیرا شکر ہے۔۔۔“ تانی ماں عزیر کے بازوؤں کا سہارا لے کر تھوڑا آگے ہو کر دیکھنے لگی۔

اب عزیر کو یہ ہی لگا شاید وہ انکی بیٹی ہے۔۔۔

"مون۔۔۔ مون میری آبی کدھر ہے۔۔۔ ہائے میری آبی۔۔۔" نانی ماں مون اور ندا کو ایک ساتھ اوپر آنا دیکھ کر خوش بھی ہوئی کہ ندا ٹھیک تھی مگر آبی کو نا دیکھ کر نانی ماں کے پھر سے ہوش اڑنے لگے تھے۔۔۔ وہ تقریباً گرنے ہی والی تھیں جب عزیر نے انہیں آگے بڑھ کر تھام لیا۔۔۔

"نانی ماں۔۔۔" مون بھی ندا کو چھوڑ کر نانی ماں کے پاس آ گیا۔۔۔ صبا نے آگے بڑھ کر ندا کو سہارا دیا "میری آبی کدھر ہے پتر۔۔۔ وہ کہاں ہے۔۔۔ اسے بھی لے کر آ مون نہیں تو میں مر جاؤں گی۔۔۔" نانی ماں نے مون کو پکڑ لیا۔

سردار عزیر جیسے کبھی نا کبھی کی کیفیت میں تھا اسے ابھی تک یہ بات سمجھ نا آ سکی تھی کہ ایک کے بجائے دو لڑکیاں گری ہیں۔۔۔

"نانی ماں۔۔۔ آبی مجھے کہیں نظر نہیں آئی۔۔۔" مون نے سر جھکا لیا۔
"کیا مطلب نظر نہیں آئی وہ بھی تو ندا کے ساتھ ہی یہاں گری ہے نا۔۔۔ جا تو اٹھ۔۔۔" صبا نے مون کو اٹھاتے ہوئے غصے میں کہا۔

"ایک منٹ ایک منٹ۔۔۔ آپ سب اپنی اپنی گئے ہوئے ہیں مجھے بھی کوئی بتائے گا کون کون گرا ہے۔۔۔ کیسے گرا ہے۔۔۔" سردار عزیر کی پریشانی بڑھ چکی تھی یہ اسکے باپ کا علاقہ تھا۔۔۔ اس میں یہ واقعہ اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ تھا پھر بزرگ عورت کی ابتر ہوتی حالت بھی تشویشناک تھی۔۔۔

"میری نواسی ہے پتر۔۔۔ کچھ کر۔۔۔ یہ اسکے اوپر گری اور وہ پہلے نیچے گر گئی یہ بعد میں۔۔۔ اب یہ گلوڑا ایک کو لے آیا دوسری کی کوئی خبر نہیں۔۔۔" نانی ماں عزیر کے شانے کو پکڑ کر ندا کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

"نواسی۔۔۔"

"تم لوگ جلدی جاؤ نیچے کونا کونا دیکھو وہ ادھر ہی کہیں ہوگی۔۔۔ آپ فکر نا کریں۔۔۔ ماں جی۔۔۔" کھائی اتنے گہری نہیں ہے۔۔۔ اور تم میرے ساتھ چلو۔۔۔" وہ مون کو لے کر پہاڑی سے نیچے اترنے

لگا۔۔۔ ساتھ دو تین لوگ اور بھی شامل ہو گئے۔۔۔ مزار کے کچھ لوگ بھی عزیر کے پیچھے چل پڑے۔۔۔ وہ سب مل کر اسے ڈھونڈنے نکل پڑے تھے۔۔۔ بادل پھر سے گہرے ہو رہے تھے اس سے پہلے مزید بارش ہوتی وہ لوگ لڑکی کو ڈھونڈ نکالنا چاہتے تھے۔۔۔

"عزیر بے حد پریشان تھا معاملہ لڑکی کا تھا۔۔۔ اور وہ نہیں چاہتا تھا آج کے دن کا اختتام کسی کی موت پر ہو۔۔۔ وہ دل ہی دل میں سب خیر کی دعا کر رہا تھا اس بات سے قطعی بے خبر کے نیچے گرنے والی لڑکی وہی تھی جسے کچھ دیر پہلے وہ زچ کرنے پر ملا تھا"

قسمت کیا خطرناک موڑ لینے والی تھی اس سے سب ہی بے خبر تھے۔

☆.....☆.....☆

"گھر سے جیسے رونق ہی چلی گئی ہے اماں سائیں۔۔۔ بچوں کے جانے سے عجیب خاموشی ہو گئی ہے۔۔۔" سمعیہ جو سندھ اپنے میکے گئی ہوئی تھی واپسی پر بچوں کو ناپا کر اداس ہو گئی تھی۔۔۔ اسکی کوکھ خالی تھی وہ عزیر کے بچوں سے ہی دل بہلاتی تھی۔۔۔

"بچے تو بچے ہیں انکے دم سے ہی رونق ہوتی ہے بیٹی۔۔۔ اللہ تجھے بھی اولاد کی خوشیاں نصیب فرمائے آمین" اماں سائیں لاؤنج میں پڑے شاندار تخت پر ٹکیہ کے ساتھ ٹیک لگائے خوبصورت نفیس سفید اور ہلکی سبز رنگ کی تسبیح پڑھ رہی تھیں۔

"اماں سائیں زرینہ بچے سنبھال لے گی۔۔۔؟ وہ تو بہت ہڈ حرام تھی یاد ہے آپکو 12 بجے سے پہلے تو اٹھتی نہیں تھی۔۔۔" سمعیہ سرخ سیب چھیل کر کاٹنے لگی۔۔۔

"بیٹی بچے اسکے ہیں اسکے پاس ہیں اب تو سنبھالنے پڑیں گے" اماں سائیں بولیں۔

"اماں سائیں اب قدر آئے گی عزیر بھائی کی۔۔۔ اب احساس ہو گا اس نے کیا کھویا۔۔۔ منہ نامتھا اور نخرہ ایسا کے گدھا بھی نا اٹھائے"۔۔۔ سمعیہ کو زرینہ پر نا جانے کیوں شدید غصہ آرہا تھا۔

"چھوڑ خس کم جہاں پاک۔۔۔ مٹی ڈالو اس قصے پے میں تو عزیر کی آنے والی زندگی کو لے کر فکر مند ہوں۔۔۔ عجیب بے حس ہو گیا ہے حالانکہ تو تو جانتی ہے سمعیہ میرا بیٹا کیسا احساس کرنے والا تھا کیسا شوخ تھا

کیسا محبت کرنے والا تھا۔۔۔ اب بھی وہ اپنے ساتھ کچھ برا کر رہا ہے ضرور ہماری اور حاجی سائیں کی غلطی کی سزا وہ خود کو دے رہا ہے۔۔۔ اماں سائیں آبدیدہ ہو گئیں۔

"اماں سائیں آپ لوگوں کو کیا معلوم تھا کہ زرینہ بی بی ایسی نکلیں گی۔۔۔ جو ہو گیا سو ہو گیا۔۔۔ اب ہم عزیر بھائی کی پسند کی ووٹی لائیں گے" سمعیہ نے سلیقے سے کٹے سیب کی پلیٹ اماں سائیں کی جانب بڑھائی۔

"اس طرح کیا ہماری غلطی کا ازالہ ہو سکے گا؟"۔۔۔ اماں سائیں نے سمعیہ کو دیکھا۔

"کافی حد تک۔۔۔" سمعیہ نے پرسوج انداز میں جواب دیا۔۔۔

"کیا باتیں ہو رہی ہیں ساس بہو میں۔۔۔ بھئی میں تو سب کو کہتی ہوں کسی نے ساس بہو کی محبت کی مثال دیکھنی ہے تو ہمارے گھر آ جائے۔۔۔" شانو بی بی سمعیہ کی پلیٹ سے سیب اٹھا کر کھاتے ہوئے بولی۔

شانو بی بی کو ڈرائیور ابھی کالج سے لے کر آیا تھا۔۔۔ وہ بیگ صوفے پر رکھ کر وہیں اماں سائیں کے پاس بیٹھ گئی۔

"نا سلام نادعا پتر۔۔۔ تہذیب بھول گئی ہے شانو۔۔۔" اماں سائیں نے ڈپٹا۔

"سوری اماں سائیں۔۔۔ السلام علیکم اماں سائیں السلام علیکم بھابھی۔" وہ اماں سائیں کے گلے لگ گئی۔

"وعلیکم السلام۔۔۔" وعلیکم السلام۔۔۔" اماں سائیں اور سمعیہ دونوں ہی مسکرائے لگیں۔۔۔

"بی بی صاحبہ۔۔۔ بی بی صاحبہ۔۔۔" چوکیدار بھاگتا ہوا اندر آیا

"کیا ہوا۔۔۔ خیر تو ہے" اماں سائیں اس کے ہاتھ میں ایک بیگ دیکھ کر بولیں۔

"بی بی صاحبہ وہ زرینہ بی بی بچے چھوڑ کر چلی گئیں۔۔۔ اور کہہ گئیں سنبھالو اپنی سو فاقیں۔۔۔" چوکیدار گھبرا کر بولا۔۔۔

"بچے چھوڑ گئی۔۔۔ کہاں ہیں بچے۔۔۔" سمعیہ اور اماں سائیں حیران رہ گئیں۔۔۔

"وہ باہر لان میں۔۔۔" چوکیدار کی بات مکمل ہونے سے پہلے شانو بی بی لان کی جانب بھاگی۔۔۔

جہاں حمزہ فضا کو گود میں بٹھائے رو رہا تھا۔۔۔

☆.....☆.....☆

"گرتے ہوئے تو اسے جیسے بالکل خبرنا ہوئی وہ کب کہاں اور کیسے گری۔۔۔ اسکی کمر پر شاید گہری چوٹ لگی تھی کمر میں ٹیس سی اٹھی تھی وہ اتنا ضرور جانتی تھی ندا سے پہلے وہ گری تھی اور ندا سے زیادہ گہرائی میں گری تھی اونچی نیچی پہاڑیاں اور جھاڑیاں ہی اسے نظر آرہی تھی۔۔۔ کچھ لمحے تو وہ یوں ہی بے سدھ پڑی رہی۔۔۔ وہ اتنی ڈر چکی تھی اتنی سہم چکی تھی کہ اس میں سر اٹھا کر ارد گرد دیکھنے کی قطعی ہمت نہیں تھی۔۔۔ وہ نہیں دیکھنا چاہتی تھی وہ کہاں گری وہ نہیں جانتا چاہتی تھی اسکی کتنی ہڈیاں ٹوٹ چکی ہیں۔۔۔ وہ جیسے منہ کے بل گری ویسے ہی لیتی رہی۔۔۔"

اس پہاڑی سے بالکل نیچے بنی چھوٹی سی پہاڑی سے ندا کی قمیض انک گئی اور وہ با آسانی سہارا لے کر محفوظ جگہ میں بیٹھ گئی تھی اب وہ ارد گرد آبش کو متلاشی نظروں سے دیکھنے لگی۔۔۔ اسکے پاؤں میں شدید چوٹ آئی تھی۔۔۔

"آبش۔۔۔ آبش۔۔۔" وہ روتے ہوئے آبش کو آوازیں دینے لگی ڈر تو وہ بھی گئی تھی۔۔۔ اسے اپنا سانس بند ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔

اتنے میں مون کو نیچے آتا دیکھ کر ندا کی سانسیں بحال ہوئیں۔
 "مون۔۔۔ مون یہاں آؤ۔۔۔" مون اسکی آواز پر اسکی جانب بڑھ رہا تھا۔
 دوسری جانب آبش نے بھی درد سے کراہتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کی۔۔۔ وہ کمر پر ہاتھ رکھ کر اٹھنے لگی جب اسے اپنی کمر پر کچھ گرم گرم چیز کا احساس ہوا۔

اس نے ہاتھ آگے کر کے دیکھا تو اسکا ہاتھ خون میں لت پت تھا۔۔۔
 "آبش۔۔۔ آبی۔۔۔ کہاں ہوا آبی۔۔۔"

وہ ششدری خون میں لت پت اپنے ہاتھ کو دیکھ رہی تھی جب مون کی آواز اسکے کانوں سے لکرائی۔۔۔
 وہ پوری جان لگا کر اٹھنے میں کامیاب ہو گئی۔۔۔ ارد گرد پانی جھاڑیوں اور اونچی نیچی پہاڑیوں کے علاوہ کچھ نہ تھا۔۔۔ وہ تھوڑی ہمت کر کے آگے ہوئے۔۔۔

"آبش۔۔۔" ندا کی آواز پر وہ پلٹی اور الٹی سمت چلنے لگی۔۔۔

مون مسلسل اسے آوازیں دے رہا تھا اور وہ ان آوازوں کا پیچھا کرتی اور پر آرہی تھی۔۔۔ درد اگرچہ ناقابل برداشت تھا مگر اسکا مون اور ندا کی نظروں میں آنا ضروری تھا۔۔

وہ تھوڑا چل کر رک گئی مون اور ندا اسے اوپر کافی اوپر کھڑے نظر آ گئے تھے۔۔۔ اسکی آنکھیں ان دونوں کو دیکھ کر چمک اٹھی تھیں۔۔۔ وہ چل چل کر تھک چکی تھی کمر پر لگا زخم اسے تکلیف دے رہا تھا وہ سانس لینے کے بعد سر اٹھا کر انہیں دیکھنے لگی۔۔۔ اس نے ہاتھ اٹھایا اور اس سے پہلے وہ ندا اور مون کو آواز دے کر متوجہ کر پاتی کسی نے اسکے منہ پر زور سے ہاتھ رکھ لیا۔۔۔ اور اسے بجلی کی سی تیزی سے لے کر پہاڑی کے پیچھے ہو گیا۔۔۔ آہش کی آنکھیں حیرت و ڈر سے پھیل گئیں وہ اس اچانک افتاد پر حواس باختہ ہو گئی۔۔۔ وہ جو کوئی بھی تھا اس نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر ایک رومال پر دوا لگا کر اسکے ناک پر رکھ دی۔۔۔ اور آہش کی آنکھوں کے آگے پل بھر میں اندھیرا چھا چکا تھا۔



"what the hell is this?"

"کیا بد تمیزی ہے یہ رمشا۔۔۔ یہ کیا حرکت کی تم نے تم اس حد تک جھوٹی ہو سکتی ہو میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔۔۔" آصف لودھی کو گھرا کر جب لومی نے سب بات بتائی تو وہ غصے میں دندنا تے ہوئے رمشا کے کمرے کی جانب بڑھے۔۔۔ کمرے میں آتے ہی بیڈ پر مزے سے لیٹی رمشا اچھل کر اٹھ بیٹھی۔

"ام سوری پاپا۔۔۔" وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔

"وہاٹ۔۔۔۔۔ سوری۔۔۔ تمہیں پتہ ہے تم نے کیا حرکت کی ہے تم نے اس عورت کی خوشی کو سپونل کر دیا جس نے تمہاری ماں کے مرنے کے بعد تمہیں ماں بن کر پالا جس نے اپنی لگی بیٹی پر تمہیں فوقیت دی۔۔۔ مجھ سے زیادہ تمہیں محبت دی۔۔۔ اور تم۔۔۔" آصف لودھی سر پکڑ کر ڈرینگ کے سامنے پڑے سٹول پر بیٹھ گئے۔

"پاپا ایم ریلی ویری سوری۔۔۔ مگر۔۔۔" رمشا آصف لودھی کے قدموں میں بیٹھ گئی۔

"کیوں کرتی ہو ایسا رمشا۔۔۔ کیوں۔۔۔ اسلئے کہ تمہیں میں نے ضرورت سے زیادہ محبت دی۔۔۔ تمہاری ہر جائز ناجائز خواہش پوری کی۔۔۔ تمہیں دنیا بھر کی خوشیاں مہیا کیں۔۔۔" آصف لودھی براہ راست

اسکی آنکھوں میں دیکھ کر بولے۔۔۔ جہاں کوئی شرمندگی نہیں تھی۔

"پاپا آپ بھی تو مجھے اکیلا چھوڑ گئے۔۔۔" اس نے ایک عجیب سا جواز رکھا۔

"حزہ بھی تو تھا۔۔۔ زلیخا بھی تھی۔۔۔ یہ بہت ہی نامناسب بات کی تم نے۔۔۔ اور میں جانتا ہوں یہ سب تم نے اسلئے کیا تاکہ نور اپنی بیٹی کو نائم نادے سکے۔۔۔"

"تمہاری وجہ سے میں آج نور کے آگے شرم سے پانی پانی ہو گیا ہوں۔۔۔ بلاشبہ اسکی بیٹی بے حد عظیم ہے۔۔۔ وہ ایک عظیم ماں کی عظیم بیٹی ہے اور ایک تم۔۔۔ جس نے آج تک مجھے صرف ذلت دی ہے صرف ذلت۔۔۔" تیزی سے رمشا کے کمرے کی جانب آتی نور آصف لودھی کی آواز سن کر رک گئیں۔

"لیکن ایک بات کان کھول کر سن لو۔۔۔ تمہاری جگہ اپنی۔۔۔ تمہارے لیے میری محبت ایک طرف مگر یاد رکھو۔۔۔ تمہاری ماں مجھے سب سے پہلے ہے۔۔۔ اسکی خوشی میں میری خوشی ہے اس نے میری خاطر تمہیں مجھ سے بھی زیادہ محبت دی میں اسکا احسان کبھی بھی نہیں چکا سکتا۔۔۔ صرف تمہاری وجہ سے وہ اپنی بیٹی سے دور ہے۔۔۔ ہاں میری بیٹی کی وجہ سے اس نے اپنی بیٹی کو چھوڑ دیا۔۔۔ وہ ماں ہے دن رات اپنی بیٹی کی یاد میں تڑپتی ہے مگر لبوں سے کبھی گلہ نہیں کرتی۔۔۔ تم۔۔۔ تم نے اس عورت سے جھوٹ بولا۔۔۔ نا صرف جھوٹ بلکہ اسکے جذبات کو ٹھیس پہنچائی ہے۔۔۔ کبھی اس عورت کی خوشی کے بارے میں بھی سوچ کر دیکھو۔۔۔" آصف لودھی کہہ کر غصے سے باہر نکل گئے جبکہ نور لودھی اٹکبار آنکھیں لیے دروازے کی اوٹ میں ہو گئیں۔۔۔

☆.....☆.....☆

"عزیر۔۔۔ کیسے ہوا یہ سب۔۔۔ بچی کا کوئی پتہ چلا" حاجی سائیں اور ولید تیزی سے اپنی گاڑی سے اتر کر سردار عزیر عباس کی طرف بڑھے۔۔۔ انکی گاڑی کے پیچھے دو مزید گاڑیاں تیزی سے آن کھڑی ہوئیں جن میں ایک پولیس کی گاڑی تھی عزیر نے فون کر کے انہیں تمام مسئلے سے آگاہ کر دیا تھا۔

"بابا سائیں کچھ پتہ نہیں چل رہا۔۔۔ نا جانے زمین کھا گئی یا آسمان نکل گیا لڑکی کہیں نہیں ملی دو گھنٹے سے کونا کونا چھان مارا ہے سب نے مگر نہیں۔۔۔" عزیر عباس حاجی سائیں کے ساتھ کھڑے ولید علاقے کے ایس ایچ او اور ڈی ایس پی کو دیکھ کر بولا وہ ان سب کو جانتا تھا۔

"حاجی سائیں یہ اس علاقے میں پہلا واقعہ ہے۔۔۔ جنگلی لڑکی ہے وہ اپنا زبانی ایک بار بیان دیں تاکہ کاروائی شروع کی جاسکے۔۔۔" ڈی ایس پی حاجی سائیں کو دیکھ کر بولا۔

"کچھ بھی کر شاہ زمان مجھے ہنسی ہر قیمت پے چاہیے۔۔۔" حاجی سائیں یہ سن کر ہی پریشان ہو چکے تھے کہ معاملہ جوان لڑکی کا ہے۔۔۔ اور ملکہ پور میں بھی دو تین بچیوں کی گمشدگی کا ذکر وہ سن چکے تھے۔۔۔

"عزیر لڑکی کے گھر والے کدھر ہیں۔۔۔" ولید عزیر کے پاس آ کر بولا۔

"یہ اسکا کزن ہے ساتھ نانی اور خالہ تھیں نانی کی حالت بہت خراب تھی ابھی انہیں گھر بھجوایا ہے۔۔۔" عزیر نے مون کی جانب اشارہ کیا

"عاصم ماموں۔۔۔" مون عاصم کو بانٹیک پر آنا دیکھ کر انکی جانب بڑھا

"آبی کدھر ہے مون۔۔۔ کہاں ہے آبی۔۔۔ کچھ پتہ چلا۔۔۔ ملی آبی۔۔۔" عاصم از حد پریشانی سے بانٹیک چھوڑ کر مون کی جانب لپکا

"نہیں ماموں۔۔۔ کچھ پتہ نہیں چلا۔۔۔" مون سر جھکا کر بولا اور عاصم ایک لمحہ کو تو لڑکھڑا کر رہ گیا۔

عزیر کی نظریں ان دونوں کی طرف ہی تھیں وہ تیزی سے انکی جانب بڑھا۔۔۔

"یہ آبی کے ماموں۔۔۔" مون نے عزیر کو بتایا

"حوصلہ رکھیں اور اللہ سے دعا کریں آپکی بھانجی مل جائے گی ہم سب یہاں اسلئے ہی اکٹھے ہوئے ہیں۔۔۔"

مکتون تم جا کر بیان دو۔۔۔ آپ آئیں میرے ساتھ۔۔۔" عزیر عاصم کو ساتھ لے کر پہاڑ کی اس جگہ پر آن کھڑا ہوا جہاں سے وہ گری تھیں

اندھیرا ہر سو پھیل رہا تھا عزیر نے سر توڑ کوشش کی کہ اندھیرے سے پہلے پہلے وہ لڑکی کو ڈھونڈ لے مگر نہیں۔۔۔ اب حاجی سائیں اپنی نگرانی میں دوبارہ تلاش شروع کر دیا چکے تھے۔۔۔

"ملکہ پور میں پہلے بھی دو تین گمشدگی کے واقعات پیش آ چکے ہیں مجھے عجیب پریشانی ہو رہی ہے سردار صاحب۔۔۔" عاصم حاجی سائیں کو دیکھ کر پہچان چکا تھا وہ ملکہ پور کے سرداروں کو جانتا تھا۔۔۔

"مجھے جانا چاہیے۔۔۔" عاصم نیچے اترنے لگا جب عزیر نے اسے روک دیا۔

"نہیں یہ لوگ سب دیکھ چکے ہیں۔۔۔۔۔ پولیس بھی حاجی سائیں اپنی تسلی کے لیے دوبارہ بھیج چکے ہیں۔۔۔ تم لوگ دعا کرو باقی کام ہم پر چھوڑ دو ہمارے گاؤں کی لڑکی ہے ہماری بہن بیٹی ہے۔۔۔ ہم ایسے نہیں چھوڑیں گے۔۔۔ ڈھونڈ نکالیں گے۔۔۔" ولید بھی پاس آ کر عاصم کو تسلی دینے لگا۔۔۔

ڈیڑھ دو گھنٹہ کی مزید تلاش پر بھی کچھ معلوم نہا ہوسکا۔۔۔

لڑکی پر اسرار طور پر غائب ہے۔۔۔ ہر طرف یہ ہی باتیں ہونے لگیں۔۔۔ حاجی سائیں تو سر پکڑ کر ایک پتھر پر بیٹھ گئے وہ عزیر کی وجہ سے جس پریشانی میں مبتلا تھے اسے تو یکسر بھول چکے تھے اب مسئلہ سنگین تھا کسی کی بیٹی کی جان عزت و آبرو کا معاملہ تھا۔

مون پریشانی سے کبھی یہاں کبھی وہاں بھاگ رہا تھا عاصم کے ہوش اڑے ہوئے تھے آبلش کی صورت اسکی آنکھوں میں بار بار آرہی تھی اور دل میں ہول اٹھنا شروع ہو چکے تھے۔۔۔

"عزیر تو پترانکے ساتھ گھر جا اور بچی کی کوئی تصویر لے کر آ۔۔۔" گھر والوں کو حوصلہ دے پولیس ادھر ہی ہے ابھی۔۔۔" حاجی سائیں نے عزیر کو مون اور کچھ ملازموں سمیت روانہ کیا جبکہ عاصم وہاں سے جانے پر رضا مند نہا ہوا۔۔۔

☆.....☆.....☆

"اماں۔۔۔ اماں۔۔۔ آبی کو کچھ نہیں ہوگا۔۔۔ اماں خود کو سنبھالیں۔۔۔" صباروتی ہوئی آنکھوں سے نانی ماں کو پانی پلاتے ہوئے بولی۔

"ہائے ابھی تک کیوں نہیں ملی۔۔۔ صبا میری سات پردوں میں رہنے والی آبی۔۔۔ میرے جگر کا ٹکڑا۔۔۔ ہائے کیوں نہیں ملی۔۔۔" نانی ماں کبھی سینے پر کبھی زمین پر ہاتھ مارنا شروع کر دیتیں۔

"نور کو فون کر۔۔۔ اسے بتا۔۔۔ ہائے میری بچی۔۔۔ پہلے بیٹے کے دکھ میں گئی اب آبی کی خبر کیسے سنے گی۔۔۔ اسے بول دعا کرے۔۔۔ ماں کی دعا میں بہت طاقت ہے۔۔۔" نانی ماں مسلسل رو رہی تھیں۔

عروہ اور اسکے سب گھر والے بھی جمع ہو گئے تھے۔۔۔ عروہ کے آنسو رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے عروہ کی ماں نے آیت کریمہ کا ورد شروع کر دیا تھا۔۔۔ جس جس کو پتہ چل رہا تھا سب گھر میں جمع ہونے لگے تھے جیسے

"ہیلو۔۔۔ نور۔۔۔" صبا نے نور کو فون ملایا۔

"صبا باجی۔۔۔ کیوں رو رہی ہو۔۔۔ سب خیریت ہے۔"۔۔۔ نور نے سائیڈ لیپ آن کیا۔

"نور-----" صبا نے ساری بات بتا کر فون رکھ دیا۔

”آصف۔۔۔ آصف۔۔۔“ نوروز روزور سے چلانے لگی۔۔۔

آصف کے ساتھ ساتھ رمشا حمزہ اور زلیخا بھی نور کے کمرے کی جانب بھاگے۔

[illegible]

”آبش۔۔۔“ آصف لودھی نے لاسٹ کال پر کال بیک کی۔۔۔

”مرگنی تمہاری ماں خوش ہو جاؤ۔۔۔“ آصف لودھی سرخ ہوتی آنکھوں کے ساتھ رمشا کو دیکھ کر بری طرح دھاڑے۔۔۔

رمشاہم کر پچھے ہو گئی۔۔

”نور۔۔۔ نور ہوش کرو۔۔۔ ہماری آبی کو کچھ نہیں ہوگا کچھ بھی نہیں۔۔۔“ آصف لودھی اب نور کو ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگے۔

☆☆☆☆☆

"یار میچ شروع ہو گیا تو کدھر ہے۔۔۔" ملک اسلم کا فون تھا

"ملک صاحب میں کسی ایمر جنسی میں پھنسا ہوں۔۔۔ ابھی نہیں آ سکتا کل ملاقات ہوتی ہے۔۔۔" وہ اپنی گاڑی خود چلاتا تھا جلدی سے بول کر فون بند کر دیا ٹھیک پانچ سیکنڈ بعد فون دوبارہ بجنے لگا۔۔۔

"ملک صاحب کہا نا ایمر جنسی ہے نہیں آ سکتا۔۔۔"

"پتر گھر میں بھی کوئی ایمر جنسی ہو سکتی ہے۔۔۔ تھوڑا دھیان گھر میں بھی دے دیا کر۔۔۔" اماں سائیں دھیمے لہجے میں بولیں۔

"اوہ اماں سائیں۔۔۔ معذرت! میں سمجھا۔۔۔"

خیر بتائیں خیریت ہے آپ نے فون کیا۔۔۔" وہ صبح سے بھاگ دوڑ کر کر کے بے حد تھک چکا تھا اسکے اعصاب پر پریشانی سوار تھی۔

"زرینہ بی بی آج بچے دروازے کے آگے پھینک کر چلی گئی۔۔۔ اور ساتھ پیغام دیا کہ اپنی سو فائیں سنبھالو۔۔۔ تو گھر آ پتر۔۔۔" اماں سائیں بھی پریشان تھیں۔

"کیا۔۔۔" وہ چند لمحوں خاموش ہو گیا گاڑی میں مون اور ملازموں کی موجودگی میں وہ بولتا بھی کیا۔

"ہاں اور فضا کی طبیعت بے حد خراب ہے۔۔۔ تیز بخار ہے اسے۔۔۔ جلدی آ جا میرا پتر۔۔۔" اماں سائیں فون بند کر چکی تھیں۔۔۔

اور عزیز عباس مزید الجھن میں گرفتار ہو گیا تھا۔۔۔ وہ آبش کے گھر ضرور گیا ان سب کو تسلی بھی دی مگر آبش کی تصویر لینا وہ بھول گیا تھا آدھا گھنٹہ بیٹھنے کے بعد وہ وہاں سے لال حویلی کی جانب نکل پڑا۔۔۔ اتنا پتھر تو وہ بھی نہیں تھا کہ اپنی ہی اولاد سے بے اعتنائی برتا۔۔۔

فضا کا چیک اپ کروا کر دونوں بچوں کے لیے ڈھیر ساری کھانے پینے کی چیزیں لے کر وہ گھر آیا بچوں کو گھر کی تمام خواتین نے سنبھال لیا تھا۔۔۔ انہیں بھی خبر مل چکی تھی عزیز آج سارا دن کتنا پریشان رہا ہے۔۔۔

وہ شاور لینے کے بعد ہلکا سا سفید رنگ کا کرتا پہن کر بیڈ پر لیٹ گیا۔۔۔ کمرے کا اے سی وہ شاور لینے سے پہلے ہی آن کر جاتا تھا۔۔۔

بیڈ پر لیٹتے ہی اسے اسی کی ٹھنڈک بہت بھلی لگی تھی اس نے آنکھیں بند کر لیں۔۔۔
اور آنکھیں بند کرنے کے بعد جو چہرہ اسے نظر آیا وہ تھا آبش کا۔۔۔۔

☆.....☆.....☆

آبش کے گھر والوں کے دن جس اذیت و تکلیف میں گزر رہے تھے یہ وہ ہی جانتے تھے۔۔۔ ایک ہفتہ ہونے کو آیا تھا مگر آبش کا کوئی پتہ نالگا پایا تھا سردار عزیز ولید اور حاجی سائیں نے سر توڑ کوشش کی آصف لودھی نے اپنے تمام ذرائع استعمال کیے۔۔۔ ابھی بھی دن رات کوششیں جاری تھیں مگر کوئی سراغ ہاتھ نہ لگ رہا تھا۔۔۔ کوئی اسے بھوت پریت کی کارستانی کہتا تو کوئی اغوا برائے تاوان کی۔۔۔ ڈی ایس پی نے اتنا ضرور بتایا تھا کہ یہ کیس بھی پیچھے تین کیسز جیسا ہے کہیں ناکہیں ان سب کی کڑیاں ملتی ہیں۔۔۔ عزیز کوشش کر رہا تھا مگر وہ اپنی ذاتی زندگی کو لے کر بہت پریشان تھا۔۔۔ بچوں کو دن رات دیکھ کر وہ زیادہ تر چڑچڑاسا ہو جاتا اسے دیکھتے ہی زرینہ اس کے دماغ میں آتی اور وہ غصے میں گھر سے نکل جاتا ہے۔۔۔ ان دو تین دنوں میں اس نے جی بھر کے جوا کھیلے۔۔۔۔

اور زیادہ تر وہ ہارا ہی تھا۔۔۔ زندگی سے اس کا دل جیسے اچاٹ ہونے لگا تھا۔۔۔ وہ کتنے کتنے گھنٹے ویران سڑکوں پر گشت کرتا رہتا جوا کھیلے۔۔۔ کار ریٹنگ کرتا مگر دل تھا کہ بھلنے میں نہیں آتا تھا۔۔۔ ایک دن وہ گزرتے گزرتے شاہ جی سے ملنے چلا گیا۔۔۔۔ "شاہ جی زندگی سے دل اکٹا گیا ہے۔۔۔ ہر شے دل سے اتر گئی ہے۔۔۔" وہ شاہ جی کو ملنے آیا ان کے خیریت دریافت کرنے پر بولا

"بے مقصد زندگی سے دل اکٹانا کونسا بڑی بات ہے سردار صاحب۔۔۔" شاہ جی نے مسکراتے ہوئے عزیز کے سامنے خشک فروٹ کی ٹوکری رکھی۔ "مقصد بھی کیسے دیا جائے۔۔۔" وہ با دام چن کر کھانے لگا۔

"اللہ سے اپنے حق میں دعا کرنے سے مقصد بھی مل جاتے ہیں۔۔۔ اور جب کوئی مقصد مل جائے تو زندگی درست معنوں میں خوبصورت لگنے لگتی ہے۔۔۔ سچ پوچھو تو خوشی اور غمی کی پہچان بھی تب ہوتی ہے۔۔۔"

”ہم۔۔۔“ وہ چپ ہو گیا اسکی زندگی بے مقصد تھی۔۔۔ بے رونق تھی بے کیف تھی۔۔۔

آج جمعہ تھا اور نماز جمعہ کے بعد اس نے رب تعالیٰ سے دعا میں زندگی جینے کا مقصد مانگا تھا۔۔۔

☆.....☆.....☆

”آج سرکار آئیں گے تجھے دیکھنے خبردار جو شور شرابہ یا یہ رونا دھونا کیا اور نہ جان سے مار ڈالوں گا۔۔۔“
بچھلے چار دن سے تیرے نازنخرے اٹھا رہے ہیں آج تو بھی اپنے ٹھکانے جائے تو کوئی سکون ملے۔۔۔“ وہ
موٹا سا آدمی اسے چار دن سے دودھ اور فروٹ زبردستی کھلا پلا رہا تھا۔۔۔ اس کے انکار پر اسکی عزت کو تار تار کرنے
کی دھمکی دی جاتی اور وہ آنسو بہاتے چپ چاپ سب زہر مار کر لیتی۔۔۔

”اسے ایک دن بعد ہوش آیا تھا تو وہ ایک عجیب و غریب کمرے میں تھی۔۔۔ جہاں رونے چیخنے چلانے کے
علاوہ کوئی آواز نا آتی تھی۔۔۔ وہ آواز کبھی زنانہ ہوتی اور کبھی مردانہ۔۔۔ پہلے دن اسے صبح سے رات تک مار مار
کے بے سدھ کر دیا گیا۔۔۔ مگر اگلے دن سے اسکا خیال رکھا جانے لگا۔۔۔ اسے رکھا تو اسی تاریک تنگ سے
کمرے میں ہوا تھا۔۔۔ مگر ایک بندہ 24 گھنٹے اس کے سر پر سوار رہتا جو اس پر ہی نظر رکھتا وہ ڈری سہی بس ایک جگہ
بیٹھی رہتی۔۔۔ کبھی روتی کبھی روتے روتے سو جاتی۔۔۔

”آج رات اسے پہلے میرے پاس لے کر آنا تھوڑا ہم بھی اس جوانی سے فائدہ اٹھائیں اور پھر اسکو
افغانستان والی سائیڈ پر بھیجنا ہے وہاں سے اسے بندہ لے جائے گا۔۔۔“ اسکی آنکھ لگی ہی تھی کہ ایک مردانہ آواز
پر اسکی آنکھ کھل گئی۔۔۔ کمرے میں ایک نہیں دو نفوس تھے۔۔۔

وہ جو کوئی بھی تھا کہہ کر جا چکا تھا۔۔۔ آبی سانس روکے آنکھیں بند کیے لیٹی رہی۔۔۔

اب آوازیں ساتھ والے کمرے سے آرہی تھیں کسی آدمی کو بے دردی سے مارا جا رہا تھا۔۔۔ اسکی دردناک
چیخوں سے اس جگہ کے درود یوار لرز رہے تھے۔۔۔ آہش آنکھیں زور سے بند کیے بے آواز رو رہی تھی۔۔۔

کچھ دیر بعد وہ اٹھ بیٹھی اور اس نے اپنا دوپٹہ کمرے میں موجود اس موٹے کالے آدمی کے آگے ڈال
دیا۔۔۔ اور دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔۔۔ وہ رو رہی تھی اور بے تحاشا رو رہی تھی۔۔۔ وہ آدمی حیرت سے اسے

دیکھنے لگا۔۔۔

"میں یتیم ہوں۔۔۔ میرا کوئی بھائی نہیں۔۔۔ مگر تمہاری بہن ضرور ہوگی تمہیں اسکی عزت کا واسطہ میرے پاس میری عزت کے علاوہ کچھ نہیں۔۔۔ مجھے جانے دو مجھے یہاں سے نکالو۔۔۔ تمہیں اللہ رسول کا واسطہ۔۔۔ نہیں کر سکتے تو مجھے زہر لادو میں وہ کھا کر مر سکتی ہوں مگر اپنی عزت تار تار نہیں کروا سکتی۔۔۔" وہ روتے روتے زمین بوس ہو گئی۔۔۔

اسکے اوپر کسی نے دوپٹہ دیا تھا۔۔۔ اور وہ وہی شخص تھا۔۔۔ جسکی آنکھوں میں آنسو تھے۔

☆.....☆.....☆

افق پر چاند کی بکھری چاندنی ساتھ بہتی چھوٹی سی شفاف ندی اور ندی کے ساتھ ساتھ چلتا بل کھاتا یہ راستہ۔۔۔ دیکھنے کو منظر مکمل تھا عاشق و معشوق کے لئے گویا یہ منظر بہت سہانا تھا مگر اس لڑکی کے لئے اس راستے پر ایک ایک قدم چلنا گویا پل صراط پر چلنے کے مترادف تھا وہ اس جگہ کی دلکشی و رعنائی کی پرواہ کیے بغیر ناک کی سیدھ میں بھاگ رہی تھی بارہا وہ ٹھوکر لگنے سے گری سنبھلی اور پھر بھاگنے لگی جگہ جگہ سے پھٹا میلا لباس، ملگجا ساحلیہ اور خوف و وحشت کی داستاں سناتیں سرخ آنکھیں۔۔۔ وہ مکمل طور پر بدحواس ہو چکی تھی.. اسے بھاگنا تھا اور کسی بھی طرح بہت دور جانا تھا۔۔۔ اسے نہیں معلوم تھا وہ کہاں ہے مگر اسے صرف دور جانا تھا۔۔۔ اس شخص نے اسے باہر کا راستہ بتا کر صرف اتنا کہا تھا۔

"بی بی آگے تیری قسمت۔۔۔"

اسے بھاگتے ہوئے بمشکل دس منٹ ہی گزرے تھے کہ دور جھاڑیوں سے اسے کچھ لوگوں کے بھاگنے کی آواز سنائی دی۔۔۔ ٹارچ کی روشنی بھی کہیں کہیں بکھر رہی تھی وہ چند لمحوں کے لئے بالکل مایوس ہو گئی سرچکرا گیا اپنی بربادی اسے سامنے نظر آنے لگی بد نصیبی اسکا پیچھا کر رہی تھی آنکھوں سے آنسو بری طرح بہنے لگے ارد گرد نگاہ دوڑائی سوائے کھیتوں کے کچھ نظر نہ آیا۔۔۔

یا خدا یا میں کدھر جاؤں مجھے بچالے۔ اس نے سراو پر کر کے دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔۔۔ اور اسی لمحے نا جانے کہاں سے اس میں اتنی طاقت آگئی وہ بنا پیچھے دیکھے دوڑنے لگی۔۔۔ چاند کی چاندنی بھی غنیمت تھی وہ با

آسانی بھاگ سکتی تھی۔۔۔ وہ کھیتوں کے بیچ سے ہوتی ہوئی کافی دیر تک کچے کچے راستوں پر بھاگنے کے بعد تھک کر ڈھے گئی درخت کی اوٹ میں اپنے نڈھال وجود کو دھکیلتے ہوئے اس کے پاؤں پرنا جانے کسی کیڑے نے کاٹا یا کوئی کاٹنا چبھا وہ سمجھ نہیں پائی مگر تکلیف سے اسکی چیخ نکلی۔ بمشکل اس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی آواز کا گلہ گھونٹنے کی کوشش کی۔۔۔

اسکے ایک طرف موت اور دوسری طرف صرف اور صرف بربادی تھی وہ اب اپنا آپ ان دونوں کے حوالے کرنے کو تیار تھی۔۔۔

آدھا گھنٹہ بھاگنے کے بعد اسکی ہمت جواب دے چکی تھی۔۔۔ اس میں ہلنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی اب وہ یہاں پڑے پڑے جنگلی جانوروں کی خوراک بنی یا پھر خود کو ان درندوں کے حوالے کر دیتی جو اسے نوچ کھانا چاہتے تھے۔۔۔ مسلسل بھاگنے سے وہ نڈھال تو ہو چکی تھی ساتھ ہی ساتھ بڑھتی ہوئی پاؤں کی تکلیف اب برداشت سے باہر ہو رہی تھی۔ آنکھوں کے آگے اب بس تاریکی ہی تاریکی تھی۔۔۔ ماضی کا تو معلوم نہیں مگر اب اسکا حال اور مستقبل دونوں ہی اسے تاریک لگ رہے تھے۔۔۔

امی۔۔۔۔۔ وہ سر درخت سے ٹکا کر اپنی ماں کو یاد کر کے رو پڑی تھی۔۔۔

”امی مجھے بچالیں امی۔۔۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے امی“

وہ کسی منہی بچی کی طرح بری طرح رونے لگی تھی۔۔۔

روتے روتے اسکی ہچکیاں بندھ چکی تھیں ماں کا حسیں سراپا اسکی آنکھوں کے سامنے آیا تھا۔۔۔

وہ دھندلا سا اپنی ماں کا وجود دیکھ کر بند ہوتی آنکھیں فٹ سے کھول بیٹھی تھی۔۔۔

اگلے ہی پل وہ وجود وہاں سے غائب ہو چکا تھا۔۔۔

اس نے اپنی آنسوؤں سے لبالب بھری آنکھوں کو زور سے رگڑ کر ادھر ادھر دیکھا چاند کی چمکتی چاندنی میں ماسوائے کھیتوں کے کچھ نظر نہ آیا۔۔۔

وہ ایک بار پھر مایوس ہو گئی۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں میں اپنے کھلے سیاہ بالوں کو جکڑ لیا۔

”یا اللہ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا مجھے یوں اپنی موت کی دعا بھی کرنا پڑے گی، اب یا تو مجھے یہاں سے نکال

یا پھر مجھے ابھی اسی وقت موت دے دے۔۔۔ وہ بری طرح رو رہی تھی۔۔۔

قریب آتی قدموں کی آوازوں نے اسے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

”جب بھی مشکل پڑے یا اللہ یا رحمن یا رحیم کا ورد کیا کرو“ کوئی بازگشت سنائی دی تھی

وہ دل ہی دل میں ورد کرنے لگی۔۔۔ دونوں آنکھیں بند کر کے اس نے خود کو اپنے رب کے سپرد کر دیا

تھا۔۔

اچانک تیز روشنی اس پر پڑی۔۔۔ تو اسکا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا اسے اپنا دل بند ہوتا شاید پہلی بار محسوس ہوا تھا



سوئی دا دوا
سرسر

"بچی ابھی تک کیوں نہیں ملی ولید۔۔۔ ملکہ پور کی یہ چوتھی لڑکی غائب ہے اور یہ والی بچی تو جس طرح پھر عبداللہ کے عرس والے دن اس جگہ سے غائب ہوئی تشویشناک ہے۔۔۔ سارے علاقے میں خبر آگ کی طرح پھیل چکی ہے اس لڑکی کا ملنا بے حد ضروری ہے ورنہ ہماری کیا خاک عزت رہے گی۔۔۔" حاجی سائیں آبلش کو ڈھونڈنے کی سر توڑ کوشش کر رہے تھے مگر تمام تر کوششیں بے کار ہو چکی تھیں ایک ہفتہ ہونے کو آیا تھا آبلش لا پتہ تھی۔۔۔ آبلش کے گھر والے کبھی تھانوں کبھی حاجی سائیں کے ڈیروں کے چکر پے چکر لگا رہے تھے مگر کوئی مثبت خبر حاجی سائیں کے پاس ناپا کر مایوس لوٹ جاتے۔۔۔

"ہائے جنگلی بچی ہے کیسے وہ ماں تڑپ رہی ہوگی جوان بچی ہے اور یہ دیکھو کتنی پیاری شکل و صورت کی ہے۔۔۔ یا اللہ اس بچی کو محفوظ رکھ۔۔۔" بی بی سائیں نے آبلش کی تصویر تمام رکھی تھی جو ولید ہی آبلش کی تلاش کے سلسلے میں گھر لے کر آیا تھا

"بابا سائیں پوری کوشش کر رہے ہیں تمام ذرائع استعمال کر رہے ہیں پہلی بچیوں کا تو کچھ کہہ نہیں سکتے کہ وہ خود گئیں یا اسی طرح غائب ہوئیں مگر اس لڑکی کا کیس بہت ہی پیچیدہ ہوتا جا رہا ہے کوئی کڑی نہیں مل رہی کوئی سراغ ہاتھ نہیں لگ رہا۔۔۔ لڑکی نیچے گری اور آنا کا نا غائب ہو گئی بے یقینی والی بات ہے۔۔۔ کوئی اتنی بھی گہرائی نہیں تھی کہ بندہ ملنا مشکل ہو جائے۔۔۔ پھر بھی آپکے سامنے ہی ہے 2 گھنٹے تک پولیس نے اسے ہر طرف تلاش کیا۔۔۔ لڑکی تو دور اسکی موجودگی تک کا کوئی ثبوت نہیں وہاں۔۔۔۔۔" ولید پریشانی سے بول رہا تھا

"پہلی بار ملک صاحب کے ہاتھ کسی کام کی مکمل ذمہ داری سوچی مگر یہ دیکھ ولید کتنی بڑی مصیبت بنا کے رکھ دی اس نے۔۔۔" حاجی سائیں کی توپوں کا رخ سردار عزیر کی جانب پھر چکا تھا

"حاجی سائیں اس میں اس کا کیا قصور اسے جو ذمہ داری آپ نے دی اس نے بخوبی نبھائی۔۔۔ اس بات سے عزیر کا کیا لینا دینا۔۔۔" بی بی سائیں شدید صدمے کی کیفیت میں بولیں۔۔۔

حاجی سائیں نے ایک ناراض سی نگاہ بی بی سائیں پر ڈالی اور خاموشی سے ٹی وی لاؤنج میں پڑے قیمتی صوفے پر بیٹھ گئے۔

"آپ پریشان ناہوں بابا سائیں۔۔۔ ماجد میرا بہترین دوست ہے ڈی ایس پی ہے آج اسے لاہور سے بلوایا ہے اب آگے اس کیس کی انکوائری کروانا اسکی سرور د ہے اور مجھے یقین ہے کوئی نا کوئی پیش رفت ضرور ہو گی۔۔۔" ولید نے حاجی سائیں کو تسلی دی اور آنکھوں ہی آنکھوں میں بی بی سائیں کو بھی سب ٹھیک ہو جائے گا کہا تھا

"اللہ کرے ایسا ہی ہو۔۔۔" حاجی سائیں نے دل سے دعا کی تھی

"سمعیہ پتر کھانا لگا دے ولید کے لیے۔۔۔ جا ولید تو کھانا کھا۔۔۔" بی بی سائیں نے سمعیہ کو باہر لان سے اندر آرہی تھی اسے آواز دی

"جی اماں سائیں۔۔۔ میرے کمرے میں ہی لے آؤ سمعیہ" ولید کہہ کر کمرے میں ہی چلا گیا

لال حویلی میں مغرب کی نماز کے بعد رات کا کھانا کھالیا جاتا اور عشاء کی نماز کے بعد سب اپنے اپنے کمروں میں سونے چلے جاتے۔۔۔ مگر جب کبھی کوئی لیٹ آتا تو وہ اپنے کمرے میں ہی کھانا کھاتا تھا۔۔۔

سمعیہ خاموشی سے کمرے میں پڑے نفیس سے نمبل پر کھانا لگانے لگی۔۔۔ ایل ای ڈی پر خبریں سنتا ولید چپ چاپ سی سمعیہ کو بغور دیکھنے لگا جو بلاشبہ ایک خوبصورت لڑکی تھی سب سے بڑھ کر خوب رکھ رکھاؤ اور تہذیب والی۔۔۔ وہ خوش مزاج تھی ہنس مکھ تھی مگر آج اسکی خاموشی معنی خیز سی تھی۔

وہ کھانا لگا کر شیشے کے جگ سے خوبصورت گلاس میں پانی اتر پینے کے بعد باہر جانے لگی جب ولید نے بے چینی سے اسکی کلائی تھام لی

"کہاں جا رہی ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤ۔۔۔"

وہ اسے اپنے ساتھ پڑی خوبصورت سنگل روم چیمبر پر بٹھا چکا تھا

"آپ کھائیں مجھے بھوک نہیں ہے۔۔۔" سمعیہ نے سپاٹ لہجے میں کہا تھا۔۔۔

"تھوڑا سا کھاؤ۔۔۔ اماں سائیں کہتی ہیں روٹی منہ کے آگے پڑی ہو تو اسے انتظار نہیں کرواتے۔۔۔ مجھے

بھی بھوک لگی ہے اور تمہارے ساتھ کے بغیر میں نہیں کھا سکتا۔۔۔"

ولید نے محبت سے کہا وہ جانتا تھا سمعیہ اسکے بغیر کھانا نہیں کھاتی۔۔۔

وہ خاموشی سے کھانا کھانے لگی۔۔۔

ملازمہ برتن اٹھا کر لے جا چکی تھی۔۔۔ ہاتھ دھونے کے ساتھ وہ فیس کلیننگ بھی کر چکی تھی خاموشی سے بیڈ کے کونے پر بیٹھ کر وہ فیس ٹاول سے چہرہ صاف کرنے لگی

"سمعیہ کوئی مسئلہ ہے کیا۔۔۔" ولید کمرے کی خاموشی سے تنگ آ کر بولا

"نہیں تو۔۔۔ کیوں؟" وہ منہ پھیرے ہوئے ہی بولی

"پھر اتنی خاموش کیوں ہو تمہاری خاموشی سے مجھے گھبراہٹ ہونے لگتی ہے" ولید صاف گوئی سے بولا
"یہ ہی تو میں کہنا چاہتی ہوں ولید مجھے بھی اپنی زندگی میں موجود خاموشی سے اب گھبراہٹ ہونے لگی ہے۔۔۔" سمعیہ تڑپ کر سردار ولید عباس کو دیکھنے لگی

"کیا مطلب۔۔۔" وہ سمعیہ کی آنکھوں میں اترتی نمی دیکھ کر پریشان ہوا تھا

"مطلب میری خالی گود دیکھ کر آپکو ترس نہیں آتا؟ آج ہماری بھی اولاد ہوتی تو اس۔ کمرے میں یوں سناٹا نا ہوتا وحشت طاری کرتی خاموشی نا ہوتی۔۔۔" آنسو اب باقاعدہ اسکی آنکھوں سے گالوں پر بہنے لگے تھے
"سمعیہ۔۔۔ تم تو اتنی سمجھدار ہو۔۔۔ اتنی صبر والی ہو آج کیوں اتنی پریشان ہو گئی ہو کیا میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں۔۔۔" ولید نے آگے بڑھ کر سمعیہ کا سراپے کندھے سے لگا کر اسکا گال تھپتھپایا

"کیا سمجھدار لوگوں کے پاس دل نہیں ہوتا ولید کیا صبر والوں کی کوئی خواہش نہیں ہوتی۔۔۔؟ اتنے سال گزر گئے۔۔۔ یہ خالی گود اب میرے دل کو ویران کر رہی ہے۔۔۔ میرا ضبط جواب دے رہا ہے۔۔۔" سمعیہ ولید کے کاندھے پر سر ٹکائے بری طرح رو پڑی تھی

"سمعیہ وہ رب کسی کو دے کر آزماتا ہے کسی کو نادے کر۔۔۔ ہمیں بھی اس نے آزمائش کے لیے جن لیا ہے۔۔۔ بس اب اس پر صبر کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔۔۔ تم یہ بھی تو دیکھو اس رب نے ہمیں اور کتنی نعمتوں سے نوازا ہے۔۔۔ میں نے کوئی کمی چھوڑی ہے تمہاری خوشیوں کو پورا کرنے میں۔۔۔" ولید محبت سے اسکے آنسو صاف کر رہا تھا

"ولید آپ مرد ہیں شاید کبھی نا سمجھ سکیں ایک عورت کی تکمیل ماں بننے سے ہے۔۔۔ یہ ایک قدرتی عمل

ہے۔۔۔ مگر مجھے آپ سے کوئی شکوہ نہیں آپ دنیا کے بہترین شوہر ہیں۔۔۔ ہر لحاظ سے مکمل۔۔۔ وہ عقیدت سے ولید کے ہاتھ تھام کر بولی۔۔۔
ولید محض مسکرا کر رہ گیا۔۔۔

"لیکن دیکھیں کچھ ایسی بد قسمت مائیں بھی ہوتی ہیں دوائے پیارے بچوں کو محض اپنی جھوٹی انا کی خاطر چھوڑ دیتی ہیں۔۔۔ اور زرینہ بھی انہی لوگوں میں سے ہے۔۔۔" حمزہ دروازہ کھول کر سیدہ سمعیہ کی گود میں آ بیٹھا تھا جس پر وہ دونوں ہی بوکھلا گئے تھے اور پھر مسکرا کر حمزہ کو دیکھنے لگے جسکی آنکھیں بند تھیں۔
"تائی امی آج میں آپکے پاس سو جاؤں مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔۔۔" وہ ڈرتے ہوئے بول رہا تھا
"کیوں نہیں آج میرا شیر میرے پاس سوے گا۔" ولید نے حمزہ کو اٹھا کر اپنے ساتھ لٹالیا۔
سمعیہ مسکرا کر اٹھنے لگی جب حمزہ نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔
"تائی امی بھی ہمارے ساتھ سوئیں گی۔۔۔" حمزہ اپنے ننھے ہاتھوں سے سمعیہ کا ہاتھ تھامے بول رہا تھا۔۔۔

سمعیہ اور ولید خوشگوار حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔۔۔

☆.....☆.....☆

آج صبح سے ہی وہ تین میچز پر خاصی رقم ہار چکا تھا۔۔۔ تینوں کے تینوں کرکٹ کے ٹی ٹوئنٹی میچ تھے۔۔۔ رات کے 11 بج رہے تھے اور وہ تین چار لاکھ روپے تو اس میں لٹا ہی چکا تھا۔۔۔ اب اسکے پاس کیش بالکل ختم ہو چکا تھا۔۔۔ وہ وہیں لاؤنج میں بیٹھا سگریٹ پے سگریٹ پینے لگا۔
"میرے خیال میں کچھ دن کا وقفہ لینا چاہیے اب سردار صاحب۔۔۔" ملک اسلم اسکے پاس بیٹھتے ہوئے بولا۔

"ملک صاحب آپکو تو فائدہ ہوا آپکو کیا پریشانی۔۔۔" سردار عزیز سگریٹ کو الیش ٹرے میں مسلتے ہوئے بولا
"یار تو پچھلے ایک ہفتے سے روزانہ 5 لاکھ کے قریب ہار رہا ہے تیری برائی چلی ہوئی ہے اسکو توڑ پہلے پھر یہ کام تو چلتا ہی رہے گا۔۔۔" ملک اسلم کو واقعی افسوس ہوا تھا وہ پچھلے ایک ہفتے سے جس چیز میں ہاتھ ڈالتا وہ مٹی

ہو جاتی۔۔۔

سردار عزیز کے ساتھ ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ ایک ہفتے میں وہ ایک میچ میں بھی پلس نہیں ہوا تھا وہ اپنی جیتی ہوئی رقم تو جو ہار اسو ہار بلکہ 40 لاکھ کے قریب وہ اپنے پلے سے بھی لگا چکا تھا۔

پیسوں سے زیادہ اسکے سر پر اپنی شکست کی فکر سوار تھی۔۔۔ ایسی بھی کیا برائی چل پڑی کہ اسے شکست مسلسل نے گھیر لیا۔۔۔ گوکہ جو اسے کبھی بھی راس نا آیا وہ ہارجیت میں ہی رہتا تھا مگر اب مات پے مات اسے بری طرح الجھا گئی تھی۔۔۔

"ملک صاحب شاید ٹھیک ہی کہتے ہو میں کچھ دن بریک لیٹا ہوں۔۔۔" وہ نیا سگریٹ سلگا کر کھڑا ہو چکا تھا۔۔۔

"ہاں نا سردار صاحب پوری عمر اس جوے میں گزار دی۔۔۔ اسکا بھی ایک وقت آتا ہے جب قسمت چلتی بلکہ دوڑتی ہے اور ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب بڑے بڑے دولت مند اپنی دولت لٹا کر کنگے ہو بیٹھتے ہیں اللہ برے وقت سے بچائے۔۔۔" ملک اسلم نے ہمدردی سے کہا تھا

اور سردار عزیز کو اس وقت اسکی ہمدردی زہر لگ رہی تھی۔۔۔ وہ اپنی گھڑی میں وقت دیکھ کر کھڑا ہو گیا "ٹھیک ہے ملک صاحب اجازت۔۔۔" وہ مردوتا ہاتھ ملاتے ہوئے بولا "رب را کھا۔۔۔" ملک اسلم اثبات میں سر ہلا کر بولا اسے معلوم ہو چکا تھا عزیز اب مزید بات کرنے کے موڈ میں نہیں۔۔۔

وہ آج شدید غصے کی کیفیت میں گاڑی چلا رہا تھا تو اتر کے ساتھ ملتی شکست پر وہ بری طرح جھنجھلا گیا تھا۔۔۔۔۔

"آخر میری زندگی میں کوئی بھی چیز مجھے راس کیوں نہیں آتی۔۔۔ پہلے پڑھائی راس نہیں آئی۔۔۔ پھر شادی راس نا آئی۔۔۔ پھر بچے اور اب یہ۔۔۔ مجھے کچھ بھی راس نہیں آتا۔۔۔ بظاہر رعب و دبدبا رکھنے والا شخص اندر سے ایک ناکام ترین انسان ہے۔۔۔ میں تو اتنا منحوس ہوں جس شے کو ہاتھ لگاؤں وہ مٹی بن جائے۔۔۔ انتہائی بیکار اور فضول ترین آدمی میں ہی ہوں شاید۔۔۔ کوئی کام ڈھنگ سے کرنا مجھے نہیں

آتا۔۔۔" وہ انتہائی طیش کے عالم میں اپنی دیکو بھگا رہا تھا جب اسکا سیل فون بج اٹھا۔۔

اس نے بیزاری سے موبائل فون کی سکرین کو دیکھا اور وائرلیس بلیوٹوتھ آن کر لیا

"جی بولے ندیم صاحب کوئی معلومات ملی؟" وہ گاڑی چلاتے ہوئے بیزاری سے پوچھ رہا تھا

"سردار صاحب معاملہ خاصا گھمبیر ہے۔۔۔ اور یہ کیس پچھلے دنوں کیمرز سے مختلف نہیں لگتا یوں پراسرار طریقے سے لڑکیاں غائب ہونا اور پھر انکی کوئی اطلاع موصول نا ہونا تینوں کیمرز میں ایک جیسا ہے۔۔۔ اور مقام

حیرت کوئی کڑی ہاتھ نہیں لگ رہی۔۔۔" ایس ایچ او کی بات سن کر وہ الجھ سا گیا تھا

"تو یہ معاملہ کسی بھوت پریت کا ہو سکتا ہے؟" وہ ناچاہتے ہوئے بھی پوچھ رہا تھا

"نہیں مجھے لگتا ہے یہ کسی بہت بڑی گروہ کی سازش ہے۔۔۔ اور اس گروہ کے پیچھے کسی بہت بڑی پارٹی کا

ہاتھ ہے۔۔۔ آپ سمجھ رہے ہیں نا۔۔۔" وہ احتیاط سے بول رہا تھا

"آپکو کیا لگتا ہے ان لڑکیوں کو کیوں غائب کیا جا رہا ہے۔۔۔ کیا ایسا مقصد ہے کہ وہ جوان لڑکیوں کو اٹھا

رہے اور پھر انکی ہوا بھی نہیں لگنے دے رہے۔۔۔" وہ واقعی الجھ چکا تھا

"جسم فروشی بدکاری اور پھر۔۔۔ خیر آپ کل چکر لگائیں میرے پاس ایسی باتیں فون پر کرنا مناسب

نہیں۔۔۔" ایس ایچ او ندیم بولتے بولتے خاموش ہو گیا

"کچھ بھی کریں ندیم صاحب یہ تینوں بچیاں ہمیں صحیح سلامت واپس لانی ہیں۔۔۔ مسئلہ تو جوان لڑکیوں کا

ہے اور بہت حساس مسئلہ ہے کسی کے ساتھ کچھ بھی برانا ہوا انکی میں دعا کرتا ہوں مگر آپ پورا زور لگائیں جو امداد

ہماری چاہیے ہو ہم حاضر ہیں۔۔۔۔۔" سردار عزیز انکی بات سن کر اڑھد پریشان ہو چکا تھا

"سردار صاحب اس لڑکی کی تصویر مجھے واٹس ایپ کر دیں آگے مزید کام آئے گی۔۔۔" ایس ایچ او کہہ کر

فون رکھ چکا تھا

"تصویر۔۔۔ لالہ نے ڈیش بورڈ کے دراز میں رکھی تھی شاید۔۔۔" وہ گاڑی ویران سڑک کی سائیڈ پر کھڑی

کر چکا تھا اب وہ گاڑی کی لائٹ جلا کر ڈیش بورڈ میں دیکھنے لگا مگر وہاں کوئی تصویر موجود نہیں تھی۔۔۔

وہ اچھی طرح دیکھنے کے بعد ولید کو فون کرنے لگا۔۔۔

"السلام علیکم لالہ۔۔۔۔"

"ولیکم السلام۔۔۔ ابھی تمہارے صاحبزادے سے ہی باتیں ہو رہی تھیں" ولید حمزہ کو گدگداتے ہوئے بولا
"لالہ مجھے اس لڑکی کی تصویر بھیجو۔۔۔" عزیز عباس جھنجھلا سا گیا

"تو نوبت یہاں تک آگئی سردار صاحب لڑکی کی تصویر مانگ رہے ہیں۔۔۔" ولید نے اسے چھیڑا تھا
"لالہ فضول باتیں نا کرو جلدی تصویر بھیجو وہ لڑکی جو مزار پر گم ہوئی تھی۔۔۔ جلدی۔۔۔" عزیز نے بے دلی
سے فون بند کر دیا۔۔۔

کچھ ہی سیکنڈ بعد اسکے فون پر پیپ کی آواز آئی آہش کی تصویر اسے واٹس ایپ کر دی گئی تھی۔۔۔

☆.....☆.....☆

"کہانا مجھے کچھ نہیں کھانا لے جاؤ یہ کھانا کچھ نہیں کھانا مجھے کسی سے کوئی بات نہیں کرنی سب دور ہو
جاؤ۔۔۔۔" نور لودھی کی حالت ہر گزرتے دن کے ساتھ غیر ہوتی جا رہی تھی
"رمشا نور لودھی کے اس رویے سے دن بہ دن ٹوٹ رہی تھی مگر دل ہی دل میں آہش کے کبھی نا ملنے کی
دعائیں بھی کر رہی تھی۔۔۔ وہ واقعی ایسا ہی چاہتی تھی آہش کبھی واپس نا آئے۔۔۔"

"ماما کا کیا ہے چار دن رو دھو کر خود ہی چپ کر جائیں گی" اس نے اپنے آپکو جھوٹی تسلی دی تھی۔۔۔
وہ اس بات سے شاید بے خبر تھی کہ آہش اور نور صرف ماں بیٹی ہی نہیں اور بھی بہت کچھ تھیں ایک دوسرے
کے لیے۔۔۔ یقیناً ماں بیٹی کا رشتہ بہت انوکھا بہت پیارا ہوتا ہے اس رشتے کا کوئی متبادل نہیں مگر آہش اور نور ماں
بیٹی سے بھی بہت آگے کی محبت رکھتی تھیں وہ میلوں فاصلے ہونے کے باوجود یکجان تھیں۔۔۔ وہ ایک دوسرے کی
خیر خواہ تھیں دوست تھیں ہمدرد تھیں۔۔۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے اپنی اپنی ذات کی نفی کر کے سوچتی تھیں
وہ دونوں محبتوں کے ایسے شدید بندھن میں بندھی تھیں جس سے سانسیں قہم جانے کے بعد بھی چھٹکارا ممکن نہیں
لگتا تھا۔۔۔ ان دونوں کا تعلق تو آنسوؤں اور دعاؤں کا تھا احساس اور خوشبو کا تھا۔۔۔ آہش اور نور دنیا کے
حسین ترین رشتے کی ڈور سے بندھی تھیں لیکن اس ماں بیٹی کے تعلق میں بہت کچھ ایسا تھا جو ہر ماں بیٹی میں نہیں
ہوتا۔۔۔ جو ہر بیٹی اپنی ماں کیلئے محسوس نہیں کر سکتی جو ہر ماں اپنی بیٹی کے لیے نہیں سوچ سکتی۔۔۔ وہ دونوں دو

جسم ضرور تھے مگر جان ایک تھیں۔۔۔

"کون کہتا ہے عشق کے لیے محبت کے لیے چاہتوں کے سمندر لٹانے کے لیے صنف مخالف ضروری ہے۔۔۔ ماں بیٹی کے تعلق کی چاشنی محسوس کی جائے تو معلوم ہو دنیا کے تمام تر جذبات احساسات اس رشتے کے آگے ماند پڑ جاتے ہیں۔۔۔ اس رشتے کی محبت میں جو وحدت ہے جو خلوص ہے وہ کہیں چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گا ہاں بات محسوس کرنے کی ہے۔۔۔"

"نور کچھ کھا لو۔۔۔ آبی کی خاطر کھا لو۔۔۔ ہمیں اسے ڈھونڈنا ہے نا۔۔۔" آصف لودھی زمین پر دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھی نور لودھی کے ہنجرے بالوں کو سمیٹتے ہوئے بولے۔۔۔

"کس نے ڈھونڈنا ہے آصف۔۔۔ کون ڈھونڈ رہا ہے میری آبی کو آپ ہی بتائیں آبی کیوں نہیں مل رہی۔۔۔ میرا دل ان دنوں میں بالکل مر چکا ہے بس اب یا میری آبی مل جائے یا اس جسم کو بھی موت آ جائے۔۔۔" نور لودھی بے بسی سے سر جھکا کر بری طرح رو پڑی تھیں

"ایسا نا کہو نور خدا کے لیے آتش ملے گی اور ضرور ملے گی تم پلیز حوصلہ رکھو۔۔۔ تم ماں ہو اور ماں کی دعا پروردگار ضرور سنتا ہے۔۔۔" آصف لودھی نے اپنے تئیں تسلی دینے کی کوشش کی۔۔۔

"ماں ہوں اسلئے تڑپ رہی ہوں جو ان بیٹی کی یوں گمشدگی پر ایک ماں کی حالت کیا ہو سکتی ہے پل پل مجھ پر اذیت کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں میری جان سے پیاری بیٹی۔۔۔ مجھ سے پچھڑ گئی ہے آصف۔۔۔ میری بیٹی مجھ سے پچھڑ گئی ہے ایک بار پھر۔۔۔ یہ کیسے کرب کے دن ہیں آصف یہ کیسے نصیب ہیں کہ ایک ماں شدید چاہت کے باوجود اپنی بیٹی کے ساتھ نارہ سکے۔۔۔ ہجر و وصل کے دن پہلے ہی عذاب کی طرح کٹ رہے تھے اب تو میری آبی مجھ سے پچھڑ گئی۔۔۔ آصف پلیز میری آبی کو لے آئیں۔۔۔" نور لودھی دونوں ہاتھ جوڑ کر رو پڑی تھیں

آصف لودھی نے انہیں سینے سے لگا لیا تھا پہلی بار وہ بھی بے آواز رو پڑے تھے وہ بھی تو بیٹی والے تھے ایک بیٹی کے یوں پچھڑ جانے کا درد سمجھتے تھے۔۔۔

"عاصم پتر کیا ہوا۔۔۔ کچھ پتا چلا آبی کا۔۔۔" نانی ماں کی آواز پر نور لودھی اور آصف لودھی بھی صحن میں نکل آئے تھے جہاں پہلے سے موجود رمشا اور نومی چار پائیوں پر لیٹے اپنے اپنے موبائل اور ٹیب پر مصروف تھے

نانی ماں جو آبش کی گمشدگی سے اب تک بالکل ڈھے گئی تھیں روزانہ اس وقت عاصم کی آمد پر چونک کر اٹھ بیٹھتی تھیں۔۔۔ پورے گھر پر گویا سوگ نے ڈیرے ڈال لیے تھے۔۔۔ ابھی بھی وہ ننگے پاؤں دیوانہ وار کچے صحن پر ننگے پاؤں تیز تیز قدم اٹھاتے گیٹ کی جانب بڑھی تھی جہاں سے عاصم اندر داخل ہو رہا تھا اور بری طرح لڑکھڑا کر گر گئی تھیں۔۔۔

"اماں۔۔۔" عاصم اور نور بھاگ کر انکے قریب آئے تھے مگر انکے قریب آنے سے پہلے نانی ماں گر چکی تھی۔۔۔

نور نے جیسے ہی انکا وجود اٹھانے کی کوشش کی انکے ناک سے ٹپکتے گرم گرم لہو نے نور کے حواس شل کر دیے اور وہ عاصم کو دیکھ کر چیخنے لگیں۔۔۔ رمشا بھاگ کے نور لودھی کے پاس آ گئی۔۔۔ آصف لودھی سکتے کی سی کیفیت میں اس غیر متوقع سچو نیشن کو دیکھ رہے تھے جبکہ عاصم کے چہرے پر نا جانے کتنے تاریک سائے لہرانے لگے۔۔۔

☆.....☆.....☆

"سرکار۔۔۔ سرکار۔۔۔ بس کر دو سرکار۔۔۔ چھوڑ دو سرکار۔۔۔" اس آدمی کے چیخنے چلانے کی آوازیں بری طرح ماحول میں گونج رہی تھیں مگر دور دور تک اسکی آہ دہکا سننے والا شاید کوئی نہ تھا۔۔۔ "حرام خور۔۔۔ تو نے بھگایا نا اس لڑکی کو تجھے تو میں ایسی سزا دوں گا تو موت بھی مانگے گا تجھے نہیں آئے گی۔۔۔ اور مارو اس منحوس کو۔۔۔" وہی آواز جس سے ظلم و بربریت صاف ظاہر ہوتی تھی۔۔۔ "سرکار میں نہیں جانتا مجھے نہیں معلوم۔۔۔ سرکار میں دعا کیوں کروں گا آپکے ساتھ۔۔۔" ایک بار پھر وہ موٹا آدمی دہائی دے رہا تھا۔

"یہاں سے آج تک کوئی میری مرضی کے بغیر باہر نہیں جاسکا تو مجھے سکھائے گا۔۔۔" اس شخص نے اس موٹے آدمی کے کنڈل پڑے بالوں کو ہاتھوں سے پکڑا ہوا تھا۔

"سرکار میری آنکھ لگ گئی تھی کتنی راتوں سے جاگ رہا ہوں۔۔۔ معاف کر دو سرکار۔۔۔" اس شخص کا سیاہ چہرہ نیل اور زخموں کے نشان سے مزید تاریک ہو چکا تھا۔۔۔ اس نے آبش کو تو بھگا دیا تھا مگر اب اسے پہچانے

والا وہاں کوئی نہیں تھا۔۔۔

”نیند آگئی تھی۔۔۔ تجھے نیند آگئی تھی اور جواب میری نیند حرام ہو چکی ہے اسکا کیا۔۔۔ اتنا مارو اسکو اتنا مارو کے ساری زندگی یہ سونے کا تصور بھی نا کر سکے۔۔۔“ وہ دوزور آور مکروہ شکل و صورت والے انسانوں کو حکم صادر کر رہا تھا

”سرکار۔۔۔ وہ لڑکی کہیں نہیں مل رہی مزید چار آدمی ابھی اسے ڈھونڈ رہے ہیں۔۔۔“ ایک آدمی عجلت میں کمرے میں داخل ہوا

”ڈھونڈو اسکو۔۔۔ مجھے وہ ہر قیمت پر چاہیے ورنہ تم سب کو ایک ایک کر کے کتے کی موت ماروں گا میں۔۔۔“ وہ بری طرح دھاڑا تھا اور وہ سب جانتے تھے وہ ایسا کرنے میں دیر بھی نہیں لگائے گا۔۔۔

☆.....☆.....☆

شفاغت لالہ اپنی بیوی اور دو بچوں کے ساتھ آچکا تھا گھر میں رفاقت کی شادی کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں۔۔۔ شفاغت کے بیوی بچوں کو دیکھ کر زرینہ کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی تھی۔۔۔ انکی خوشیاں مسکراہٹیں۔۔۔ زرینہ کو ایک آنکھ نا بھاتے تھے۔۔۔ پروہ کر اسے پچھتاوا ہو رہا تھا کاش وہ اپنے بچے نا بھواتی تو آج شفاغت کی بیوی کی طرح وہ بھی مسکرا رہی ہوتی۔۔۔ وہ جب سے شفاغت آیا تھا اسکی فیملی کو دیکھ دیکھ کر حسد کا شکار ہو چکی تھی۔۔۔ بارہا صفیہ کو شفاغت کی بیوی کے خلاف بھڑکا چکی تھی۔۔۔ مگر مجال تھی جو شفاغت کے کان پر جوں بھی رینگتی ہو وہ ان ماں بیٹی کی بات ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیتا۔۔۔ زرینہ کی طلاق پروہ از حد خفا تھا اور زرینہ سے سیدھے منہ بات نہیں کر رہا تھا مگر اس بات کی پرواہ تو زرینہ کی جوتی کو بھی نہیں تھی۔۔۔ ہاں شفاغت کی بیوی کی ایک بات نے اسکے اندر باہر ایک چنگاری سلگادی تھی۔

”زرینہ طلاق کی بات ایک طرف مگر ایک ماں بچے کیسے چھوڑ سکتی ہے۔۔۔ ہم تو کبھی خوابوں میں بھی بچے چھوڑنے کا نا سوچیں۔ بہت بڑا جگرا ہے تمہارا۔۔۔ بھئی عورت یا تو شوہر کے ساتھ آباد ہوتی ہے اور اگر شوہر نا پوچھے تو بچوں کے ساتھ ہی جیتی ہے شادی شدہ چھڑی عورت کے بارے میں تو لوگ پتا نہیں کیا کیا سوچتے ہیں۔ تو بہ۔۔۔۔۔“

شفاعت کی بیوی کے الفاظ اسکے دل میں چبے تھے۔۔۔

"کیوں اداس بیٹھی ہے میری دھی۔۔۔" صفیہ گرم گرم خالص دودھ کی دودھ پتی بنا کر زرینہ کے پاس آ گئی جو آم کے پیڑ کے ساتھ لٹکی پینگ پر چپ چاپ بیٹھی تھی۔۔۔

"بچے یاد آ رہے ہیں اماں۔۔۔ تو کل رفاقت کو بھیج کر بچے منگوا لے واپس۔۔۔" زرینہ پینگ سے اتر کر دودھ پتی والا اپنا مخصوص گ پکڑ کر برآمدے کی جانب بڑھ گئی

"ہیں۔۔۔ کیا کہا۔۔۔ اگر یہ ہی حال کرنا تھا تو بچے بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔۔۔ ایک ہفتے سے تو نے پوچھا نہیں بچوں کو تیری چھوٹی ابھی دودھ پے تھی تو نے اسکو بھی بھیج دیا۔۔۔ اب کیوں بلوانا ہے انکو۔۔۔" صفیہ بھی آج پہلی بار تھوڑا تلخ ہوئی تھی۔

"اماں مجھے بھاشن نا دے میرے بچے منگوا بس۔۔۔" زرینہ برآمدے میں پڑی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی "زرینہ اب معاملہ کچھ اور ہے پہلے والی باتیں نہیں رہیں کہ جو تیرا دل کریگا تو کرے گی اب تجھے طلاق ہو چکی ہے۔۔۔ اور جس طرح تو بچوں کو پھینک کر آئی۔۔۔ بہت مشکل ہے اب وہ بچے ادھر بھجوائیں۔۔۔" صفیہ سمجھاتے ہوئے بولی۔۔۔

"کیوں نہیں بھجوائیں گے ماں ہوں میں انکی اور دنیا کی کوئی بھی طاقت مجھے میرے بچوں سے ملنے سے نہیں روک سکتی۔۔۔ بس اماں تو کل رفاقت کو بھیج کر واپس بلوائیں۔۔۔" زرینہ بولی

"روک سکتا ہے انکا باپ روک سکتا ہے تجھے۔۔۔ تو نے جو کچھ کر چھوڑا ہے وہ پورا حق رکھتا ہے روکنے کا۔۔۔" چوہدری امانت جو باہر سے آتے ہوئے زرینہ کی گفتگو سن چکے تھے اسکو براہ راست دیکھتے ہوئے بولے اور تیزی سے اندر چلے گئے۔

"دیکھ رہی ہو اماں یہ جو ٹھیک ہوتے تو آج مجھے وہ عزیر اتنی آسانی سے طلاق نا دیتا۔۔۔ اور اگر دیتا بھی تو کم از کم اسے اسے یوں آسانی سے نا چھوڑ دیا جاتا۔۔۔ مگر ہمارے چوہدری امانت صاحب کی اکلوتی بیٹی کو طلاق ہو گئی اور چوہدری صاحب کچھ کر ہی نا سکے۔۔۔ یہ تو کبھی میرے باپ بنے ہی نہیں"۔۔۔ وہ تلخی سے صفیہ کو دیکھ کر بول رہی تھی

"اچھا تو دل برانا کر۔۔۔" صفیہ نے اسکے شانے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی

"مجھے نہیں پتا مجھے کل میرے بچے چاہیے ہر حال میں۔۔۔" زرینہ ماں کا ہاتھ جھٹک کر شدید غصے میں اندر اپنے کمرے کی جانب چل دی۔۔۔
صفیہ افسوس سے اپنی بیٹی کو دیکھ کر رہ گئی۔۔۔

☆.....☆.....☆

"وہ پچھلے دس منٹ سے موبائل کی سکرین پر موجود تصویر کو ہنوز دیکھ رہا تھا۔۔۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا تصویر میں موجود لڑکی کیا واقعی وہ تھی۔۔۔ اس ایک ہفتے میں شاید ہی کوئی رات اس لڑکی کے تصور کے بغیر گزری ہو۔۔۔ وہ جب جب آنکھیں بند کرتا اس لڑکی کا سراپا اسکی نگاہوں میں گردش کرنے لگتا۔۔۔ اسکی خوفزدہ نگاہیں سادہ روپ اس پر اسکا نو خیز حسن۔۔۔ وہ کہاں بھول پایا تھا۔۔۔ اس نے اسے پانے کی لگن نہیں کی تھی اس نے اس لڑکی کا پیچھا نہیں کیا تھا۔۔۔ اس لڑکی سے دوبارہ ملنے کی کوئی دعا بھی نہیں کی تھی دانستہ طور پر اسے سوچا تک نا تھا ہاں۔۔۔ ہاں بے اختیاری میں وہ اسکی سوچوں میں آ جاتی تھی۔۔۔ یہ سوچ اسے ایک ہفتے سے مسلسل تھی۔۔۔ وہ بار بار خیال جھٹکنے کے باوجود کہیں نا کہیں اسکی نظروں میں آ جاتی تھی۔۔۔
لیکن اسکے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا جس لڑکی کو سب پچھلے ایک ہفتے سے ڈھونڈ رہے ہیں وہ لڑکی اور سردار عزیر کی سوچوں میں گردش کرتی لڑکی ایک ہے۔۔۔

اب جو تصویر ولید نے اسے بھیجی اس میں مسکراتی آبش کو دیکھ کر سردار عزیر کے اوسان خطا ہو چکے تھے۔۔۔ دس منٹ سکتے کے عالم میں تصویر دیکھنے کے بعد اب وہ اپنی آنکھوں کو بند کر کے دوبارہ کھول کر تصویر بغور دیکھ رہا تھا۔۔۔

"کس کے ساتھ آئی ہو۔۔۔ عزیر نے پوچھا تھا

نانی ماں کے ساتھ۔۔۔

نانی ماں کے ساتھ۔۔۔

آبش کی آواز اسکے کانوں میں گونجی تھی

اور وہ جانتا تھا وہ بزرگ عورت بھی تو اپنی نواسی کو ڈھونڈ رہی تھیں۔۔۔۔

"یا اللہ۔۔۔ یہ کیا ماجرا ہے۔۔۔۔" اس نے موبائل فرنٹ سیٹ پر رکھ دیا وہ تصویر میں مسکراتی آہش کی تصویر مزید نہیں دیکھ سکا تھا۔۔۔۔

"وہ لڑکی کہاں ہوگی کس حال میں ہوگی۔۔۔۔ مجھے اسکے گھر جانا چاہیے۔۔۔۔" اگلا ایک لمحہ ضائع کیے بغیر وہ ملکہ پور کی طرف روانہ ہو گیا۔۔۔۔

سارے راستے اسکا دماغ مادف رہا اسکی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا آخر اسکا اس لڑکی سے کیا واسطہ محض چند مکالموں کا تعلق اسکی جان پر بن آیا تھا۔۔۔۔

"وہ تیز ڈرائیو کرتا قریب آدھے پونے گھنٹے میں ملکہ پور پہنچا تھا۔۔۔۔ آہش کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹا کر وہ سائیڈ پر کھڑا ہو گیا مگر گھر میں معنی خیز سننا چھایا ہوا تھا۔۔۔۔ وہ دوبارہ آگے ہوا اور دیوار پر لگی گھنٹی بجانے لگا۔۔۔۔

"کون ہے۔۔۔۔ کون ہے۔۔۔۔ آرہی ہوں۔۔۔۔" رمشا آنکھیں ملتے ملتے باہر آئی تھی۔۔۔۔

"جی کون ہیں آپ۔۔۔۔ اور یہ گھنٹی سے ہاتھ اب ہٹا لیجیے" وہ دروازہ کھول کر سر تا پیر عزیر کو گھورتے ہوئے بولی

"میں عزیر۔۔۔۔ حاصم کو بلاؤ۔۔۔۔" عزیر کو اس لڑکی کا یوں اسے دیکھنا ناگوار گزرا تھا وہ بغیر دوپٹے کے ٹراوڑر اور ٹی شرٹ میں اسکے سامنے بے ہاکی سے کھڑی تھی۔ وہ کسی اینگل سے اس گاڑی کی نہیں لگ رہی تھی۔۔۔۔ مگر اس بات سے اسکا کوئی لینا دینا نہیں تھا۔۔۔۔ عزیر نے فوراً گھنٹی سے ہاتھ ہٹا لیا تھا اب وہ رخ پھیر کر کھڑا ہو گیا

"وہ تو سب نانی ماں کو ہسپتال لے کر گئے ہیں۔۔۔۔ آپ کون اور کیا کام ہے۔۔۔۔ مجھے بتادیں میں بتا دوں گی۔۔۔۔" وہ جھانکی لیتے ہوئے بولی

"خیریت ہے کیا ہوا انہیں؟؟؟" وہ پریشان ہوا تھا

"وہ صحن میں گر گئی تھیں انکے سر میں شدید چوٹ آئی ہے۔۔۔۔" رمشا بھی سنجیدگی سے بولی

"اوہ۔۔۔۔ حاصم آئے تو اسے بولنا آتے ہی مجھ سے رابطہ کرے۔۔۔۔" عزیر کہہ کر گاڑی کی طرف بڑھنے لگا

"مگر آپ کا نام۔۔۔۔" رمشانے آواز لگائی

"سردار عزیز۔۔۔" وہ ہنسا پیچھے مڑے گلی کے سامنے کھڑی گاڑی میں بیٹھ کر زنائے سے گاڑی لے اڑا تھا

حادثوں کے شہر میں

میرا بھی بسیرا ہے

جہاں تاریک راستوں پے

جگنو بھی چمکتے ہیں

ہوائیں تیز چلتی ہیں

رخ کبھی بدلتی ہیں

پانی کے بھی دریا ہیں

جو کبھی نہیں رکتے ہیں

ہاں مسلسل بہتے ہیں

وقت کی گردشوں میں

انسان بھی تو چلتے ہیں

چلتے چلتے ہی اکثر

لوگ گم ہو جاتے ہیں

پھر کبھی نہیں ملتے ہیں

گر تم جو انکو

ڈھونڈنا چاہو

تو کبھی نا ڈھونڈ پاؤ

تو یہ ایک بات سمجھنا

گردش وقت میں جو

الجھتے ہیں

بڑی مشکلوں سے پھر
 سلجھتے ہیں
 تم جو انھیں سلجھانا چاہو
 کہیں سے ڈھونڈ لانا چاہو
 امید پے دنیا چلتی بھی ہے
 تم بھی امید کا دامن تھا مو
 چاہت جو ہو سچی تو پھر
 امید پر پوری اترتی بھی ہے۔۔۔
 ہاں مگر
 چاہت ہو تو
 چاہت ہو تو۔۔۔!!!!

☆.....☆.....☆

"ریٹلی سوری یار۔۔۔ بہت برا ہوا۔۔۔ کاش میں اس وقت وہاں آ سکتا لیکن میں کراچی میں ایک ہفتے کے
 لیے باؤنڈ ہوں۔۔۔ بزنس میٹنگز چل رہی ہیں۔۔۔ انشاء اللہ آتے ہی ملاقات ہوگی۔۔۔" ولی کا آج اچانک
 ہی رمشا کو فون آیا وہ پچھلے ایک ہفتے سے دعویٰ تھا اور آتے ہی کراچی چلا گیا۔
 "نو نو اٹس اوکے ولی۔۔۔ ویسے بھی اب مشکل ہی ہے آبی مل سکے۔۔۔ ایک ہفتہ تو گزر گیا لا پتہ ہوئے۔
 "رمشا کے لہجے میں لا پرواہی جھلک رہی تھی
 "ایسی باتیں نا کرو رمشا دعا کرو۔۔۔ ویسے کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔۔۔ کوئی کلیو ہاتھ نہیں لگا؟؟؟" وہ فکر مند تھا
 "نہیں ولی انفکٹ یہ تک معلوم نہیں ہو سکا کہ آبی کیسے غائب ہوئی۔۔۔ انخوا کا کیس تو لگتا ہی نہیں۔۔۔"
 وہ کمرے کا اے سی آن کر کے آئرش کے بیڈ پر لیٹ چکی تھی۔
 "تو پھر کیا ہو سکتا ہے۔۔۔ کوئی دشمنی وغیرہ۔۔۔" ولی بولا

"ہا ہا اس اللہ میاں کی گائے کی کس کے ساتھ دشمنی ہوگی۔۔۔۔۔" وہ طنزیہ ہنسی تھی

"ہم۔۔۔۔۔ چلو اللہ بہتر کرے" اسے رمشا کا ان حالات میں یوں ہنسنا ناگوار گزرا تھا

"مجھے لگتا ہے کوئی بھوت پریت کا چکر ہے۔۔۔ اور مجھے ہی کیا سارے علاقے کے لوگوں کو یہ ہی لگتا ہے دو تین لڑکیاں اس ایریا سے غائب ہو چکی ہیں۔۔۔ انکا بھی کچھ پتا نہیں چل سکا۔۔۔" وہ سمجھ گئی تھی ولی کو اسکا یوں ہنسنا برا لگا اسلئے سنجیدگی سے بولی

"اوہ فارگا ڈسک رمشا۔۔۔ بھوت پریت کہاں سے آگئے۔۔۔ آنٹی ٹھیک ہیں نادہ تو بہت پریشان ہوں گی۔۔۔" ولی اسکی بھوت پریت والی بات پر حیران ضرور ہوا تھا

"وہ کہاں ٹھیک ہیں اپنی لاڈلی کے غم سے اپنا برا حال کر لیا انہوں نے اور آج ثانی ماں گر گئیں۔۔۔ بس میری ماما تو انکی مینشنز لے لے کر بڑھ چکی ہیں۔۔۔ ثانی اور نو اسی نے میری ماما کو پریشان رکھنے کی قسم کھائی ہے۔۔۔" رمشا اپنی ہی دھن میں بولی جا رہی تھی دوسری جانب فون نا جانے کب کا بند ہو چکا تھا۔۔۔

"اسکو کیا ہوا۔۔۔" وہ اپنے قیمتی آئی فون کو دیکھ کر رہ گئی۔۔۔

☆.....☆.....☆

محبت ہے کیا۔۔۔ کیا عجیب احساس ہے کیا کبھی مجھے محبت ہوئی کیا کبھی سردار عزیز نے کسی سے عشق کیا۔۔۔ کیا محبت کے وجود کو اپنے ارد گرد محسوس کیا۔۔۔ کیا کسی شخص میں محبت نظر آئی۔۔۔ کیا کوئی محبت کے قابل لگا۔۔۔ کیا کوئی ایسا ملا جو محبت کے اسرار و رموز سے واقف کروا سکے جو اسے بھی محبت کے حسین راستوں پر ہاتھ تھام کر اپنے سنگ چلا سکے۔۔۔ کیا مجھے بھی محبت ہوئی کیا میں نے بھی محبت کی۔۔۔؟؟

"نہیں نہیں نہیں۔۔۔ میں نے صرف مجبور یوں کو نبھایا ہے بس۔۔۔"

لیکن اب۔۔۔ اب لگتا ہے وہ لمحہ جب تم نظر آئی تھی وہ محبت کی تقسیم کا لمحہ تھا اس لمحہ محبت تقسیم ہوئی اور ہاں تمہاری محبت تقسیم ہو کر میری دل میں بھی سما گئی۔۔۔ محبت محسوس ہوتی ہے نا۔۔۔ سنا ہے میں نے۔۔۔ تو مجھے کیوں ایک گمشدہ لڑکی سے محبت محسوس ہو رہی ہے۔۔۔ کیوں وہ تمہارا چہرہ اس پر وہ خفا سی نگاہیں کیوں میری آنکھوں میں رہ گئیں ہیں کیوں تمہارے کچھ ان کہے الفاظ مجھے سنائی دیتے ہیں۔۔۔ کیوں اس ایک ہفتے میں

تو اتر سے تمہارے خیال مجھے آتے رہے۔۔۔ کیا یہ محبت نہیں۔۔۔ تم نا جانے کس حال میں ہو میں اس سے بے خبر تھا مگر پھر بھی تم میری آنکھوں میں رہتی رہی۔۔۔ کیا یہ کوئی قدرت کا اشارہ تھا۔۔۔

"اف میں اپنی کیفیت نہیں سمجھ پا رہا۔۔۔ کیا کروں۔۔۔" وہ اپنی دنگی کی زوردار بریک لگا کر سڑک کے بیچ و بیچ رک گیا تھا۔۔۔

جوتے میں ہاری رقم اور اسے ہونے والی مسلسل ہار اسے بھول چکی تھی آبش کی تصویر دیکھ کر وہ تقریباً سب کچھ ہی بھول چکا تھا۔۔۔ کچھ دیر یوں ہی گم سم بیٹھنے کے بعد اس نے گاڑی سٹارٹ کی اور کچے کچے راستوں پر بھگانا شروع کر دی۔۔۔

کچھ ہی دیر میں وہ پیر عبداللہ کے مزار پر موجود تھا۔۔۔ مزار پر حاضری کے بعد وہ اس جگہ پر آن کھڑا ہوا جہاں آبش لاپتہ ہوئی تھی۔۔۔

وہ بغور چاروں جانب جائزہ لے کر نیچے اپنی گاڑی کے پاس آ گیا اور گاڑی شریف آباد والے روڈ پر ڈال دی۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ اس کا موبائل فون بج اٹھا

"ہیلو۔۔۔" اس نے بلیو ٹوٹھ آن کرنے کے بجائے فون اٹھا کر کان سے لگا لیا

"السلام علیکم سردار صاحب۔۔۔" انتہائی سنجیدگی سے سلام دیا گیا

"ہاں عاصم۔۔۔ کیسے ہو۔۔۔" سردار عزیز انتہائی تیز ذرا نیچہ کر رہا تھا

"آبش کا کچھ پتا چلا۔۔۔" عاصم نے فوراً پوچھا

"آبش۔۔۔" بے اختیار سردار عزیز کے لبوں سے اس کا نام ادا ہوا تھا اس نے یہ نام پہلی بار سنا تھا۔۔۔

"جی۔۔۔؟" عاصم کو سمجھ نہیں آئی کہ وہ کیا بول رہا تھا۔

"نہیں۔۔۔" لیکن تم فکر نا کرو ضرور کچھ نا کچھ پتا چل جائے گا" سردار عزیز گاڑی چلاتے ہوئے ارد گرد

تاریک پہاڑیوں کا جائزہ لے رہا تھا

"اب کیا فائدہ۔۔۔" عاصم کا غم لہجہ کسی انہونی کی نوید سنار ہا تھا

"مطلب۔۔۔" عزیز چونک سا گیا تھا

"مطلب میری اماں آبش کا نام لیتے لیتے گزر گئی سردار صاحب۔۔۔۔۔" عاصم کے لفظوں میں کیا کچھ نہیں تھا بے بسی، آنسو، غم،۔۔۔۔۔ تکلیف۔۔۔۔۔

اسکا ایک ہاتھ سٹیرنگ پر تھا جبکہ دوسرے ہاتھ میں فون تھا۔۔۔۔۔ نظر سامنے روڈ پر مرکوز تھی اور ذہن عاصم کی بات پر الجھ چکا تھا۔۔۔۔۔ اسی لمحے ایک کتابھاگتا ہوا اسکی گاڑی کے آگے آیا اور سردار عزیر نے فون پھینک کر زوردار بریک لگائی۔۔۔۔۔ لیکن اگلے ہی لمحے گاڑی عزیر سے سنبھالی نہیں گئی اور گاڑی جھاڑیوں کی طرف لگے ایک بوسیدہ درخت سے ٹکرا گئی۔۔۔۔۔ اسکا سر زور سے گاڑی کے اسٹیرنگ سے ٹکرایا اس نے سر اٹھایا سامنے دیکھا اور پھر ہلکے جھپکنا بھول گیا۔۔۔۔۔

ایک لڑکی دونوں ہاتھوں میں منہ چھپائے زخمی حالت میں ساتھ والے پٹے سے لگی بیٹھی تھی۔۔۔۔۔ سردار عزیر پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔۔۔۔۔



وہ لوگ مقدس بیگم کو لے کر ہسپتال روانہ ہوئے۔۔۔۔۔ صبا اور مون بھی ہسپتال پہنچ گئے تھے۔۔۔۔۔ مگر خون کافی ضائع ہو چکا تھا۔۔۔۔۔ اور عمر کے اس حصے میں انکی دل پاؤر بھی ختم ہو چکی تھی۔۔۔۔۔ ڈاکٹرز سے جتنا ہو سکا فوری طبی امداد دینے کے بعد انہیں قریبی شہر لے جانے کا کہہ دیا۔۔۔۔۔

ایسولینس میں آنسو بہاتی نور اور صبا موجود تھیں عاصم بھی ساتھ تھا۔۔۔۔۔ کبھی کبھی یوں بھی آفتیں ٹوٹتی ہیں یوں بھی غموں کے پہاڑ ٹوٹ جاتے ہیں۔۔۔۔۔ پہلے ہی آبش کا غم ہر گزرتے دن کے ساتھ بڑھ کر ایک ناسور بن چکا تھا۔۔۔۔۔ اب نانی ماں کا یوں اچانک اتنی سیریس کنڈیشن میں آ جانا سب کے لیے گہرا صدمہ تھا۔۔۔۔۔

مقدس بیگم کی سانسیں اکھڑی تھیں۔۔۔۔۔ انہوں نے ہاتھ مارنا شروع کیے تھے وہ ہوش میں آرہی تھی۔۔۔۔۔ "اماں۔۔۔۔۔ اماں۔۔۔۔۔ آنکھیں کھول اماں۔۔۔۔۔" صبا کی آواز مقدس بیگم کی سماعتوں سے ہلکا سا ٹکرائی تھی مگر جو آواز بالکل واضح تھی وہ تو کسی اور کی تھی۔

"نانی ماں۔۔۔۔۔ آپکے علاوہ میرا ہے ہی کون۔۔۔۔۔"

"نانی ماں ہم دونوں جدا ہوئے تو مرجائیں گے۔۔۔۔۔"

"مجھے اکیلے بہت ڈر لگتا ہے ثانی ماں۔۔۔"

آبش کا چہرہ اسکی آواز مقدس بیگم کے سامنے واضح تھی۔۔۔

پھر جیسے آبش پہاڑی سے گری۔۔۔ آبش کی ایک چیخ تھی۔۔۔ جو سنائی دی۔۔۔

"ہا۔۔۔۔۔ہ۔۔۔۔۔آبی۔۔۔۔۔بش۔۔۔۔۔"

آ۔۔۔آ۔۔۔بی۔۔۔۔۔"اکھڑی اکھڑی سانس تھیں۔۔۔

"اماں آبی مل جائے گی۔۔۔ بہت جلد۔۔۔ بہت جلد۔۔۔ آپ۔۔۔" نور لودھی کے آنسو حلق میں اٹک

گئے تھے

"نور کلمہ پڑھو۔۔۔ اماں۔۔۔ اماں پڑھیں کلمہ۔۔۔"

صبا کلمہ طیبہ پڑھنے لگی۔

نور حیرت سے صبا کو ایک ٹک بٹکنے لگی۔۔۔ عاصم اماں کے ہاتھ تھا مے خاموش آنسو بہا رہا تھا

"اماں کلمہ پڑھیں۔۔۔"

مقدس بیگم نے زندگی موت کی کشمکش میں کلمہ پڑھا اور پھر ایک دم خاموشی چھا گئی۔۔۔

سانس ابھی چل رہی تھیں۔۔۔

لیکن چہرے پر پھیلتا سکوت کچھ اور ہی بتا رہا تھا

ہسپتال پہنچنے تک سانس چلتی رہیں۔۔۔ مگر ہوش کوئی نارہا۔۔۔

جب روح یہ جسم چھوڑ رہی ہوتی ہے تو شاید جسم کے ساتھ ساتھ روح بھی ہر قسم کی فکر سے آزاد ہو جاتی

ہے۔۔۔ یہ فکر سے بھری دنیا چھوڑنے کے دوران جسم میں سرایت کرنا سکون کیسے پریشانی میں مبتلا شخص کو تمام

افکار سے خلاصی بخش دیتا ہے۔۔۔ موت کتنی پرسکون شے ہے اسکا اندازہ نور کو اب ہوا تھا۔۔۔ مقدس بیگم کے

چہرے پر رفتہ رفتہ سکون پھیلنے لگا۔۔۔ کون صبا۔۔۔ کون نور۔۔۔ اور کونسی آبش۔۔۔

مقدس بیگم کی روح تو اپنے جسم کے ساتھ ساتھ یہ تمام فکریں بھی اس دنیا میں چھوڑ کر اس دنیا فانی سے

رخصت ہو چکی تھی۔۔۔

موت برحق ہے۔۔۔ آ کر رہی ہے۔۔۔ مگر جب دکھ پر دکھ ملتا ہے تو صدمہ گہرا ہوتا ہے۔۔۔

نور عاصم کے گلے لگے بے ہوش ہو چکی تھی۔۔۔

صبا کیونکہ بڑی تھی وہ بہت مشکلوں سے مون نور اور عاصم کو سنبھال رہی تھی۔۔۔

ڈاکٹر ز نے ایک بار اچھی طرح چیک اپ کر کے مقدس بیگم کی موت کی تصدیق کر دی تھی۔۔۔

آصف لودھی ڈیجیٹل سٹولٹیکٹ وغیرہ کے لیے بھاگ دوڑ کر رہے تھے۔۔۔

نور اپنے ہوش و حواس سے بیگانہ تھی۔۔۔ مون انہیں بھی چیک کروانے لگا

”عاصم۔۔۔ قاسم کو فون کر۔۔۔ بتا اسکو ماں چلی گئی۔۔۔“ صبا عاصم کو کندھے سے تھام کر بولی۔۔۔

عاصم خاموشی سے فون ملانے لگا۔۔۔

جیسے تیسے کر کے میت گھر آئی تو محلے میں کہرام مچ گیا سب کے دکھ سکھ میں شامل ہونے والی مقدس بیگم۔۔۔ جس نے اپنے نام کی طرح مقدس زندگی بسر کی جو جوانی میں بیوہ ہو گئی تھی مگر زندگی کو چار دیواری میں بے حد عزت سے گزارنے والی مقدس جو سب بچوں کی نانی ماں تھی۔۔۔ آج اپنی نواسی کی جدائی میں یہ دنیا چھوڑ گئی۔۔۔

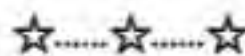
رمشانے دروازہ کھولا نانی ماں کی لاش دیکھ کر اسکے ہاتھ پاؤں کپکپانے لگے۔۔۔ وہ بھاگ کر پڑ مردہ سی سوگوار نور کے گلے لگ گئی۔۔۔ رمشا کے گلے لگتے ہی نور کے ضبط جواب دے گئے۔۔۔

”آبی۔۔۔ آبی۔۔۔ تمہاری نانی ماں بھی سب کو چھوڑ کر چلی گئی۔۔۔ آبی آبی کرتے مر گئی۔۔۔

آبش۔۔۔ ہائے۔۔۔ میرا دل پھٹ رہا ہے۔۔۔ میری ماں اور بیٹی مجھے تنہا چھوڑ کر چلی گئیں۔۔۔“

نور کی سسکیوں نے سب کو سوگوار کر دیا تھا۔۔۔ عروہ جو بھاگتے ہوئے آبش کے گھر آئی تھی گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہی نانی ماں کی میت دیکھ کر ششدری سب کو دیکھنے لگی۔۔۔

یہ گھر کیسے آج اجڑ گیا تھا۔۔۔ کیسے اس گھر کے خوبصورت موسم اس گھر سے پھڑ گئے تھے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔۔۔



"کیا۔۔۔ اماں تو نے ہمیں بے غیرت سمجھ رکھا ہے؟ ہم چوہدری ہیں چوہدری اس بہن کی وجہ سے مزید ذلیل نہیں ہو سکتے۔۔۔" صفیہ رات سونے سے پہلے رفاقت کے کمرے میں آگئی تھی۔۔۔ وجہ۔۔۔ زرینہ کی بچوں کو لانے کی فرمائش تھی۔۔۔

"تجھے اپنی بہن کی کوئی فکر نہیں۔۔۔ کیسے ایک ماں بچوں کے لیے تڑپتی ہے جب تیری اولاد ہوگی تو پوچھوں گی۔۔۔" صفیہ کو بھی غصہ آیا۔

"ہماری اولاد ہوگی تو سب کام مصلحت سے کرنے لگ جائیں گے اماں اسکی طرح اپنی فضول قسم کی "میں" لے کر نہیں بیٹھیں گے۔۔۔" رفاقت بھی آج بغیر لحاظ کیے بول رہا تھا

"واہ واہ۔۔۔ ابھی اولاد ہوئی بھی نہیں اور کیسے تکلیف ہو رہی ہے۔۔۔ اس بیچاری بہن کا احساس نہیں آتا تم لوگوں کو۔۔۔"

"بیچاری۔۔۔ اور وہ۔۔۔ بس کرا اماں۔۔۔ تیری اطلاع کیلئے عرض ہے تیری بیچاری نے ہمیں ان پانچ چھ سالوں میں جتنا ذلیل کرا چھوڑا ہے ناں کافی ہے۔۔۔ اب اسے کہہ آرام سے بیٹھ جائے روز روز کے تماشے نا لگائے۔۔۔ آگے وہ بھی سردار ہے ابھی تک شرافت سے چل رہا ہے زیادہ تنگ کیا تو اسے اپنی آئی پر آتے دیر نہیں لگتی۔۔۔" رفاقت تلخی سے بولا

"تیری بہن کو طلاق دے دی اور تو کہہ رہا ہے شرافت سے چل رہا ہے۔۔۔ ہائے تیری اور تیرے باپ کی عقل پر پردے پڑ گئے ہیں۔۔۔" صفیہ بھی آگ بگولہ ہو چکی تھی

"شکر کرا اماں طلاق بھی شرافت سے دے دی جتنا تیری دھی رانی نے اسے ان پانچ سالوں میں تنگ کیا ہے کوئی اور ہوتا تو جان سے مار دیتا۔۔۔ اب جا اور مجھے سونے دے۔۔۔" وہ اسے آن کر کے بیڈ پڑ لیٹ گیا تھا۔۔۔

صفیہ جیسے ہی پلٹی شفاعت پیچھے کھڑا سب سن رہا تھا

"شفاعت پترو۔۔۔ وہ میں۔۔۔" صفیہ گھبرا گئی تھی۔

"رفاقت کل جا کر بچے لے آتا تو۔۔۔" شفاعت نے زرینہ کو نظر انداز کر کے رفاقت کو کہا

"مگر شفاعت بھائی۔۔۔۔۔" رفاقت کو حیرت ہوئی

"تجھے کہا نا تو لے آمیری خاطر آخری بار۔۔۔" شفاعت نرمی سے بولا تو رفاقت کندھے اچکا کر رہ گیا

"مگر اماں ایک بات غور سے سن لے ایک بار بچے یہاں آگئے تو زرینہ انہیں کسی قیمت واپس نہیں بھیجے گی۔۔۔ انکے باپ یا گھر والوں نے ملنا ہوا کرل جائیں ایک دن کے لیے ساتھ لے جا کر مل لیں مگر اصولاً بچے بہت چھوٹے ہیں اور ماں کی ذمہ داری ہیں اسلئے انہیں زرینہ ہی پالے گی۔۔۔۔"

شفاعت کہہ کر جا چکا تھا

صفیہ خاموشی سے زرینہ کے کمرے کی جانب چل دی۔۔۔

☆.....☆.....☆

پھڑتے موسم کی

گزرتی شب میں

تم یوں ملو گے

ہم نے سوچا نا تھا۔۔۔

ہاں ہم نے سوچا نا تھا

وہ ایک لمحے کی بھی تاخیر کیے بغیر گاڑی سے اتر اٹھا۔۔۔ اور عجب کیفیت سے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے اس کے قریب آنے لگا۔۔۔

آبش کی آنکھیں بند تھیں وہ سمجھ چکی تھی ایک بار پھر وہ ان درندوں کے ہاتھ لگ چکی ہے۔۔۔ وہ منہ چھپائے آنسو بہا رہی تھی ڈر خوف تو ختم ہی ہو گیا تھا اب تو اسے بند آنکھوں سے بھی اپنی بربادی نظر آرہی تھی۔۔۔ وہ آخری بار بند آنکھوں سے اپنے پیاروں کے چہرے دیکھنے لگی تھی۔۔۔ نظر میں آنے والا پہلا چہرہ نانی ماں کا تھا جو مسکرا رہی تھیں۔۔۔

"آہ نانی ماں آپکی آبی برباد ہونے جا رہی ہے اسکے آنسوؤں میں شدت آچکی تھی قدموں کی آہٹ اسکے قریب سے قریب ہو رہی تھی اسکا سانس رک سا گیا تھا۔۔۔ مگر اس نے اپنا چہرہ ہتھیلیوں سے چھپا رکھا تھا ہاتھ

ہٹانے کی جسارت وہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کچھ بھی ہو جائے اب وہ آنکھیں ہی نہیں کھولے گی۔۔۔ دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔۔۔ اسکی جانب بڑھنے والا شخص اسکے قریب پہنچ چکا تھا سردار عزیر عباس اسکے قریب پہنچ کر نیچے اسکے سامنے ہی بیٹھ گیا۔۔۔ اب وہ بغور اسکو دیکھ رہا تھا۔۔۔ ملگجا لباس جو جگہ جگہ سے پھٹ چکا تھا بازوؤں پر پڑے کٹ کے نشانوں سے رستا خون۔۔۔ زخمی ہاتھوں سے چہرہ چھپاے ہوئے وہ لڑکی۔۔۔ وہ اسے پہچان گیا تھا۔۔۔

اسے یقین تھا یہ آبلش ہے

اس نے اپنے ہاتھ آگے بڑھاے۔۔۔ اور نرمی سے آبلش کے زخمی ہاتھوں کو تھام لیا۔۔۔ حیرت انگیز طور پر اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی تھی۔۔۔

سردار عزیر نے جس نرمی سے اسکے ہاتھ تھامے تھے اسی نرمی سے اسکے ہاتھ نیچے کیے۔۔۔

آبلش دم سادھے آنسو بہا رہی تھی۔۔۔ چہرے پر پڑے نمل کے نشان دیکھ کر عزیر کے دل کو کچھ ہوا تھا۔۔۔ وہ آبلش کے ہاتھ تھامے خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔۔۔ وہ کچھ بھی بول نہیں پارہا تھا۔۔۔ آبی کے بہتے آنسو اسے تکلیف دے رہے تھے مگر وہ کچھ بھی بول نہیں پارہا تھا جن حالات میں وہ اسے مل گئی تھی اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔۔۔ جسے ڈھونڈنے کی پچھلے ایک ہفتے سے سرتوڑ کوشش کی جا رہی تھی وہ ملی بھی تو کب۔۔۔۔۔ آبلش کا وجود کپکپانے لگا تھا۔۔۔

"آبلش۔۔۔ آبلش۔۔۔ آنکھیں کھولو۔۔۔" وہ آبلش کے ہاتھ تھامے اسے پکارنے لگا

اسکے یوں نام لینے پر آبلش حیران ہوئی تھی۔۔۔ کوئی اسے پکار رہا تھا اسکے نام سے نا جانے اسے کیوں لگا کوئی اسکا اپنا ہے کوئی ایسا ہے جس سے وہ مانوس ہے۔۔۔

"آبلش پلیز آنکھیں کھولو۔۔۔ تم جب تک آنکھیں نہیں کھولو گی میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکوں گا۔۔۔"

وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا

"مدد۔۔۔ کیا میرے رب تعالیٰ نے میری مدد کے لیے کسی کو بھیج دیا۔۔۔" آبلش نے فوراً ہی آنکھیں

کھولی تھیں۔۔۔

سامنے بیٹھے عزیز عباس کو دیکھ کر وہ ابھی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔۔۔

شنا سا چہرہ۔۔۔ آنکھوں میں ڈھیروں اپنائیت لیے اسکے ہاتھ تھامے بیٹھا شخص۔۔۔ کون تھا اسے یاد آ گیا تھا۔۔۔

"آپ۔۔۔؟؟؟" وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی

"ابھی چلو اٹھو شاہاش یہاں زیادہ دیر رکنا ٹھیک نہیں۔۔۔ اٹھو جلدی۔۔۔" وہ کھڑا ہو کر اسکے ہاتھ تھام کر اٹھانے میں مدد کرنے لگا۔۔۔

وہ بمشکل اسکا ہاتھ پکڑ کر کھڑی تو ہو گئی۔۔۔ مگر وہ عزیز کو بھی شک کی نگاہ سے ہی دیکھ رہی تھی اسے لگ رہا تھا سردار عزیز یہ بھی اسے پکڑ کر دوبارہ وہاں نا چھوڑ آئے۔۔۔

"چلو۔۔۔ جلدی۔۔۔" سردار عزیز اسکا بازو پکڑ کر آگے بڑھنے لگا مگر وہ وہیں کھڑی رہی

سردار عزیز ایک آہ بھر کر اسکے قریب آیا تھا

"میں تمہیں اغوا کرنے نہیں آیا میرا یقین کرو اور چلو میرے ساتھ۔۔۔ اور اگر یقین نہیں تو انکا انتظار کرو جو اس وقت تمہیں ڈھونڈ رہے ہوں گے۔"

"آپ کو کیسے معلوم کہ مجھے ڈھونڈ رہے ہوں گے۔۔۔" وہ اسے چبھتی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی

"تمہارا حلیہ بتا رہا ہے تم کافی دیر سے بھاگ رہی ہو اور جب کوئی کسی کی دسترس سے بھاگتا ہے تو اسکا پیچھا تو کیا ہی جاتا ہے۔۔۔" وہ اسکی آنکھوں میں براہ راست دیکھتے ہوئے بولا تھا۔۔۔

اسکے پاس اس وقت کوئی دوسرا آپشن نہیں تھا وہ اسکے ساتھ چپ چاپ چلنے لگی۔۔۔ گاڑی کچھ ہی قدموں کے فاصلے پر کھڑی تھی۔۔۔ مگر آتش کے پاؤں میں اس قدر تکلیف تھی کہ اس سے پیر اٹھایا بھی نہیں جا رہا تھا۔۔۔

دور کہیں فائرنگ کی آواز پر وہ دونوں چونک گئے تھے

"جلدی نکلنا ہوگا یہاں سے۔۔۔" سردار عزیز نے ارد گرد دیکھنے کے بعد آبی کے پاؤں کو دیکھا اور اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔۔۔ آبی کا ایک بازو اپنے کندھے پر رکھ کر وہ اسے تیزی سے گاڑی کی طرف لے کر جانے لگا

آبش حیرت سے اسکا چہرہ دیکھتی رہ گئی۔۔۔

آبش کو گاڑی میں بٹھا کر وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور گاڑی سٹارٹ کرنے لگا

دو تین بار سٹارٹ کرنے کے بعد گاڑی سٹارٹ ہوئی مگر عزیر نے گاڑی ریورس کر کے روڈ پر ڈالی ہی تھی کہ تیز فائرنگ کی آواز فضا میں گونج اٹھی۔۔۔

آبش گھبرا کر اسے دیکھنے لگی

"تم سر نیچے کر کے بیٹھو۔۔۔" سردار عزیر نے گاڑی فل سپیڈ میں بھاگائی

آبش نے سر نیچے کیا وہ پہلے ہی انتہائی سٹ کر بیٹھی تھی کیونکہ اسکا دوپٹہ مکمل پٹھا ہوا تھا۔۔۔

دس پندرہ منٹ تو گاڑی میں ایک قیامت طاری کرتی خاموشی رہی۔۔۔ آبش کو نہیں معلوم تھا وہ کون تھا کہاں سے آیا تھا اور اسے کہاں لے کر جانے والا تھا اسکے خدشات جوں کے توں تھے۔

"سراو پر کر لو اب۔۔۔ ہم سیف زون میں ہیں اب۔۔۔" عزیر نے اسے کہا تھا

"آپ مجھے کہاں لے کر جا رہے ہیں۔۔۔" وہ ڈرتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"فی الحال شہر چلیں گے۔۔۔" سردار عزیر خود بھی اسے دیکھنے سے گریز کر رہا تھا وہ اسکی اور اسکے کپڑوں کی حالت دیکھ چکا تھا۔۔۔ اسلئے وہ اس جانب نہیں دیکھ رہا تھا

"شہر۔۔۔ کیوں۔۔۔ خدا کے لیے مجھے گھر چھوڑ دیں پلیز۔۔۔" مجھے چھوڑ دیں۔۔۔" آبش کے آنسو

ایک بار پھر بہنے لگے تھے۔۔۔ وہ فوراً اپنے گھر اپنوں کے پاس جانا چاہتی تھی اپنوں کے گلے لگ کر رونا چاہتی تھی انہیں بتانا چاہتی تھی کہ اس پر کیا ہوتی۔۔۔ وہ یہ بھی جانتی تھی اسکے بغیر امی اور نانی ماں کا کیا حال ہوا ہوگا۔۔۔

"دیکھو تم یہ بات ذہن نشین کر لو کہ تم اب محفوظ ہاتھوں میں ہو اور میرے ساتھ ہوتے ہوئے کوئی تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔۔۔" وہ مضبوط لہجے میں بولا۔۔۔

"ٹھیک ہے مگر آپ مجھے گھر کیوں نہیں لے کر جا رہے۔۔۔ میری نانی مر جائے گی میرے بغیر میری ماں جی نہیں سکے گی۔۔۔" وہ بے چینی سے پوچھ رہی تھی

"گھر ہی جاؤ گی۔۔۔ مگر ایک دو دن مزید صبر کرنا ہوگا۔۔۔" اب وہ اسے کیا بتاتا کہ نانی تو واقعی اسکے بغیر

چکی ہے۔۔۔ وہ چاہ کر بھی اسے ابھی فوراً منظر عام پر نہیں لاسکتا تھا۔۔۔

دو گھنٹے بعد وہ شہر میں داخل ہوئے تھے۔۔۔ سردار عزیر نے سب سے پہلے اسے ایک چادر لے کر دی۔۔۔ پھر اسے تازہ پھلوں کا جوس پلا کر وہ اسے ایک پرائیویٹ ہسپتال لے آیا جہاں اسکا تفصیلی معائنہ کرنے کے بعد میڈیسن دے دی گئیں۔۔۔

وہ اسے گاڑی میں بٹھا کر دوبارہ ہسپتال آیا تھا

"ڈاکٹر کوئی سیریس ایڈیوٹو نہیں نا۔۔۔" وہ اصل بات پوچھنے سے جھجک رہا تھا

"آپ کیا پوچھنا چاہ رہے ہیں سردار صاحب۔۔۔" ڈاکٹر اسے اچھے سے جانتی تھی وہ اپنے کئی غریب دوستوں کے فیملی کے علاج یہاں سے اپنے خرچے پر کرواتا تھا۔

"مطلب گاؤں کی ہنگی ہے۔۔۔ اور عزت بڑی چیز ہوتی ہے۔۔۔" عزیر براہ راست بات نہیں کر پار ہا تھا "اوہ۔۔۔ نہیں ایسی کوئی بات نہیں لڑکی کی عزت محفوظ رہی الحمد للہ۔۔۔ فکر کی کوئی بات نہیں بس اسکی کیئر کریں سٹریس سے بچائیں کیونکہ وہ ذہنی طور پر بے حد ڈسٹرب ہے۔۔۔ کوئی بھی مزید پریشانی اسکے لیے خطرناک ہو سکتی ہے۔۔۔"

سردار عزیر عجیب کشمکش کی کیفیت میں گاڑی تک پہنچا ہی تھا کہ دوبارہ اسکا سیل فون بج اٹھا "جی بابا سائیں۔۔۔" وہ فون پر نمبر دیکھ چکا تھا۔

"پتراک بری خبر ہے۔۔۔" بابا سائیں کی آواز لڑکھڑا رہی تھی۔۔۔

"قاضی واجد کی بیٹی لاپتہ ہو گئی اچانک۔۔۔ کالج گئی اور واپس گھر پہنچی۔۔۔" بابا سائیں کی آواز کی لرزش واضح تھی۔

"کیا۔۔۔" قاضی واجد کی۔۔۔ "سردار عزیر سر پکڑ کر رہ گیا قاضی واجد کی ایک ہی بیٹی تھی جس سے وہ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت کرتا تھا۔۔۔

وہ فون بند کر کے خاموشی سے گاڑی میں بیٹھ گیا۔۔۔ جہاں آبلش کی سوالیہ نظریں اسکی منتظر تھی

"اب کیسا محسوس کر رہی ہو۔۔۔ پاؤں کی تکلیف کچھ کم ہوئی؟" وہ گاڑی شارٹ کرتے ہوئے پوچھ رہا تھا

"جی۔۔۔ بہتر ہے۔۔۔ اب ہم گھر چلیں گے؟" وہ اسے دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی

"ہاں۔۔۔" وہ از حد سنجیدہ تھا

وہ آنسو صاف کرتی کھڑکی سے باہر کی جانب دیکھنے لگی ہر طرف گہما گہمی شہر کی روشنیاں بڑی بڑی عمارتیں۔۔۔ مگر اس کا دل تو اپنی نانی کے گھر کے آگن میں اٹکا تھا وہ بس جلد از جلد وہاں پہنچنا چاہتی تھی۔۔۔

"کھانا کھالیں پہلے۔۔۔؟" وہ گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے اسکی طرف دیکھ کر بولا

جیسے ہی اسکی طرف دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا

وہ گاڑی کی سیٹ سے ٹیک لگائے سوچ چکی تھی۔۔۔ ماتھے پر کیونکہ چوٹ تھی اسلئے پٹی بندھی تھی اسکی دراز پلکیں گری ہوئی تھیں۔۔۔ گلابی لب جو پہلی ملاقات میں اسے نظر آئے تھے مرجھا چکے تھے۔۔۔ گالوں پر پڑے نیل کے نشان سردار عزیر کو بری طرح پریشان کر گئے تھے۔۔۔ وہ دواؤں کے زیر اثر تھی اسلئے سوچ چکی تھی ورنہ اتنی پریشانی میں وہ شاید کبھی ناسوتی۔۔۔ وہ اس سے دھیان ہٹا کر گاڑی چلانے لگا۔۔۔ اسے معلوم نہیں تھا وہ آگے کیا کریگا۔۔۔ مگر فی الوقت جو اسے مناسب لگ رہا تھا وہ وہی کرنے جا رہا تھا۔۔۔

گاڑی اس نے اپنے ملتان والے گھر کے سامنے کھڑی کر کی تو ہارن کی آواز پر ایک بزرگ نما آدمی نے گیٹ کھول دیا۔۔۔

باہر سے چھوٹا نظر آنے والا گھراندر سے کافی وسیع تھا۔۔۔ سردار عزیر نے ڈرائیو سے پر گاڑی کھڑی کر کے گاڑی کا بیک لاک کھولا۔

"سلام سردار صاحب۔۔۔" غلام دین نے آگے بڑھ کر اسے سلام کیا تھا۔

"سردار عزیر گاڑی سے نکل کر باہر کھڑا ہو گیا تھا۔۔۔ آبش ہنوز سو رہی تھی اسے ہی کی ٹھنڈک اور دواؤں کے اثر نے اسکے اعصاب پر اچھی خاصی نیند طاری کر دی تھی

"ولیکم السلام۔۔۔ یہ سامان نکال کر اندر رکھو۔۔۔ صفائی ہو گئی ہے نا اندر کی۔۔۔" وہ اسے ہدایت دیتے

ہوئے پوچھ رہا تھا

"جی جی سب ہو گیا ہے۔۔۔ آپ بٹیا کو لائیں میں سامان رکھتا ہوں۔۔۔" چونکہ سردار عزیر پہلے ہی غلام

دین کو فون کر کے سب حالات کا بتا چکا تھا اسلئے غلام دین نے سب کچھ منج کر لیا تھا

وہ آبلش کو دیکھتا ہوا اسکی سائیڈ پر آ کر گاڑی کے شیشے کو ہاتھ میں پکڑی چابی سے بجانے لگا۔۔۔ اسے آبلش کو جگانے کے لیے یہی طریقہ مناسب لگا۔۔۔

اور اسکا یہ طریقہ کامیاب بھی رہا وہ گھبرا کر اٹھ گئی تھی۔۔۔

اسے دیکھنے کے بعد وہ ارد گرد دیکھنے لگی۔۔۔ اور پھر تیزی سے گاڑی سے اتری تھی۔۔۔ اور جلدی میں وہ یہ بھی بھول گئی کہ اسکا پاؤں شدید زخمی ہے۔۔۔ جیسے ہی پاؤں زمین پر رکھا وہ وہیں گر گئی۔۔۔

سردار عزیز جو اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر کے آگے بڑھ گیا تھا اسکے گرنے کی آواز پر فوراً اسکے پاس آیا تھا۔۔۔ اسے سہارا دے کر اٹھانے کے بعد وہ اسے سائیڈ پر بنے لان میں لے آیا۔۔۔ اور کرسی پر بٹھا دیا

"یہ یہ۔۔۔ آپ مجھے کہاں لے کر آ گئے ہیں آپ نے کہاں تھا گھر جائیں گے۔۔۔" وہ جواب تک سہی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی بڑی مشکلوں سے زبان کھول پائی تھی۔۔۔

"ہاں تو گھر ہی تو لے کر آیا ہوں یہ میرا گھر ہے۔۔۔" وہ پاؤں میں پہنی قیمتی پشاوری چپل کھولتے ہوئے بولا۔۔۔ غلام دین اسکی ہوائی چپل لے آیا تھا جو وہ اکثر گھر میں پہنتا تھا

"غلام دین ایسا کرو کھانا بھی یہاں لان میں لگا دو موسم اچھا ہے۔۔۔" سردار عزیز نے غلام دین کو آواز دی "جی سردار صاحب۔۔۔"

"مجھے میرے گھر جانا ہے۔۔۔" وہ اب ایک ایک لفظ پر زور دے کر بول رہی تھی اسکی آنکھوں میں نمی واضح تھی۔

"تمہارے گھر بھی جائیں گے۔۔۔ مگر ابھی نہیں۔۔۔" وہ آرام سے اپنا موبائل دیکھتے ہوئے بولا "ابھی کیوں نہیں۔۔۔ آپ مجھے یہاں کیوں لائیں ہیں آخر میں اسلئے تو نہیں بھاگی تھی وہاں سے۔۔۔"

وہ اب باقاعدہ روتے ہوئے بول رہی تھی

"رونے سے کیا ہوگا۔۔۔ میں تمہیں ابھی تمہارے گھر نہیں لے جاسکتا۔۔۔" وہ سختی سے بولا تھا

"مگر کیوں۔۔۔" وہ تڑپ گئی تھی

"اس حالت میں جاؤ گی اپنی نانی ماں اور ماں کے سامنے۔۔۔" اسے کوئی بات نہیں سوجھ رہی تھی تو یہ ہی جواز رکھ دیا

"اب ٹھیک ہے میری حالت آپ مجھے میرے گھر لے کر جائیں۔۔۔ وہ سردار عزیر کی خریدی ہوئی چادر سے اپنا آپ اچھی طرح ڈھانپ کر بیٹھی تھی

"نہیں لے کر جاسکتا۔۔۔" وہ کہہ کر دوبارہ اپنے فون پر مصروف ہو گیا
"ٹھیک ہے میں خود چلی جاتی ہوں۔۔۔" وہ کھڑی ہوئی اور چھوٹے چھوٹے قدم گیٹ کی جانب اٹھانے لگی۔۔۔

غلام دین کھانا لگا چکا تھا اور اب وہ پریشانی سے سردار عزیر کو دیکھ رہا تھا جو بے حد دلچسپی سے آبلش کو لکڑاتا ہوا دیکھ رہا تھا۔

سردار عزیر نے غلام دین آنکھوں ہی آنکھوں میں کہا تھا کرنے دیں جو یہ کرتی ہے۔۔۔ ابھی چار پانچ قدم ہی بمشکل اٹھائے تھے کہ وہ پھر گر گئی۔۔۔

"سردار عزیر کے لیوں پر مسکراہٹ گہری ہوئی تھی"
"ارے بیٹا۔۔۔ دھیان سے میری بیٹی۔۔۔ ادھر چل کے بیٹھو یہاں کوئی تمہیں کچھ نہیں کہے گا۔۔۔" غلام دین نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر شفقت سے کہا تھا اور وہ بھیکتی آنکھوں سے سردار عزیر کو دیکھنے لگی جو اب کھانا کھانے میں مگن تھا۔۔۔

☆.....☆.....☆

قیامت آئی اور آ کر گزر گئی۔۔۔ مقدس بیگم کا جنازہ اٹھ چکا تھا۔۔۔ صبح سے تیز بارش نے ہر سوجھ بھل کر دیا تھا۔ آہوں سسکیوں میں مقدس بیگم اس دنیا کو خیر باد کہہ گئی تھیں۔۔۔☆

نور لودھی کی حالت غیر ہو چکی تھی۔۔۔ رمشا اور آصف لودھی ہی انہیں سنبھال رہے تھے عاصم اور صبا اپنے غم کے ساتھ ساتھ گھر میں آنے والے مہمانوں کو بھی دیکھ رہے تھے۔۔۔ قاسم ہزار کوششوں کے باوجود نا آ پایا تھا وہ سات سمندر پار بیٹھے آنسو بہا رہا تھا اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ رہ رہا تھا۔۔۔ مقدس بیگم تو اپنی حقیقی دنیا میں جا

چکی تھیں مگر گرم شدہ آبش کا دکھ جوں کا توں تھا۔۔۔ صبح ایک اور لڑکی کی گمشدگی کی خبر بھی جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی سب بیٹیوں والوں کے دلوں میں خوف و ہراس چھا چکا تھا جو ان لڑکیاں زیادہ تر لوگوں نے گھروں میں بٹھالیں۔۔۔ اور جو کوئی تعلیم حاصل کر رہی تھیں انکے ماں باپ سائے کی طرح انکے ساتھ رہنے لگے۔۔۔ علاقے کی پولیس نے اتنا تو سمجھ لیا تھا کہ نارگٹ پر جو ان کم عمر اور خوبصورت لڑکیاں ہیں اسلئے انہوں نے سب کو ہوشیار رہنے کی تاکید کی تھی۔۔۔ دن رات پولیس کے گشت اس علاقے میں تیز ہو گئے مگر کوئی سراہا تھ نہیں لگ رہا تھا۔۔۔

"نور حوصلہ کر میری بہن۔۔۔" مبا نور کو گلے لگاتے ہوئے بولی

"باجی آپ ابھی بھی یہ کہہ رہی ہیں۔۔۔" وہ آنسو صاف کرتے ہوئے بولی

"دعا کر بس اب۔۔۔" اس گھر کو نانا جانے کس کی نظر کھا گئی پل بھر میں اجڑ گیا۔ "مبا بھی رونے لگی

"مجھے ان ماؤں کا دکھ بخوبی سمجھ آ گیا ہے مبا جنکی منھی منھی پریاں اغوا ہو جاتیں ہیں جنکے پھولوں کو کھلتے ہی مسل دیا جاتا ہے۔۔۔" نئی وی پر دیکھ کر یا کوئی ایسی خبر سن کر ہم کیسے بے حس بنے بیٹھے ہوتے ہیں مگر خدا کی قسم تکلیف تو تب ہوتی ہے جو خود پر پڑتی ہے۔۔۔ اس اذیت اس تکلیف سے خدا کسی کی ماں کو دو چارنا کرے "نور رو رہی تھی۔۔۔

ایک رمشا تھی جو ابھی بھی بے حس بنی بیٹھی تھی جسے آبش کے لیے آنسو بہاتی نور بالکل بھی اچھی نہیں لگ رہی تھی۔۔۔

☆.....☆.....☆

"بچے اب ہم نہیں دے سکتے۔۔۔" زہرا بی بی نے دو ٹوک جواب دیا

"بی بی انکی ماں بہت سخت بیمار ہو گئی ہے۔۔۔" رفاقت شرمندہ شرمندہ سا بولا۔

"یہ تو اسے بچے بھیجنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا۔۔۔" بی بی سائیں نے کہا

"میں شرمندہ ہوں بی بی سائیں۔۔۔"

"تمہیں شرمندہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں بیٹا تم بھی تو بے قصور ہو۔۔۔ اور بچے ہم پر بھاری نہیں اسے

”بی بی سائیں آپ ابھی بچے بھجوا دیں۔۔۔ وہ ماں ہے ماں بچوں سے جدا نہیں رہ سکتی بس پاگل ہو گئی تھی
وہ۔۔۔“ رفاقت بولا

”بیٹھو ابھی کھانے کا وقت ہے کھانا کھا کر جانا۔۔۔۔۔“ ملازمہ کھانے سے بھی ٹرائی لے آئی تھی
 ”اور رفاقت چپ چاپ بیٹھ گیا تھا۔۔۔ وہ اچھے سے جانتا تھا یہ لال حویلی کا دستور ہے بغیر تواضع کے وہ کسی
 کو جانے نہیں دیتے۔۔۔۔۔“

☆☆☆

رات کا کھانا کھانا کھا کر اسکو دوا دینے کے بعد عزیر نے آبش کو کمرے میں بھجوا دیا اور سونے کی سختی سے تاکید کی تھی۔۔۔ ساتھ یہ بھی کہا وہ چاہے تو اندر سے دروازہ لاک کر سکتی ہے۔۔۔ اور اس نے بھی ایسا ہی کیا غلام دین اسے کمرے میں چھوڑنے آیا ساتھ پانی کی بوتل اور جوس کا گلاس رکھ کر اسی آن کر کے چلا گیا تھا۔۔۔

وہ فوراً سے لاک لگانے کے بعد بیڈ پر بیٹھ گئی۔۔۔ واش روم بھی کمرے کے ساتھ ملحق تھا وہ واش روم میں گئی تو اپنا چہرہ دیکھ کر گھبرا گئی۔۔۔ پھر اس نے چادر اتاری تو اپنا جگہ جگہ سے پٹا ملگجا لباس دیکھ کر شرم سے پانی پانی ہو گئی۔۔۔ اسکے سفید بھرے بھرے بازوؤں پر زخموں کے نشان تھے۔۔۔ جنہیں ڈاکٹر نے صاف کر دیا تھا مگر نشان واضح تھے۔۔۔

وہ اپنے چہرے پر موجود نیل کے نشان دیکھ کر اس تکلیف کو ایک بار پھر محسوس کرنے لگی جو اسے ایک ہفتے میں تھپڑوں کی صورت ملی تھی۔۔۔ اسے اچھے سے یاد تھا کبھی کسی نے اس پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا اسکول میں بھی وہ بہت لائق اور سلیم بھی ہوئی سنوڈنٹ تھی اسے تو استاد کی مار بھی نہیں پڑی تھی پھر پہلے امی کی لاڈلی اور امی کے جانے کے بعد تانی ماں نے اسے زمانے کی دھوپ تک تا پڑنے دی تھی۔۔۔

یہ تو وہ ہی جانتی تھی جب کھانا کھانے پر وہ دیو قامت بھدا شخص اپنے اتنے بھاری ہاتھ سے اسکے چہرے پر تھپڑ رسید کرتا تھا تو کیسی تکلیف ہوتی تھی پہلے دو دن تو وہ دو تھپڑوں سے ہی بے ہوش ہو گئی تھی۔۔۔ اب بھی وہ شیشے کے آگے کھڑی ان نیل کے نشانوں کو اپنی کانپتی انگلیوں کے پوروں سے چھو رہی تھی۔۔۔ مزید کھڑا رہنا اسکے لیے مشکل ہو رہا تھا پاؤں کا زخم تازہ تھا۔۔۔ اس نے جلدی سے منہ دھویا اور دیوار کا سہارا لیتے ہوئے بیڈ پر آ گئی۔۔۔

"یا اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے تو نے میری آبرو کی حفاظت کی تو نے میرے بدترین دنوں کا خاتمہ کیا اب مجھے میرے گھر بھی اسی طرح با حفاظت پہنچا دے آمین" اس نے دل سے دعا کی

"اس شخص نے مجھے یہاں کیوں روک لیا۔۔۔ کہیں اسکا بھی کوئی مفاد تو نہیں۔۔۔

نہیں۔۔۔ سر پر چادر دینے والا شخص ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔

پر کسی کے چہرے پر تھوڑی لکھا ہے۔۔۔

اگر یہ اسکا گھر ہے تو گھر والے کدھر ہیں۔۔۔

یہ گھر خالی کیوں ہے۔۔۔

۔۔۔ وہ عجیب تذبذب کا شکار تھی

اسے اپنا گھر اپنی ماں اپنے ماموں اور نانی ماں شدت سے یاد آ رہے تھے۔۔۔ نا جانے اب وہ کس کے ہاتھ لگ گئی نا جانے اب اسکے ساتھ کیا ہونے والا ہے یہ خوف اس کے دل میں کنڈلی مارے بیٹھا تھا یہ ہی سوچتے سوچتے آیت الکرسی کا ورد کرتے کرتے وہ نا جانے کب سو گئی۔۔۔

☆.....☆.....☆

"سردار صاحب رات آپ سوے نہیں۔۔۔" غلام دین صبح 9 بجے سرونٹ کو اثر سے ٹی وی لاونچ میں آیا تو سردار عزیز صوفے پر ہی لیٹا تھا مگر وہ جاگ رہا تھا۔

"آہ۔۔۔ نہیں یار نیند نہیں آئی رات کو۔۔۔" وہ اپنی گردن سہلاتے ہوئے بولا "میں نے سب کمرے صاف کر دیے تھے آپ اپنے کمرے میں جا کر لیٹتے تو نیند بھی آ جاتی۔۔۔ خیر ناشتہ بناتا ہوں میں گرم گرم۔۔۔" غلام دین کچن کی جانب بڑھنے لگا

"صرف چائے لے آؤ گرام گرم میں نہا کر آتا ہوں۔۔۔" وہ اٹھتے ہوئے بولا تھوڑی ہی دیر میں وہ فریش ہو کر کاشن کی کریم رنگ کی شلوار قمیض میں ملبوس تھا ہاتھ میں قیمتی روٹیکس پہنے خوشبوؤں میں نہایا ہوا مجتبیٰ جمال خود کو شیشے میں دیکھ رہا تھا۔۔۔ وہ اپنی سفید قمیض جو اتاری تھی اسے دیکھنے لگا جس میں جا بجا خون کے دھبے نمایاں تھے یہ خون آبلش کے زخموں کا تھا جو اسے سہارا دیتے ہوئے سردار عزیز کے کپڑوں پر لگ گیا تھا نا جانے کس احساس کے تحت عزیز نے وہ قمیض ایسے ہی لپیٹ کر بڑی سی الماری میں رکھ دی اور باہر آ گیا

"غلام دین وہ لڑکی باہر نہیں آئی۔۔۔" عزیز چائے پیتے ہوئے بظاہر لا پرواہی سے بولا "نہیں میں سوچ رہا ہوں دروازہ بجا کر پوچھوں وہ بچی کافی ڈری ہوئی ہے۔۔۔" غلام دین نے کہا "ہم اسکے لیے ناشتہ بناؤ۔۔۔ میں اسے لے کر آتا ہوں۔۔۔ دو الٹنی ہے اس نے۔۔۔" وہ کہہ کر اسکے کمرے کی جانب بڑھ گیا اور غلام دین کچن میں ناشتہ بنانے لگا۔

دروازے کی ناک پے وہ فوراً ہی اٹھ بیٹھی تھی۔۔۔ کچھ دیر تو اس کا ذہن بالکل ماؤف رہا۔۔۔ مگر مسلسل ہوتی دستک سے وہ ہوش میں آ چکی تھی سردار سے پھٹ

رہا تھا۔۔۔ رات ساری وہ سوئی رہی۔۔۔۔۔ وہ اچھے سے چادر لپیٹ کر اٹھی تو پاؤں شدید درد کرنے لگا بمشکل دروازہ کھولا تو سامنے عزیز کھڑا تھا وہ سنجیدہ اور بے حد سنجیدہ تھا۔۔۔ آبش کو وہ مزار پر ہی سخت طبیعت کا لگا تھا وہ اس عجیب اتفاق پر بھی حیران تھی کہ اسی شخص سے اس کا دوبارہ سامنا کیسے اور کیوں ہوا۔۔۔

"کیسی طبیعت ہے۔۔۔ اس نے اپنے ہاتھ کی پشت سے آبش کے ماتھے کو چھوا تھا "وہ اسکے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا

"ٹھیک ہے۔۔۔۔۔" جواب مختصر تھا نظریں جھکی ہوئی تھیں

"کہیں تکلیف تو نہیں۔۔۔" وہ اسکے سائیڈ سے گزرتے ہوئے اندر کمرے میں آ گیا تھا اسکے پاس سے اٹھتی مسکور کن خوشبو آبش نے پہچان لی تھی۔۔۔ اس دن بھی ایسی ہی خوشبو اسے محسوس ہوئی تھی وہ پانی کی بوتل اور جوس کے گلاس کو دیکھ کر رہ گیا جو جوس کے توں پڑے تھے۔۔۔

"پاؤں میں کافی درد ہے۔۔۔" اس نے جواب دیا

"ہاں۔۔۔ یاد آتا تمہارے پاؤں کے لیے ایک مرہم دی تھی ڈاکٹر نے دو ٹائم لگانی ہے دن میں۔۔۔ چلو آؤ پہلے ناشتہ کرتے ہیں پھر دو کھانی بھی ہے" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے سہارا دیتے ہوئے لاؤنج تک لایا تھا اور وہیں صوفے کے سامنے پڑی ٹیبل پر ناشتہ لگوا لیا۔۔۔

انڈا سلاکس کھانے کے بعد اس نے آبش کو جوس کا گلاس تمہا دیا۔۔۔ اور خود اب ٹھنڈی میٹھی لسی پینے لگا۔۔۔

آبش دن سیڑ صوفے پر جبکہ عزیز 3 سیڑ لیدر کے قیمتی صوفے پر بیٹھا ہوا تھا ساتھ ایل ای ڈی پر میچ دیکھ رہا تھا وہ بے حد دلچسپی سے میچ دیکھتے ہوئے ناشتہ کر رہا تھا۔۔۔

آبش نے جلدی سے دوائیں خود ہی لے لیں۔۔۔ اور اب ٹیوب نکال کر پاؤں اوپر کر کے اسکی بینڈیج اتارنے لگی۔۔۔ وہ نہیں چاہتی تھی سردار عزیز اس کی طرف دھیان دے۔

"یہ کیا کر رہی ہو۔۔۔ مجھے دو۔۔۔" وہ اٹھ کر اسکے قریب آ گیا اسکے ہاتھ سے ٹیوب لے لی۔۔۔

"میں کر لوں گی۔۔۔" آبش نے پاؤں پیچھے کر لیے

"وہ غور سے آبش کا چہرہ دیکھنے لگا جو مارے خفت کے سرخ ہو رہا تھا

"دیکھو بی بی مجھے بھی کوئی شوق نہیں لڑکیوں کے چہرے پر نہ کا۔۔۔ مگر اس وقت تم میری ذمہ داری ہو تو جو میرا کام ہے مجھے ہی کرنے دو۔۔۔" وہ تنگی سے بول کر اسکے پاؤں کی بینڈ تاج کھولنے لگا۔۔۔

عزیر کی بات پر پہلی بار سر اٹھا کر آتش اسے گھور کر رہ گئی جسے دل ہی دل میں سردار عزیر نے خوب انجوائے کیا۔۔۔

وہ آتش کے پاؤں پر ٹیوب لگانے کے بعد دوبارہ بینڈ تاج کر چکا تھا۔۔۔

"آپ کی بہت بہت مہربانی اب مجھے میرے گھر چھوڑ آئیں نہیں تو بھجوادیں پلیز۔۔۔" وہ دوبارہ صوفے پر بیٹھ کر میچ دیکھنے لگا

"اتنی جلدی کیوں ہے تمہیں میں تمہیں کچھ کہہ رہا ہوں یہاں یا کوئی تکلیف ہے تمہیں مجھ سے۔۔۔" وہ ایک گلاس مزید لسی کا پیٹے ہوئے ایل ای ڈی پر نظریں جمائے لا پر وہ اسی سے بول رہا تھا

"میرا بھی گھر ہے گھر والے ہیں جو میرے لیے پریشان ہیں۔۔۔ مجھے اپنے گھر جانا ہے۔۔۔ مجھے آپ سے کوئی تکلیف نہیں مگر میری وجہ سے آپ بھی تکلیف میں ہیں اسلئے مجھے گھر جانے دیں" وہ آرام سے بولی

"میں نے تم سے کہا ہے تمہیں گھر ہی جانا ہے اور میں خود تمہیں چھوڑ کر آؤں گا۔۔۔ مگر کچھ دن انتظار کرو۔۔۔" وہ لسی کا خالی گلاس شیشے کی ٹیبل پر رکھ کر کھڑا ہو گیا

"کچھ دن۔۔۔ کیا مطلب کچھ دن میں یہاں ایک منٹ مزید نہیں رکوں گی۔۔۔" وہ بھی غصے سے کھڑی ہوئی اور لڑکھڑاتے ہوئے قدرے تیز قدم اٹھاتے لاؤنج سے باہر آ گئی۔۔۔

عزیر اسکے پیچھے تیزی سے لپکا تھا۔

"باہر آسمان گہرے بادلوں کی لپیٹ میں تھا صبح سے کافی بارش ہو چکی تھی اب ٹھنڈی ہواؤں کا زور تھا اور بادلوں کی گرج کافی زیادہ تھی۔۔۔

"تم کہیں نہیں جارہی۔۔۔ سنا تم نے۔۔۔" سردار عزیر نے اسکا بازو پکڑ کر اسے قریب کیا تھا

وہ سہمی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔۔۔ وہ پہلے ہی ڈری ہوئی تھی عزیر کے یوں بولنے اور اسکا بازو پکڑنے پر مزید سہم گئی ساری قوت گویا ہوا ہو چکی تھی۔

"تمہیں پتا ہے تم سمیت گاؤں کی پانچ لڑکیاں غائب ہیں۔۔۔ تم تو خوش قسمت تھی بچ گئی مگر ان چار کے بارے میں سوچو جو کب سے لاپتا ہیں کل رات مزید ایک لڑکی کے لاپتا ہونے کی اطلاع ملی۔۔۔ خطرہ ابھی پوری طرح ٹلا نہیں ہے۔۔۔ کیا تم ان لڑکیوں کو بچانے میں ہمارا ساتھ نہیں دو گی۔۔۔"

پاگل لڑکی تم وہاں رہ کر آئی ہو جو باتیں تمہارے علم میں ہیں ہم سب ان سے لاعلم ہے۔۔۔ تمہارا یوں اس وقت اپنے گھر پہنچ جانا دشمن کو چوکنا کر دیگا عین ممکن ہے وہ گروہ اپنا ٹھکانہ بدل لے یا تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرے۔۔۔ تمہارا منظر سے غائب رہنا ابھی بے حد ضروری ہے۔۔۔ تمہاری مدد سے کسی کی بیٹی بچ سکتی ہے۔۔۔ وہ آبش کی آنکھوں میں خوف دیکھ کر اب اسے پیار سے سمجھا رہا تھا

"سمجھ رہی ہوتا۔۔۔ رہا سوال میرا تو میرا تعلق بھی ملکہ پور سے ہے تمہارے ہی علاقے کا ہوں۔۔۔ زیادہ نہیں تھوڑا بھروسہ مجھ پر کر سکتی ہو۔۔۔ دو بچوں کا باپ ہوں۔۔۔ تمہیں مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں اس گھر میں غلام دین ہے یا میں ہوں ہمارے علاوہ کوئی نہیں آتا۔۔۔ بس میں ان لوگوں تک پہنچنا چاہتا ہوں جنہوں نے تمہیں اس حال تک پہنچایا جنہوں نے کتنے گھروں کی خوشیاں ختم کر دیں۔۔۔" نا جانے کیوں سردار عزیز کا دھیان آبش کی نانی ماں کی موت کی طرف چلا گیا۔۔۔ جس سے سامنے کھڑی آبش بالکل بے خبر تھی۔۔۔

"پھر بھی کوئی زبردستی نہیں سب جاننے کے بعد اگر تم میرا ساتھ دو گی تو ٹھیک ورنہ میں تمہیں ابھی تمہارے گھر چھوڑ آتا ہوں" وہ بول کر اسے دیکھنے لگا

"میں آپکا ساتھ دوں گی۔۔۔" یہ محض الفاظ تھے یا ایک عہد۔۔۔ یہ تو وقت نے ہی ثابت کرنا تھا

☆.....☆.....☆

"میرے بچے کیوں نہیں بھیجے انہوں نے۔۔۔" وہ رفاقت کے کمرے کا دروازہ کھول کر غصے سے پوچھ رہی تھی۔

"تمہیں یاد آ گیا کہ تمہارے بھی بچے ہیں۔۔۔" رفاقت نے طنز کیا۔

"جتنا پوچھا ہے اتنا بتاؤ۔۔۔" وہ بد لحاظ ہو چکی تھی۔۔۔

"شام کو وہ بچوں کے باپ سے پوچھ کر بتا دیں گے کہ بچے بھیجے بھی ہیں یا نہیں۔۔۔" وہ سرسری سا جواب

دے کرٹی وی دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب۔۔۔ بھیجنے ہیں یا نہیں۔۔۔ تو نے کہا نہیں کہ انکی ماں کی کیا حالت ہوگئی ہے انکے بغیر۔۔۔" صفیہ بھی بیٹی کے پیچھے رفاقت کے کمرے میں آگئی

"اماں انکے گھر میں تمام معاملات گھر کے مردوں کی مرضی اور مشاورت سے طے ہوتے ہیں ہمارے گھر کی طرح کا نظام نہیں ہے انکا۔۔۔۔" رفاقت چوٹ کرنے سے باز نہ آیا

"اپنی بکواس بند کر اور بتا کیا بات ہوئی۔۔۔" صفیہ نے اسے گھورا

"اماں حاجی سائیں اور عزیز بھائی سے بات کر کے بتائیں گے جو ان لوگوں نے کہا وہی ہوگا۔۔۔" رفاقت نے قدرے آرام سے کہا

"مطلب اگر وہ نہیں کہیں گے تو بچے نہیں آئیں گے۔۔۔" صفیہ نے پوچھا

"یہ تو آپ ان محترمہ سے پوچھیں کیا ضرورت تھی بچے بھیجنے کی۔۔۔۔" رفاقت تلخی سے بولا

"اماں دیکھ رہی ہے کیسے بد لحاظ اور بے غیرت بیٹے ہیں حیرے بہن کو طلاق دلوا کر خوش نہیں ہوئے اب بہن کو ہی زمانے بھر میں غلط ثابت کر رہے ہیں۔۔۔" زرینہ روتے ہوئے بولی

"طلاق ہم نے دلوائی۔۔۔؟۔۔۔ واہ واہ تمہاری وجہ سے انا کی جو جگہ ہنسائی ہوئی اسکا افسوس نہیں تمہیں۔۔۔ اور ہم سب جو پانچ سال سے تمہارے لڑائی جھگڑوں کی پیشیاں بھگت رہے ہیں وہ نظر نہیں آتا تمہیں۔۔۔" رفاقت بھی آج دوہو ہو چکا تھا

"ہائے۔۔۔ بس کر دو۔۔۔ خدا کا نام ہے وہ پرانی بیٹی گھر میں ہیں کیوں تماشا بنا رہے ہو ایک دوسرے کا۔۔۔ چوہدری صاحب نے یہ باتیں سن لیں تو تم لوگوں سے پہلے میری قبر بن جائے گی۔۔۔" صفیہ اپنی بڑی بہو اور چوہدری صاحب کے ڈر سے بہت مشکلوں سے زرینہ کو اپنے کمرے میں لے کر آئی تھی۔

☆.....☆.....☆

"ماما آپ واپس نہیں آئیں گی۔۔۔" رمانم آنکھوں سے پوچھ رہی تھی

"نہیں جب تک میری بیٹی نہیں مل جاتی میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی۔۔۔" نور کی آنکھوں پر چھائی

ویرانی کسی سے چھپی نہیں تھی

"ماما۔۔۔" رمشا کچھ بولنے ہی والی تھی جب آصف لودھی نے اسکے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے خاموش رہنے کی تلقین کی۔۔۔

"نور۔۔۔ میری جان اپنا خیال رکھنا۔۔۔ تم جانتی ہو اگر رمشا کے ایگزامز نا ہوتے تو میں کبھی نا جاتا"

آصف لودھی نے نور کو محبت سے کہا تھا

"آپ خیر سے جائیں۔۔۔ گھریلو معاملات دیکھیں اور پلیز میری آبی کے لیے دعا کریں۔۔۔" نور کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں

"اللہ پاک اسکی حفاظت کریں گے انشاء اللہ وہ خیر و عافیت سے ہمارے پاس آے گی۔۔۔ کوئی بھی پیش رفت ہو مجھے بتانا۔۔۔" آصف لودھی نے انہیں حوصلہ دیا نومی کو پیار کیا اور چلے گئے۔۔۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی انہیں احساس ہوا جیسے رمشا رو رہی ہے۔۔۔

"کیا ہوا مشو۔۔۔ کیوں رو رہی ہو۔۔۔" انہوں نے گاڑی چلاتے ہوئے شفقت سے رمشا کے سر پر ہاتھ رکھا۔۔۔

"ماما کو ساتھ آنا چاہیے تھا پاپا۔۔۔" وہ سوس سوس کرتے ہوئے بول رہی تھی۔۔۔

"بیٹا ماما کتنی ڈسٹرب ہیں۔۔۔ دعا کرو آؤش مل جائے پھر ہم ماما اور آؤش کو ساتھ لے جائیں گے۔۔۔"

آصف لودھی محبت سے بولے۔

"واٹ۔۔۔ پاپا

are u kidding..

آئی مین آپ ایسا سوچ بھی کیسے سکتے ہیں کہ آؤش ہمارے ساتھ رہے گی۔" وہ شک ڈک کی سی کیفیت میں بولی

"i am damn serious

تمہیں یہ بات واضح کر دوں کہ ایک بار آؤش خیریت سے واپس آ جائے پھر وہ ہمارے ساتھ ہمارے پاس رہے گی۔۔۔" آصف لودھی نے صاف لفظوں میں کہا۔

"پاپادہ آپکی بیٹی نہیں ہے۔۔۔" رمشانے ایک ایک لفظ پر زور دیا
 "تم بھی نور کی بیٹی نہیں ہو مشو۔۔۔" انداز کچھ جتانے والا تھا
 "اللہ کرے وہ کبھی واپس ہی نا آئے۔۔۔" وہ تنک کر بولی
 گاڑی زوردار بریک سے رکی تھی۔

"what Rubbish... how selfish you are rimsha.."

تم انتہائی خود سر ہو چکی ہو مگر اس خود سری میں اپنی زبان سنبھال کر بات کیا کرو رمشا۔۔۔ اگر آتش کی جگہ تم
 ہوتی۔۔۔ تو۔۔۔؟؟؟ بیٹا لفظوں کے قرض چکانا بہت مشکل ہے۔۔۔" انداز سخت لیکن سمجھانے والا تھا۔
 "کبھی کبھی لگتا ہے میں آپکی بھی بیٹی نہیں ہوں" وہ غصے سے دوسری جانب دیکھنے لگی۔۔۔
 "تم میری ہی بیٹی ہو۔۔۔ اسلئے سمجھا رہا ہوں میں نے تمہیں بہت لاڈ سے پالا ہے۔۔۔ تمہاری ہر خواہش
 پوری کی۔۔۔ اور آگے بھی کروں گا مگر اب تمہیں زندگی کے ہر معاملے میں سنجیدگی سے کام لینا ہوگا۔۔۔ بیٹیاں
 سب کی سناٹھی ہوتی ہیں۔۔۔ جب تم نور کو ماں سمجھتی ہو تو آتش بھی نور کا حصہ ہے اسے بھی اپنی زندگی کا حصہ سمجھو
 وہ تمہاری بہن ہے۔۔۔" آصف لودھی گاڑی سٹارٹ کر چکے تھے
 "اوہو۔۔۔ بہن مائی فٹ۔۔۔" وہ تلخی سے سوچ کر رہ گئی مگر بولی کچھ نہیں وہ جانتی تھی آصف لودھی کان
 کے کچے بالکل بھی نہیں تھے وہ ایک بار جسے ٹھیک کہہ دیتے وہ ہمیشہ ہی انکے لیے ٹھیک ہوتا تھا۔۔۔
 وہ باپ کے سامنے کم از کم بری نہیں بننا چاہتی تھی۔
 "اور ہاں دعا کرو آتش جلد از جلد ہمارے پاس ہو۔۔۔ بہن کی دعا ایک بہن کے حق میں ضرور پوری ہوتی
 ہے۔۔۔" آصف لودھی ہلکے پھلکے انداز میں بولے تھے۔
 "کاش میری بددعا بھی قبول ہو جائے اور وہ منحوس کبھی واپس نا آئے۔۔۔" رمشا نفرت سے سوچتی رہ گئی۔

☆.....☆.....☆

"یہ کس کا کمرہ ہے۔۔۔" غلام دین سردار عزیر کے کہنے پر اسے اوپر والے کمرے میں لے آیا تھا۔۔۔ اس
 پورشن میں ایک ہی کمرہ تھا جو باہر سے لاک تھا۔۔۔ باقی پورشن ابھی زیر تعمیر تھا۔۔۔

"زیادہ معلوم نہیں میں تو ابھی دو ماہ پہلے ہی یہاں آیا ہوں۔۔۔ سردار صاحب کہہ کر گئے ہیں آپ اپنی پسند کے کوئی سے بھی کپڑے پہن لیں یہاں سے اور نہادھو کر فریش ہو جائیں۔۔۔" غلام دین کمرے سے باہر ہی کھڑے کھڑے بتا رہا تھا۔

"تمہارے سردار صاحب ہیں کہاں۔۔۔؟" وہ پوچھنے لگی

"وہ باہر گئے ہیں ایک ڈی ایس پی انکے دوست ہیں ان سے ملنے۔۔۔" غلام دین نے بتایا

"اچھا غلام دین انکی فیملی کہاں ہے میرا مطلب بیوی بچے ماں باپ۔۔۔" اسکے اندر جو سوالوں کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا اچھا موقع تھا غلام دین سے سب پوچھنے کا۔۔۔

"ملکہ پور ہی ہوتے ہیں جی۔۔۔" غلام دین نے مختصر کہا۔۔۔

"اوہ۔۔۔ تو یہ کمرہ بھی انکی بیگم استعمال کرتی ہوں گی اسلئے لاک ہے۔۔۔" وہ بولی

"ہا۔۔۔ ہا ہا جی جی۔۔۔ انکا ہی ہے۔۔۔ میں نیچے کام دیکھ لوں آپ بھی نیچے آجائیے گا۔۔۔"

غلام دین کہہ کر جا چکا تھا۔۔۔

وہ کمرے کا دروازہ بند کر کے کمرے کا بغور جائزہ لینے لگی یہ کمرہ نیچے والے کمرے کی نسبت بہت کشادہ اور خوبصورت تھا۔۔۔

خوبصورت چنیوٹی فرنیچر۔۔۔ بھاری قیمتی پردے۔۔۔ سیٹ اے سی۔۔۔ قالین۔۔۔ سب کچھ ایسے تھا جیسے کسی نے استعمال ہی نہ کیا ہو ہر شے چمک رہی تھی۔۔۔ اس نے صرف فین آن کیا تھا کیونکہ یہ کمرہ سیکنڈ فلور پر تھا تو کافی گرم بھی تھا اوپر سے اس کمرے کی ڈارک براؤن اور بلیک کلر سکیم سے گرمی اور بھی زیادہ محسوس ہو رہی تھی۔۔۔ وہ جلدی سے ساتھ بنے واڈروب کی طرف بڑھ گئی۔۔۔ وہ لکڑی کی بنی نفیس الماری کا جو بھی دروازہ کھولتی الماری کے اندر لائنس خود ہی آن ہو جاتیں۔۔۔ اس نے کم از کم اپنی زندگی میں پہلی بار ایسی خوبصورت اور نفیس ڈیزائننگ دیکھی تھی۔۔۔

وہ جیسے جیسے الماری کے پٹ کھول رہی تھی شدید حیران ہو رہی تھی۔۔۔ ایک سے بڑھ کر ایک خوبصورت سوٹ الماری میں لٹک رہا تھا۔۔۔

ایک طرف فل ایمرائیڈری والے نفیس سے سوٹوں کی لمبی قطار تھی دوسری طرف لان اور کاٹن کے سوٹ لنگ رہے تھے۔۔۔ ہینڈ بیگز کی بہتات تھی۔۔۔ جیسے ہر سوٹ کے ساتھ میچ کر کے لیا گیا ہو۔۔۔ تھوڑا سا آگے ہوئی تو میچنگ جیولری اور پرفومز کی طرح طرح کی شیشیاں موجود تھیں۔۔۔

"ماشاء اللہ بہت ہی با ذوق ہے انکی بیگم۔۔۔" آتش دل ہی دل میں داد دیے بغیر تارہ سکی اور جلدی سے کاٹن لان کا ایک آسمانی رنگ کا کرنا شلو اور نکال کر دیکھا آیا اسے پورا ہے کہ نہیں۔۔۔۔۔ کپڑے سب لارج سائز کے ہی تھے۔۔۔

اس نے سوٹ کو غور سے دیکھا اس پر براؤن کا ٹیگ بھی جوں کا توں موجود تھا اس نے سر جھٹک کر ٹیگ اتارا اور شاور لینے چلی گئی۔۔۔

شاور لینے کے بعد اسے اپنا آپ بہت ہلکا پھلکا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا آپ دیکھنے لگی۔۔۔ یکدم سے اس آسمانی ٹر میں جیسے وہ کھل سی گئی تھی۔۔۔ کپڑے اسکو ذرا سے کھلے تھے مگر پہنے ہوئے اچھے لگ رہے تھے۔۔۔ وہ برش ڈھونڈنے کے لیے ڈریسنگ کا دروازہ کھولنے لگی تو برش کے ساتھ ہی اسے بہت سے کلچرز بھی نظر آ گئے۔ اس نے مجبوراً ایک کلچر بھی نکال لیا کیونکہ اسکے بال کھلے ہوئے تھے۔۔۔ بالوں کو سلجھانے کے بعد وہ تھوڑی دیر پٹھے کے نیچے بیٹھی رہی بال تھوڑے خشک ہوئے تو اچھے سے کچر میں بند کرنے کے بعد سوٹ کے ساتھ موجود دوپٹے کو سر پر کیا اور کمرے کی ساری چیزیں سمیٹ دیں۔۔۔ سر سے اترنے والی پٹی، پاؤں پر موجود بینڈ تاج اور اپنے پرانے کپڑے بھی اٹھا لیے واش روم سے وہ پہلے ہی واپس لگا چکی تھی۔۔۔ سب لائنس آف کر کے وہ کمرے کو لاک لگا کر واپس نیچے آ گئی۔۔۔ کپڑے اسکے بری طرح پھٹے ہوئے تھے وہ سب اس نے لاؤنج سے نکلتے ہی دروازے کے ساتھ پڑے ڈسٹ بن میں پھینک دیے۔۔۔

"غلام دین یہ چابی۔۔۔" غلام دین جو لان کی صفائی کر رہا تھا خوش گوار حیرت سے آتش کو دیکھنے لگا "بیٹیا تو بہت اچھی لگ رہی ہے"۔۔۔ غلام دین نے چابی پکڑ کر اسکے سر پر ہاتھ رکھ کر شفقت سے کہا۔۔۔ "غلام دین۔۔۔ مجھے میری امی اور نانی ماں بہت یاد آ رہے ہیں کیا میں انہیں فون کر لوں۔۔۔" آتش کا دل تو وہیں پرائکا تھا۔

"پچیاں اٹھاؤ اب جوان ہم خود ہی کر لیں گے۔۔۔۔" وہ ہی ظالم آواز ماحول میں گونجی تھی۔

"بچیاں۔۔۔ سرکار۔۔۔ بچی۔۔۔ بچیاں کیسے۔۔۔" ایک آدمی نے بولنے کی جسارت کی۔

”ہاں بچیاں۔۔۔ آٹھ نو۔۔۔ دس۔۔۔ سال۔۔۔ ایک دنیا میں انکی بھی بہت مانگ ہے۔۔۔ اور جوان لڑکیوں کی نسبت انھیں اٹھانا آسان کام ہے۔۔۔“ وہ انتہائی کمینگی سے ہنستے ہوئے بولا۔

سب اسکی تائید میں سر ہلا رہے تھے۔۔۔

”پہلی بار۔۔۔ پہلی بار میری گرفت سے کوئی بھاگا ہے وہ بھی اس منحوس کالے کی وجہ سے۔۔۔ لیکن وہ لڑکی ابھی تک اپنے گھر نہیں پہنچی۔۔۔ اگر تو راستے میں مرکبپ گئی پھر تو ٹھیک ہے۔۔۔ اگر زندہ ہوئی تو کوئی نا کوئی مسئلہ ضرور ہوگا ہمیں۔۔۔ اسلئے جلد از جلد اس کام میں تیزی لاؤ۔۔۔ کچھ بچیاں ہاتھ لگیں۔۔۔ انہیں لے کر ٹھکانہ بدلو۔۔۔“

وہ حکم نامہ جاری کر رہا تھا اور سب صرف سر ہلارہے تھے۔۔۔

"وہ لڑکی --- وہ لڑکی جس دن میرے ہاتھ لگ گئی --- اسکا تو وہ حشر کروٹا۔۔ کہ دنیا دیکھے گی
۲۲۲-----"

وہ سب ملازموں کو انگلی کے اشارے سے بھیج کر انتہائی مکروہ انداز سے ہنسنے لگا تھا۔۔۔۔۔



”محبت جب آنکھوں میں آنکھیں ڈالے دیکھتی ہے تو مد مقابل کو ایک ہی پل میں ایسی شکست سے دوچار کرتی ہے کہ اسکے بعد جیت کا تصور بھی ممکن نہیں لگتا۔“

کچھ ایسا ہی سردار عزیز کے ساتھ ہوا۔۔۔ وہ اپنی بھوری آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔ سردار عزیز کو سنائی تو کچھ نہیں دیا مگر یہ بات اچھے سے محسوس ہوگئی وہ یہ کہ اب یہ محبت نامی حسیں بلا اس کے ارد گرد اچھا خاصا گھیرا تنگ کر چکی تھی۔۔۔

وہ گاڑی سے نکل کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔۔۔

وہ ناچا ہتے ہوئے بھی اسے سرتاجہ دیکھنے لگا یہ رنگ اس پر بے حد فوج رہا تھا مگر وہ چادر میں اچھی طرح لپیٹی ہوئی تھی۔۔۔

سردار عزیز کیونکہ مناسب قدم کا تھا اور آبلش کا قد اس سے 2 یا 3 انچ ہی چھوٹا تھا۔۔۔ وہ ذرا سی نگاہ اوپر کر کے اسے دیکھ رہی تھی

”ہاں بولو۔۔۔“ وہ بمشکل نظر چرا کر گاڑی کا دروازہ بند کرتے ہوئے بولا۔

”وہ آپ میری میرے گھر والوں سے بات کرادیں۔۔۔ میرا دل بہت پریشان ہے گھر کی طرف سے اللہ خیر کرے مجھے بہت عجیب عجیب سے خیال آرہے ہیں۔۔۔“ وہ آگے آگے چل رہا تھا اور وہ بولتے ہوئے اسکے پیچھے پیچھے آرہی تھی اب وہ اندر ٹی وی لاؤنج کے صوفے پر ٹک گیا تھا۔

”پاؤں کا زخم ٹھیک ہے اب۔۔۔“ وہ ایل ای ڈی آن کر چکا تھا

”جی۔۔۔“ وہ مزید بولنا چاہتی تھی جب اس نے ٹوک دیا۔

”تو ایک گلاس ٹھنڈا پانی دے دو۔۔۔ جب کوئی گھر آئے تو اسے ٹھنڈا پانی ضرور دیتے ہیں تاکہ اسکا دماغ اگر کسی وجہ سے گرم ہے بھی تو تھوڑا ٹھنڈا ہو جائے۔۔۔“ وہ طنز یہ لہجے میں بولا تھا۔۔۔

”ہاں۔۔۔ جی لاتی ہوں۔۔۔“ وہ سردار عزیز کے رویے پر سخت مایوس ہوئی تھی اسکی بات یکسر نظر انداز کر کے وہ اسے میز زسکھا رہا۔۔۔ آبلش کی تڑپ پریشانی اسے نظر نہیں آئی تھی۔۔۔ وہ تو خود یہاں مہمان تھی مگر وہ

اے ایسے کہہ رہا تھا جیسے وہ میزبان ہو۔۔۔۔۔ اس نے بہت مشکلوں سے اپنے آنسوؤں پر ضبط کیا اور کچن میں آ گئی۔۔۔ شیشے کے گلاس میں ٹیسلے کی بوتل سے پانی اٹھیلے ہوئے اسکے ناک جانے کتنے آنسو گرے تھے اس نے فوراً آنسو صاف کر کے گلاس اٹھایا اور سردار عزیر کو پیش کیا۔۔۔

سردار عزیر کن انکھیوں سے اسے دیکھ کر پانی پینے لگا۔۔۔ آنسوؤں کو ضبط کرنے کی کوشش میں اسکا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔۔۔ وہ نظریں جھکائے خاموش کھڑی تھی۔۔۔ سردار عزیر کے دل کو کچھ ہوا تھا وہ اسکی بے بسی کا فائدہ ہرگز نہیں اٹھانا چاہتا تھا مگر وہ اسے یوں واپس بھی نہیں بھیج سکتا تھا۔۔۔ وہ اسے یہ بھی نہیں بتا سکتا تھا کہ اسکی نانی اس دنیا سے رخصت ہو چکی ہے ایسی صورت میں اسکو سنبالنا از حد مشکل ہو سکتا تھا لہذا وہ اپنے دل پر پتھر رکھ کر صرف اور صرف دماغ سے چل رہا تھا۔۔۔

"بیٹھو ہاں۔۔۔" سردار عزیر نے گلاس ٹیبل پر رکھ کر اسے دن سیر صوفے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور وہ کسی رو بوٹ کی طرح فوراً بیٹھ گئی

"آج ایک ڈی ایس پی اور ایس ایچ او جو میرے دوست ہیں وہ تم سے تفصیل میں بات کریں گے۔۔۔ میں ابھی ان سے ہی مل کر آ رہا ہوں۔۔۔ بس تب تک مزید صبر کر لو۔۔۔ میں جانتا ہوں یہ بہت مشکل ہے مگر مسئلہ دوسری بچیوں اور انکے گھر والوں کا بھی ہے۔۔۔ تمہاری مدد سے ناک جانے کتنی بچیاں بچ جائیں۔۔۔ ابھی کل کی بات ہے قاضی واجد کی بیٹی لاپتا ہو گئی اور اسکا کیس بھی ایسا ہی ہے۔۔۔" وہ اسے سمجھا رہا تھا۔

"قاضی واجد۔۔۔۔۔" وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی

"ہمارے بہت خاص فیکٹری ورکر ہیں انکو قوتی بیٹی ہے انکی لگ بھگ تمہاری ہی عمر کی۔۔۔ انکے گھر سے بھی ہو کر آ رہا ہوں۔۔۔ تم سوچ نہیں سکتی انکے گھر کیسا موت کا سماں ہے۔۔۔" وہ اب تفصیل بتا رہا تھا

"تو سوچیں میرے گھر میں تو یہ سماں پچھلے کئی روز سے ہوگا۔۔۔ خدا نخواستہ میری وجہ سے کسی کو کچھ ہو گیا تو میں کبھی خود کو معاف نہیں کر سکوں گی۔۔۔ خود سے نظریں نہیں ملا پاؤں گی۔۔۔" وہ انتہائی کرب سے بولی

"زندگی موت تو اللہ کے ہاتھ ہے کسی کے چاہنے یا ناک چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔۔۔" عزیر عباس کے لبوں سے جملہ پھسل گیا۔

"کیا مطلب۔۔۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی

"مطلب کچھ نہیں اچھا سوچو سب خیر ہوگی۔۔۔ جہاں اتنا صبر کیا ایک دو دن اور سہی۔۔۔" وہ نظریں چرا کر پہلے کلائی میں بندھی اپنی قیمتی گھڑی اور پھر ایل ای ڈی پر لگے میچ کو دیکھنے لگا

"آپ مجھے اپنے گھر والوں کے ساتھ بھی تو رکھ سکتے ہیں نایوں مجھے آپ کے ساتھ اکیلے نہیں رہنا۔ یا آپ اپنی بیگم کو بھی ادھر لے آئیں۔۔۔" وہ نظریں جھکائے ہوئے بول رہی تھی

"تمہیں مسئلہ کیا ہے۔۔۔ کیا کوئی تکلیف ہے مجھ سے۔۔۔ کچھ کہا ہے تمہیں اب تک میں نے۔۔۔" وہ سخت چڑ کر بولا تھا

"میں آپ کے ساتھ یہاں اس اکیلے گھر میں رہنا مناسب نہیں سمجھتی۔۔۔ میرے گھر والوں کو پتا چلا تو وہ کیا سوچیں گے۔۔۔" وہ سخت الجھی ہوئی تھی

"کم از کم ایسا نہیں سوچیں گے جیسا تم سوچ رہی ہو۔۔۔" وہ اب اسے گھور رہا تھا اور وہ اسے دیکھتے دیکھتے سر جھکا گئی تھی

"میں یہاں کیا کروں۔۔۔ جس نے جو پوچھنا ہے وہ جلدی پوچھ لے۔۔۔" وہ بے بسی سے بولی۔
"یہ دوا کھاؤ وہ ٹیوب لگاؤ اور اپنے کمرے میں چلی جاؤ فی الحال۔۔۔" پہلے ہی سر بہت درد کر رہا ہے مزید

مت کھاؤ۔ "سردار عزیز نیبل پر رکھا دواؤں کا شاہراہ کی طرف بڑھا کر ایل ای ڈی ریک پر پڑی ٹیوب کی طرف اشارہ کر کے اپنی کنپٹی سہلاتے ہوئے بولا۔۔۔۔۔

وہ عزیز کے دھوپ چھاؤں سے تیور پر سراٹھا کر تعجب سے اسے دیکھنے لگی۔۔۔ وہ واقعی بہت ڈسٹرب لگ رہا تھا۔۔۔ بہت تھکا تھکا پریشان۔۔۔ وہ دواؤں کا شاہراہ اٹھا کر خاموشی سے کمرے میں چلی گئی۔۔۔ اسکے علاوہ وہ

کربھی کیا سکتی تھی۔۔۔ خدا کبھی کسی کو اتنا بے بس نہ کرے وہ دل سے دعا گو تھی۔

☆.....☆.....☆

"آج ہم کتنے دنوں بعد مل رہے ہیں نا۔۔۔" وہ رمشا کے نازک ہاتھ پر اپنی گرفت سخت کرتے ہوئے خوشی سے بول رہا تھا

"یس اینڈ یونوواٹ میں آج بہت فریش فیل کر رہی ہوں۔۔۔ اس آبی کی وجہ سے پچھلے کچھ دن اتنے برے گزرے کا بتا نہیں سکتی۔۔۔" وہ دونوں ڈیفنس وائے بلاک میکڈونلڈ میں بیٹھے لنچ کے بعد اب چاکلیٹ آئس کریم انجوائے کر رہے تھے

"چلو تھینک گاڈ اب تم ریلیکس ہو۔۔۔ نوی بھی آیا ہے واپس لاہور یا صرف تم آئی ہو۔۔۔" ولی پوچھ رہا تھا "صرف میں آئی ہوں پاپا کے ساتھ وہ بھی ایگزامز کی وجہ سے۔۔۔ ورنہ ماما کو ساتھ لے کر ہی آتی۔۔۔" وہ منہ پھلا کر بولی

۲۰ آتش کا کچھ معلوم نہیں ہو سکا؟ ولی کو تشویش ہوئی

"نہیں۔۔۔ ایک ہفتے سے زیادہ ہو چکا ہے اور اب اسکا کچھ پتا لگنا بھی نہیں یہ کوئی پہلا کیس نہیں اس گاؤں میں آئے روز ایسے واقعات پیش آرہے ہیں اور کسی ایک لڑکی کی بھی واپسی نہیں ہوئی۔۔۔" وہ آئس کریم کھاتے ہوئے لا پرواہی سے بولی۔۔۔

"اللہ خیر کرے۔۔۔" چلو تمہیں گھر ڈراپ کر دوں پھر مجھے واپس کراچی کے لیے نکلنا ہے۔۔۔ ولی اٹھتے ہوئے بولا۔ وہ بھی اپنی آئس کریم پکڑ کے کھڑے ہو گئی۔۔۔ جنرل کی پینٹ پر بے بی پنک ٹی شرٹ کے ساتھ اپنے سلکی بال کھولے وہ کوئی گڑبادی لگ رہی تھی

"تم اتنی جلدی کیوں جا رہے ہو ولی۔۔۔" وہ گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولی "کام بہت ہے مشو۔۔۔ تم اپنی اسٹڈیز پر کونسلٹریٹ کرو اور میرا فوکس میرے فیوچر پر ہے۔۔۔" وہ سنجیدگی سے بولا

Everything is ok wall

وہ اسے آج کچھ زیادہ ہی سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا

"yes all is well my dear"

وہ مسکرا کر اسکی ناک کو چھیڑتے ہوئے بولا

☆.....☆.....☆

گھر میں وحشت طاری کرتی ایک خاموشی تھی۔۔۔ گھر اجڑتا کیسے ہیں بکھرتا کیسے ہے یہ ان دونوں بہن بھائیوں کو اچھی طرح سمجھ آ گیا تھا۔۔۔ نور اور عاصم دونوں ہی اپنی اپنی ذات سے بے خبر ایک عجیب ویران اجڑی بستی کے مسافر لگ رہے تھے دونوں چپ تھے دونوں کی آنکھیں ویران اور خشک تھیں۔۔۔ مقدس بیگم کے چھڑنے کا دکھ تو تھا ہی آبی کی جدائی ہر گزرتے دن کے ساتھ رگ رگ میں اترتے زہر کا سا کام کر رہی تھی ایسا زہر جو آہستہ آہستہ نور کو ختم کر رہا تھا۔۔۔ اب بھی وہ عاصم کو کھانا دے کر صبح پڑھ رہی تھی۔۔۔

مقدس بیگم نے آبی کی گمشدگی کے تیسرے روز سے ہی آیت کریمہ کے سوا لاکھ کے تین ختم پڑھانے کی نیت کی تھی وہ سب مل کر شام کو آیت کریمہ پڑھتے تھے۔۔۔ اب بھی نور اس ختم کو جاری رکھے ہوئے تھی۔۔۔ اسے کیا معلوم تھا مقدس بیگم یوں اچانک چلی جائیں گی اور اسی جگہ بیٹھ کر انکے ایصالِ ثواب کیلئے کلام پاک پڑھا جائے گا۔۔۔

"ماموں۔۔۔ ماما اب کبھی ٹھیک نہیں ہوں گی۔۔۔" نومی جو اپنے ٹیب پر نیم کھیل رہا تھا عاصم کے پاس جا بیٹھا۔

"ٹھیک ہو جائیں گی بیٹا۔۔۔" عاصم نے ایک نظر نور کے سوگوار چہرے پر ڈال کر کہا

"جب آبی آپنی ملیں گی تب نا۔۔۔؟" نومی نے پوچھا

"ہم۔۔۔" عاصم کے پاس کوئی جواب نہیں تھا

"پھر سمجھ لیں ماما کبھی ٹھیک نہیں ہوں گی ماموں۔۔۔" نومی بولا

"کیا۔۔۔ کیا مطلب؟" عاصم نومی کو دیکھنے لگا

"مطلب آبی آپنی کو تو جن اٹھا کر لے گئے اب نا آبی آپنی آئیں گی نا ماما ٹھیک ہوں گی۔۔۔" نومی افسردگی سے ماں کو دیکھتے ہوئے بولا

"تمہیں کس نے کہا یہ سب۔۔۔ آبلش ضرور آئے گی واپس۔۔۔ اور تمہاری ماما بالکل ٹھیک ہو جائیں گی۔۔۔" عاصم نے خود پر ضبط کرتے ہوئے کہا اور اٹھ گیا۔۔۔

نور یہ سب سن رہی تھی وہ خالی آنکھوں سے آنسو صاف کرتے اپنے بھائی کو باہر جانا دیکھتی رہ گئی۔۔۔

اتنے میں عروہ بھی آگئی۔۔۔

"اسلام علیکم آئی۔۔۔" وہ نور کے قریب آ کر انکے گلے لگ گئی پھر نومی سے مل کر نور کے ساتھ آیت کریمہ پڑھنے بیٹھ گئی محلے سے اکثر و بیشتر عورتیں مقدس بیگم کے لئے بھی پڑھائی کرنے آتی تھیں مگر عروہ پہلے دن۔۔۔ سے آبی کے لئے آیت کریمہ پڑھ رہی تھی۔۔۔

"وہ سلام اچھا کیا آگئی اس گھر میں تو تنہا وحشت ہونے لگتی ہے۔۔۔" نور نے عروہ کو پیار کرتے ہوئے کہا "میں پہلے ہی آجاتی گھر اماں کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اسلئے کام و ام کرتے دیر ہوگئی۔۔۔ آپ بتائیں آبی کا کچھ پتا چلا۔۔۔" عروہ نے نور کو بہت سنبھالا تھا وہ گھر کے کاموں کے ساتھ ساتھ نور کا بھی دل بہلانے کی پوری کوشش کرتی تھی یہ اور بات تھی وہ گھر جا کر آبی کی یاد میں چھپ چھپ کر روتی تھی دن رات آبی کے لوٹ آنے کی دعائیں کرتی۔۔۔ وہ بھی تو آبی کے ساتھ اسی گھر میں کھیلتے کودتے نانی ماں کے ہاتھوں میں پلی بڑھی تھی۔۔۔ آج نانا نانی ماں تھی نا ہی وہ بچپن کی دوست جس پر وہ جان چھڑکتی تھی۔۔۔

"کچھ بھی نہیں۔۔۔" نور کا مختصر جواب سن کر وہ خاموش ہوگئی "آئی کہتے ہیں آیت کریمہ کے سوالا کہ ہونے سے پہلے پہلے مشکل آسان ہو جاتی ہے مجھے لگتا ہے ہماری مشکل بھی آسان ہونے والی ہیں ایک ختم تو مکمل ہونے والا ہے۔۔۔" عروہ نے تسلی دی "اللہ کرے ایسا ہی ہو بیٹا۔۔۔" نور کا لہجہ بے حد اداس تھا اتنے میں صبا خالہ اور مومن بھی آگئے۔۔۔

عروہ نے سب کو چائے بنا کر سرو ہی کی تھی کہ عاصم تیزی سے چلتا ہوا اندر آیا۔۔۔ "آپ سب کے لئے ایک اچھی خبر ہے" وہ سب چونک کر عاصم کو دیکھنے لگے "ان اذیت ناک دنوں میں یہ کونسی نوید تھی جو عاصم شانے جارہا تھا۔۔۔"

☆.....☆.....☆

"عزیر عباس۔۔۔ پہلے تو یہ بڑھیا اس آس پر سکون سے بیٹھی رہتی تھی کہ دیر سے سہی عزیر گھر ہی آئے گا تم نے تو یہ سکون بھی چھین لیا بیٹا" اماں سائیں کی نرم نرم آواز کانوں میں پڑی تو عزیر کو خیال آیا وہ تو کل گھرنا

آنے کی خبر بھی نہیں دے سکا تھا۔

"اماں سائیں معذرت۔۔۔ میں بہت مصروف تھا اور رات کو ایک ضروری کام سے لاہور آنا پڑا۔۔۔"

سردار عزیز نے لاہور کا تو صاف جھوٹ بولا تھا وہ نہیں چاہتا تھا فی الحال کسی کو یہ بات معلوم ہو کہ وہ ملتان والے گھر میں موجود ہے۔

"سب خیر ہے ناعزیز میرا دل پریشان ہے بہت۔۔۔" اماں سائیں کے لہجے میں فکر نمایاں تھی

"جی اماں سائیں آپ پریشان نا ہوں اور بابا سائیں خیریت سے ہیں۔۔۔" اس نے اماں سائیں کو تسلی دی

"خیریت سے ہیں مگر بہت غصے میں ہیں۔۔۔ صبح جب رات تمہارے گھر نا آنے کا علم ہوا تو بس ایک ہنگامہ کھڑا کر دیا گھر میں۔۔۔ تمہاری شکایتوں کی ایک لمبی چوڑی فہرست میرے سامنے رکھی ہوئی تھی۔۔۔ بہت مشکل سے سردرد کا بہانہ کر کے اندر آئی ہوں۔۔۔" اماں سائیں بے حد رازداری کے ساتھ تفصیل بتا رہی تھیں

"اماں میں شرمندہ ہوں آپ کو بچپن سے لے کر اب تک صرف میری وجہ سے سنی پڑی ہیں۔۔۔ میں بہت نالائق بیٹا ہوں۔۔۔" سردار عزیز واقعی شرمندہ تھا

"نا بیٹا۔۔۔ ماں ہوں تمہاری میں نہیں سنوں گی تو کون سنے گا اور تمہارے بابا سائیں کی سن سن کر میں بور ضرور ہو جاتی ہوں دلبرداشتہ نہیں ہوتی۔۔۔ آخر وہ بھی تم سے محبت کرتے ہیں تبھی تو فکر مند رہتے ہیں۔۔۔ بس ایک گلہ ہے وہ میرے عزیز کو سمجھتے نہیں۔۔۔" اماں سائیں انتہائی محبت سے بولیں اور عزیز کو اپنی ماں پر بے حد پیار آیا وہ ایسی ہی تھیں کم گوئی مگر عزیز کے لئے تو وہ ہمہ وقت ڈھال بنی رہتیں اسکی غلطیوں کو تا ہیوں پر پردے ڈالتی رہتیں۔۔۔

"اماں سائیں بابا سائیں کو نہیں مگر آپ کو تو اپنے بیٹے پر بھروسہ ہے نا۔۔۔" عزیز سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا

"کیوں نہیں۔۔۔ بھروسہ ہے اور بہت مان ہے فخر ہے۔۔۔" وہ محبت سے بولیں

"بس پھر اماں دعا کرنا جو کام میں شروع کر بیٹھا ہوں اسے پاؤ تکمیل تک بھی پہنچاؤں۔۔۔" عزیز کا لہجہ گھمبیر تھا۔

"کونسا کام بیٹا۔۔۔" اماں سائیں کو تشویش ہوئی۔۔۔

"بتاؤں گا اماں سائیں مگر ابھی نہیں۔۔۔ ابھی صرف آپ کی دعا چاہیے۔۔۔" سردار عزیز اپنی ٹون میں واپس آچکا تھا

"اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو۔۔۔ میری دعا ساتھ ہے مگر بیٹا گھر کب آؤ گے۔۔۔" اماں سائیں دل سے دعا دے کر بولیں

"ابھی ایک دو دن لگے گئیں اماں سائیں۔۔۔ کیوں خیریت۔۔۔" سردار عزیز کو اماں سائیں کچھ پریشان سی لگ رہی تھیں جیسے وہ کچھ کہنا چاہ رہی ہوں مگر کہہ نہیں پا رہیں

"بیٹا ایک دو دن۔۔۔ میں تمہارے بابا سائیں کو کیا بولوں گی۔۔۔" اماں سائیں کی پریشانی بجا تھی

"اماں سائیں کچھ بھی کہہ دیجئے کافی الحال بتائیں بات کیا ہے۔۔۔" وہ سمجھ چکا تھا کوئی بات ضرور ہے

"بیٹا وہ۔۔۔ زریہ کا بھائی آیا تھا بچے لینے۔۔۔" اماں سائیں جانتی تھیں عزیز زریہ کا نام تک سننا نہیں چاہتا تھا مگر اسکے علم میں یہ بات لانا ضروری تھی

"کیوں۔۔۔ اب کیوں لینے آیا تھا اب کیا تکلیف ہو گئی ان لوگوں کو یہ لوگ کیوں آئے روز ہماری زندگی میں مداخلت کرتے ہیں اماں سائیں۔۔۔" سردار اتنی اونچی آواز میں بولا تھا کہ آواز اندر کمرے میں خاموش بیٹھی آبلش نے بھی سن لی تھی۔۔۔

"بیٹا عزیز۔۔۔ آرام سے میری بات سنو۔۔۔ وہ بیچارہ بھی زریہ کے مجبور کرنے پر آیا وہ چاہتی ہے بچے اسے دے دیے جائیں۔۔۔" اماں سائیں کو جس بات کا ڈر تھا وہی ہوا سردار عزیز اچھا خاصا ڈسٹرب ہو چکا تھا

"نہیں اماں۔۔۔ میں ساری زندگی اس عورت کے ہاتھوں کٹھ پتلی نہیں بن سکتا۔۔۔ آپ مانے ناما نہیں اب بھی وہ بچوں کو اپنے مطلب کے لئے بلارہی ہے۔۔۔ ورنہ وہ تو رشتوں کی اہمیت کو پہچانتی تک نہیں اب دوبارہ اس نے مجھے کوئی ذہنی اذیت دینے کا منصوبہ بنایا ہوگا مگر اب میں اسے کوئی موقع نہیں دے سکتا۔۔۔" وہ سخت تکلیف میں بول رہا تھا۔

"عزیز ہو سکتا ہے اولاد کی دوری سے عقل ٹھکانے آگئی ہو۔۔۔" اماں سائیں نرمی سے بولیں

"اماں سائیں پانچ چھ سال میں نے گزارے ہیں اسکے ساتھ۔۔۔ وہ کبھی ٹھیک نہیں ہو سکتی یاد رکھیے گا۔۔۔"

خیر بچے جہاں ہیں وہیں پڑے رہیں۔۔۔ صاف جواب دے دیں آپ۔۔۔" اس نے دو ٹوک جواب دیا
 "ٹھیک ہے بیٹا تم پریشان نا ہو۔۔۔" اماں سائیں محبت سے بولیں وہ مزید بحث کر کے اسکو پریشان نہیں
 کرنا چاہتی تھیں

"میری پریشانی تو اسی دن شروع ہو گئی تھی جس دن یہ عورت میری زندگی میں آئی تھی اماں سائیں۔۔۔۔۔"

عزیر بے دلی سے بول کر فون بند کر چکا تھا

وہ زرینہ سے اتنا متفر کیوں تھا یہ بات بھی کوئی کوئی ہی جانتا تھا۔

☆.....☆.....☆

"نئی جگہ نئے لوگ اور نیا علاقہ۔۔۔ اب سب کے سب محتاط رہنا۔۔۔ یوں تو کوئی ہمیں ہاتھ ڈالنے کا تصور
 بھی نہیں کر سکتا مگر تم جیسے مشنڈوں کی لاپرواہی ہمیں مہنگی پڑ سکتی ہے۔۔۔ کام آرام سے مگر بغیر کسی غلطی کے ہونا
 چاہیے۔۔۔ کسی کی ذرہ برابر غفلت میں برداشت نہیں کروں گا۔۔۔ اور اگر کسی نے ایسا کرنے کی کوشش بھی کی تو
 اسکے کھڑے کھڑے کر کے کتوں کو کھلا دوں گا ایسی عبرت ناک موت دوں گا جو تم سب سوچ بھی نہیں سکتے۔۔۔
 آج باس آرہے ہیں لہذا انکی تواضع کا بندوبست کرو۔۔۔ اور اپنے ساتھ وہ دس سے بارہ لوگ لے کر جائیں
 گے جن میں 8 لڑکیاں اور چار لڑکے تیار کرو۔۔۔ اگلو علیحدہ کر کے علیحدہ درست کرو۔۔۔"

وہ جو کوئی بھی تھا انتہائی مکروہ عزائم کا اظہار کر رہا تھا اور اسکے سامنے کھڑے تمام بے خمیر و بے غیرت لوگ
 اسکی ہاں میں ہاں ملا رہے تھے انکے دل دماغ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہو چکے تھے۔۔۔ انھیں نظر آتا تھا
 تو صرف وہ پیسا جو ہر ماہ انکی جیبوں میں اٹھایا جاتا۔۔۔

ایمان کی کمزوری اور بھوکا پیٹ انسان کے اندر ایسی خطرناک و شرمناک برائیوں کو جنم دینے لگتا ہے جن
 سے ایک انسان حیوان بننے میں دیر نہیں لگتا۔۔۔ کوئی بھوکے پیٹ کے باعث چوری کرنے ڈاکا ڈالنے یہاں
 تک کہ کسی کی جان لینے سے بھی گریز نہیں کرتا۔۔۔ اور کبھی ایمان کی کمزوری، دین سے دوری، اور جہالت کی
 بہتات انسان کو کسی دوسرے انسان کی عزت سے کھینے اسکی زندگی داؤ پے لگانے پر اکساتی ہے۔۔۔ کیسے ایک
 انسان انسان سے حیوان بننے میں محض چند لمحے لگتا ہے اور کسی کی زندگی سے کھیل جاتا ہو۔۔۔ یہاں بھی یہ مکروہ

کھیل سالوں سے کھیلا جا رہا تھا روزانہ نا جانے کتنے گھروں کی عزتیں اٹھالی جاتیں۔۔۔ نا جانے کتنے آدمی اغوا کر کے انکی دوسرے ممالک میں اسمگلنگ کی جاتی۔۔۔ روزانہ انکی محنت پر ظلم، وحشت و درندگی کی وہ داستان رقم ہوتی کہ سن کر ہی روح کانپ جائے۔۔۔۔

یہ لوگ مختلف چھوٹے بڑے شہروں سے تعلق رکھتے تھے۔۔۔ جو سب اپنی اپنی زندگی میں مزید سیاہ رات کے منتظر تھے۔۔۔

آج اتنے بڑے تاریک ہال میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔۔۔ ان سب کو ایک نئی جگہ منتقل کر دیا گیا تھا وہ سب جانتے تھے وہ جن لوگوں کے ہاتھ لگ گئے وہ کوئی بہت با اثر جرائم پیشہ گروہ ہے جو با آسانی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاتا ہے۔۔۔ اس گھناؤنے جرم میں سیاسی و قانونی عمل دخل لازم تھا وگرنہ یہ سب اتنا آسان کہاں تھا۔۔۔

☆.....☆.....☆

"غلام دین کعبہ کس طرف ہے میں نے نماز پڑھنی ہے۔۔۔" غلام دین جو کچن میں رات کے لئے مٹر پلاؤ اور مٹن کا سالن تیار کر رہا آتش کو بغور دیکھ کر مسکرایا جو اچھے سے دوپٹہ لپیٹے کھڑی تھی

"وہ اس طرف سامنے ہے کعبہ۔۔۔" مختصر جواب دے کر وہ گوشت بھوننے لگا۔۔۔

"میں نماز پڑھ کر کوکنگ میں تمہاری ہیلپ کروا دیتی ہوں۔۔۔" آتش کو مفت میں روٹیاں توڑنا ویسے بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا پھر غلام دین بہت شریف النفس انسان تھا لہذا اس نے یہ ہی سوچا وہ کاموں میں اسکی مدد کر دیا کرے گی۔۔۔

"بٹیا تم ہماری مہمان ہو ہمیں خدمت کرنے دو اور تمہاری طبیعت ویسے بھی مکمل ٹھیک نہیں، ابھی صرف آرام کرو۔۔۔" وہ بول کر دوبارہ مصروف ہو گیا اور آتش نماز پڑھنے اندر کمرے میں آگئی۔۔۔

نماز پڑھ کر وہ رو رو کر اپنے گھر والوں کی سلامتی کی دعائیں کرنے لگی۔۔۔ جلد از جلد ان سے ملنے کی دعائیں کرنے لگی۔۔۔ نماز پڑھ کر بے تحاشہ آنسو بہا کر دل و دماغ میں چلتے طوفان جیسے تھم گئے تھے۔۔۔ اک سکون تھا جو صرف رب کی چوکھٹ پر سجدہ ریز ہونے سے نصیب ہوتا ہے۔۔۔ وہ اسکو مل گیا تھا

وہ نماز پڑھ کر باہر لان میں آئی تو موسم ہی کچھ اور تھا عصر کے بعد کا وقت تھا مگر ہر سواندھیرا چھایا تھا۔۔۔
 سیاہ بادلوں سے آسمان مکمل ڈھک چکا تھا۔۔۔ ہلکی ہلکی سرد ہوانے جیسے گرمی کے زور کو توڑ کر رکھ دیا۔۔۔ بادل کبھی
 بھی برس سکتے تھے۔۔۔ وہ دلچسپی سے آسمان کو دیکھنے لگی۔۔۔ نانی ماں کے گھر ہوتی تو وہ اس موسم کا ضرور لطف
 اٹھاتی مگر ابھی بس وہ خاموشی سے بادلوں کو دیکھنے لگی۔۔۔

"اللہ پاک کا کرم ہے نا اس گرمی میں بھی کیسا پیارا موسم ہو گیا۔۔۔" غلام دین چائے کا گک اور ایک پلیٹ
 میں آلو کے پکڑے آبلش کو تھا کر لان میں موجود کرسی اور ٹیبل اٹھا کر شیڈ کے نیچے ہی لے آیا تاکہ آبی وہاں بیٹھ
 سکے اور بارش کی صورت اٹھنا نہ پڑے۔

"واقعی غلام دین بہت پیارا موسم ہے۔۔۔ مگر تمہیں معلوم ہے یہ ہی موسم تھا جس دن میں پہاڑی سے
 نیچے گری تھی بالکل ایسا ہی موسم۔۔۔ جب سب کچھ بدل گیا وہ ہو گیا جو میں خوابوں میں بھی نہیں سوچ سکتی
 تھی۔۔۔ یہ موسم تو بہت اچھا لگتا ہے، لیکن کچھ کہوں تو آج دل میں ڈر سا ہے اس موسم کو لے کر۔۔۔" وہ اداسی
 سے بول رہی تھی

"بٹیا آزمائش تھی ختم ہو گئی خدا کا شکر ادا کرو اس نے تمہیں محفوظ رکھا۔۔۔ اب بھی تم محفوظ ہاتھوں میں ہو
 یہاں تمہارے ساتھ کچھ برا نہیں ہو سکتا۔۔۔ اور بس ایک دو دن میں تم اپنے گھر والوں کے ساتھ ہو گی۔۔۔"

غلام دین نے اسے یقین دلایا

"غلام دین آپ کچھ کہہ رہے ہیں نا۔۔۔" وہ بچوں کی طرح پوچھ رہی تھی
 "بالکل سچ اب یہ چائے کے ساتھ پکڑے کھاؤ۔۔۔ میں سردار صاحب کو دیکھوں انھیں کسی چیز کی ضرورت
 نا ہو۔۔۔ صفائی بھی کرنی ہے۔۔۔" غلام دین اندر جا چکا تھا۔۔۔ وہ چائے کا ایک گھونٹ پی کر گک ٹیبل پر رکھ کر
 لان میں لگے پودوں کو دیکھنے لگی۔۔۔ وہ آج لان کو بے حد دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔۔۔ شاید آج موسم اچھا تھا تو
 یہ لان بھی اسے اچھا لگنے لگا تھا۔۔۔ اسے یہاں آئے آج دوسرا دن تھا۔۔۔

کارپورج میں سردار عزیر کی گاڑی کھڑی تھی جو کہ غلام دین پوری دلجمعی سے دن میں دو تین بار صاف کرتا
 تھا۔۔۔

"موسم تو بہت اچھا ہے مجھے بھی اٹھا دیا ہوتا۔۔۔۔" سردار عزیز نے کب وہاں آگیا تھا اسکی آواز پر وہ ہڑبڑا کر کرسی سے اٹھ گئی تھی۔۔۔

"اکیلے اکیلے پکڑے کھائے جا رہے ہیں ہم۔۔۔" اب وہ پلیٹ میں سے پکڑا اٹھا کر کھانے کے بعد آبش کنگ سے ہی چائے پینے لگا

وہ چاہ کر بھی بولنے کی ہمت نہیں کر سکی کہ سردار عزیز اسکی چائے پی رہا ہے۔۔۔

اب وہ دوسری کرسی لا کر وہیں آبش کی کرسی کے سامنے کرسی لگا کر بیٹھ چکا تھا

"ارے بیٹھ جاؤ۔۔۔ میں تم سے بڑا ضرور ہوں مگر اتنا بڑا بھی نہیں کہ احتراماً تم کھڑی ہی رہو۔۔۔

غلام دین گرم گرم پکڑے لے آؤ۔۔۔" وہ پکڑوں کی پلیٹ اور آبش کی چائے کالگ خالی کر چکا تھا

"وہ بھی خاموشی سے کرسی پر ٹک گئی۔۔۔ دن کے وقت وہ جتنا بد مزاج لگ رہا تھا اب اتنے ہی خوش گوار موڈ

میں تھا۔۔۔

"یہ لیں گرما گرم چائے اور پکڑے۔۔۔" غلام دین بھاپ اڑاتا چائے کالگ اور پکڑے لے آیا تھا

"دوبارہ چائے کیوں لے آئے۔۔۔ میں تو پی چکا ہوں۔۔۔" سردار عزیز بولا

"وہ تو بٹیا کی چائے تھی آپ پی گئے سردار صاحب۔۔۔" غلام دین حیران ہوا

"اچھا۔۔۔ چلیں کوئی نہیں یہ آپ کی بٹیا پی لیں گی۔۔۔" سردار عزیز آبش کو بغور دیکھ کر بولا جو نظریں چرا کر

لان میں دیکھنے لگی غلام دین واپس چلا گیا

"میری بہن ہے شانو۔۔۔ بہت اچھی کوکنگ کرتی ہے جب بھی ایسا موسم ہوتا ہے تو وہ بہت مزے مزے

کے کھانے بناتی ہے۔۔۔۔۔" وہ دلچسپی سے بتاتے ہوئے پکڑوں کی پلیٹ آبش کے آگے کر چکا تھا

"اچھا۔۔۔ کتنی بہنیں ہیں آپ کی۔۔۔" وہ ناچاچتے ہوئے بھی ایک پکڑا اٹھا کر پوچھنے لگی

"دو بہنیں ہیں۔۔۔ اور ہم دونی بھائی ہیں۔۔۔ تم؟" وہ آبش کو نارمل کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا

"ہم دو بہنیں اور ایک بھائی۔۔۔" وہ مختصر ابولی

"تم بڑی ہو یا چھوٹی۔۔۔" اس نے پوچھا

"میں سب سے بڑی۔۔۔ پھر میری بہن اور سب سے چھوٹا بھائی۔۔۔" وہ بتا رہی تھی نظریں ہنوز لان پر تھیں

"تمہیں لان اچھا لگا۔۔۔" وہ اسے دلچسپی سے لان کو دیکھتا دیکھ کر بولا

"جی۔۔۔ مجھے پودے درخت اور سبزہ ویسے ہی بہت پسند ہے۔۔۔ ہمارے گھر آپ کے گھر کی طرح لان تو نہیں ہے مگر میں نے اور نانی ماں نے ملکر بہت سے پودے لگائے۔۔۔ انکی دیکھ بھال میں ہی کرتی تھی اب نانی ماں اکیلے کیسے سنبھالتی ہوں گی۔۔۔" وہ اس سے باتیں کرنے لگی تھی یہ بات جہاں عزیر کے لئے خوش آئند تھی وہاں اسے تکلیف بھی تھی کہ وہ اسے حقیقت نہیں بتا سکتا۔

سردار عزیر خاموشی سے اٹھ کر ٹہلنے لگا تھا بہت سی سوچیں بہت سی پریشانیاں بہت سی فکریں اسکے دل و دماغ میں گردش کر رہی تھیں۔۔۔ وہ ایک الجھا ہوا انسان تھا جسکی پرت پرت الجھی تھی۔۔۔ کچھ ماضی کے زخم کچھ حال کی فکر کچھ مستقبل کے داہے اسکی سوچوں کو ہمہ وقت منتشر رکھتے تھے مگر ابھی اسکے سامنے وہ لڑکی تھی جس سے شاید وہ کچھ الگ کچھ مختلف لگاؤ محسوس کرتا تھا۔۔۔ وہ اسے کچھ بتا نہیں سکتا تھا کچھ بول نہیں سکتا تھا۔۔۔ وہ خود کو اپنے خول سے نکال نہیں سکتا تھا۔۔۔ وہ شادی شدہ تھا دو بچوں کا باپ تھا یہ بات اسکے تمام تر جذبات کی تردید کے لئے کافی تھی۔۔۔ کچھ اس لڑکی کی پوزیشن ایسی تھی وہ بھی تو دیکھی تھی تکلیف میں تھی اور ابھی کچھ صدموں سے تو انجان تھی۔۔۔ وہ دونوں ہی کرب میں تھی مگر اس کرب اس تکلیف کی نوعیت مختلف تھی۔۔۔

ہوا سرد تھی موسم دلفریب اس پر سامنے موجود وہ شخص جس کے لئے دل اور دھڑکن دونوں ہی عجب لے پر محو رقص ہوں تو جذبات عیاں ہونے لگتے ہیں۔۔۔ وہ بھی اپنی ویگو کا دروازہ کھول کر اس میں اپنی پسندیدہ موسیقی لگا کر لان میں ٹہلنے لگا۔۔۔ وہ اپنے دل کی کیفیت کو تھوڑی دیر کے لئے اپنی تمام تر فکروں پر حاوی کرنا چاہتا تھا وہ محبت اور محبت کے احساس کو محسوس کرنا چاہتا تھا۔

"کچھ تو ہوا بھی سرد تھی، کچھ تھا تیرا خیال بھی"

پروین شا کر کا خوبصورت کلام نصرت فتح علی کی خوبصورت آواز میں اس دلفریب موسم میں رقصاں تھا وہ دور بیٹھی حیرت سے سردار عزیر کو دیکھنے لگی اور نظر جھکا گئی۔۔۔ یہ غزل تو اسکی بھی پسندیدہ تھی۔۔۔

"کچھ تو ہوا بھی سرد تھی، کچھ تھا تیرا خیال بھی

دل کو خوشی کے ساتھ ساتھ ہوتا رہا ملال بھی

دور بیٹھی آہش نا جانے اپنی ہتھیلیوں کو دیکھتے کس سوچ میں گم تھی۔۔۔ سردار عزیز اسکو دیکھ کر نگاہ پھیر کر
سگریٹ پینے لگا۔۔۔

"بات وہ آدھی رات کی، رات وہ پورے چاند کی

چاند بھی عین چیت کا، اس پے تیرا جمال بھی

"سب سے نظر بچا کے وہ مجھ کو تھا ایسے دیکھتا

ایک دفعہ تو رک گئی گردش ماہ و سال بھی

"اسکو نا پاسکے تھے جب دل کا عجیب حال تھا

اب جو پلٹ کے دیکھتے بات تھی کچھ جمال بھی

"کچھ تو ہوا بھی سرد تھی کچھ تھا تیرا خیال بھی

دل کو خوشی کے ساتھ ساتھ ہوتا رہا ملال بھی

اچانک ہی تیز بارش شروع ہو گئی۔۔۔ وہ اندر جانے کے لئے کھڑی ہوئی تھی جب سردار عزیز نے اسے پکارا

"سنو۔۔۔" وہ اسکے قریب آچکا تھا۔۔۔

اسکا لہجہ بدلا بدلا تھا آنکھوں کی سرخی نا جانے کیوں واضح تھی وہ پلٹ کر اسے دیکھنے لگی تھی

"تمہارا نام بہت مشکل اور مختلف ہے کیا مطلب ہے اسکا۔۔۔" وہ اسکی آنکھوں میں بغور دیکھتے ہوئے بولا

"مجھے نہیں معلوم۔۔۔ سنا ہے ایران کی ایک ملکہ کا نام آہش تھا۔" وہ اس وقت ایسے بے تکلف سوال پر

حیران ہوئی مگر اسے واقعی علم نہیں تھا۔۔۔

"اسکا مطلب ہے پانی کا شفاف قطرہ۔۔۔" سردار عزیز نے اسکی جھکی بھیگی پلکوں پر پانی کے قطروں کو

دیکھتے ہوئے کہا وہ بارش سے بھیگ رہی تھی اور بھیگ تو وہ بھی چکا تھا۔

آہش حیرت سے اسے دیکھنے لگی تھوڑی دیر پہلے تک وہ اسکے نام کو مشکل اور مختلف کہہ رہا تھا اور اب مطلب

"تم تیار رہنا صبح تم اپنے گھر جا رہی ہو۔۔۔" وہ بول کر تیزی سے اسکے سائیڈ سے ہوتا ہوا اندر چلا گیا سردار عزیز کا کندھا زور سے آتش کے کندھے سے لگا وہ لڑکھڑائی گئی مگر وہ اندر جا چکا تھا۔
اور وہ کتنے لمحے اسے جاتا دیکھتی رہ گئی۔۔۔ وہ اس عجیب شخص کے بدلے موسموں سے واقف تو نہیں تھی مگر حیران ضرور تھی۔۔۔ وہ کیوں اسکی زندگی میں آ گیا تھا آخر کیوں۔۔۔

☆.....☆.....☆

"اسلام علیکم سردار صاحب۔۔۔" عاصم نے جو چھوٹے سے چوک پر واقع ایک دوکان پر کھڑا تھا اپنے موبائل کی سکرین پر سردار عزیز کا نمبر دیکھ کر فوراً سے بیشتر فون اٹھالیا
"علیکم اسلام۔۔۔" کیسے ہو عاصم۔۔۔ معاف کرنا یا ر میں تمہاری والدہ کے افسوس کے لئے بھی نہیں آ سکا
اللہ پاک انھیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دیں آمین "عزیر نے سنجیدگی سے کہا
"آمین۔۔۔ کوئی بات نہیں سردار صاحب شرمندہ مت کریں۔۔۔" عاصم بولا
"عاصم تم لوگوں کے لئے ایک اچھی خبر ہے۔۔۔ تمہاری بھانجی کا پتا چل گیا ہے انشاء اللہ بہت جلد وہ تمہارے پاس ہوگی" سردار عزیز بولا
"کیا۔۔۔" سردار صاحب۔ مجھے یقین نہیں آ رہا کیا واقعی آپ سچ بول رہے ہیں۔۔۔" عزیر بولا نہیں تھا
اس نے تو خوشی کی وہ نوید سنائی تھی جسکی انھیں امید بھی نہیں تھی عاصم تیز حیز قدم اٹھاتا کان سے فون لگائے گھر کی طرف بڑھنے لگا۔۔۔

"ہاں عاصم۔۔۔ آتش کی امی کو سب سے پہلے تسلی دو۔۔۔ میں نہیں چاہتا اب انھیں کچھ ہو۔۔۔ کاش کاش میں یہ خبر تمہیں تمہاری امی کی وفات سے پہلے سنا سکتا تو شاید وہ بچ جاتیں۔۔۔ مگر ہونی کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔۔۔" سردار عزیز واقعی نہیں چاہتا تھا آتش سے دوری سے اب اسکے گھر والوں کا مزید کوئی نقصان ہوا سئلے اس نے عاصم کو فون کرنے کا سوچا
"سردار صاحب میں بتا نہیں سکتا آپ نے جیسے میرے مردہ جسم میں جان ڈال دی ہے۔۔۔ آپ نے

اتنی بڑی خبر سنائی۔۔۔ بس یہ بتائیں ہماری آبی ٹھیک ہے تاہمیں مل جائے گی نا۔۔۔" عاصم کو سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ کیا بولے

"کل وہ آپ لوگوں کے پاس ہوگی۔۔۔" سردار عزیز فون بند کر چکا تھا مگر عاصم کو جیسے پر لگ گئے وہ جلد از جلد نور کو یہ خبر سنانا چاہتا تھا وہ ہوا کی سی تیزی سے گھر پہنچا تھا۔

☆.....☆.....☆

"تیرا بیٹا کسی جوگا نہیں رہے گا میں بتا رہا ہوں۔۔۔ اس نے کوئی ویلفیئر ٹرسٹ بنایا ہوا ہے جو ہر وقت دوستوں یا روں کی بیماریاں بھگتا تا پھرتا ہے۔۔۔" حاجی سائیں کے شور کرنے پر بی بی سائیں نے انھیں بتایا کہ عزیز کے دوست کی طبیعت خراب ہے اسلئے وہ لاہور ہے

"دوسروں کی مدد کرنا نیکی کا کام ہے حاجی سائیں۔۔۔" بی بی سائیں قحط سے بولیں

"ساری نیکیوں کا ذمہ تیرے بیٹے نے لے رکھا ہے ان نیکیوں کی آڑ میں وہ اپنی آدھے سے زیادہ جائیداد اجاڑ چکا ہے کچھ معلوم ہے تجھے۔۔۔" حاجی سائیں شدید غصے میں بولے

"کیا مطلب۔۔۔" بی بی سائیں کو حیرت ہوئی

"مطلب اس سے یہ بھی پوچھ کہ تیرا جائیداد میں حصہ جو تیرے باپ نے تیری شادی پر تجھے دے دیا تھا اس میں کوئی برکت بھی ہوئی۔۔۔؟ نہیں بلکہ یہ پوچھ کہ اس میں کچھ بچا بھی ہے کہ سارا بیچ کر کھا گیا۔۔۔ اور دوستوں یا روں کو کھلا دیا۔۔۔" حاجی سائیں تلخی سے بولیں

"وہ اتنا پاگل بھی نہیں کہ سب بیچ کر کھا جائے۔۔۔ ہاں اگر تھوڑا بہت بیچ بھی دیا تو اس میں کیا حرج ہے اسکا حصہ ہے جو مرضی کرے۔۔۔ آپ بس ہر وقت اسکے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔۔۔" بی بی سائیں ناراض ہوئی تھیں۔

"اپنے بیٹے کے کرتوتوں پر پردے ڈال تو۔۔۔ ولید بھی تو ہے جس شے کو ہاتھ لگاتا ہے سونا کر دیتا ہے سب لوگ تعریف کرتے ہیں اسکی۔۔۔ اور ایک یہ سردار صاحب سونے کو بھی مٹی کر دیا۔۔۔ کیا میری زمینیں حرام کی تھیں جو ادنے پونے داموں بیچ دیں اس نے۔۔۔ یہ کنگلا ہوگا ایک دن دیکھ لینا۔۔۔"

"بس کریں حاجی سائیں اپنے ہی بیٹے کو بددعائیں دے رہے ہیں کوئی خدا کا خوف کریں آپ کو بھی تو آپ کے باپ دادا سے ہی زمینیں جائیدادیں ورثے میں ملی تھیں نا۔۔۔ اور اگر وہ اجاڑ بھی رہا ہے تو اس کی اجاڑ میں بھی آپ اور میں برابر کے شریک ہیں۔۔۔ بھول گئے آپ کیسا ہوتا تھا ہمارا عزیر۔۔۔" بی بی سائیں آبدیدہ ہو گئیں

"بددعا کب دے رہا ہوں بھلی لو کے۔۔۔ ایک باپ اپنے پتر کو کیسے بددعا دے سکتا ہے۔۔۔ غلطی ہم نے کی اب اس غلطی کو ختم بھی تو کر دیا نا۔۔۔ اب تو ٹھیک ہو جائے۔۔۔" حاجی سائیں تھوڑے نرم پڑ گئے

"یہ آپ کو اور مجھے لگتا ہے حاجی سائیں۔۔۔ اس سے بھی پوچھیں جسکے ارمانوں کا خون ہوا جسکے چھ سال جاہ ہوئے۔۔۔ جو ایک دلدل سے ٹکٹنے کے چکروں میں دوسری دلدل میں پھنستا گیا۔۔۔ ہر انسان ہر شے برداشت کرنے کی سکت نہیں رکھتا۔۔۔ کوئی سنبھل جاتا ہے صبر کر لیتا ہے برداشت کر لیتا ہے مگر آپ جانتے ہیں عزیر ایسا کبھی بھی نہیں رہا۔۔۔ وہ صرف اپنی من پسند چیز کے ساتھ خوش رہتا تھا۔۔۔ تو انسانوں پر وہ کیسے سمجھوتا کرتا مگر ہم نے اسے کتنا مجبور کر دیا تھا۔۔۔ یاد ہے نا۔۔۔" بی بی سائیں نے ماضی کی کتاب کے کچھ تلخ ورق پلٹے تو حاجی سائیں کے لبوں پر گویا قفل لگ گئے۔۔۔

"اور بچوں کا پوچھا تھا۔۔۔" تھوڑی دیر کمرے میں خاموشی رہی پھر حاجی سائیں بولے

"جی وہ کہہ رہا تھا نہیں بیجے۔۔۔" بی بی سائیں اب سائید ٹیبل پر پڑی اپنی شوگر کی دوا پانی کے ساتھ لینے لگیں

"ٹھیک کہتا ہے۔۔۔" حاجی سائیں کھڑے ہو گئے۔

بی بی سائیں خاموشی سے انھیں دیکھنے لگیں۔۔۔ وہ ان باپ بیٹے کو کیسے سمجھاتی کہ بچے انکی ماں کے پاس ہی رہنے چاہیے آخر یہ آزادی اس عورت کو اتنی آسانی سے میسر نہیں آنی چاہیے۔۔۔ بی بی سائیں بہت دور کی سوچ رہی تھیں۔

☆.....☆.....☆

وہ نا جانے کتنی دیر وہیں کرسی پر بیٹھی بھیکتی رہی۔۔۔ بارش دیکھتی رہی۔۔۔ سردار عزیر کے عجیب و غریب

تیور اسکی برداشت سے باہر ہو رہے تھے اسے اپنا گھر اور گھر والے شدت سے یاد آ رہے تھے مگر وہ بے بس تھی۔۔۔ مجبور تھی۔۔۔ اسے تو یہ تک کسی نے نہیں بتایا کہ وہ کس شہر میں کس کے گھر میں موجود ہے۔۔۔ وہ کافی دیر گرم بیٹھی رہی۔۔۔ نا جانے کتنوں کی یاد آج کہاں سے آ گئی۔۔۔ وہ اسکے بچپن کا مگیتر تھا۔۔۔ اسکا بہت اپنا۔۔۔ اسے دیکھ کر آبی کو کیسا قرار کیسی انجانی خوشی ملتی تھی۔۔۔ اسے یاد آیا آخری بار پہاڑی پر کھڑا وہ کیسا فکر مند تھا پریشانی اسکے چہرے سے عیاں تھی اور وہ آبش کو آوازیں دے رہا تھا۔۔۔ ادھر ادھر نگاہ دوڑا رہا تھا۔۔۔ آبش تو چاہتی تھی بھاگ کر اسکا ہاتھ تھام لیتی مگر قسمت کو یہ منظور نہ تھا۔۔۔ خدا کے بھسلنے کی اتنی بڑی سزا آبش نے اکیلے کاٹی تھی۔۔۔ آبش کی آنکھیں پانیوں سے بھر چکی تھیں۔۔۔ مغرب کا وقت ہوا تو کچھ بارش بھی تھم گئی۔۔۔ وہ وہیں بیٹھے بیٹھے اچھی خاصی بھیگ چکی تھی۔۔۔

"مون کیا تم اب بھی مجھے تلاش کر رہے ہو گے۔۔۔؟ کیا تم بھی مجھے سوچ رہے ہو گے۔۔۔ یاد کر رہے ہو گے۔۔۔ نانی ماں کہتی ہیں میں تمہارے بچپن کی منگ ہوں خدا کی قسم یہ احساس اتنا خوبصورت ہے جب جب سوچتی ہوں میری روح تک سرشار ہو جاتی ہے۔۔۔ وہ اب مسکرانے لگی تھی۔۔۔

یا اللہ جلد مجھے سب سے ملو اے۔۔۔ کیا واقعی یہ انسان کل مجھے میرے گھر لے جائے گا۔۔۔؟" ایک سوالیہ نشان تھا۔ اپنے چہرے کو اچھی طرح ہتھیلیوں سے رگڑ کر وہ کھڑی ہو کر اچھی طرح چادر لپیٹنے لگی۔۔۔

"بٹیا کپڑے تمہارے کمرے میں رکھوا دیے ہیں سردار صاحب نے چھینج کر لو۔۔۔ اور نماز پڑھ لو میں بھی مسجد جا رہا ہوں۔۔۔" غلام دین تیزی سے باہر کی جانب چل دیا

وہ جلدی سے اٹھی کرٹی دی لاؤنج کے دروازے کی اوٹ سے چھپ کر دیکھنے لگی آیاں عزیز وہاں موجود تو نہیں۔۔۔ مگر وہاں کوئی نہیں تھا وہ تقریباً بھاگتے ہوئے کمرے میں آ گئی اندر سے دروازہ لاک کر کے اس نے سکھ کا سانس لیا۔۔۔ وہ اتنا تو جان گئی تھی وہ انسان بدنیت اور بد نگاہ قطعی نہیں تھا مگر اسکا غصہ اسکا لہجہ اور رویہ سب بہت عجیب تھا کبھی وہ سایہ بنا تو کبھی تیز دھوپ۔۔۔ آبش کو پہلی نظر میں ہی اس سے عجیب ڈر سا محسوس ہونے لگا تھا۔۔۔

وہ جلدی سے چھینج کر کے نماز پڑھنے کے بعد بیڈ پر چپ چاپ بیٹھ گئی۔۔۔ پاؤں پر موجود زخم اب بہتر تھا مگر

کبھی کبھی بہت درد محسوس ہوتا۔۔۔ اسکے چہرے پر ابھی نمل کے نشان واضح تھے۔۔۔

"بٹیا باہر لاؤنج میں آ جاؤ ندیم صاحب آے ہیں اور سردار صاحب کہہ رہے ہیں اچھے سے نقاب کر کے آنا۔۔۔" غلام دین نے رات تقریباً آٹھ بجے دروازہ کھٹکٹا کر اسے بلایا تھا

"جی۔۔۔ آ رہی ہوں۔۔۔" وہ تیزی سے اٹھ کر دوپٹے کا نقاب کرنے لگی اور ساتھ اچھے سے شانوں پر چادر پھیلا لی۔۔۔

"اسلام علیکم۔۔۔" آبلش نے لاؤنج میں آ کر سلام کیا۔۔۔ جس کا ندیم صاحب جو پولیس افسر تھے اور سردار عزیر دونوں نے جواب دیا

سردار عزیر نے اسے سر تا پیر دیکھ کر اپنے ساتھ صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا وہ 3 سیٹر صوفے کے ہی کونے پر ٹک گئی جبکہ ندیم صاحب ون سیٹر صوفے پر بیٹھے تھے وہ اچھی پر سنلائی کا دراز قد انسان تھا جو باقاعدہ وردی میں ملبوس تھا۔۔۔ لگ بھگ پینتیس سالہ یہ شخص آبلش کو شکل سے ہی باقی پولیس سے منفرد لگتا تھا

"ندیم صاحب یہ آبلش ہے۔۔۔ اور آبلش یہ ندیم صاحب ہیں کہنے کو تو پولیس افسر ہیں مگر بہت شریف النفس اور سلجھی ہوئی شخصیت ہے انکی ہماری پنجاب پولیس والی کوئی خاصیت اس میں نہیں پائی جاتی۔۔۔ تم پلیز جو جو یہ پوچھیں تفصیلاً جواب دینا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔۔۔" تعارف کرانے کے بعد وہ آبلش کو تسلی دے رہا تھا۔۔۔

آبلش خاموشی سے اثبات میں سر ہلانے لگی۔۔۔ پھر اسکے بعد ندیم صاحب کے پے در پے سوالوں کے جواب دینے کے بعد وہ تینوں لاؤنج میں خاموشی سے بیٹھے تھے۔۔۔ بیس پچیس منٹ تک ندیم صاحب اس سے سوال کرتے اور پوائنٹس نوٹ کرتے جاتے۔۔۔۔۔ "ٹھیک ہے بیٹا آپ جاؤ۔۔۔ اور پریشان نہیں ہونا اوکے۔۔۔" ندیم صاحب نے اسکے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دی جس پر آبلش سشدری ان دونوں کو دیکھتی اندر کمرے میں آ گئی۔۔۔

"دنیا میں برائی کے ساتھ ساتھ اچھائی بھی موجود ہے۔۔۔ وہ جب جب ندیم صاحب کے سوال پر پریشان ہوتی سردار عزیر بہت طریقے سے بات سنبھال کر اسکی آنکھوں میں دیکھ کر اپنی موٹی موٹی آنکھوں سے تسلی دیتا

رہا۔۔۔ وہ کچھ دیر بیڈ پر بیٹھ کر اپنی بدگمانی پر افسوس کرتی رہی۔۔۔ اسے تو سردار عزیز کا شکر گزار ہونا چاہیے تھا جس انسان نے اسے ایک نئی زندگی دی جسکی بدولت آج وہ محفوظ تھی۔۔۔

"سردار صاحب معاملہ خاصا گھمبیر ہے جس جگہ سے لڑکی ملی آپ کو۔۔۔ ہم اس جگہ کے سو سو دو دو سو کلو میٹر تک ریڈ کروا چکے ہیں چپہ چپہ چھان مارا کوئی نام و نشان نہیں ملا انکا۔۔۔ گروہ خاصا تیز اور خطرناک ہے اور لڑکی کے بیان کے مطابق انکے قبضے میں ابھی خاصی تعداد میں بندے ہیں۔۔۔"

"وہ تو ہے ندیم صاحب اب بتائیں اس معاملہ میں پیش رفت کیسے ہوگی۔۔۔" سردار عزیز پریشانی سے بولا "اسکے لئے ہائی کمیشن سے بات کر کے پوری ٹیم تشکیل دینا ہوگی آئی ایس آئی کو انوالو کرنا ہوگا۔۔۔ مگر آپ کہتے ہیں لڑکی کو پبلک نہیں کرنا تو ایسے یہ سب ممکن نہیں ہوگا سردار صاحب۔۔۔ لڑکی اور لڑکی کے بیان کی جگہ جگہ ضرورت پڑے گی میرے کہنے پر تو کوئی کارروائی نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔" ندیم صاحب کی آواز کمرے میں بیٹھی آبش بھی سن رہی تھی اس نے کمرے کا دروازہ بند نہیں کیا تھا لہذا ان دونوں کی گفتگو وہ با آسانی سن سکتی تھی۔ "نہیں ندیم صاحب لڑکی کو پبلک میں نہیں کر سکتا۔۔۔ بہت شریف خاندان سے تعلق ہے اسکا پھر وہ اتنی بہادر نہیں ہے کہ آئے روز پولیس والوں کے سوالوں کے جواب دے یا پولیس سٹیشنز کے چکر کاٹی رہے۔۔۔ اسلئے تم کوئی اور حل نکالو۔۔۔" سردار عزیز سنجیدگی سے بول رہا تھا اور آبش صرف حیرت سے سن رہی تھی۔

"آپ کی بات ٹھیک ہے پر میں ایسے تو مکمل کارروائی نہیں کر سکوں گا پھر بھی میں کوشش کر رہا ہوں جہاں تک جاسکا جاؤں گا۔۔۔ لیکن جب لڑکی گھر جائے گی تب بھی یہ خبر پورے ملک پور میں ضرور پھیلے گی۔۔۔ اور پولیس لڑکی اور لڑکی کے گھر والوں کو ضرور اپروچ کرے گی۔۔۔"

ندیم صاحب نے ایک نہایت اہم بات اسے سمجھائی تھی جو سردار عزیز ابھی تک سوچ نہیں سکا تھا ظاہر ہے جس علاقے سے آئے روز بچیاں غائب ہو رہی ہوں وہاں اچانک واپس کسی ایک کا آ جانا حیران کن تھا۔۔۔ آبش بھی ندیم صاحب کی بات سے متفق تھی۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔۔۔ چلیں سوچتے ہیں کچھ۔۔۔" سردار عزیز کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔ "بہتر ہے آپ ابھی اسے اپنے پاس رکھیں۔۔۔" ندیم صاحب اب چائے پینے لگے۔

"نہیں آپ کو معلوم ہے جوان لڑکی کو یوں کب تک یہاں رکھ سکتا ہوں۔۔۔ میں نہیں چاہتا اسکے یہاں رہنے سے اسکا کوئی نقصان ہو۔۔۔" سردار عزیز کے ایک ایک لفظ میں فکر اور سچائی نمایاں تھی

"قاضی واجد کی بیٹی بھی لگ بھگ آبش کی عمر کی ہے مجھے ڈر ہے وہ بھی ان درندوں کے ہاتھ نا لگ گئی ہو۔۔۔ جلدی کچھ کرنا ہوگا بہت سے گھروں کی عزتیں داؤ پر لگیں ہیں۔۔۔ میں ہر قسم کے تعاون کیلئے آپ کے ساتھ ہوں۔۔۔ میرے کچھ خاص بندے بھی ہیں چاہیں تو انھیں بھی اس کام میں ساتھ لگالیں۔۔۔" سردار عزیز سخت پریشانی سے بول رہا تھا

"اللہ مدد کریگا۔۔۔ میں آج رات سے ہی اپنے تئیں ٹیم بنا کر کھوج شروع کرتا ہوں۔۔۔ چھوڑیں گے ہم بھی نہیں اب۔" ندیم صاحب پر عزم تھے۔

تھوڑی دیر خاموشی رہی۔

"خیر آپ کو بھی کامیابی مبارک ہو ندیم صاحب ترقی ہوگئی آپ کی۔ ڈی ایس پی کا عہدہ مبارک۔۔۔ دعوت کب کر رہے ہیں۔۔۔" اب ندیم صاحب اور سردار عزیز ہلکی پھلکی گپ شپ میں مصروف ہو چکے تھے۔

☆.....☆.....☆

"آبش مل گئی باجی۔۔۔ آبش کا پتا چل گیا۔۔۔" عاصم بولا نہیں تھا اس نے تو خوشی کا وہ امرت سب کے کانوں میں گھولا تھا کہ سب ہی حیرت و خوشی سے دم بخود تھے۔۔۔

"کک کیا بول رہے ہو عاصم۔۔۔ ہماری آبی مل گئی۔۔۔" صبا مارے خوشی کے بول نہیں پار ہی تھی

"ہاں صبا باجی آبی کل ہمارے پاس ہوگی۔۔۔" عاصم خوشی سے بولا

"عاصم تم سچ کہہ رہے ہونا آبی بالکل ٹھیک ہے نا ابھی کدھر ہے اور تمہیں کس نے بتایا۔۔۔" نور عاصم کے قریب آ کر پوچھ رہی تھی

"باجی مجھے سرداروں کا فون آیا تھا۔۔۔ اور جن کا فون آیا وہ جھوٹ تو بولیں گے نہیں بہت وثوق سے انہوں نے آبی کے ملنے کا بتایا ہے اور خاص کہا ہے کہ آبش کی والدہ کو تسلی دو۔۔۔ کل آبی آپ کے پاس ہوگی۔۔۔" عاصم خوشی خوشی تفصیل بیان کر رہا تھا۔

"ماموں وہ سردار عزیز کا فون تھا وہی زیادہ کوشش کر رہے تھے۔۔۔۔۔" مون بولا تھا

"ہاں وہی تھے۔۔۔۔۔" حاجی ابھی آبی کے آنے تک احتیاط بات باہر نا جائے ٹھیک ہے نا۔۔۔۔۔" عاصم نے نور کے ساتھ ساتھ باقی سب کو بھی دیکھ کر کہا۔۔۔۔۔ سب نے ہی اثبات میں سر ہلایا۔۔۔۔۔

نور نے فوراً ہی شکرانے کے نوافل ادا کے۔۔۔۔۔ عروہ اور صبا نے بھی نوافل ادا کر کے صدقہ نکالا۔۔۔۔۔ پورے گھر میں جیسے زندگی پھر سے سانس لینے لگی تھی۔۔۔۔۔ ہر کوئی خوش ہونے کے ساتھ ساتھ آبی کی سلامتی کے لئے دعا گو تھا مردہ وجود میں جیسے کسی نے روح ڈال دی تھی وہ ہنسنے لگی تھی بولنے لگی تھی عروہ نے بھی آبی کے آنے تک یہاں رکنے کا فیصلہ کیا تھا۔۔۔۔۔ صبا اور مون بھی یہیں تھے شمعوں کو بھی مون ٹیوشن سے ادھر ہی لے آیا۔۔۔۔۔ سب ہی ہنسنے لگے تھے بولنے لگے تھے بات بات پے آبی اور نانی ماں کے قصے چھیڑ کر انھیں یاد کر کے کبھی مسکرا دیتے کبھی رو دیتے۔۔۔۔۔

"نور آبی خیر خیریت سے آجائے پھر ہم سب ایک نئی زندگی شروع کریں گو۔۔۔۔۔" صبا نور کا سرد ہاتے ہوئے بول رہی تھی

"جی حاجی۔۔۔۔۔ انشاء اللہ۔۔۔۔۔ بس میری بیٹی خیر خیریت سے ہو سلامت ہو۔۔۔۔۔ جب تک میری آنکھوں کے سامنے نہیں آ جاتی مجھے قرار نہیں آے گا جب تک میں اسے اپنے سینے سے نا لگا لوں مجھے سکون نہیں ملے گا۔۔۔۔۔" نور کی آنکھوں میں آنسو تھے

"انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا نور۔۔۔۔۔ نور میں چاہتی ہوں ہم آتے ہی آبی اور مون کی خوشی منائیں۔۔۔۔۔ کوئی مشکل یا ٹکاح وغیرہ جیسا آپ لوگ کہو۔۔۔۔۔" صبا محبت سے قدرے کم آواز میں بولی

"صبا حاجی ابھی تو اماں کا ساتویں کا ختم بھی نہیں گزرا۔۔۔۔۔ اور پھر آبی جن حالات میں آرہی ہے واپس ابھی یہ وقت ان سب باتوں کا نہیں خیر سے آجائے پھر بعد میں سوچیں گے۔۔۔۔۔ آپ کی ہی بیٹی ہے۔۔۔۔۔" نور اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

"نور میں چاہتی ہوں آبی کو آتے ہی کوئی ایسی خوشی ملے جس سے وہ اپنے دکھ بھلا سکے۔۔۔۔۔ ابھی تو اماں کا صدمہ بھی اسکے لئے بہت بڑا ہو گا۔۔۔۔۔" صبا بولی

"وہی تو میں کہہ رہی ہوں باجی۔۔۔ ابھی آبی اس کنڈیشن میں نہیں ہوگی کہ فوری طور پر اسکی مشکلی کردی جائے پھر آپ کو اور مجھے کیا معلوم کہ آبی اس فیصلے پر خوش بھی ہوگی کہ نہیں۔۔۔" نور کے لہجے میں فکر نمایاں تھی وہ کوئی بھی فیصلہ بھی اب آتش کی خوشی اور رضامندی کے بغیر نہیں کر سکتی تھیں۔

"مجھے معلوم ہے آتش کی خوشی کیا ہے۔۔۔" عروہ جو اندر کمرے میں آتے ہوئے انکی باتیں سن چکی تھی مسکراتے ہوئے بولی

"کیا ہے۔۔۔؟؟؟" وہ دونوں بہنیں بیک وقت بولی تھیں۔

"آتش کو جب سے نانی ماں نے بتایا تھا کہ وہ مومن بھائی کی بچپن کی منگ ہے۔۔۔ وہ دل ہی دل میں مومن بھائی سے محبت کرنے لگی تھی اور اس بات کا اعتراف اس نے خود مجھ سے کیا تھا وہ بہت معصوم محبت کرتی ہے ان سے۔۔۔" عروہ مسکراتے ہوئے بتا رہی تھی

"ہائے میں صدقے میں قربان اپنی بچی ہے۔۔۔ دیکھا نور اب تو یہ ہماری بیٹی کی بھی خوشی ہے۔۔۔" صبا مارے خوشی کے نہال ہو گئی۔

"ایسا ہے تو پھر مجھے اعتراض نہیں میری بیٹی آجائے پھر خوب دھوم دھام سے اسکی خوشی کریں گے۔۔۔" نور کی آنکھوں میں گویا ستارے جگمگا رہے تھے نظر کے سامنے اونچا لمبا پرکشش سامون کھڑا تھا۔۔۔

☆.....☆.....☆

"کیا۔۔۔ وہ ہوتا کون ہے یہ سب کہنے والا۔۔۔ اور تم لوگوں نے چوڑیاں پہن رکھی ہیں کیا ہر بار اسکی مان کر چپ چاپ واپس آ جاتے ہو۔۔۔" زرینہ بے آب مچھلی کی طرح پورے ہال میں تڑپتی پھر رہی تھی۔

"پہلی بات وہ تیرے بچوں کا باپ ہے دوسرا تو پہلے ایسی حرکت ہی نا کیا کر کہ ہمیں بھی جا کر چپ چاپ ذلیل ہو کر واپس آنا پڑے۔۔۔" رفاقت غصے سے بولا۔

"رفاقت ٹھیک کہہ رہا دو بار ہو آیا وہاں سے اور کیا کر سکتا ہے وہ حیرے لئے۔۔۔" صفیہ بھی بیٹے کا غصہ دیکھ کر اسکی طرف داری پر مجبور ہو گئی۔

"اماں وہ مجھے تکلیف دینا چاہتا ہے بس۔۔۔ اس قابل نہیں کہ بچے پال سکے۔۔۔" وہ بری طرح چلا

رہی تھی۔

"یہ تو ہم نے بھی دیکھ لیا ہے کون کس کو تکلیف دینا چاہتا تھا اور کون کس قابل ہے۔۔۔ یہ شور شرابے کا کوئی فائدہ نہیں بہتر ہوگا چپ چاپ بیٹھ جا اب زرینہ۔۔۔ روز روز گھر میں تماشا نا لگا تیری مہربانی ہے۔۔۔ شادی والا گھر ہے کل سے مہمان آنا شروع ہو جائیں گے۔۔۔ میں نہیں چاہتا اماں کوئی بھی بد مزگی ہو۔۔۔" شفاعت بھی شور سن کر آ گیا زرینہ کو بولنے کو بعد وہ نرمی سے صفیہ کو کہہ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے پتر۔۔۔" صفیہ بیٹوں سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتی تھی۔

"شفاعت لالہ تجھے شادی کی پڑی ہے یہاں میں دن رات جس طرح تکلیف میں گزار رہی ہوں مجھے پتا ہے مجھے میرے بچے لا کر دو ورہ میں خود جا کر لے آؤں گی اور دیکھوں گی کون روکتا ہے مجھے۔۔۔" زرینہ انتہائی تلخی سے بولی

"جا کر لے آ۔۔۔ اور یہ بھی بتا دوں اب تو اس سردار عزیز کی گولی کا نشانہ بنے گی۔۔۔" رفاقت بھی پر طیش لہجے میں بولا۔

"رفاقت بس کر جا تو باہر۔۔۔ چل جا۔۔۔" شفاعت نے رفاقت کو پکڑ کر کمرے سے باہر نکال دیا۔

"دیکھ رہے ہو تم لوگ اسکو کیسی بکواس کرتا ہے یہ۔۔۔ مجھے تو لگتا ہے کسی دن یہ مجھے گولی مار دیگا۔۔۔" زرینہ اونچی اونچی آواز میں رونے لگی تھی۔

"یا اللہ خیر۔۔۔ کیا ہوا زرینہ کو کیوں ایسے رو رہی ہے۔۔۔" شفاعت کی بیوی بھی بھاگتے ہوئے اندر کمرے میں آ گئی۔

"کک کچھ نہیں ہوا پتر۔۔۔" صفیہ کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔

"ارے اسکی حالت تو دیکھیں آپ لوگ۔۔۔ زرینہ اٹھ شاہاش۔۔۔" شفاعت کی بیوی آمنہ اسے اٹھا کر بیڈ پر بٹھانے لگی۔

"چھوڑ دے مجھے۔۔۔ زیادہ ہمدرد بننے کی ضرورت نہیں۔۔۔" زرینہ کے یوں ہاتھ جھکنے پر آمنہ کے ساتھ ساتھ شفاعت بھی ہکا بکا رہ گیا۔

"آمنہ چل تو میرے ساتھ۔۔۔ اماں میں آخری بار کہہ رہا ہوں یہ تماشے میں روز بروز برداشت نہیں کروں گا۔۔۔ اور اب اسکے بعد بات میں ابا سے کروں گا۔۔۔" وہ آمنہ کا بازوؤں تھامے تیزی سے نکل گیا تھا۔۔۔

"زرینہ زرینہ تو کملی ہو گئی ہے کیا کر رہی ہے جوان بھائیوں کی دہلیز پر بیٹھی ہے۔۔۔ پیار محبت سے رہ بھائی بھابھی سے بنا کر رکھ۔۔۔" صفیہ زرینہ کا سر گود میں رکھ کر کم آواز میں اسے سمجھانے لگی۔

"اماں میں کسی غریب کسان کی بیٹی نہیں کہ بھائیوں کے گھر بیٹھی ہوں تو ان سے ڈر دہک کے رہوں انکے ساتھ ساتھ انکی بیویوں کے بھی نخرے دیکھوں میں بھی چوہدری امانت کی اکلوتی بیٹی ہوں۔۔۔ میں کیوں چپ رہوں۔۔۔" زرینہ اٹھ کر بیٹھ گئی سب آنسوؤں ہوا ہو چکے تھے وہ پھر ہٹ دھری سے بولنے لگی

"طلاق چاہے کسان کی بیٹی کو ہو چاہے چوہدری کی بیٹی کو طلاق طلاق ہوتی ہے زرینہ۔۔۔ ایک عورت کی طلاق کے بعد وہ عزت اپنے محل میں بھی نہیں رہتی جہاں وہ ملتی بڑھتی ہے۔۔۔ یہ ہی ہمارے ہاں کا دستور ہے۔۔۔" صفیہ گہرے دکھ سے بولی

"بس کراماں تو یہ اپنے زمانے کی سچی جھوٹی مجھے ناسنایا کر۔۔۔ بس مجھے میرے بچے رفاقت کی شادی سے پہلے پہلے چاہیے ورنہ میں رفاقت کی شادی بھی سکون سے نہیں ہونے دوں گی۔۔۔" وہ انتہائی خود غرضی سے بول کر وہاں سے چلی گئی۔۔۔ اور صفیہ بس اپنا سر پیٹ کر رہ گئی۔۔۔

☆.....☆.....☆

دروازے پر مسلسل ہوتی دستک سے وہ گہری نیند سے اٹھ گئی تھی۔۔۔ آج اسے بے حد پرسکون نیند آئی تھی۔۔۔ وہ لائٹ آن کر کے ہی سوتی تھی۔۔۔ وال کلاک پر وقت دیکھا تو صبح 5 بجے کا وقت تھا وہ ڈر رہی گئی۔۔۔ اس وقت اسے کوئی کیوں اٹھائے گا۔۔۔

"کون۔۔۔" وہ دروازے کے پاس آ کر ڈرتے ڈرتے بولی۔

"میں ہوں دروازہ کھولو۔۔۔" سردار عزیر کی آواز پر وہ دوپٹہ لے کر دروازہ کھول چکی تھی۔

"جلدی سے فریش ہو کر آ جاؤ گاڑی میں ہمیں ابھی نکلنا ہے ملکہ پور۔۔۔" وہ تیزی سے بول کر نکل گیا تھا

سردار عزیر کی آنکھیں سرخ تھیں اس نے آبش کے کسی جواب کا انتظار نہیں کیا بولا اور چلا گیا وہ انتہائی سنجیدہ تھا۔

"آبش نے اچھے سے منہ ہاتھ دھو کر دوپٹہ کیا اس سوٹ کا دوپٹہ کافی بڑا تھا لہذا عزیر کی دی ہوئی چادر پلیٹ کر اس نے ہاتھ میں ہی پکڑ لی۔۔۔ وہ غور سے اس کمرے کو دیکھنے لگی اس کمرے نے اسے سنبھالا تھا اسے سہارا دیا تھا جانے کیوں وہ جذباتی ہو رہی تھی۔۔۔ اس نے بیڈ کی چادر ٹھیک کی۔۔۔ ہر شے کو غور سے دیکھنے کے بعد وہ کمرے کا دروازہ بند کر کے باہر نکل آئی۔۔۔ باہر آ کر اس نے غلام دین کو ڈھونڈنا شروع کر دیا۔

مگر وہ اندر کہیں بھی نہیں تھا۔۔۔ وہ لاؤنچ سے نکلی تو غلام دین سردار عزیر کی گاڑی کے پاس کھڑا کوئی بات کر رہا تھا عزیر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ چکا تھا۔

اسے دیکھ کر غلام دین اسکی طرف آ گیا

"بٹیا خیر سے جاؤ اپنے گھر۔۔۔" غلام دین نے محبت سے آبش کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔۔۔ سردار عزیر انتہائی سنجیدگی سے انھیں ہی دیکھ رہا تھا۔

"غلام دین میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گی۔۔۔ میں کیسے شکریہ ادا کروں تمہارا۔۔۔" آبش کی آنکھیں پانیوں سے لبریز تھیں۔

"شکریہ سردار صاحب کا ادا کرنا۔۔۔ میری تو بٹیا جیسی ہو آپ۔۔۔ اللہ ہمیشہ خوش رکھے۔۔۔ چلو اب دیر ہو رہی ہے۔۔۔" غلام دین بھی آبدیدہ سا ہو گیا اب وہ آبش کو گاڑی کی فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول کر بٹھا رہا تھا۔۔۔ آبش نے نکلتے نکلتے اس لان کو بہت دلچسپی سے دیکھا تھا جس میں رات ہارش کے بعد جگہ جگہ پتے بکھرے ہوئے تھے۔۔۔

وہ لوگ گھر سے نکل آئے تھے گاڑی میں ایک عجیب معنی خیزی خاموشی تھی اس نے ان دو چار دنوں میں سردار عزیر کو اس حد تک سنجیدہ نہیں دیکھا تھا۔۔۔ اسکی آنکھیں شاید رتھکے کے باعث سرخ تھیں وہ اس سے بات کرنا تو دور دیکھ بھی نہیں رہا تھا سنجیدہ سپاٹ چہرہ ہونٹ گھنی سیاہ مونچھوں تلے دبے تھے جیسے انہیں بولنے سے باز رکھنے کے لئے زبردستی بھینچا گیا ہو۔۔۔

سردار عزیر کی حالت تو وہ خود ہی جانتا تھا اس نے رات نا جانے کی جرم کی پاداش میں کاٹی تھی۔۔۔ وہ آبش کو اس گھر سے اور اپنی زندگی سے دور نہیں کرنا چاہتا تھا اور وہ یہ بھی جانتا تھا اسکی یہ خواہش انتہائی احمقانہ اور بچکانہ

ہے۔۔۔ بھلا وہ اسکی ملکیت تھوڑی تھی اس سے تو کوئی ایسا تعلق بھی نہیں تھا جسکی بنا پر وہ اسے روک لیتا اسے دور تا جانے دیتا۔۔۔ وہ یہ بات جاننے لگا تھا کہ اسے آتش سے محبت جو چکی ہے مگر وہ یہ بھی جانتا تھا یہ محبت اسکے نصیب میں نہیں لہذا اس نے نا چاہتے ہوئے بھی فیصلہ کیا تھا کہ جتنی جلدی ہو سکے وہ آتش کو اسکے گھر پہنچا دے گا۔۔۔ یہ اور بات تھی وہ رات ساری اس کرب میں جا گا تھا۔۔۔ اسکے پاس کوئی حل نہیں تھا۔۔۔ مگر وہ اپنے دل کو سمجھانے میں ناکام رہا تھا۔۔۔ وہ اس بات سے ناواقف تھا جب محبت جیسا فتور دل و دماغ پر چڑھتا ہے تو تمام تر کوششیں ناکام ہو جاتی ہیں۔۔۔

وہ ابھی بھی ضبط کیے بیٹھا تھا وہ اتنی آسانی سے ضبط کرنے والوں میں سے نہیں تھا وہ جو چاہتا تھا وہ کرتا تھا مگر اس لڑکی کے ہوتے ہوئے وہ بے بس تھا۔۔۔ تقریباً ایک گھنٹے تک وہ گاڑی یونہی بے مقصد شہر میں ادھر ادھر گھماتا رہا آتش کو تو یہ بھی معلوم نہا ہو سکا کہ وہ پچھلے ایک گھنٹے سے شہر ملتان کے ہی چکر کاٹ رہے ہیں۔



"ان لوگوں کے ساتھ بہت برا ہو گا دیکھنا یہ غارت ہوں گے۔۔۔ خدا کا قہر اترے گا ان پر۔۔۔ یہ نیست و نابود ہوں گے۔۔۔ خدا کی گرفت سے یہ نہیں بچ سکیں گے۔۔۔" بڑی بڑی داڑھی والا وہ نوجوان آج پھر چیخنے چلانے لگا تھا۔

"بھائی چپ کر جا۔۔۔ کیوں تو ایسے بول کر مار کھاتا ہے۔۔۔ وہ تجھے مار مار کر لہو لہان کر دیں گے۔۔۔" ساتھ بیٹھے ایک 45 سالہ آدمی نے اسے کہا تھا جو پچھلے کئی سالوں سے یہاں قید تھا۔۔۔ جس سے ایک وقت کا سب کے لئے کھانا پکوا کر پھر یہاں ہال میں بند کر دیا جاتا۔۔۔

"مارنے دو۔۔۔ ہاں مارنے دو۔۔۔ یہ مارنے کے علاوہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔۔۔ کچھ بھی نہیں۔۔۔ مارنے دو انکو۔۔۔ آڈ مارو مجھے۔۔۔ آڈ۔۔۔" وہ ایک بار پھر زور زور سے چلانے لگا۔

"سرکار اسکو مار کر پھینکو ادیں کیوں اسے یہاں رکھا ہوا ہے۔۔۔" ایک گارڈ نما دراز قد آدمی بولا "نہیں چلانے دو اسکو۔۔۔ جب زیادہ تنگ کرے تو خاطر داری کر کے پھینک دیا کرو یہاں۔۔۔" مگر یہ مرنا نہیں چاہیے۔۔۔ "وہی مخصوص آواز گونجی

"یہ برباد ہوگا۔۔۔ یہ کبھی آباد نہیں ہوگا۔۔۔ یہ برباد ہوگا۔۔۔" وہ نوجوان پھر چلایا
 "چپ کر جا۔۔۔ کیوں مرنا چاہتا ہے چپ کر جا۔۔۔ مجھے بھی تو دیکھ چپ چپ عمر کا نا جانے کتنا حصہ
 یہاں گزار چکا ہوں۔۔۔" وہ آدمی اسکے منہ پر ہاتھ رکھ کر بولا
 "کیوں۔۔۔ کیوں۔۔۔" وہ نوجوان اسے حیرت سے دیکھنے لگا
 "کیونکہ میرا تو دیسے بھی کوئی والی وارث نہیں۔۔۔ کوئی آگے پیچھے نہیں کوئی بیوی بچے نہیں۔۔۔ تو میں نے
 یہاں سے نکل کر کرنا بھی کیا ہے۔۔۔ بس آدمی گزر گئی۔۔۔ باقی بھی گزر جائے گی مگر تیری طرح یوں مار کھانے
 کی سکت نہیں مجھ میں۔۔۔" وہ آدمی اب زمین پر سٹ کر لیٹ گیا
 "میرا تو سب کچھ ہے۔۔۔ ہاں سب کچھ ماں باپ بہن بھائی۔۔۔ اور ہاں ایک بہت پیاری بہت بھدار
 بیوی بھی۔۔۔ ہاں۔۔۔ بیوی بھی۔۔۔ مار دو۔۔۔ مجھ مار دو۔۔۔" وہ نوجوان ایک بار پھر زور زور سے
 چلانے لگا روٹنے لگا
 "پکڑ اس کینے کو لے جاؤ۔۔۔" دو قد آدمی اسے اٹھا کر دوسرے کمرے میں لے جا چکے تھے اسکی چیخ
 و پکار کی آواز نے اس 45 سالہ آدمی کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا وہ سیاہ فرش پر لیٹا خاموش آنسو بہاتا رہا ہے۔

☆.....☆.....☆

وہ ایک ریسٹورنٹ کے آگے گاڑی کھڑی کر کے خود باہر نکل گیا تھا۔۔۔ صبح ساڑھے 6 بجے کا وقت تھا اس
 وقت رش نا ہونے کے برابر تھا اسے ٹھیک سے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ آج دن کیا ہے۔۔۔ صبح کا ٹھکرا ٹھکرا
 ماحول بہت آسودہ سا تھا۔۔۔ خالی خالی صاف ستھری سڑکیں سرسبز پودے۔۔۔ وہ اس شہر میں پہلے کبھی نہیں آئی
 تھی۔۔۔

گاڑی کا اے سی فل آن تھا۔۔۔ اسے سردی لگنے لگی تھی۔۔۔ وہ متلاشی نظروں سے عزیر کو دیکھنے لگی وہ
 تھوڑی دور ہی کھڑا سگریٹ پے سگریٹ پی رہا تھا۔۔۔ وہ سفید کاٹن کی شلوار قمیض پہنے ہوئے تھا آبلش نے نوٹ
 کیا وہ بہت عمدہ کاٹن کے کپڑے پہنتا تھا۔۔۔ اسکی چمکتی ہوئی گندمی رنگت اور سیاہ گھنے بال تھے۔۔۔ ہاتھ میں
 وہ مختلف ڈیزائنز اور برانڈز کی قیمتی گھڑیاں پہنتا تھا۔۔۔

اسکے دروازے کی ونڈ وناک ہوئی تو اسکا دھیان عزیر سے ہٹا دے ٹھٹھک کر باہر دیکھنے لگی جہاں ایک پیرا ناشتے کی ٹرے پکڑے کھڑا تھا۔۔۔

آبش نے دروازہ کھول کر ٹرے پکڑ کر دروازہ بند کر لیا۔۔۔ ناشتے کی ٹرے عزیر کی سیٹ پر رکھ کر وہ خاموشی سے عزیر کو دیکھنے لگی جواب چائے کا کپ تھا مے رخ پھیرے چائے پی رہا تھا۔۔۔

آبش نے کلب سینڈوچ کی پلیٹ اٹھائی اور نا جانے کیوں گاڑی سے اتر کر سردار عزیر کی طرف بڑھنے لگی۔

"آپ ناشتہ نہیں کریں گے۔۔۔"

سردار عزیر اسکی آواز پر چونک کر پلٹا تھا۔۔۔ وہ پلیٹ آگے کیے کھڑی تھی

موسم ابھی بھی ابرا آلود ہی تھا سورج نہیں نکلا تھا ٹھنڈی ہوا اور بادلوں نے موسم خاصا خوشگوار کر رکھا تھا

"نہیں تم کرو۔۔۔ میں نے چائے پی ہے۔۔۔" وہ بمشکل خود کو سنبھال کر سنجیدگی سے بولا

"چائے پینا ناشتہ تو نہیں ہوتا۔۔۔ یہ کھائیں ورنہ میں بھی نہیں کھاؤں گی۔۔۔" وہ پہلی بار یوں خوش گوار لہجے میں بولی تھی شاید گھر جانے کی خوشی نے اسے تازہ دم کر دیا تھا۔

"اچھا تو تم ضد بھی کرتی ہو۔۔۔" سردار عزیر اسے بغور دیکھتے ہوئے بولا وہ پہلے کی نسبت کافی پر اعتماد دکھائی دے رہی تھی اسکے چہرے پر پھیلا سکون عزیر کی تسلی کے لئے کافی تھا۔

"نہیں یہ ریکویسٹ ہے سردار صاحب۔۔۔" ایک ہلکا سا جھسم تھا ان لبوں پر۔۔۔ عزیر دم بخود اسے دیکھنے لگا۔۔۔ نا جانے جب وہ کھل کر ہنستی ہوگی تو کتنی پیاری لگتی ہوگی وہ سوچ کر رہ گیا۔

"میرا نام عزیر ہے۔۔۔" وہ ہنوز سنجیدہ تھا

"میں آپ کو نام سے تو نہیں بلا سکتی۔۔۔ آپ بڑے ہیں۔۔۔" وہ بولی۔

"یہ بھی ہے۔۔۔ جاؤ تم گاڑی میں بیٹھو میں آ رہا ہوں۔۔۔" وہ اسے گاڑی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بول رہا تھا۔

"اور ناشتہ۔۔۔" وہ سینڈوچ کی پلیٹ دیکھ کر بولی۔

"آ رہا ہوں۔۔۔" وہ کہہ کر ساتھ والی بیکری پر چلا گیا اور وہ چپ چاپ گاڑی میں آ گئی۔

اسے یہ موسم بہت بھلا لگ رہا تھا آج اسے اپنا آپ ہواؤں میں اڑتا ہوا محسوس ہو رہا تھا اپنے گھر اور گھر والوں سے ملنے کا احساس ہر احساس پر حاوی تھا وہ خوش تھی اور وہ اب خوش رہنا چاہتی تھی۔۔۔ سیاہ رات جیسے ختم ہو چکی تھی خوبصورت صبح کا آغاز ہو چکا تھا۔۔۔

سردار عزیز نے گاڑی کا دروازہ کھولا تو آبلش نے ٹرے اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لی۔۔۔ سردار عزیز بہت سے کھانے پینے کی اشیاء بیکری سے لے آیا تھا۔۔۔

"کچھ اور بھی لینا ہوا تو ان میں سے لے لینا صبح کا وقت ہے اس ہوٹل سے تو بس یہ سینڈویچ اور چائے ہی ملی۔۔۔" وہ ایک سینڈویچ اٹھاتے ہوئے بول رہا تھا

"نہیں یہ کافی ہے۔۔۔" وہ بھی اب چائے کے ساتھ سینڈویچ کھانے لگی تھی۔۔۔

عزیز کو یہ منظر کتنا مکمل لگا تھا وہ اسے دیکھنے لگا تھا جب اسکی گاڑی کی ونڈوز درز درز سے بچنے لگی ایک بھکارن ہاتھ پھیلائے کھڑی تھی

عزیز نے شیشہ نیچے کر کے ایک سوکانوٹ اسے تھما دیا۔۔۔

"جوڑی سلامت رہے صاحب۔۔۔ سدا سہاگن رہو بیٹی۔۔۔ اللہ پاک بری نظر سے بچائے۔۔۔" اس سے پہلے وہ کچھ اور بولتی عزیز نے گھبرا کر گاڑی کے شیشے کا مین دبا دیا۔۔۔ وہ گھبرا چکا تھا ڈرتے ڈرتے آبلش کی طرف دیکھا جو خلاف توقع اپنی ہنسی کنٹرول کرنے کی کوشش میں سرخ ہو رہی تھی۔

عزیز کے دیکھنے میں اسکا ضبط جواب دے گیا اور وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے لگے۔۔۔

"توبہ۔۔۔ یہ لوگ بھی ناچند پیسوں کے لئے لوگوں کو کیا سے کیا بتا دیتے ہیں۔" وہ ہنستے ہنستے بول رہی تھی

سردار عزیز گاڑی شارٹ کر چکا تھا۔۔۔ وہ بس خاموشی سے مسکرا رہا تھا۔۔۔

"آپ کو پتا ہے ایک بار میں نانی ماماں اور مومن میرا کزن بازار گئے تو ایک فقیر مومن کو کہتا اللہ تیری بیٹی کے نصیب اچھے کرے اسکے صدقے کچھ دے دے۔۔۔ جس پر مومن آگ بگولا ہو کر ہمیں بازار ہی چھوڑ کر گھر بھاگ آیا تھا۔۔۔" آبلش ہنس ہنس کر بتا رہی تھی جس پر سردار عزیز بھی خوب ہنسا تھا۔۔۔

وہ لوگ ٹول پلازہ کر اس کے موڑوے پر آچکے تھے۔۔۔ سردار عزیز بس خاموش تھا۔۔۔ وہ جانتا تھا یہ

خوشی محض چند گھنٹے اسکے ساتھ ہے۔۔۔

"عزیر صاحب۔۔۔" آبلش کے بلانے پر وہ چونک گیا

"ہوں۔۔۔" اسکے دل کو تو بہت کچھ ہوا تھا مگر فی الوقت وہ کچھ بھی ظاہر نہیں کروا سکتا تھا۔

"آپکا بہت بہت شکریہ۔۔۔ میرے خیال میں شکریہ کا لفظ آپ کے احسانوں کے آگے بہت چھوٹا ہے۔۔۔ آپ نے مجھے جس طرح بچایا مجھے عزت دی۔۔۔ مجھے محفوظ رکھا کوئی لڑکی اپنی عزت کے محافظ کے احسان کا بدلہ نہیں چکا سکتی۔۔۔ اگر آپ اس رات مجھے نا بچاتے مجھے وہاں سے نا نکالتے میں تو وہیں پڑی یا مرجاتی یا ان درندوں کے ہاتھ لگ جاتی۔۔۔" آبلش سوچ کر بھی کانپ گئی تھی اس نے بہت ہمت کر کے سردار عزیر کا شکریہ ادا کرنے کا سوچا تھا۔

"اگر تمہاری قسمت میں بچنا لکھا تھا تو میری جگہ کوئی بھی تمہیں بچا سکتا تھا، تمہاری حفاظت اس ذات نے کی اور اسکے بعد تمہارے پیچھے دعائیں تمہیں جنہوں نے تمہیں محفوظ رکھا۔۔۔" سردار عزیر کی نظریں ونڈ سکرین پر مرکوز تھیں وہ قدرے نرمی سے بولا

"ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ لیکن آپ نے جو کیا میں کبھی نہیں بھول سکتی۔۔۔ کبھی بھی نہیں۔۔۔ میری ہر سانس آپ کے لئے دعا کرے گی۔۔۔"

"میں آپ کے لیے ایک استخشاں دعا کروں گی۔۔۔"

"اچھا وہ کیا۔۔۔" وہ ڈرائیو کرتے ہوئے مسکرایا تھا نظریں ہنوز سامنے سکرین پر مرکوز تھیں۔

"اللہ تعالیٰ آپ کو مسجاب الدعوات بنادے۔۔۔" وہ بھی سنجیدگی سے بول رہی تھی۔

"اسکا کیا مطلب ہوا۔۔۔" وہ ایک نظر اسے دیکھ کر پھر سامنے دیکھنے لگا۔

"مطلب آپ کی ہر دعا بارگاہ الہی میں مقبول ٹھہرے آپ جو مانگیں آپ کو مل جائے۔۔۔ اس سے بڑی کوئی دعا نہیں ہو سکتی۔۔۔" وہ اسکی جانب دیکھ کر بولی۔

"سوچ لو۔۔۔ دعا دینے والا خود بھی دعا کی پیٹ میں آ سکتا ہے۔۔۔" وہ اسے دیکھ کر مبہم سے انداز میں

مسکرایا تھا۔

"کیا مطلب۔۔۔" وہ سمجھی نہیں تھی

"کچھ نہیں بہت مہربانی تمہاری یہ دعا مجھے ہمیشہ یاد رہے گی۔۔۔" وہ گاڑی کی سپیڈ بڑھا چکا تھا۔

☆.....☆.....☆

"بابی بابی۔۔۔ آبلش آرہی ہے۔۔۔ اٹھو جلدی کرو سارے۔۔۔" عاصم کو آٹھ بجے کو قریب سردار عزیز کا فون آیا کا 9 یا ساڑھے 9 بجے وہ آبلش کو لے کر گھر پہنچ جائے گا۔۔۔ عاصم جو نیند میں تھا سردار عزیز کی کال سنتے ہی پورے گھر میں بجلی کی سی تیزی سے گھومنے لگا۔۔۔ شور کرنے لگا۔

"نور جو صبح فجر کے بعد قرآن پاک کی تلاوت کر کے تسبیح پڑھتے پڑھتے سو گئی تھی ہڑ بڑا کر اٹھ گئی سب ہی تقریباً اٹھ چکے تھے۔۔۔ آصف لودھی رمشا کو لے کر رات کو ہی پہنچ گئے تھے۔

"مومن تو جا کر کچھ کھانے پینے کا سامان لے آ۔۔۔ سردار صاحب بھی ساتھ آرہے ہیں انکی خاطر تواضع میں کوئی کمی نا ہو۔۔۔ آپ لوگ کھانے شانے کا بندوبست کرو سب کچھ ہماری آہنی کی پسند کا ہو۔۔۔" عاصم خوشی سے پھولے نہیں سارہا تھا یہی حال باقی گھر والوں کا بھی تھا۔

"ماموں آپ تو ایسے شور مچا رہے ہیں جیسے آبلش اغوا ہو کر نہیں جج کر کے واپس آرہی ہے۔۔۔" رمشا جو کل سے آبلش کی واپسی کی خبر سن کر سلگ رہی تھی ابھی زہرا گلنے سے باز نہیں آئی تھی۔۔۔ اسکے اس طرح بولنے پر سب ہی خاموش ہو گئے تھے آصف لودھی جو منہ ہاتھ دھو کر باہر آئے بیٹی کی بات سن کر سخت شرمندہ ہوئے۔۔۔

"اس سے بڑی خوشی کی بات ہو ہی نہیں سکتی کہ ہماری بیٹی صحیح سلامت گھر واپس آرہی ہے۔۔۔ برانا ماننا عاصم اسکو تو عادت ہے بچوں والی باتیں کرنے کی۔۔۔" آصف لودھی نے جس انداز میں رمشا کو گھورا وہ کندھے اچکا کر سائیڈ پر بیٹھ گئی تھی۔۔۔

"آصف میں سوچ رہی ہوں ہم آہنی کو اماں کی وفات کا کیسے بتائیں گے۔۔۔ وہ یہ دکھ کیسے برداشت کرے گی۔۔۔" نور لودھی آج آبلش کی آنے کی خوشی کو رمشا کی باتوں میں آ کر بردباں نہیں کرنا چاہتی تھیں انہوں نے رمشا کی بات کا برا نہیں منایا تھا وہ جانتی تھیں وہ ان سے کتنی محبت کرتی ہے اور اسی محبت میں وہ کبھی کبھار جھلس ہو

جاتی تھی۔۔۔

"نور وہ تمہاری بیٹی ہے۔۔۔ ایک بہادر ماں کی بہادر بیٹی۔۔۔ وہ ہر دکھ پر سنبھلنا بھی جانتی ہے اور سنبھالنا بھی۔۔۔ تم فکرنا کرو۔۔۔ سچائی چھپا تو نہیں سکتے۔۔۔ اللہ بہتر کریگا۔۔۔" آصف لودھی نے محبت سے تسلی دی

"انشاء اللہ۔۔۔" نور کے بیقرار دل کو قرار اب صرف اپنی بیٹی کی دید سے ہی ملنا تھا۔

☆.....☆.....☆

ہم سے پوچھو کسی سے

مل کر پھڑنا

کیسا ہوتا ہے

کیسا یہ درد ہوتا ہے

کیسا یہ کرب ہوتا ہے

محبت جس سے ہو جائے

یہ چاہت جس سے ہو جائے

پھر اسے ہی چھوڑ دینا

کب کہاں آساں ہوا ہے

بہت مشکل ہوتا ہے

بہت مشکل ہوتا ہے

موٹر وے سے اتر کر اب گاڑی ملکہ پور کی حدود میں داخل ہو چکی تھی۔۔۔ جہاں آبش کا چہرہ خوشی و مسرت سے چمکنے لگا تھا وہیں سردار عزیز کا نقش نقش تن سا گیا تھا۔۔۔ موسم بالکل صاف تھا دھوپ ہی دھوپ تھی۔۔۔ جیسے جیسے وہ اپنے گھر کی طرف بڑھ رہی تھی ویسے ویسے اس کا یقین ساتھ بیٹھے شخص پر بڑھتا جا رہا تھا وہ اپنے کہے پر پورا اترتا تھا۔۔۔ وہ اپنے قول کا پکا تھا اس نے جو کہا وہ کر دیا وہ باحفاظت اسے اسکے گھر تک لے جا رہا تھا۔۔۔

گاڑی آبش کی گلی کے باہر کی تھی۔۔۔ گلی چونکہ تنگ تھی تو گاڑی اندر نہیں جاسکتی تھی۔۔۔ وہ گاڑی روک کر

خاموشی سے ونڈ سکرین سے باہر دیکھنے لگا

"آبش۔۔۔۔" سردار عزیر نے آبش کو پکارا تھا ایک سرد آہ تھی جو سردار عزیر نے بھری تھی۔

اسکے نام لینے میں پہلی بار آبش کو ایک عجب سے احساس نے گھیرا تھا وہ کچھ سمجھنا پائی۔

"جی۔۔۔" وہ جلدی سے بھاگ کر گھر جانا چاہتی تھی مگر اپنے محسن کے حکم کے بغیر فی الحال وہ ایسا کیسے کرتی "کوئی غلطی ہوئی ہو۔۔۔ کوئی بات بری لگی ہو تو معاف کرنا۔۔۔" سردار عزیر اسکی آنکھوں میں دیکھتے

ہوئے بولا

"کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ تو میری محسن ہیں آپ نے جو کیا میری بھلائی کے لیے کیا۔۔۔ ہاں میں آپ کو غلط سمجھی جس کے لیے شرمندہ ہوں۔۔۔" اسکی بھوری آنکھوں کی کشش عزیر کو بے چین کر گئی تھی۔۔۔ "چلو تمہیں تمہارے گھر والوں کے سپرد کر آؤں۔۔۔" عزیر نظریں چرا کر گاڑی بند کر کے نیچے اتر۔۔۔ آبش بھی اسکے پیچھے پیچھے اتری۔

اب عزیر آگے اور وہ اسکے پیچھے چل رہی تھی۔۔۔ نا جانے کیسی جھجک تھی جس نے اسے گھیر لیا تھا۔۔۔ سب سے مشکل مرحلہ تو پندرہ بیس قدموں کا یہ گھر تک فاصلہ طے کرنا تھا وہ کچھ نا کرتے ہوئے بھی خود کو قصور وار سمجھنے لگی تھی۔۔۔ وہ عزیر کے پیچھے اچھی طرح دوپٹہ لپیٹے چل رہی تھی اسکا یہ خوف اور جھجک عزیر نے محسوس کر لیا تھا۔ "کیا ہوا۔۔۔ تم کوئی مجرم نہیں ہو۔۔۔ اپنے گھر جا رہی ہو۔۔۔ ہمت کرو شاہاش۔۔۔" وہ آبش کے یوں رک جانے پر اسکے قریب آیا تھا۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے معلوم نہیں کیا بات ہے مگر ہمت نہیں ہو رہی میرے قدم بہت بھاری ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔ ایسے لگتا ہے میرے بعد جیسے کچھ بہت برا ہو گیا ہے" اب تک سارے راستے وہ بہت خوش خوش آئی تھی مگر اب اسکی آنکھیں بھرا گئیں۔۔۔

"میں ہوں نا تمہارے ساتھ۔۔۔ چلو شاہاش۔۔۔" عزیر نے براہ راست اسکی آنکھوں میں دیکھا اور دیکھتا رہ گیا۔

وہ آنکھوں میں اشکوں کا سمندر لیے کسی سہمی ہوئی بچی کی طرح نفی میں گردن ہلا رہی تھی۔۔۔

سردار عزیر کا دل کیا وہ اسے ابھی اسی وقت اپنے سینے سے لگا کر تسلی دے مگر نہیں وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا کبھی نہیں۔۔۔ اس نے آہش کو دیکھا اور اسکی کلائی تھام کر چلنے لگا۔۔۔

آہش آنسو صاف کرتی پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔۔۔ اسکی کلائی پر گرفت مضبوط تھی۔۔۔ دروازے کے پاس پہنچ کر تیل بجائی تو دروازہ فوراً ہی کھل گیا۔۔۔ آہش عزیر کے پیچھے چھپ گئی تھی۔۔۔ عزیر نے آہش کی کلائی چھوڑ دی۔۔۔

"آبی۔۔۔ میری بیٹی۔۔۔" عزیر آگے سے ہٹ چکا تھا سامنے اٹھکباری نور کھڑی تھی۔۔۔

آبی نے نور کی آواز پر گردن اٹھائی اور ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر ماں سے لپٹ گئی۔۔۔

☆.....☆.....☆

عاصم عزیر کو لے کر بیٹھک میں آ گیا تھا۔۔۔ جہاں آصف لودھی اور مون سمیت سب نے اسکا شکریہ ادا کیا تھا آصف لودھی اس سے پہلی بار ملے تھے اور متاثر ہوئے تھے۔۔۔ وہ بہت گرم جوشی سے ملے تھے۔

جہاں سردار عزیر نے انہیں بتایا آہش کیسے کہاں اور کس حال میں اسے ملی ساتھ یہ بھی بتایا وہ اسکا بیان دلوا چکا ہے میڈیکل کروا چکا ہے وہ باعزت اور باوقار طریقے سے واپس لوٹی ہے۔۔۔۔ اور باقی کارروائی وہ اپنے طریقے سے کروائے گا۔۔۔ اس نے بتایا کہ کیسے وہ گروہ کے ہاتھ لگی اور وہ گروہ کس حد تک خطرناک ہے ساری تفصیلات بتائیں ساتھ ہی چائے وغیرہ بھی سب نے مل کر پی۔

وہ چاہتا تھا جتنا ہو سکے وہ آہش کا معاملہ کلنیر کر کے جانے تاکہ اسکے جانے کے بعد کوئی سوال جواب اس سے نہ ہو۔۔۔

"میرا کام یہیں تک تھا۔۔۔ بس دعا کرنا باقی بچیاں بھی باعزت اپنے اپنے گھروں کو پہنچ جائیں۔۔۔"

سردار عزیر عاصم سے گلے ملتے ہوئے بولا۔

"سردار صاحب ہمیں خدمت کا موقع دیں کچھ کھاپی کر جائیں۔۔۔ ہمیں تو سمجھ نہیں آرہی آپ کے احسان کا بدلہ کس طرح چکائیں ہماری تو سانس سانس آپ کی مقروض ہو گئی۔۔۔" آصف لودھی کی آنکھیں بھی نم تھیں

"میں نے کوئی احسان نہیں کیا۔۔۔ یہ سب آپ کی دعائیں اور اس رب کا کرم ہے۔۔۔ میں چلتا ہوں دیر

ہو رہی ہے مجھے کچھ ضروری کام ہیں۔۔۔۔۔" وہ عاصم کو خدا حافظ کہہ کر بیٹھک کے دروازے سے ہی نکل گیا۔۔۔

☆.....☆.....☆

"امی۔۔۔۔۔" وہ ناجانے کتنی دیر نور لودھی کے گلے لگ کر روتی رہی اسے اس گروہ کی قید میں کھائی جانے والی ماریا دآنے لگی۔۔۔ سارے زخم جیسے تازہ ہونے لگے رہ رہ کر ان تاریک دن راتوں کے خیال اسکے دل میں آنے لگے شاید ماں کی آغوش چیز ہی ایسی ہے جس میں ہر اولاد سر رکھ کر اپنے دکھ اور تکلیف پر رونا چاہتی ہے۔۔۔ آبش بھی رو رہی تھی نور لودھی اسکے چہرے پر پڑے نل کے نشانوں کو چوم رہی تھیں کبھی آبنی کے ہاتھوں کو چومتی کبھی آنکھوں کو۔۔۔ آبش کو سینے سے لگا کر گویا سکون کی وہ دولت ملی کہ نور لودھی سب کچھ ہی بھول چکی تھی۔۔۔

آبی تھوڑا سنبھلی تو صبا اور عروہ نے گلے لگا لیا۔۔۔ انکو ملنے کے بعد وہ خود ہی چہرہ صاف کرتی رمشا کے پاس آئی جس نے بے دلی سے گلے لگا کر اسے پیچھے کر دیا۔۔۔ پھر وہ نومی کو پیار کرنے لگی جو اس سے چٹ گیا تھا۔ وہ سب برآمدے میں مچھی چار پائیوں پر بیٹھے تھے آبنی بھی بیٹھی تھی۔۔۔ مرد سارے اسے مل کر سردار عزیز کے پاس بیٹھک میں تھے۔۔۔۔۔ آبش ابھی بیٹھی ہی تھی کہ ایک خیال نے اسے ہلا دیا اور وہ خیال تھا نانی ماں کا۔۔۔ "نانی ماں۔۔۔۔۔ نانی ماں کہاں ہیں۔۔۔۔۔" آبش کھڑی ہو گئی وہ حیزی سے کمرے کی جانب بڑھی ایک کمرہ پھر دوسرا کمرہ پھر تیسرا کمرہ۔۔۔ مقدس بیگم تو کہیں بھی نہیں تھیں۔۔۔

"نانی ماں کدھر ہیں صبا خالہ۔۔۔ عروہ کہاں ہیں نانی ماں۔۔۔" آبش کا دماغ ناجانے کیوں ساں ساں کرنے لگا تھا۔۔۔

"امی وہ ساتھ والے کسی گھر میں گئی ہیں کیا انھیں بتایا نہیں تھا آپ لوگوں نے کہ آج میں آرہی ہوں۔۔۔۔۔" آبی نور کا بازو پکڑ کر بولی۔

"نانی ماں۔۔۔۔۔ نانی ماں۔۔۔۔۔" وہ آوازیں دینے لگی جب نور لودھی نے سختی سے اسکا بازو پکڑ لیا انکی گرفت اتنی ذومعنی تھی کہ آبش حیرت و بے یقینی سے انھیں دیکھنے لگی۔۔۔

آصف لودھی مون اور عاصم بھی اب وہاں آچکے تھے۔

"تمھاری نانی ماں تمھارا ہی نام لیتے لیتے ہم سب کو چھوڑ کر چلی گئی آبی۔۔۔ چلی گئی وہ۔۔۔" نور بے اختیار روتے روتے چار پائی پر بیٹھ گئیں۔۔۔

اور آبلش پر ایک ساتھ جیسے ساتوں آسمان گر پڑے تھے۔۔۔ وہ مارے صدمے کے چپ سی ہو گئی۔۔۔ تو یہ تھا وہ ناکردہ جرم جس کی بدولت وہ خود کو قصور وار سمجھ رہی تھی۔۔۔ وہ جانتی تھی یہ جو کچھ اسکے ساتھ ہوا اسکی قیمت اسکا کوئی اپنا چکائے گا۔۔۔ وہ جانتی تھی یہ صدمہ کوئی سہہ نہیں پائے گا۔۔۔ اسکی نانی ماں اسکی جدائی برداشت نہیں کر پائیں۔۔۔ نانی ماں مر گئی تھیں۔۔۔ آبلش کا دماغ جیسے طوفانوں کی زد میں تھا وہ وہیں زمین پر ڈھسے سی گئی تھی۔۔۔

کچھ دیر وہ یونہی چپ چاپ بیٹھی رہی۔۔۔ اور پھر جب روئی تو اپنے ساتھ ساتھ سب کو ہی رلا دیا۔۔۔ ایک بار پھر جیسے مقدس بیگم کی میت اٹھی تھی ایک بار پھر جیسے جنازہ اٹھا تھا جیسے یہ دکھ پھر تازہ ہو گیا تھا۔۔۔ آبلش کے لیے سنبھلنا مشکل ضرور ہو گیا تھا۔۔۔ مگر آصف لودھی نے ٹھیک ہی کہا تھا وہ سنبھلنا اور سنبھالنا جانتی ہے۔۔۔"

☆.....☆.....☆

وہ واپسی پر سارے راستے آبلش کو سوچتا آیا تھا وہ جانتا تھا اس پر ایک قیامت ٹوٹنا باقی تھی۔۔۔ وہ یہ بھی جانتا تھا جب اسے معلوم ہوگا کہ وہ اسکی نانی کی وفات کے بارے میں جانتا تھا تب بھی وہ اسے غلط سمجھے گی مگر وہ تو اب ہمیشہ کے لیے واپس جا رہا تھا۔۔۔ وہ تو اسے چھوڑ کر جا رہا تھا۔۔۔ وہ ایک ہارا ہوا انسان تھا۔۔۔

"تو ہوتا چلا سردار عزیز عباس میں کیا چیز ہوں۔۔۔" ہلکتا اس پر ہنسی تھی۔۔۔

"میں تمھیں کب سے جانتا ہوں تمھارا میرا واسطہ بہت پرانا ہے۔۔۔" وہ بھی طنز یہ مسکرایا تھا۔

"محبت کے حصول کی کوشش نہیں کرو گے تو میں ہی تمھیں ملوں گی نا۔۔۔" ہلکتا نے منہ چڑایا۔

"تم مجھے قبول ہو۔۔۔" وہ پھر مسکرایا۔

"کتنا کرب ہے۔۔۔" ہلکتا بولی۔

"کہاں۔۔۔" جواب دیا

"تمہاری مسکراہٹ میں۔۔۔ تمہارے اس طرح مسکرانے سے میں تمہارے نصیب سے ہٹائی نہیں جاؤں گی۔۔۔" ٹھکست نے کہا۔

"جانتا ہوں۔۔۔ کچھ باتیں کچھ چیزیں انسان چاہ کر بھی اپنے نصیب سے نہیں ہٹا سکتا۔۔۔ ایسے ہی میں نے بھی تمہارے ساتھ پر سمجھوتہ کر لیا ہے۔۔۔" وہ اپنی ہار تسلیم کر رہا تھا

"تمہاری مرضی۔۔۔" ٹھکست قائب ہو چکی تھی۔۔۔

وہ گاڑی لال حویلی کے کارپورج میں پارک کر کے سیدھا اندر ہی آ گیا شکر تھا کہ بابا سائیں اور ولید کی گاڑیاں موجود نہیں تھیں مطلب وہ بھی اس وقت گھر پر نہیں تھے۔۔۔ وہ ویسے بھی اس وقت بابا سائیں کے سوالوں کے جواب دینے کے موڈ میں نہیں تھا۔

اندر لاؤنج میں داخل ہوا تو بی بی سائیں صوفے پر بیٹھی تھیں اور ملازمہ ان کے پاؤں دبا رہی تھی وہ سیدھا ان کے پاس آ کر آکر ان کے گلے لگ گیا۔۔۔

"عزیر عتاب۔۔۔ میرا شہزادہ۔۔۔ شکر ہے خیر سے آ گیا۔۔۔" بی بی سائیں نے اس کی کشادہ پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے محبت سے کہا۔

"تم جاؤ۔۔۔" عزیر نے ملازمہ کو جانے کا کہا اور بی بی سائیں کی گود میں سر رکھ کر صوفے پر ہی لیٹ گیا۔

"عزیر کیا ہوا بیٹا۔۔۔ طبیعت ٹھیک ہے۔۔۔" بی بی سائیں نے اس کی پیشانی پر ہاتھ لگا کر چیک کیا تو حدت کا احساس ہوا۔

"کچھ نہیں اماں سائیں بہت تھک گیا ہوں۔۔۔" وہ آنکھیں موندے لیٹا رہا۔

"شانو بی بی اور زہرا بی بی بھی لاؤنج میں ہی آ گئیں۔۔۔ بی بی سائیں نے اپنے لبوں پر انگلی رکھ کر انھیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

وہ تینوں جان گئیں کہ آج وہ اچھا خاصا پریشان ہے۔۔۔

"اب اپنی ماں کو بتائے گا کیوں پریشان ہے میرا بیٹا۔۔۔" تھوڑی دیر بعد جب وہ خود ہی اٹھا تو اماں سائیں محبت سے اس کے بال ٹھیک کیے۔

"تم دونوں یہاں بیٹھی ہم ماں بیٹے سے کیوں جیلس ہو رہی ہو۔۔۔۔۔" وہ اپنی دونوں بہنوں کو تنگ کرنے سے باز نہیں آیا تھا۔

"ہم اپنے دیر کی نظر اتار رہے ہیں آج چاند صبح سویرے جو ہمارے آنگن میں اتر آیا ہے۔۔۔۔۔" شانوی بی بھی مسکراتے ہوئے بولی

"تم مجھے بہت اچھی لگتی ہو جب اپنے بھائی کو چاند کہتی ہو۔۔۔۔۔" عزیز مسکرایا تھا۔

"کھانا لاؤں۔۔۔۔۔ گرما گرم بنا ہے ابھی۔۔۔۔۔" زہرا بی بی نے کہا۔

"مجھے بھوک نہیں میں سونے جا رہا ہوں۔۔۔۔۔ مجھے اٹھانا مت۔۔۔۔۔ اماں سائیں جب اٹھنا ہوا خود اٹھ جاؤں گا۔۔۔۔۔" وہ کہہ کر اپنے کمرے میں چلا گیا

"مجھے لگتا ہے کوئی پریشانی ہے۔۔۔۔۔" زہرا بی بی اپنے بھائی کو یوں جانا دیکھ کر بولیں۔

"ایسا ہی ہے۔۔۔۔۔" بی بی سائیں کا لہجہ سپاٹ تھا۔

☆.....☆.....☆

"آبش کو آئے کئی دن گزر چکے تھے زندگی معمول کے مطابق چلنا تو شروع ہو گئی مگر تانی ماں کی غیر موجودگی نے آبی کی زندگی میں جو خلا پیدا کیا اسے کوئی پر نہیں کر سکتا تھا۔۔۔۔۔ سب اسکا پہلے سے زیادہ خیال رکھ رہے تھے مگر وہ اداس تھی۔۔۔۔۔ بے حد اداس تھی۔۔۔۔۔"

نور اور آصف لودھی عید کے فوراً بعد اسے ہمیشہ کے لیے لاہور لے کر جا رہے تھے۔۔۔۔۔ ان چند دنوں میں بہت کچھ بدل گیا تھا۔۔۔۔۔ عروہ اب صرف آبش کی دوست نہیں رہی تھی بلکہ ہونے والی ممانی بھی تھی۔۔۔۔۔ سب نے بہت سوچ سمجھ کر اور عاصم اور عروہ کی رضامندی سے یہ رشتہ طے کیا تھا۔۔۔۔۔ ساتھ ہی ساتھ آبش اور مومن کا رشتہ بھی پکا کر دیا گیا تھا۔۔۔۔۔ عاصم اور عروہ کی شادی عید پر سادگی سے کرنے کا فیصلہ کر دیا گیا تھا ساتھ ہی آبش اور مومن کی مگنی بھی طے پا چکی تھی۔

رمضان المبارک کے بابرکت مہینے کا آغاز ہو چکا تھا۔۔۔۔۔ ہر طرف رمضان کی برکتوں کا نزول تھا۔۔۔۔۔ رمضان کے دوسرے عشرے کی آخری افطار تھی اور وہ سب صبا خالہ کے گھر دعوت پر مدعو تھے۔۔۔۔۔ عروہ اور عروہ

کے گھر والے عاصم نور نومی اور آبش ان سب نے ہی جانا تھا آصف لودھی تو رمشا کو لے کر واپس جا چکے تھے۔

آبش اور عروہ پہلے ہی افطار بنانے میں مدد کرانے کے لیے صبا خالہ کے گھر چلی گئیں۔۔۔۔

گھر کا مین گیٹ کھلا تھا۔۔۔ وہ دونوں ہی اندر آ چکی تھیں۔۔۔

"ماما میں آپ کو کہہ رہا ہوں آپ اس رشتے سے انکار کر دیں ورنہ میں خود سب کے بچ اس رشتے سے مکر جاؤں گا۔۔۔۔"

مون کی آواز پر ان دونوں کے بڑھتے قدم رک گئے۔

"میں نے کتنی چاہ سے اس بچی کا رشتہ مانگا تھا مون اب تو کہتا ہے انکار کر دو۔۔۔ کس منہ سے آخر۔۔۔

میں اپنی بہن اپنی بھانجی کو انکار کروں۔۔۔ کیوں مجھے ذلیل کروانا چاہتا ہے تو مون۔۔۔" صبا خالہ رو پڑی تھیں۔

"اماں میں پہلے بھی اس رشتے پر راضی نہیں تھا اور اب تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔۔۔" مون تلخی سے بولا

"کیوں کیا کمی ہے آبی میں۔۔۔ بتا مجھے" صبا خالہ غم کی کیفیت میں بولیں۔

"کی۔۔۔؟؟؟ اماں وہ ایک اغوا شدہ لڑکی ہے۔۔۔ دس دن گھر سے غائب رہی ہے۔۔۔ اور وہ۔۔۔

وہ جس سردار عزیر کے ساتھ آئی تھی۔۔۔ جس طرح آئی تھی کس اینگل سے لگ رہا تھا وہ اغوا شدہ لڑکی ہے مجھے تو

ایسا کچھ بھی محسوس نہیں ہوا۔۔۔"

مون کی باتیں محض باتیں نہیں تھیں وہ الزام تھے کہ آبش کھڑے کھڑے جیسے زمین میں دھنس گئی تھی۔

"آبی چل واپس گھر۔۔۔۔"

عروہ آبش کا ہاتھ پکڑ کر اسے دھکیلتے ہوئے دروازے تک لائی۔۔۔

"رک جاؤ عروہ پلیز۔۔۔۔" اس نے ہاتھ چھڑا لیا۔

"بکو اس بند کر خبردار میری بھانجی کے متعلق ایک لفظ بھی کہا۔۔۔ میری بھانجی کا کردار پانی کی طرح صاف

اور شفاف ہے۔۔۔" صبا ٹپ کر بولی تھی۔

"ماما۔۔۔ ایسے اچانک اغوا ہونے والی لڑکیوں کے کردار کبھی صاف نہیں ہوتے۔۔۔۔"

مون بولا نہیں تھا اس نے تو گویا آبش کے سر پر بم گرایا تھا۔

ذلت و تکلیف کے باعث اسکے آنسو نکل آئے تھے۔۔۔

”آپ کو معلوم ہے جہاں جس دن مزار پر آبی گم ہوئی اس دن وہ سردار عزیز عباس بھی موجود تھا۔۔۔۔۔ میں نے دیکھا تھا۔۔۔۔۔“ مون کی باتیں اب برداشت سے باہر ہو چکی تھیں وہ تیزی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔۔۔ پیچھے پیچھے عروہ بھی بھاگی۔

”اس وقت مزار پر صرف عزیز نہیں تم بھی موجود تھے مون اور تمہاری وہ کزن بھی موجود تھی جسکی وجہ سے میں اس پہاڑی سے گر کر ان درندوں کے ہاتھ لگ گئی۔۔۔ بتاؤ تمہاری اس کزن ندا کے گرنے کی سزا اتنی سخت سزا میں نے کاٹی ہے میں کس کو کہوں میں کس پر الزام لگاؤں۔ اور تم۔۔۔ تم مجھ پر اتنے گھٹیا الزام لگا سکتے ہو میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔۔۔ وہ سردار عزیز وہاں موجود تھا۔۔۔ اور یہ صرف ایک اتفاق تھا کہ میری مدد کے لیے بھی خدا نے اسے بھیجا۔۔۔ میں اور میرا کردار آج بھی صاف اور شفاف ہیں۔۔۔۔۔“

وہ روتے ہوئے نا جانے کیوں اسے صفائی دے رہی تھی

”میں جانتی ہوں میری بچی۔۔۔ تو ناروچپ کر جا۔۔۔“

صبا خالہ نے اسے گلے لگا لیا جبکہ مون پاؤں پٹختا ہوا باہر نکل گیا۔۔۔

اور یہ تو آہش ہی جانتی تھی وہ صرف یہاں سے نہیں اس کے دل سے بھی باہر نکل چکا تھا۔



مون تو سب بول کر چلا گیا تھا مگر وہ کیسے اپنا وجود گھسیٹ گھسیٹ کر گھر تک لائی تھی یہ بس وہ ہی جانتی تھی۔۔۔ عروہ نے گھر آتے ہی سب بات نور لودھی کو بتادی دی جس کا علم عاصم کو بھی ہو چکا تھا۔۔۔

"کیا۔۔۔ اسکی جرات کیسے ہوئی میری بیٹی پر الزام لگانے کی۔۔۔ میری بچی معصوم ہے پاک ہے اپنی آبی کے متعلق میں ایسی کوئی بات برداشت نہیں کروں گی تم میرے ساتھ چلو۔۔۔" نور لودھی کو اپنے بھانجے سے قطعی ایسی امید نہیں تھی کہ وہ آبش کے کردار پر انگلی اٹھا سکتا ہے۔۔۔ آبش آتے ہی خاموشی سے کمرے میں جا کر لیٹ چکی تھی۔۔۔ وہ سمجھ سکتی تھیں یہ سب باتیں براہ راست سن کر اسکے دل پر کیا گزر رہی ہوگی۔۔۔

"آئی۔۔۔ پلیز ابھی نہیں۔۔۔ آبی کو آپ کی ضرورت ہے۔۔۔" عروہ نے نور کو سنبھالا تھا۔

"میں۔۔۔ صبا باجی سے بات کرتی ہوں۔۔۔" نور کا اندر باہر جیسے جل اٹھا تھا۔۔۔ وہ بری طرح تلملا اٹھی تھیں۔۔۔ وہ یہ تو اچھے سے جان گئیں تھی کہ آبش کیسی خاموش سی محبت میں جتا ہے مون سے منگنی کا سن کر اسکی میٹھی مسکان دیکھنے لائق تھی۔۔۔ اغوا کی ہیبت اور تانی ماں کے چھڑنے کا دکھ تو اسکی رگ و پے میں اتر چکا تھا مگر عروہ کی مای بننے کی خوشی اور مون سے منگنی کی خبر نے اسکی زندگی کے برے دنوں کے خاتمے کی ایک ایسی نوید سنائی تھی جس سے وہ واپس دنیا میں آنے لگی تھی۔۔۔ مگر اب۔۔۔ اب آبی پھر نوٹ چکی ہے۔۔۔ نور سے یہ صدمہ برداشت نہیں ہو رہا تھا

"باجی۔۔۔ باجی۔۔۔ پہلے میری بات سنیں۔۔۔ عروہ پانی لاؤ" نور کو اپنے موبائل فون پر جھپٹنا دیکھ کر عاصم آگے بڑھا تھا اور اس نے تسلی سے نور کو تھام کر چار پائی پر بٹھایا۔۔۔ اور گھبرائی ہوئی عروہ کو پانی لانے کا اشارہ کیا جو دوڑ کر مٹی کے گھڑے سے پانی لے آئی۔

"نہیں عاصم۔۔۔ مجھے بات کرنے دو میں پوچھوں صبا باجی سے اس دن کے لیے مجھ سے آبی کے لیے اصرار کرتی رہی تھیں۔۔۔" نور غصے اور غم کی ملی جلی کیفیت میں بولی۔

"باجی کچھ نہیں ہوا۔۔۔ پلیز جذباتی مت ہوں۔۔۔ میں اماں کو بھی یہ ہی بات سمجھاتا تھا کہ بچوں کے ذہنوں میں یہ بات مت ڈالیں۔۔۔ ہمیں کیا معلوم آگے آنے والے وقت میں کیا ہونا ہے کیا نہیں یہ باتیں

جھٹ پٹ ہی ہوں تو بہتر ہے۔۔۔ رشتے کی باتیں بڑوں میں ہوئی تھیں لیکن اسکا اثر ہماری آبی پر ہوا اس میں مون کا کوئی قصور نہیں۔۔۔۔۔ "عاصم اس وقت کو یاد کرتے ہوئے سمجھداری سے بولا جب وہ اماں کو سمجھاتا تھا کہ آبی اور مون کی باتیں ابھی نا کریں

"مون کا کوئی قصور نہیں؟ اس نے میری آبی کے کردار پر شک کیا ہے عاصم۔۔۔۔۔ "نور کی آنکھوں میں نمی اور لہجے میں کرب واضح تھا۔۔۔

"اسکے شک کرنے سے ہماری آبی داغدار نہیں ہو سکتی۔۔۔۔۔ اسی میں کوئی نا کوئی بہتری ہے اللہ ہماری آبی کا نصیب بہت بلند کریگا۔۔۔۔۔ ہمیں دنیا والوں کی باتوں کی کوئی پرواہ نہیں۔۔۔۔۔ "عاصم نے نور کو تسلی دی۔۔۔۔۔ "بالکل آنتی ہماری آبی میں کوئی کمی نہیں آپ دیکھیے گا آبی کا نصیب کتنا روشن ہوگا۔۔۔۔۔ "عروہ نے بھی عاصم کی تائید میں سر ہلایا تھا۔

"سب ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ سب ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ مگر صبا باجی کو جواب دینا پڑے گا۔۔۔۔۔ "نور مسلسل اذیت میں تھی۔

"ضرور دینا ہوگا باجی مگر یہ وقت آبی کو سنبھالنے کا ہے وہ بچی ہے اسے تسلی دیں سمجھائیں کہ ایسی باتیں ہوتی رہتی ہیں کسی بات کو دل دماغ پر سوار کرنے کی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔ عروہ تم سمجھ رہی ہونا۔۔۔۔۔ "عاصم نے نور کو کہنے کے بعد براہ راست عروہ کو دیکھتے ہوئے کہا

"جج جی۔۔۔۔۔ آنتی آبی بہت پریشان ہے اس وقت ہمیں اسے دیکھنا ہے۔۔۔۔۔ "عروہ نے نور کو تھام کر تسلی دی۔ نور بس خاموش لگا ہوں سے انھیں دیکھ کر رہ گئی

☆.....☆.....☆

ترستی تڑپتی یادیں ہیں
رات کی خاموشی میں بھی تمہاری باتیں ہیں
سوئی اکھیوں میں تصویر تمہاری
لرزتے لبوں پر نظم تمہاری

اب ضبط کے دامن چھوٹ رہے ہیں
رات کے لمحے بیت رہے ہیں

دریا کا پانی ہے چپ کیوں
سانسوں میں بھی سناٹا ہے
دل کا حال تو دل کا سہی
چاروں جانب ہی ویرانہ ہے
تم سے پھیلی تھیں خوشیاں کو بہ کو
راہ تکی تمھاری ہر سو

کہ پھر چاند فلک پر آیا ہے
تم نا آئے راتوں میں
چاند لگا اکتانے مجھ کو
تیرے خواب نا آئے آنکھوں میں
پھریوں ہوا چاند سمت بدلنے لگا
آنکھیں بوجھل ہونے لگیں
آج بھی نیند نا آئی مجھ کو
یاد تمھاری آئی مجھ کو
یاد میں تم کو سوچ رہے ہیں
رات کے لمحے بیت رہے ہیں
ہم سے ہم کو کھینچ رہے ہیں

روک لو ان لحوں کو کہ آ جاؤ اک بار کو تم

ہم اب آنکھیں میچ رہے ہیں

رات کے لمحے بیت رہے ہیں۔۔۔۔۔

زندگی میں پہلی بار کوئی چہرہ سردار عزیر کی آنکھوں میں سایا تھا اور سایا بھی کیا سایا تھا کہ ہر سو وہی وہ نظر آنے لگی تھی مزار پر وہ پہلی انجانی سی ملاقات اسکے بعد حادثاتی ملاقات پھر سردار عزیر کے ساتھ اسکے گھر میں اس لڑکی کا رہنا یہ قدرت کا کیسا اشارہ تھا۔۔۔ کیوں وہ ہی لڑکی پہاڑی سے گری جو عزیر کو اچھی لگی کیوں وہی لڑکی اسے اس دیرانے میں ملی جسے دیکھتے ہی دل عجب انداز سے دھڑکا تھا۔۔۔ اور پھر۔۔۔ اور پھر کیسے وہ خود اس دل میں اتر جانے والی لڑکی کو اسکی منزل تک چھوڑ آیا اور اپنے راستوں میں بھٹک گیا تھا۔۔۔ کیوں؟؟؟؟

وہ رات کے 12 بجے خاموشی سے شریف آباد ملک اسلم کے ڈیرے پر بیٹھا تھا۔۔۔ اسے سب نے ہار ہا جوا لگانے پر آمادہ کرنا چاہا مگر اسکی قوت سماعت جیسے ختم ہو چکی تھی آہش کی باتیں اسکی آنکھیں اسکا خوف وہ ایک ایک لمحے کو نا جانے کتنے دنوں سے یاد کر رہا تھا۔۔۔ وہ عجب دیوانہ ہوا پھر رہا تھا۔۔۔ وہ یہاں آتا تو جوے کی نیت سے تھا کاررینک اسکا شوق تھی مگر اسکی سمجھ میں کوئی کھیل کوئی میچ کوئی ریس نہیں آرہی تھی۔۔۔ وہ دل بہلانے کی غرض سے آتا کچھ وقت گزار کر چلا جاتا۔۔۔ وہ ہر طرح کے جوے لگاتا ہر طرح کی سوسائٹی میں اٹھتا بیٹھتا تھا مگر عورت باز تو کبھی بھی نہیں رہا۔۔۔ اسے تو اس عورت سے بھی کوئی لگاؤ نہیں تھا جو اسکی بیوی رہ چکی تھی مگر۔۔۔ آہش نے اسکی شخصیت کے ایک عجب پہلو سے اسے حیرت کرایا تھا جس سے شاید اب تک وہ خود بھی ناواقف تھا۔۔۔

وہ گھر پہنچا تو تقریباً سب ہی سو چکے تھے مگر اسے یقین تھا اماں سائیں کہیں نا کہیں اسکی راہ تک رہی ہوں گی۔۔۔

وہ گاڑی کارپورچ میں کھڑی کر کے گھر کے خاموش لان میں جا بیٹھا لان کی لائٹس بند ہونے کے باعث اندھیرا خاصا تھا۔۔۔ چاند کی آخری تاریں تھیں آسمان بھی بے رونق سا محسوس ہوا مگر رات کے اس پہر نرم نرم ہونے دن بھر کی گرمی کو ضرور توڑ دیا تھا وہ موبائل ٹیبل پر رکھ کر اپنی قیمتی گھڑی اتارنے لگا گھڑی بھی ٹیبل پر پھینک

کروہ کرسی پر ڈھے سا گیا۔۔۔۔۔ وہ بہت تھک چکا تھا آہش کو اسکی زندگی سے نکلے کافی دن بیت گئے تھے بظاہر تو وہ محبت میں بازی کھیلے بغیر شکست تسلیم کر چکا تھا مگر اندر کہیں چھپی بیٹھی اتنا مسلسل انکاری میں سر ہلا رہی تھی۔۔۔۔۔ وہ سردار عزیز تھا اپنی مرضی کرنے والا اپنی مرضی سے جینے والا۔۔۔۔۔ اس نے صرف ماں باپ کے ایک فیصلے کے آگے سر جھکایا تھا اور وہ تھا زرینہ سے شادی۔۔۔۔۔ جسے وہ اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی سمجھتا تھا اب تو کوئی اس پر اپنی مرضی مسلط کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا مگر آہش۔۔۔۔۔ آہش کے معاملے میں وہ خود غرض کیوں نہیں ہو رہا تھا اسکے دل میں آہش کو حاصل کرنے کی چاہت شدید تھی مگر اسے اپنا ماضی اور حال میں موجود دو بچے دیکھ کر اپنی خواہش کو بری طرح مسترد کرنا پڑ رہا تھا۔۔۔۔۔ مگر دل کا کیا کرتا جواب بے اختیار ہو چکا تھا جو آہش سے محبت کر بیٹھا تھا۔۔۔۔۔ وہ سر کرسی کی پشت پر نکالے آنکھیں موند چکا تھا۔۔۔۔۔ اسکا دماغ تھک چکا تھا کوئی راہ آہش تک جاتی نظر نہیں آ رہی تھی۔۔۔۔۔ کوئی رستہ بھائی نہیں دے رہا تھا مگر۔۔۔۔۔ تھا تو وہ ایک مرد۔۔۔۔۔

"تم نے تو کہا تھا تم مجھے قبول ہو۔۔۔۔۔" شکست اس کی حالت پر طنزیہ ہنسی تھی

"ہاں کہا تھا۔۔۔۔۔" وہ سنجیدہ تھا

"تو مجھے دل سے تسلیم کرو مان لو کہ آہش سے محبت میں تم نے مجھے تسلیم کیا۔۔۔۔۔ تمھاری سوچ میں دل میں اور دماغ میں میں اور تمھاری محبت ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔۔۔۔۔ تمہیں ہم دونوں میں سے کسی ایک کو ہی چننا پڑے گا۔۔۔۔۔"

"تو کیا کروں۔۔۔۔۔" وہ بے بسی سے بولا

"ہمت کرو۔۔۔۔۔" شکست مسکرائی

"مطلب۔۔۔۔۔" وہ الجھ گیا

"مطلب میں اتنی جلدی قبول کرنے والی چیز نہیں ہوں جو پہلے میدان میں اترتا ہے۔۔۔۔۔ لڑتا ہے۔۔۔۔۔ اپنی آخری سانس تک کوشش کرنے کے بعد ناکام ہوتا ہے میں صرف انکا مقدر بنتی ہوں۔۔۔۔۔" شکست صاف گو بھی تھی۔

"اچھا تو۔۔۔ اب تم مجھے قبول نہیں کر رہی۔۔۔؟ ہا ہا یہ بھی وقت آنا تھا شکست بھی مجھے ٹھکرا رہی ہے۔۔۔" سردار عزیر کے چہرے پر مسکراہٹ تھی مگر آنکھوں میں صرف کرب تھا

"نہیں میں نہیں چاہتی کہ تمہارے حصے میں میں آؤں۔۔۔ میں چاہتی ہوں تم میدان میں اترو۔۔۔ لڑو۔۔۔ اپنی محبت کے حصول کی سر توڑ کوشش کرو اسکے بعد بھی کچھ حاصل نا ہوا تو پھر میں تو ہوں ہی۔۔۔۔۔"

شکست بول کر غائب ہو چکی تھی۔۔۔۔۔

سردار عزیر نے دونوں ہاتھوں سے اپنے بالوں کو جکڑ لیا تھا۔۔۔ اسکے سر میں شدید درد اٹھاتا تھا۔۔۔۔۔

☆.....☆.....☆

عروہ کی شادی عید پر سادگی سے کر دی گئی تھی۔۔۔ عروہ اب نور کی بھابھی اور آبش کی ممانی بن کر انکے گھر آ چکی تھی۔۔۔ نور اور آبش نے ان چند دنوں میں۔ عروہ کی پسند سے ہر شے خریدی۔۔۔ عروہ کے گھر والوں نے بھی نور کے لاکھ انکار کے باوجود ہر شے دی جو وہ دے سکتے تھے۔۔۔ شادی اسلئے بھی جلدی کی گئی کیونکہ آبش کو ہر حال میں نور کے ساتھ ہی جانا تھا اور عاصم کے پاس کسی کا ہونا ضروری تھا اس سے بہتر بات اور کیا ہو سکتی تھی کہ عاصم کی شادی کر دی جاتی۔۔۔ لڑکی گھر کی دیکھی بھالی تھی لہذا راوی بس چین ہی چین لکھ رہا تھا۔۔۔

شادی میں صبا نے بھی شرکت کی مگر مومن کسی دن بھی نا آیا صبا مارے شرمندگی کے نظر نہیں ملا پارہی تھی نور کے رویے کا روکھا پن اور سرد مہری نے صبا کو جیسے توڑ دیا تھا مگر وہ اپنی اولاد کا کیا کرتی جو انکی ایک ماننے کو تیار نا تھا۔۔۔ اس دن کے بعد سے جیسے آبش کے لبوں پر قفل لگ چکے تھے۔۔۔ وہ اس واقعہ کو اور مومن کے لفظوں کو بھلا کب فراموش کر سکتی تھی مگر۔۔۔ اس نے بظاہر اپنے آپ کو بالکل نارمل شو کروایا تھا۔۔۔۔۔ وہ اپنی وجہ سے اپنی دوست اور ماموں کی خوشی خراب نہیں کرنا چاہتی تھی وہ ہنس رہی تھی بول رہی تھی صبا خالہ سے اسکا رویہ قطعاً نہیں بدلا تھا اور یہ ہی بات صبا کو اپنے آپ میں شرمندہ کر رہی تھی۔۔۔ مگر وہ بس خاموشی سے آبی کو دیکھتی رہ جاتیں۔۔۔۔۔

عروہ اور عاصم ماموں کی شادی خیر خیریت سے انجام پائی۔۔۔ عید گزرے بھی دو ہفتے گزر چکے تھے۔۔۔ صبح آبی ہمیشہ کے لیے لاہور شفٹ ہو رہی تھی وہ اور عروہ دونوں پیکنگ کر رہی تھیں اور دونوں کی آنکھیں بار بار

بھگ رہی تھیں۔۔۔

"آبی مت جاؤ ہم مل کر بھی تو رہ سکتے ہیں۔۔۔" عروہ بار بار دوپٹے کے پلو سے اپنے آنسو صاف کر رہی تھی

"بالکل ساتھ رہ سکتے ہیں عروہ مگر اب میں امی کی بات نہیں ٹال سکتی۔۔۔ اب سچ میں مجھے انکی اور انھیں میری ضرورت ہے۔۔۔ اب نانی ماں نہیں رہیں جو مجھے سنبھالتی تھیں اور میں امی کو بول دیتی تھی کہ امی آپ کی آبی بہت خوش ہے ٹھیک ہے۔۔۔ نہیں اب نہیں اب مجھ سے امی کے بغیر نہیں رہا جائے گا عروہ۔۔۔۔۔" آبی کے آنسو بھی کب ر کے تھے۔۔۔ وہ عروہ کے گلے لگ کر خوب روئی تھی۔۔۔

اپنے اغوا ہو کر دن رات ان ظالموں کی چھوڑے کھانے پر۔۔۔۔۔ نانی ماں کے چھڑ جانے پر۔۔۔۔۔ مون کے یوں الزام لگانے پر۔۔۔۔۔ اور خود کے داغدار ہونے پر۔۔۔۔۔ آج اسے جی بھر کر رونا آیا اور وہ رو رہی تھی۔۔۔

عروہ نم آنکھوں سے اسکے ہال سہلا رہی تھی۔۔۔ جب عاصم اچانک اندر آ گیا تھا اندر کی غیر معمولی سچو ایشن دیکھ کر اس نے اشارے سے عروہ سے پوچھا تھا کہ کیا ہوا اور پھر ان دونوں کے قریب چلا آیا۔۔۔۔۔

"آبی۔۔۔ میرا بچہ۔۔۔ کیا ہوا۔۔۔۔۔" وہ آہش کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھ کر پوچھ رہا تھا

"ماموں۔۔۔۔۔" آہش اب اسکے سینے سے لگی رو رہی تھی۔۔۔۔۔

"بیٹا۔۔۔ یہ تمہارا گھر ہے نہیں جانا تو بیک مت جاؤ مگر پلیز اس طرح رومت مجھ سے تمہارا رونا برداشت نہیں ہوتا۔۔۔ نور باجی نے ایسی حالت میں تمہیں دیکھا تو انکی اپنی حالت غیر ہو جائے گی۔۔۔ سنبھالو بچے خود کو۔۔۔۔۔" عاصم ماموں اسکے سر پر ہاتھ رکھے بول رہے تھے انھیں خود آبی کے جانے سے بے حد تکلیف ہو رہی تھی مگر اب وہ ان دونوں ماں بیٹی کے فیصلے پر نہیں بولنا چاہتے تھے

"ماموں نانی ماں کیوں چلی گئیں مجھے چھوڑ کر۔۔۔ میرا انتظار بھی نا کیا۔۔۔ میں ذمہ دار ہوں انکی موت کی ماموں میری وجہ سے وہ مر گئیں۔۔۔۔۔" آہش نم لہجے میں بولی

"نہیں آبی اللہ کو یہ ہی منظور تھا۔۔۔۔۔ بس انکے لیے دعا کرو صبر کرو۔۔۔۔۔ بس اب چپ کرو اپنی حالت دیکھو

کیا کر لی عروہ اسکا منہ وغیرہ دھلواو۔۔۔ باجی کی طبیعت ٹھیک نہیں آبی کو ایسے دیکھ کر مزید ڈپریشن میں چلی جائیں گی۔۔۔" عاصم کہہ کر تیزی سے باہر چلا گیا لیکن عروہ نے اسکی آنکھوں میں اترتے آنسوؤں کو دیکھ لیا تھا

☆.....☆.....☆

"کیا آبی ادھر آئے گی۔۔۔ ہرگز نہیں پاپا۔۔۔ یہ میرا گھر ہے۔۔۔" رمشا آتش کے آنے کی خبر سن کر ہتھ سے اکھڑ چکی تھی

"یہ گھر آتش کی ماں کا بھی ہے۔۔۔ یہ مت بھولو رمشا۔۔۔" آصف لودھی کو یوں رمشا کا بیخ پا ہونا ناگوار گزرا تھا

"ماما کا ہے نا آتش کا تو نہیں۔۔۔" وہ تلخی سے چلائی

"تو آتش کون ہے تمہاری ماما کی بیٹی۔۔۔ اس طرح وہ میری بھی بیٹی ہوئی اور تمہاری بہن۔۔۔ لہذا یہ گھر اسکا بھی اتنا ہی ہے جتنا کہ تمہارا اور لوی کا۔۔۔ بہتر ہو گا تم اب اس بات کو دل سے قبول کر لو۔۔۔ ہم ایک فیملی ہیں مشو بیٹا۔۔۔ آئی ہو پ میری بیٹی مجھے disappoint نہیں کریں گی۔۔۔" آصف لودھی نے پہلے تو سختی اور پھر نرمی سے اسے قائل کرنے کی کوشش کی۔۔۔

رمشا نا چاہنے کے باوجود بھی ہونٹ بھیج کر رہ گئی۔۔۔

"ٹھیک ہے آبی بیٹا آدھ تمہاری زندگی یہاں جہنم سے بھی بدتر بنا دی تو کہنا۔۔۔" تھوڑی دیر بعد وہ اپنے قیمتی آئی فون پر سیٹھی لیتے ہوئے تلخی سے مسکرائی تھی۔۔۔

"تم اور آبی ایک ہی کمرے میں رہو گے۔۔۔" آصف لودھی ٹی وی پر کوئی ٹالک شو دیکھتے ہوئے بولے

"واٹ پاپا۔۔۔"

are u serious

کس بات کی دشمنی نکال رہے ہیں آپ لوگ مجھ سے۔۔۔؟ میں اسے اس گھر میں نہیں دیکھنا چاہتی اور آپ کمرے کی بات کر رہے ہیں۔۔۔" رمشا شکوک کی سی کیفیت میں بول رہی تھی۔۔۔

"بیٹا گراؤنڈ فلور پر ایک ہمارا تمہارا لوی کا کمرہ ہے اور ایک ہی گیٹ روم اور لاونج ہے۔۔۔ اب تم دونوں

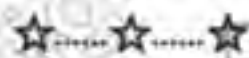
بہنیں تو ایک ساتھ ایڈ جسٹ کر سکتی ہوتا۔۔۔" آصف لودھی آرام سے بولے

"تو اوپر تو اتنے کمرے ہیں ان میں سے کوئی کمرہ دے دیں میرا روم ہی کیوں۔۔۔۔۔" وہ غصے سے بولی

"ہم سب نیچے اور وہ اکیلی اوپر۔۔۔ never میں یہ امتیازی رویہ اختیار نہیں کر سکتا جو آبش کی جگہ ہے وہی اسے ملے گی اور اسکی جگہ تمہارے ساتھ ہے کیونکہ تم دونوں میری بیٹیاں ہو۔۔۔" آصف لودھی نے اٹل لہجے میں کہا۔۔۔

"او کے نومی کے کمرے میں اسے ایڈ جسٹ کریں اور پلینز پاپا خدا کے لیے اب میرے ساتھ مزید کوئی ڈسکشن مت کیجیے گا اس ٹاپک پر میں مزید آبش نامہ برداشت نہیں کر سکتی۔۔۔" وہ غصے سے پاؤں پٹختی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

آصف لودھی کو آنے والے دنوں کی فکر لاحق ہو چکی تھی۔



"تمہیں نہیں لگتا بھائی ہم دونوں کے نصیب ایک جیسے ہیں۔۔۔۔" زہرا بی بی کافی دیر سے اپنے کمرے کی کھڑکی سے سردار عزیز کو لان میں ٹھلٹا ہوا دیکھ رہی تھی اسے اپنا بھائی عجیب سی تکلیف میں لگ رہا تھا اس نے باہر آنا جانا ترک کر دیا تھا اسکی باہر کی سرگرمیاں نا ہونے کے برابر تھیں وہ کسی ضروری کام سے جاتا اور نمٹا کر اپنے کمرے میں قید ہو جاتا یا لانگ ڈرائیو پر نکل جاتا یا پھر آدھی رات کو سب کے سونے کے بعد وہ لان میں ٹھلٹا رہتا۔۔۔ وہ ہنسنا بھول گیا تھا۔۔۔ اسے زرینہ کو طلاق دیے تو کئی ماہ گزر چکے تھے مگر یہ کرب یہ تکلیف جو اسکے چہرے پر پچھلے دو تین ہفتوں سے نظر آ رہی تھی وہ پہلے کیوں نہیں کسی کو دکھی۔۔۔ وہ خاموش سے آ کر سردار عزیز کے پاس ہی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔۔۔

"میری چھوڑ دو مگر اپنی بہن کے نصیب میں خراب نہیں ہونے دوں گا۔۔۔ میں نے مولوی صاحب سے بات کی ہے وہ مجھے کوئی حل بتائیں۔۔۔ جس سے تمہارا دوبارہ نکاح ہو سکے۔۔۔" سردار عزیز فکر مندی سے بولا "دوسرا نکاح کرنا کون چاہتا ہے عزیز۔۔۔ میرا نکاح صفر سے ہوا اور اسی سے رہے گا۔۔۔ تب تک جب تک خود صفر اسے ختم نا کرے۔۔۔۔۔" زہرا کی آنکھوں میں نمی واضح تھی

"یہ جانتے ہوئے کہ وہ زندہ بھی ہے کہ نہیں۔۔۔۔۔ واپس آئے گا بھی کہ نہیں۔۔۔۔۔" عزیز کو حیرت ہوئی

"ہاں عزیز وہ صرف میرا شوہر نہیں میری محبت بھی ہے۔۔۔۔۔ میں کیسے اپنی محبت سے دستبردار ہو سکتی ہوں۔۔۔۔۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی دوبارہ شادی کا۔۔۔۔۔" زہرا بی بی آنسو صاف کرتے ہوئے بولی

"ایک بات بتاؤ زہرا۔۔۔۔۔ تم میری بہن ہو کہتے ہیں ماں کے بعد بہن بھائی کو سمجھتی ہے۔۔۔۔۔ تم بتاؤ میرے احساسات تمہاری طرح کیوں نہیں ہیں میں نے زرینہ کو طلاق دی۔۔۔۔۔ جس پر مجھے کوئی پشیمانی نہیں۔۔۔۔۔ کوئی بچھتاؤ انہیں کوئی ملال نہیں۔ جبکہ وہ میرے دو بچوں کی ماں بھی تھی۔۔۔۔۔" عزیز ابھرا الجھا تھا

"عزیز۔۔۔۔۔ صفر میرا شوہر ہونے کے ساتھ میری محبت بھی ہے۔۔۔۔۔ میں نے اس سے اور اس نے مجھ سے صرف شادی نہیں محبت کی ہم نے جو عرصہ ساتھ گزارا وہ اپنی مرضی اپنی خوشی سے گزارا جسے بھولنا میرے لیے ناممکن ہے۔۔۔۔۔ مگر زرینہ تم پر زبردستی مسلط کی گئی تھی۔۔۔۔۔ کیا میں نہیں جانتی میرا بھائی کس چیز کا حقدار تھا۔۔۔۔۔ مگر تمہیں وہ ملا جو تمہارے لائق تھا۔۔۔۔۔ تمہارے لاکھ بھانے کے باوجود اس عورت نے ثابت کیا کہ وہ تمہارے لائق نہیں ہے۔ یہ ہی وجہ ہے تمہارے لیے طلاق کا فیصلہ آسان تھا۔۔۔۔۔ مگر محبت کی بات اور ہوتی ہے۔۔۔۔۔" زہرا نے اپنے بھائی کی ابھی سوچوں کو سلجھانے کی اپنے تئیں کوشش کی۔۔۔۔۔

"اور اگر میں کہوں کہ مجھے اب محبت ہو گئی ہے تو کیا یہ غلط ہوگا؟۔۔۔۔۔" سردار عزیز نے زہرا بی بی کو دیکھا

"کیا۔۔۔۔۔ محبت اور سردار صاحب کو۔۔۔۔۔ کیا واقعی؟ میرا بھائی سچ بول رہا ہے۔۔۔۔۔" زہرا بی بی خوشگوار حیرت سے سردار عزیز کو دیکھنے لگی

"میں نے یہ نہیں کہا تم سوال کرو۔۔۔۔۔ بس بتاؤ یہ ٹھیک ہے کہ نہیں۔۔۔۔۔" سردار عزیز کو عجیب جھجک ہوئی جس پر وہ نظریں چرا کر قدرے سنجیدگی سے بولا

"بالکل غلط نہیں۔۔۔۔۔ محبت تو رب کی طرف سے انسان کو دیا جانے والا عظیم تحفہ ہے عزیز۔۔۔۔۔" زہرا اپنے بھائی کو دلچسپی سے دیکھنے لگی جسکے چہرے پر بکھرے کرب کی وجہ اب واضح ہو رہی تھی۔۔۔۔۔

"ہاں مگر کیا ایک شادی شدہ دو بچوں کا باپ محبت کرنے کا حق رکھتا ہے؟۔۔۔۔۔" عزیز اب بھی الجھا تھا

"اول تو تم اب شادی شدہ نہیں۔۔۔۔۔ ہوتے تو شاید میں کہہ بھی دیتی کہ نہیں۔۔۔۔۔ اور دوسرا دو بچوں

تھی جسکا وہ شکار ہو جاتی تھی آنکھیں خود ہی اشک بہانے لگتیں شاید گزرے ماہ و سال کی جدائی برداشت کرتا دل
 ماں کی ممتا محسوس کر کے بھرا جاتا تھا وہ اپنے دل میں اٹھتی ٹیس کو دہاتے نور سے الگ ہوئی تھی
 "آبی ایک بات پوچھوں۔۔۔" نور نے آبی کے چہرے سے بال ہٹاتے ہوئے پوچھا
 "جی پوچھیں ناں۔۔۔"

"تم مون سے محبت کرتی تھی نا۔۔۔ پھر کیسے اتنی بڑی بات چپ چاپ برداشت کر گئی۔۔۔ مجھ میں تو
 دوبارہ ہمت نہیں ہوئی تم سے پوچھنے کی اور یقین کر داب تک میں مون کو معاف نہیں کر پائی دو میرے سامنے آتا تو
 نا جانے کیا حال کر دیتی اسکا مگر تم نے کیسے یہ سب برداشت کر لیا۔۔۔ پلیز مجھے معاف کر دینا آبی میں تمہاری
 محبت تمہیں نہیں دے سکی۔۔۔" نور کی آنکھیں نم ہو گئیں

"امی۔۔۔ سچ بتاؤں تو یہ محبت تھی ہی نہیں۔۔۔ یہ ایک پانی کا بلبل تھا جسے مون کے شک نے ہوا کر
 دیا۔۔۔ اور میں سمجھتی رہی یہ محبت ہے۔۔۔ امی خدا گواہ ہے مجھے تو اس محبت کا ادراک تب ہوا جب نانی ماں
 نے بہت چاہ اور محبت سے کہا کہ میں مون کی بچپن کی منگ ہوں۔۔۔ بس تب سے دل اسے دیکھ کر خوش ہونے
 لگا۔۔۔ مگر اس دن اچھا ہوا جو میں صبا خالہ کے گھر گئی اور مجھے علم ہوا کہ یہ محبت نہیں صرف خوشگوار دھوکا تھا۔۔۔
 محبت آپ کو معلوم ہے کیا ہے محبت آپ ہیں جب آپ بولتی ہیں تو دل کرتا ہے میں بھی آپ کے ساتھ بولوں
 جب آپ ہنستی ہیں تو میرا بھی دل مسکرانے کو کرتا ہے جب آپ روتی ہے تو میرا دل بھی روتا ہے غرض جب جب
 آپ سانس لیتی ہیں تو مجھے اپنی سانس چلتی محسوس ہوتی ہے آپ جب بھی دور جاتی ہیں تو ایک ایک لمحہ بے کلی میں
 گزرتا ہے یہ سانسیں بھاری محسوس ہوتی ہیں دم گھٹتا ہے لیکن جب آپ سامنے آتی ہیں تو جیسے نئی زندگی مل جاتی
 ہے۔۔۔ میری محبت صرف آپ ہیں اور مجھے کسی کی محبت کی ضرورت نہیں۔۔۔" آبی بول کر نور لودھی کے
 گلے لگ گئی۔۔۔

آنسو بہاتی نور نے اسے ڈھیروں پیار کیا تھا۔۔۔

☆.....☆.....☆

انسانی اسمگلنگ کا مکروہ دھند ازور و شور سے جاری تھا۔۔۔ انسانوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح دور دراز علاقوں

سے اٹھایا جاتا اور پھر سرحد پار دوسرے ممالک اسمگل کیا جاتا۔۔۔

اس گروہ کی شاخیں اتنی وسیع اور اثرورسوخ اتنے پائیدار تھے کہ کوئی انہیں ہاتھ نہیں ڈال پارہا تھا۔۔۔

"اتنی مارکیوں کھاتا ہے تو۔۔۔ تیرے یہ زخم صاف کرنے کی سکت نہیں مجھ میں۔۔۔" وہ ادھیڑ عمر شخص اس

نوجوان سے بولا

"تو مت کیا کرو۔۔۔ کیوں کرتے ہو۔۔۔؟" وہ ان ظالموں کے ہاتھوں بری طرح پٹا تھا اب

اوندھے منہ پڑا تھا

"میں تجھے اس حال میں نہیں دیکھ سکتا یہ لوگ تجھے نہیں چھوڑتے اور میں انکو نہیں چھوڑتا تیرا میرا ساتھ ہی تو

ہے یہاں۔۔۔۔۔ باقی سب تو آئے اور گئے۔۔۔" وہ اسکے خون رستے زخموں کو گیلے کپڑے سے صاف کرتے

ہوئے بول رہا تھا مگر وہ تو جیسے ان زخموں سے ملنے والی تکلیف کا عادی ہو چکا تھا وہ ٹس سے مس نہیں ہو رہا تھا۔

"میں نے ایک فیصلہ کیا ہے۔۔۔ اگر تم میرا ساتھ دو تو۔۔۔" وہ نوجوان فوراً اٹھ بیٹھا تھا

"میں بھاگنا داگنا نہیں ہے۔۔۔" وہ آدمی بولا

"بھاگنے کی بات نہیں۔۔۔ مجھے انکی بہت سی کمزوریاں معلوم ہیں۔۔۔ بس تھوڑا دماغ لڑا کر یہاں آئی

لڑکیوں کو بھاگانا ہے۔۔۔ یاد ہے نا کچھ دن پہلے بھی ایک لڑکی بھاگ گئی۔۔۔ بس ویسے ہی۔۔۔" وہ نوجوان

انتہائی رازداری سے بول رہا تھا

"پاگل ہے تو۔۔۔ بھول گیا اسکے بھاگنے کے بعد ہی ہم لوگوں کو یہ کسی اور علاقے میں لے آئے ہیں ہمیں تو

معلوم بھی نہیں ہونے دیتے یہ کدھر سے آرہے اور کدھر کو جا رہے۔۔۔۔۔ اور پھر ایسے میں یہ حرکت تجھے نہیں تو

مجھے تو ضرور مرادے گی آخری عمر میں بے موت نہیں مرنا مجھے۔۔۔۔۔" وہ آدمی نفی میں سر ہلانے لگا

"ہم دونوں کی جان تو ہے ہوا کے دوش میں پڑی موم بتی کی مانند تو کیوں نا ہم کسی کو بچانے کی کوشش میں

مارے جائیں۔؟ کسی کی عزت کو ان درندوں کے چنگل سے نکال دیں۔۔۔ ایسے میں مر بھی گئے تو بے موت نہیں

مریں گے۔۔۔" اس نوجوان کے لہجے میں بہت کچھ تھا جس نے اس ادھیڑ عمر شخص کو سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔

☆.....☆.....☆

"یہ یہ کیا کر رہی ہیں آپ۔۔۔ اماں سائیں اٹھائیں انکو۔۔۔" سردار عزیز صفیہ بی بی کو یوں اپنے پیروں پر گرا دیکھ کر بے حد شرمندہ ہوا تھا

"پتر مجھے بچے دے دے تجھے اللہ رسول کا واسطہ۔۔۔ زرینہ نے غلطی کی مگر وہ بچوں کے بغیر مر جائے گی میں تجھ سے وعدہ کرتی ہوں میں بچوں کو ہتھیلی کا چھالا بنا کر رکھوں گی۔۔۔" صفیہ بی بی ہاتھ جوڑے گڑ گڑا رہی تھیں

"مجھے گناہگار مت کریں خدا را آپ میری والدہ جیسی ہیں اور رہیں گی۔۔۔ مگر معلوم ہے اماں سائیں آج میرا کیا دل چاہ رہا ہے۔۔۔" سردار عزیز صفیہ بی بی کے ہاتھ تھامتے ہوئے بی بی سائیں کو دیکھتے ہوئے بولا۔۔۔ بی بی سائیں سوالیہ نظروں سے اپنے بیٹے کو دیکھنے لگیں

"دل چاہ رہا ہے انکی بیٹی زرینہ بی بی کو یہاں لا کر شوٹ کر دوں جس نے اپنی ماں کو کسی کے آگے جھکنے پر مجبور کر دیا ہے۔۔۔" وہ سختی سے بولا تھا۔

شانو بی بی اور زہرا بی بی بھی وہیں موجود تھیں۔

"آپ بچے ساتھ لے جائے گا۔۔۔ اماں سائیں یہ کچھ پیسے ہیں یہ انہیں دے کر بھیجے گا بچوں کے لیے ساتھ۔۔۔" سردار عزیز نے پانچ پانچ ہزار کے چند نوٹ بی بی سائیں کے پاس رکھ دیے۔۔۔ اور خود تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا اور پر چلا گیا۔۔۔ اسکا رخ بچوں کے کمرے کی جانب تھا۔۔۔

"وہ دروازہ کھول کر اندر آیا تو دیکھا حمزہ کو ٹی بک پکڑے بیٹھا تھا جبکہ فضا مزے سے سو رہی تھی۔ اس نے دونوں بچوں کو دنیا جہاں کی چیزیں لا کر دی ہوئی تھیں اچھے سے اچھے کپڑے کھلونے۔۔۔ اسکول آؤٹز ہر شے اچھی خاصی مہنگی تھی وہ ان سے لا پرواہ کبھی بھی نہیں رہا تھا مگر فطرتاً وہ ان کے زیادہ کلوز نہیں ہو پایا تھا وہ اپنی ہر ذمہ داری بخوبی نبھاتا تھا۔۔۔

"اسلام علیکم بابا۔۔۔" حمزہ اسے دیکھتے ہی قریب آیا تھا

"وعلیکم سلام۔۔۔ تمہیں کس نے سکھایا سلام کرنا۔۔۔" عزیز کو حیرت ہوئی زرینہ کے ہوتے ہوئے تو اس نے کبھی آج تک اسے سلام نہیں کیا تھا۔

"شانو پھپھو نے۔۔۔" وہ معصومیت سے بولا

"چلو شاہاش ماما کے پاس جانا ہے یہاں سے جو چیز اچھی لگتی ہے ساتھ رکھ لو۔" سردار عزیز نے اسکے بالوں پر ہاتھ پھیر کر پیار سے کہا تھا اس نے غور سے بچوں کو دیکھا وہ دونوں ہی زرینہ کی طرح دکتے تھے عزیز کی شدید خواہش تھی وہ اپنی اولاد میں اپنی جھلک دیکھ سکے لیکن وہ جب انکے قریب آتا اسے زرینہ کی شکل واضح ان میں نظر آتی۔۔۔ مگر جو بھی تھا وہ اسکی اولادیں تھیں وہ ان سے دستبردار نہیں ہونا چاہتا تھا انکی حق تلفی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"کیا سچ۔۔۔۔۔ گریٹ بابا۔۔۔ آپ بھی چلیں گے۔۔۔؟" وہ خوشی سے اچھلا تھا

"نہیں تم اور فضا جاؤ گے فضا کا خیال بھی تمہیں ہی رکھنا ہے اوکے۔۔۔ کسی چیز کی ضرورت ہو پھو کو فون کر کے بتا دینا۔۔۔۔۔" سردار عزیز نے حمزہ کے ماتھے کو چوما اور پھر فضا کے ماتھے پر آرام سے پیار کیا۔۔۔۔۔ حمزہ خوشی خوشی اپنے قیمتی کھلونے ایک ایک میں رکھنے لگا۔۔۔۔۔ سردار عزیز شانوبی بی کو بچوں کے متعلق ہدایت دے کر فیکٹری کے لیے نکل چکا تھا۔۔۔۔۔

دل میں یہ تسلی تھی کہ بچے ماں کے پاس جانے کا سن کر پرسکون اور خوش تھے۔۔۔۔۔

مگر سردار عزیز خود۔۔۔۔۔ اسکا سکون۔۔۔۔۔ اسکی خوشی۔۔۔۔۔؟؟؟؟

☆.....☆.....☆

آبش کو نور کے ساتھ آئے کافی دن گزر چکے تھے۔۔۔۔۔ آبش کے لیے نئے ماحول نئے گھر اور نئے شہر میں ایڈجسٹ کرنا مشکل تھا مگر آصف لودھی کے سپورٹ نور کی محبت اور نومی کی توجہ نے اسے اس مشکل سے کافی حد تک بچا لیا تھا کچھ اس کی تعلیم تھی جس نے اسے ہر شے کی تمیز سکھائی ہوئی تھی۔۔۔۔۔ یہاں کا ماحول رہن بہن وہ سب سمجھ چکی تھی مگر مشاکی آنکھوں میں اول دن سے کھٹک رہی تھی مگر نا جانے کیا وجہ تھی وہ چپ تھی۔۔۔۔۔ اگرچہ وہ آبی کو مستقل نظر انداز کر رہی تھی مگر خاموشی سے جس سے گھر کا ماحول زیادہ خراب نہیں ہوا تھا۔۔۔۔۔ وہ صبح یونیورسٹی جاتی اور آبی نور کے ساتھ مل کر گھر اور گھر کے کاموں کو دیکھتی تھی۔۔۔۔۔ اسکے علاوہ نومی کو بھی آبی پڑھانے لگی تھی۔۔۔۔۔ دیکھتے ہی دیکھتے نا جانے اس نے کتنے کاموں کی ذمہ داری اپنے سر لے لی کھانا پکانا اور نومی کو پڑھانا تو اسکی ڈیوٹی بن چکا تھا جسے وہ دل سے بخوبی بھاری تھی کام والی ماسی اب صرف صفائی ستھرائی کرتی فارغ وقت وہ دونوں ماں بیٹی ڈھیروں باتیں کرتیں کبھی شاپنگ پر چلی جاتیں۔۔۔۔۔ البتہ مشاکی یونیورسٹی سے

"کیا کہتی ہے ڈاکٹر۔۔۔۔۔" آج پھر ولید اور سمعیہ شہر کی مشہور و معروف لیڈی ڈاکٹر کے پاس گئے لاہور حمید لطیف سے تمام ٹیسٹوں کی رپورٹس لے کر جب ڈاکٹر کے پاس گئے تو اس نے صاف اور واضح لفظوں میں بتایا کہ ولید تا عمر باپ نہیں بن سکتا۔۔۔۔۔ یہ خبر ولید کے لیے کسی صدمہ سے کم نہیں تھی۔۔۔۔۔ وہ سارے راستے دل گرفتہ رہا سمعیہ اسے اپنی وفا اور محبت کا یقین دلاتی رہی مگر ولید سے یہ سب برداشت نہیں ہو رہا تھا گھر آتے ہی اماں سائیں نے سوال کیا تو ولید اور سمعیہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

"وہ اماں۔۔۔۔۔ میں کبھی۔۔۔۔۔"

ولید بولنے ہی والا تھا جب سمعیہ نے اسے ٹوک دیا۔۔۔۔۔

"اماں سائیں ڈاکٹر نے ساری رپورٹس دیکھیں وہ کہتی ہیں سب کچھ ٹھیک اور نارمل ہے اللہ کی طرف سے دیر ہے۔۔۔۔۔ بس دعا کریں۔۔۔۔۔" سمعیہ کے جھوٹ پر ولید ششدر سا اسے دیکھنے لگا۔۔۔۔۔

"اچھا چلو تسلی ہو گئی نا بیٹا۔۔۔۔۔ دیکھو تم اب میری بیٹی ہو برانا منانا کہ تمہارے ٹیسٹ کروائے شادی کے بعد پرائی بیٹی بھی اپنی ذمہ داری بن جاتی ہے میرا فرض ہے تمہارا تمام ضروری علاج معالجہ کرانا ساتھ ولید کا بھی اسی لیے کرایا تا کہ جو بھی مسئلہ ہے کھل کر سامنے آئے اسکی وجہ سے تمہیں یا تمہاری وجہ سے اسے کوئی مسئلہ نا ہو۔۔۔۔۔ اب معلوم ہو گیا سب ٹھیک ہے تو بس طرح طرح کی دوائیں کھانے کی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔ اللہ پاک خود کرم کریگا میرے بچوں پر۔۔۔۔۔" بی بی سائیں محبت سے گویا ہوئیں

"جی اماں سائیں آپ نے ٹھیک کیا۔۔۔۔۔" سمعیہ عقیدت سے بولی

"اسکو کیا ہوا ہے۔۔۔۔۔ ولید پتر کیا ہوا۔۔۔۔۔" بی بی سائیں خاموش بیٹھے ولید کو دیکھ کر پریشان ہوئی تھیں

"کچھ نہیں اماں سائیں۔۔۔۔۔" وہ ہنوز چپ تھا

"اماں سائیں تھک گئے ہوں گے سفر بھی کافی لمبا تھا نا۔۔۔۔۔" سمعیہ نے ولید کو کہنی مار کر بات بنائی تھی

"دیکھ پتر جہاں ہم انسانوں کی سوچ ختم ہوتی ہے نادہاں رب کی قدرت شروع ہوتی ہے۔۔۔۔۔ وہ ضرور

تجھے اولاد دے گا۔۔۔۔۔" اماں سائیں محبت سے بولیں

"میں سونے جا رہا ہوں۔۔۔۔۔" ولید خاموشی سے اٹھ گیا

بی بی سائیں نے سمعیہ کو دیکھا جو شرمندہ سی نظریں جھکا گئی۔۔۔

☆.....☆.....☆

ولی کا وسیع و عریض محل نما بجلہ دیکھ کر آتش متاثر ہوئے بغیر نارہ کی تھی وہ اپنی زندگی میں پہلی بار اتنا بڑا اتنا خوبصورت گھر دیکھ رہی تھی جسکی ایک ایک شے سے نفاست اور آسودگی فک رہی تھی۔۔۔ انتہائی باذوق انسان تھا جو بھی تھا جس نے گھر کی ایک ایک چیز جن جن کر بنائی تھی۔۔۔ رمشانے نور کے لیے وائٹ پرل والی نفیس سی شلوار قمیض سلیکٹ کی جبکہ آتش کے لیے بے بی پنک کلر کا میکسی نما فراک جس پر گولڈن بیڈز اور پرل کا انتہائی عمدہ کام ہوا تھا نکالا رمشا کے لاکھ منع کرنے کے باوجود اس نے بڑا سادو پٹہ نفاست سے لپیٹ لیا تھا۔۔۔ خود رمشا بلیو جینز پر پرل اور پنک کلر کے قدرے لاٹک ٹاپ میں ایش بلاٹڈ بالوں کی پونی ٹیل بنائے کوئی بار بی لگ رہی تھی۔۔۔ کانوں میں پنک کلر کے فیشن انیر رنگز اور سفید نازک کلائی پر ڈھیروں رنگ رنگ کے بینڈز سجے تھے۔ وہ خود ڈرائیو کر کے انہیں ساتھ لائی تھی۔۔۔ آصف لودھی نے انہیں بخوشی جانے کی اجازت دی تھی۔۔۔ گھر میں ملازم انہیں ڈرائیونگ روم میں بٹھا کر گیا تو چند منٹ بعد ہی دوسرا ملازم سوفٹ ڈرنک اور جو سز لے کر آ گیا

آبی کو یہ سب دیکھ کر بہت اچھا لگ رہا تھا وہ صرف دیکھنے میں محل نہیں تھا بلکہ طور طریقے بھی محلوں والے تھے۔۔۔ اب انتظار تھا تو اس شہزادے کا جو اس محل میں اسکی بہن کو شہزادی بنا کر رکھنے والا تھا

”اسلام علیکم۔۔۔ اسلام علیکم۔۔۔ ایم ریٹلی سوری میں تھوڑا لیٹ ہو گیا۔۔۔“ اچانک ایک انتہائی پرکشش سامیچور سا لڑکا اندر داخل ہوا اور سیدھا نور لودھی کے پاس گیا۔۔۔

”وعلیکم سلام۔۔۔ کوئی بات نہیں بیٹا ہم بھی ابھی ابھی آئے ہیں۔۔۔“ نور نے جواب دیا

”ہائی پرنسز کیسی ہو۔۔۔“ وہ بے تکلفی سے رمشا سے ہاتھ ملانے کے بعد آتش کے قریب آیا تھا

”تو یہ ہیں آج کے ہمارے اسمٹل گیٹ آتش۔۔۔ رائٹ؟؟؟؟“ وہ آتش کو دلچسپی سے دیکھ رہا تھا وہ پٹہ میں لپٹی ہوئی آتش اسے عجیب اور اچھی بھی لگی۔۔۔

”جی یہ میری بڑی بیٹی آبی اور وہ چھوٹی مشو۔۔۔“ نور مسکرائی تھیں

"ویسے آنٹی ایک بات کہوں جب خدا حسن تقسیم کر رہا تھا تو آپ کی فیملی صف اول میں کھڑی ہوگی یقیناً۔۔۔ ماشاء اللہ سب ہی خوبصورت ہیں۔۔۔" وہ فریک ضرور تھا مگر اسکی نظر میں حیاتھی۔۔۔

"دیکھو آبی جیسے تم مشوکی بہن ویسے ہی میری بھی۔۔۔ یہ ڈنر آپ کے اعزاز میں رکھا گیا ہے۔۔۔ میری اور مشوکی طرف سے سمجھ لو۔۔۔" وہ محبت سے رمشا کو دیکھ کر بولا جو ولی کو دیکھتے ہی کھل اٹھی تھی اور اب تو کسی گلاب کی مانند ہی لگ رہی تھی۔۔۔

"کھانا بے حد شاندار تھا خوشگوار ماحول میں کھایا گیا۔۔۔ اس دوران گھر کی آبی کی اسٹڈیز کی۔۔۔ رمشا کی ولی کے فیوچر پلاننگ کی ڈسکشن ہوئی۔۔۔ جس میں آبی نے بھی حصہ لیا۔۔۔"

واپسی پر ولی نے سب کو ڈھیروں تحائف کے ساتھ رخصت کیا۔۔۔

"آبش اب تھوڑی مچھوڑی اور سمجھداری ہماری مشو کو بھی دینا پلیز

□ she needs alot . . . "

وہ مسکرایا تھا۔۔۔ اور یہی بات کتنا طول پکڑنے والی ہے یہ کوئی نہیں جانتا تھا

واپسی پر وہ انتہائی خطرناک ڈرائیو کر کے گھر آئی تھی رات کے دس بج رہے تھے گاڑی کارپورج میں کھڑی کر کے وہ فوراً ہی اتر کر تیز تیز قدم اٹھاتی اپنے کمرے میں چلی گئی۔۔۔ جبکہ آبش اور نور اس کے یوں بدلتے تیور دیکھ کر ایک دوسرے کو خاموشی سے دیکھنے لگے۔۔۔

"امی کیا ہوا اچانک رمشا کو۔۔۔" آبش چیخ کر کے نور لو دھی کے پاس آگئی جواب لاؤنج میں بیٹھی نومی کو سینڈوچز کھلا رہی تھیں۔۔۔۔

"کچھ نہیں وہ ایسی ہی ہے پل میں تولہ پل میں ماشہ۔۔۔" نور لو دھی آبش کو دیکھ کر مسکرائی تھیں۔

"نہیں امی مجھے لگتا ہے اسے کوئی بات بری لگی۔۔۔ ورنہ وہ تو آج بہت خوش تھی۔۔۔" آبش اسکے بدلتے رویے پر سخت فکر مند تھی۔۔۔

"ماما آبش آپنی سب کی کتنی پرواہ کرتی ہیں۔۔۔ لیکن آپ کو بتا دوں رمشا آپنی ایسی ہی ہیں وہ سال کے گیارہ مہینے کھڑوس ہی رہتی ہیں۔۔۔" نومی منہ بسور کر بولا تھا جس پر آبی نے بمشکل ہنسی ضبط کی تھی

"تم چپ ہی رہا کرو۔۔۔ ہر وقت اسے تنگ کرو گے تو کھڑوس ہی لگے گی نا۔۔۔ خیر آبی پریشان نا ہو وہ ٹھیک ہو جائے گی خود ہی، تم بتاؤ ولی کیسا لگا۔۔۔" نور لودھی نومی کو اپنے ہاتھوں سے چیز سینڈوچ کھلاتے ہوئے پوچھ رہی تھیں

"بہت اچھے امی۔۔۔ ایسے لگتا ہے دونوں ایک دوسرے کے لیے بنے ہیں۔۔۔ اور انکا اتنا خوبصورت گھر دیکھ کر میں تو حیران رہ گئی۔۔۔" آبی صاف گوئی سے بول رہی تھی

نور لودھی کے چہرے پر تسلی بخش مسکراہٹ پھیل گئی

"مگر امی وہ ایک آنٹی ہوتی تھیں انکے ساتھ وہ کہاں ہوتی ہیں اب۔۔۔" یہ تو آبی کو معلوم تھا کہ ولی کے ماں باپ فوت ہو چکے ہیں اسکی اس دنیا میں ایک آنٹی کے سوا کوئی نہیں۔۔۔ مگر آج وہ بھی اسے دکھائی نہیں دیں۔

"ہاں ولی بتا رہا تھا کہ وہ اسلام آباد گئی ہیں۔۔۔ انکے سرال میں کسی کی ڈیڑھ ہو گئی شاید۔۔۔" نور جانتی تھی انکے اپنے شوہر کا تو انتقال ہو گیا تھا اولاد تھی نہیں مگر ولی نے اولاد سے بڑھ کر انھیں سہارا دیا ہوا تھا

"اوہ۔۔۔ چلیں میں آپ کے پاؤں دبا دوں۔۔۔" آبی اثبات میں سر ہلا کر نور لودھی کے پاؤں گود میں رکھ کر دبانے لگی جبکہ نومی وہیں پے نور لودھی کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا تھا۔۔۔ نور کو یہ منظر بہت مکمل لگا تھا کی تھی تو رمشا کی مگر وہ جانتی تھیں ایک دن وہ بھی ان سب کے ساتھ ہوگی۔۔۔

☆.....☆.....☆

"سنا ہے وہ بچی جو مزار پر گم ہوئی تھی وہ واپس مل گئی تھی۔۔۔ کیوں نا اس سے رابطہ کیا جائے آخر معلوم تو ہو وہ کہاں اور کیسے گئی۔۔۔"

بابا سائیں کی آواز اوپر اپنے کمرے میں موجود سردار عزیر کے کانوں میں پڑی تو وہ تیزی سے سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے آیا تھا جہاں ولید قاضی واجد اور بابا سائیں موجود تھے۔۔۔

"اسلام علیکم۔۔۔" قاضی واجد نے اسے سلام کیا تھا

"وعلیکم اسلام۔۔۔ کیا حال ہیں قاضی واجد۔۔۔ بیٹی کا کچھ پتا چلا۔۔۔" وہ بھی وہیں مہمان خانے میں

پڑے خوبصورت چنیوٹی صوفے پر ٹک گیا

"نہیں سردار صاحب۔۔۔۔۔ کچھ بھی نہیں۔۔۔۔۔" قاضی واجد کا سر جھک گیا سردار عزیر کو قاضی واجد کے چہرے پر بکھری بے بسی دیکھ کر کچھ ہوا تھا وہ خاموش ہی ہو گیا تھا وہ اپنے تئیں ہر ممکن کوشش کر رہا تھا مگر کوئی سرا ہاتھ نہیں لگ رہا تھا

"ولید بیٹا تم پتا کرو اس بچی کا اسکے گھر والوں سے رابطہ کرو۔۔۔۔۔ اس سے معلومات لینا ضروری ہے۔۔۔۔۔" بابا سائیں ولید سے بولے

"کونسی بچی بابا سائیں۔۔۔۔۔" سردار عزیر نے جاننے بوجھتے سوال کیا تھا

"وہی جو مزار پر گم ہوئی تھی وہ مل گئی تھی ہمیں تو ابھی قاضی واجد بتا رہا ہے۔۔۔۔۔ یہ پہلی بچی ہے جو جا کر واپس آئی ہے۔۔۔۔۔" بابا سائیں کو آج ہی آبلش کی واپسی کا علم ہوا تھا

"اسکو تو واپس آئے مہینوں گزر گئے ہیں بابا سائیں۔۔۔۔۔ اور اب تو وہ لوگ گاؤں بھی چھوڑ چکے ہیں۔۔۔۔۔" وہ کچھ سوچتے ہی بولا تھا

"کیا تمہیں معلوم تھا۔۔۔۔۔؟ تو بتایا کیوں نہیں۔۔۔۔۔" سردار ولید حیرت سے سردار عزیر کو دیکھنے لگا

"ہاں مجھے بھی کچھ دن پہلے معلوم ہوا۔۔۔۔۔ مگر اس لڑکی سے کوئی بھی معلومات نہیں مل سکی۔۔۔۔۔ وہ وہاں سے کیسے بھاگی اسے کچھ یاد نہیں اسکے دماغ پر گہری چوٹ آئی جسکی وجہ سے وہ سب بھول چکی تھی۔۔۔۔۔ اور کافی مار پیٹ بھی کی جنہوں نے اسے اغوا کیا تھا مگر نہ جانے کیسے وہ بھاگنے میں کامیاب ہوئی کسی راغبیر نے اسے اسکے گھر پہنچایا۔۔۔۔۔" سردار عزیر نے آبلش کا ذکر اب تک کسی سے بھی نہیں کیا تھا اور اب بھی وہ چاہتا تھا وہ کسی طرح اسکو اس تمام معاملے سے دور رکھے۔

"لیکن پھر بھی پتر۔۔۔۔۔ کچھ نا کچھ تو معلومات مل ہی جائے گی۔۔۔۔۔" بابا سائیں پر سوچ انداز میں بولے

"بابا سائیں وہ لوگ شہر چھوڑ گئے ہیں پھر انکی لڑکی معجزاتی طور پر واپس آ گئی ہے عزت دار لوگ ہیں اگر لڑکی کو کچھ یاد نہیں تو خواخواہ معاملے کو ٹٹولنا مناسب نہیں۔۔۔۔۔" ولید نے بھی اس بار سردار عزیر کی تائید کی تھی جس پر اس نے سکھ کا سانس لیا تھا۔

"مگر میری بچی کیسے ملے گی سائیں۔۔۔۔۔" قاضی واجد حاجی سائیں کے آگے گزر گڑا اٹھا

"حوصلہ رکھو قاضی واجد۔۔۔ اللہ نے چاہا تو تمہاری بیٹی اور اس گاؤں کی تمام بیٹیاں با حفاظت اپنے گھروں کو آئیں گی۔۔۔۔۔" سردار عزیر نے جس بھروسے اور ہمت سے قاضی واجد کو تسلی دی تھی حاجی سائیں دیکھ کر مسکرا اٹھے تھے۔۔۔

عزیر اتنا بھی نالائق نہیں تھا جتنا وہ سمجھتے تھے۔۔۔ انھیں آج اپنی دونوں اولادوں پر فخر محسوس ہوا تھا۔۔۔۔۔
"ہاں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔۔۔ میں اپنی تمام تر کوششیں تیز کرتا ہوں۔۔۔ آپ سب پریشان نا ہوں۔۔۔" ولید کہتا ہوا کسی کو فون کرنے لگا۔۔۔۔۔
وہ سب ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔۔۔۔۔

☆.....☆.....☆

"تمہارے نام کا مطلب ہے پانی کا شفاف قطرہ۔۔۔۔۔" کسی کے الفاظ اسکے کانوں میں گونجنے لگے تھے یہ آواز آج کتنے دنوں بعد سنائی دی تھی۔۔۔☆
وہ بستر سے اٹھ بیٹھی تھی۔۔۔ سردار عزیر۔۔۔ میرے محسن۔۔۔ خدا کے بعد یہ زندگی انکی ہی بخشی ہوئی ہے میں کیسے انھیں بھول گئی۔۔۔ اس نے نومی کے شیب پر ٹائم دیکھا تو صبح کے چار بج رہے تھے۔۔۔۔۔ وہ اپنے کھلے سیاہ بالوں کو اچھی طرح کچر میں قید کرنے کے بعد بستر چھوڑ چکی تھی کافی دیر وہ کھڑکی کے پاس کھڑی لان میں دیکھتی رہی اسے آج سردار عزیر کے گھر کا لان اسے بے حد یاد آنے لگا۔۔۔۔۔ وہ اس گھر میں گئی تو پہلی بار تھی مگر اس گھر کی ایک۔ ایک چیز کو دیکھ کے لگتا تھا جیسے وہ برسوں ان سب سے مانوس ہو۔۔۔ لان تو یہ بھی خوبصورت تھا مگر چھوٹا تھا۔۔۔ لیکن سردار عزیر کے گھر کا لان بہت خوبصورت تھا۔۔۔ بارش کے بعد جب ہر طرف درختوں سے پتے ٹوٹ ٹوٹ کر گررتے تو اسکی خوبصورتی میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا تھا۔۔۔ حیرت ہے اس دن کے بعد سردار صاحب ایک بار بھی نہیں آئے۔۔۔ اور میں بھی انہوں سے ملنے کی خوشی میں انھیں بھول گئی۔۔۔ کتنی احسان فراموش ہوں میں۔۔۔۔۔ اسے اپنے آپ میں شرمندگی محسوس ہونے لگی تھی۔۔۔ خیر اس نے وضو کر کے نماز ادا کی اور پھر نماز کے بعد اس نے سردار عزیر کی خوشیوں کے لیے ڈھیروں دعائیں کیں۔۔۔۔۔

"یا پروردگار۔۔۔۔۔ کچھ لوگوں سے تعلق دعاؤں کا ہوتا ہے اور بلاشبہ یہ تعلق بہت مضبوط ہوتا ہے۔۔۔ تیرے اس نیک بندے نے تیری ایک گناہ گار بندی کی مدد کی۔۔۔ میں تجھ سے دعا مانگتی ہوں وہ شخص جو بھی دعا مانگے تو قبول فرماتا۔۔۔ وہ جو چاہے اسے ملے وہ جس شے کی خواہش کرے وہ اسکی ہو جائے وہ شخص کبھی کسی کا محتاج نا ہو جیسے مجھے اس نے مشکل سے نکالا تو بھی اسکو ہر طرح کی مشکل سے بچانا آئیں۔۔۔۔۔" وہ دعا مانگ کر مسکرائی تھی۔۔۔ آج دل جیسے مطمئن سا ہو گیا تھا۔۔۔ سردار عزیز کا چہرہ آج کافی دنوں بعد اسکی نگاہوں میں گھوم گیا تھا مگر وہ اسکے لیے صرف اور صرف اسکا محسن تھا۔

☆.....☆.....☆

"یا اللہ میں نے آج تک سوائے بخشش کے کچھ نہیں مانگا لیکن آج میں تجھ سے مانگتا ہوں اس لڑکی کو جو میرے دل میں بس چکی ہے اسے میرے مقدر میں لکھ دے اسے میرا نصیب بنا دے۔۔۔ تو دنوں کے حال بہتر جانتا ہے میری نیت میرے ماضی میرے حال سب سے تو واقف ہے۔۔۔ میرے جذباتوں کی صداقت تو جانتا ہے۔۔۔ تو جانتا ہے سب جانتا ہے میرے لیے میرے کاموں کو آسان فرما میری مدد کر اور جو میں کرنے جا رہا ہوں اس میں میرا ساتھ دے۔۔۔" وہ فجر کی نماز کے بعد دعا مانگ کر اٹھا تھا۔۔۔ وہ دل ہی دل میں بہت کچھ ٹھان چکا تھا۔۔۔ اب اسے اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنانا تھا جسکے لیے وہ پر عزم تھا۔۔۔ اپنے لبوں پر مبہمی مسکراہٹ سجائے اس نے اپنی مونچھوں کو تازہ دیا نا جانے کتنے دنوں بعد سردار عزیز عباس اپنے جو بن پر آیا تھا وہی مخصوص وقار۔۔۔ وہی قاتحانہ مسکراہٹ وہی تڑپے ہوئے نقش۔۔۔ اب اپنی ویگوبے سب سڑکوں پر بھگانے لگا کہ یہ ہی اسکا پسندیدہ مشغلہ تھا۔۔۔ آج وہ فیکٹری آیا تو سب کو آج پہلے والا عزیز نظر آیا تھا۔

☆.....☆.....☆

"تم۔۔۔ تمہیں کسی نے میز نہیں سکھائے کہ جب کسی کے کمرے میں آتے ہیں تو دروازہ ناک کرتے ہیں۔۔۔؟؟؟؟" وہ آہش کو اپنے کمرے میں دیکھ کر بری طرح بھڑک اٹھی تھی

"وہ۔۔۔ وہ دروازہ کھلتا تھا مشا ایسے میں آگئی۔۔۔" آہش اسکے اس طرح چلانے پر مبہمی گئی تھی

"بولو کیوں آئی ہو۔۔۔۔۔" رمشا یونیورسٹی جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی۔۔۔۔۔

"وہ تم دو دن سے مجھ سے بات نہیں کر رہی میں نے پوچھتا تھا کیا ناراض ہو میری کوئی بات بری لگی ہے تمہیں؟؟؟؟؟" آبی رمشا کو دیکھتے ہوئے بولی جو ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑے اپنے خوبصورت ہونٹوں پر لپ گلوں لگا رہی تھی۔۔۔۔۔ آبی کے سوال پر اسکا نفاس سے چلتا ہاتھ رک گیا۔۔۔ اس نے ڈریسنگ کے شیشے میں سادہ سفید شلوار قمیض میں ملبوس آبلش کو سرتاجیر عجیب سی نظروں سے دیکھا۔۔۔۔۔

"تم میں کوئی بات اچھی بھی ہے۔۔۔؟ مجھے تو تم ساری کی ساری ہی بری لگتی ہو۔۔۔ اب کیا کیا بتاؤں۔۔۔۔۔" وہ توہین آمیز لہجے میں بول کر دوبارہ مصروف ہو گئی۔۔۔۔۔

"مگر کیوں۔۔۔۔۔ ہم بہنیں ناسی دوست تو بن سکتے ہیں رمشا۔۔۔۔۔" آبلش کو شدید دکھ ہوا

"اے ہیلو۔۔۔۔۔ میں تمہارے گاؤں کی وہ گنوار عروہ نہیں جو تم سے دوستی کر کے ہر وقت تمہارے ساتھ کان جوڑے بیٹھی رہوں۔۔۔ میرے اور اپنے اسٹینڈرڈ کو تم اچھی طرح سمجھ لو تو بہتر ہے۔۔۔" وہ تلخی سے آبی کو دیکھ کر بولی جس پر آبی شرم سے پانی پانی ہو گئی۔۔۔۔۔

"اب جاؤ اور تھرڈ کلاس عورتوں کی طرح اپنے کمرے میں جا کر آنسو بہاؤ یا اپنی امی کو میری شکایتیں لگاؤ۔۔۔۔۔" وہ انتہائی تضحیک آمیز لہجے میں بولی

آبلش کے لیے بھی وہاں کھڑے رہنا کب آسان تھا وہ سب سے نظر بچا کر اپنے کمرے میں آئی۔۔۔۔۔ رمشا کی باتیں ٹھاٹھا کر کے اسکے دماغ میں لگ رہی تھیں رمشا اسے پسند نہیں کرتی اس بات کا تو اسے اندازہ تھا ہی مگر وہ اس سے اتنی شدید نفرت بھی کرتی ہے اسے آج معلوم ہوا۔۔۔ وہ واش روم میں جا کر نا جانے کتنی دیر روتی رہی پھر اچھی طرح منہ دھو کر باہر آئی تو ایسے تھی جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔۔۔۔۔

☆.....☆.....☆

"شانو مجھے ہمارا عزیز کچھ بدلا بدلا سا لگ رہا ہے۔۔۔ کچھ پریشان سا۔۔۔ دیکھتی نہیں تھی کیسے پچھلے چار پانچ سال سے ہر وقت گھر سے فرار ڈھونڈتا تھا مگر پچھلے کچھ دنوں سے فیکٹری اور فیکٹری سے گھر۔۔۔ آج تو صبح فجر پڑھنے گیا تھا مسجد۔۔۔" بی بی سائیں صبح نماز کے بعد سورۃ النبین کی تلاوت کر رہی تھیں جب باہر کا گیٹ

کھلا انہوں نے دیکھا سردار عزیر سے ٹوپی اتارتا ہوا آ رہا تھا۔۔۔ بی بی سائیں کو اسکے چہرے پر آج صبح صبح عجب ہی نور نظر آیا تھا۔۔۔ ایسا نہیں تھا وہ نماز نہیں پڑھتا تھا وہ کوئی جمعہ کی نماز نہیں چھوڑتا تھا ویسے بھی اکثر و بیشتر وہ ایک دو نمازیں پڑھنے کی کوشش ضرور کرتا تھا کیونکہ حاجی سائیں نماز کے پابند تھے جب کبھی ان سے سامنا ہوتا وہ دونوں بیٹوں کو زبردستی بھی مسجد لے جایا کرتے تھے۔۔۔ ہاں وہ اتنا پابند نہیں تھا کہ صبح فجر بھی مسجد میں جا کر ادا کرے۔۔۔ آج اسے دیکھ کر بی بی سائیں خوشگوار حیرت میں مبتلا تھیں اور اب اسی حیرت کا ذکر وہ شانوی بی بی سے کر رہی تھیں۔۔۔

"جب کسی سے اچھے انسان سے کچی محبت ہوتی ہے تو خدا سے تعلق بھی مضبوط ہونے لگتے ہیں۔۔۔" اس سے پہلے شانوی بی بی کچھ بولتیں زہرا بی بی آگئی۔۔۔۔۔

"کیا مطلب۔۔۔" بی بی سائیں کچھ سمجھی نہیں تھیں

"مطلب یہ کہ آپ کو نہیں لگتا عزیر نے بہت تمہارہ لیا اب اسے کسی کے سپرد کر دینا چاہیے۔۔۔ کوئی اسے سنبھالنے والی اسکے ساتھ ہنسنے بولنے والی اسکے سکھ دکھ کی شریک ہونی چاہیے۔۔۔" زہرا بی بی سائیں کے قریب بیٹھ کر انکی ہتھیلیاں تھام کر بولی۔

شانو اور سمعیہ نے بھی زہرا کی بات پر دل ہی دل میں تائید کی تھی وہ دونوں تو کب سے یہ موضوع چھیڑنا چاہ رہی تھیں مگر ڈرتی تھیں آج زہرا نے شروعات کی تو وہ دونوں بھی میدان میں کود پڑیں۔

"بالکل ایسا ہونا چاہیے بغیر پارٹنر بھی کوئی زندگی ہے بھلا۔۔۔ ہمارے عزیر بھی اتنے خوب رو اتنے پینڈ سم ہیں انکے لیے تو لڑکیوں کی قطاریں لگ جائیں۔۔۔ قسم سے بولیں تو میں اپنے کالج میں حسین لڑکی دیکھوں۔۔۔" شانو کچھ زیادہ ہی پر جوش ہو چکی تھی۔۔۔۔۔

"ارے کیا مطلب ہے تم لوگوں کا عزیر کی شادی کروانی چاہیے۔۔۔؟" بی بی سائیں زہرا بی بی اور شانو بی بی کی باتیں سن کر مسکرائی تھیں۔

"جی بالکل۔۔۔ اماں سائیں۔۔۔ عزیر بھائی لاکھوں میں ایک ہیں ہمیں انکی زندگی کو دوبارہ خوشیوں سے بھرنا ہوگا۔۔۔" سمعیہ بھی بولی

"مگر لڑکی۔۔۔ لڑکی اس بار ہم پسند نہیں کریں گے ہرگز نہیں عزیر کوئی لڑکی پسند تو کرے اس پر ہاتھ تو رکھے میں ہر قیمت ادا کر کے اسے اپنے عزیر کی دلہن بناؤں گی۔۔۔ مگر وہ اس طرف آتا ہی نہیں کیا کروں تمہارے بابا سائیں تو کب سے پیچھے لگے ہیں کہ عزیر کی شادی کرواؤ۔۔۔ مگر عزیر نے ہماری کوئی بات ناماننے کی قسم کھائی ہے اب تو یہ بات کرتے بھی دل ڈرتا ہے۔۔۔۔۔" بی بی سائیں کا لہجہ نرم ہو چکا تھا

"لڑکی پسند کر لی ہے عزیر نے اور نا صرف پسند کی بلکہ وہ محبت کر بیٹھا ہے اماں سائیں۔۔۔۔۔ ہاں ہمارا عزیر کسی کی محبت میں گرفتار ہو چکا ہے یہ محبت ہی ہے جو انسان کو بدل کر رکھ دیتی ہے۔۔۔۔۔" زہرا بی بی بولی نہیں تھی کوئی امرت تھا جو اس نے سب کے کانوں میں اٹھایا تھا

"کیا۔۔۔ عزیر بھائی۔۔۔ اور محبت۔۔۔۔۔ لڑکی پسند یا اللہ زہرا باجی۔۔۔ سچ بول رہی ہیں۔۔۔۔۔" شائو چھکی تھی

"کیا زہرا تو سچ بول رہی ہو بیٹا۔۔۔ کیا واقعی میرے عزیر کو محبت ہو گئی کون ہے وہ بتا مجھے کون ہے وہ جسے میرے عزیر نے پسند کیا۔۔۔ یقیناً بہت خاص ہوگی۔۔۔ میرا عزیر کسی ایسی ویسی چیز پر دل ہارنے والوں میں سے ہی نہیں۔۔۔۔۔" بی بی سائیں کے تو خوشی کے ٹھکانے ہی نار ہے

"اماں سائیں یہ مجھے معلوم نہیں کون ہے کہاں ہے۔۔۔ بس یہ بتانا میرا کام تھا آگے کا کام آپ کا۔۔۔۔۔" زہرا بی مسکرائی تھیں

"ٹھیک ہے تم لوگ تیاریاں شروع کرو۔۔۔ اپنے عزیر کی خوشی پوری کرنے میں ہم کوئی کمی نہیں چھوڑیں گے۔۔۔۔۔"

اور بی بی سائیں جانتی تھیں اب انھیں کیا کرنا ہے

☆.....☆.....☆

"سردار صاحب آپ۔۔۔ خیریت ہے نا مجھے یاد کر لیا ہوتا میں حاضر ہو جاتا۔۔۔۔۔" عاصم آج گھر ہی تھا وہ لیٹا ہوا تھا جبکہ عروہ دوپہر کے کھانے کی تیاری کر رہی تھی جب دروازے پر دستک ہوئی عاصم سردار عزیر کو دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔

اپنا مدعا بیان کیا تھا۔

اسکی اس بات پر عروہ اور عاصم دونوں ہی حق دق اسے دیکھتے رہ گئے۔۔۔

"جج جی۔۔۔ کیا سردار صاحب۔۔۔۔۔" عاصم کو تو سمجھ کر بھی بات سمجھ نہیں آرہی تھی۔۔۔

"جی میں آبش سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔" سردار عزیز عباس نے ایک بار پھر نہایت پراعتماد انداز سے

دہرایا تھا

"مگر۔۔۔ مگر آپ تو شادی شدہ۔۔۔۔۔ آپ کے بچے بھی ہیں۔۔۔۔۔" عاصم نے جھجکتے ہوئے کہا تھا وہ ابھی تک حیرت میں مبتلا تھا اور اب پریشان بھی ہو گیا تھا اسکے بولنے پر عروہ نے بھی اب کی بار بغور سامنے بیٹھی خوب رو اور بارعب شخصیت کو دیکھا وہ ایک بہت پرکشش مرد تھا یہ بات سچ تھی کہ آبش کی نسبت کافی میپور تھا مگر اسکی پرسنالٹی کسی صورت نظر انداز کرنے والی نہیں تھی۔۔۔

"شادی شدہ تھا۔۔۔ میری طلاق ہوئے بھی 6 ماہ ہونے کو ہیں۔۔۔ اور طلاق بھی میں نے خود دی۔۔۔ اسکے پیچھے بہت سی وجوہات تھیں جو بتانے کا کوئی فائدہ نہیں۔۔۔ دو بچوں کا باپ ہوں اپنی ذمہ داری احسن طریقے سے پوری کر رہا ہوں۔۔۔ بچے انکی ماں کے پاس ہی ہوتے ہیں۔۔۔ لہذا میرے ماضی کا کوئی حصہ آبش کے اور میرے بچے نہیں آئے گا۔۔۔ اسکے علاوہ کوئی اعتراض ہے تو بتاؤ۔۔۔۔۔" وہ بتا لگی لپٹی صاف صاف بات انھیں بتا رہا تھا۔۔۔

"مگر عزیز صاحب ہماری آبی ابھی بہت چھوٹی ہے۔۔۔۔۔" عاصم۔ عجیب کشش میں مبتلا ہو چکا تھا "بالکل ٹھیک۔۔۔۔۔ آپ لوگوں کے اور بھی تحفظات ہوں گے۔۔۔ مگر میرا تمھارے پاس آنے کا مقصد یہ ہی ہے کہ تم میرا پیغام آبش اور اسکے والدین تک پہنچاؤ۔۔۔" سردار عزیز کے لہجے کی پختگی عروہ کو بہت کچھ سمجھا رہی تھی وہ پھر اسے دیکھنے لگی۔۔۔

"جی بہتر۔۔۔۔۔" عاصم خاموش سا ہو چکا تھا۔

"دیکھو یا رکھ برا لگا ہو تو معذرت میرا یہاں آنے کا مقصد فی الحال آبش کی مرضی جاننا ہے آبش کی طرف سے جواب ملے تو میں اپنے گھر والوں کو باقاعدہ رشتے کے لیے بھیج سکتا ہوں۔۔۔۔۔" سردار عزیز اب کھڑا ہو چکا

تھا اس نے دوستانہ انداز میں عاصم کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا۔

"پر عزیز صاحب۔۔۔ آپ کے لیے کوئی کمی تو نہیں ہماری آبی ہی کیوں۔۔۔؟" عاصم واقعی سمجھ نہیں سکا تھا "میری خواہش ہے میری زندگی کسی ایک شخص پر دوبارہ سے شروع ہو اور اسی پر ختم ہو جائے اور وہ صرف آبلش ہے۔۔۔ مجھے اس سے محبت ہے اور میرا وعدہ ہے عاصم آبلش کو کبھی کوئی تکلیف چھو کر بھی نہیں گزرے گی۔" وہ ہاتھ ملا کر رخصت ہو گیا مگر عروہ اور عاصم کو سوچوں کے گہرے سمندر میں ڈوبنے کے لیے چھوڑ گیا تھا۔

☆.....☆.....☆

"موسم بہت اچھا ہے یار۔۔۔ ہم چلتے ہیں۔۔۔ لیس آئی ایم ریڈی۔۔۔ ہاں میں نکل رہی ہوں۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔ اوکے۔۔۔" وہ اپنا قیمتی آئی فون پکڑے تیزی سے سیڑھیاں اترتی ہوئی نیچے آئی تھی۔۔۔ آصف لودھی آفس تھے نوئی اسکول اور نور ڈرائیور کے ساتھ گردسری وغیرہ کے لیے گئی ہوئی تھیں جبکہ آبلش لاؤنج میں بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی۔۔۔ موسم واقعی بدل رہا تھا سردیوں کی آمد آتھی اگرچہ دن گرم تھے مگر راتیں اچھی ہو گئی تھیں۔۔۔

رمشا کو اوپر سے نیچے آتا دیکھ کر آبلش ٹھٹھک گئی۔۔۔ اسکی ڈریسنگ دیکھ کر آبلش کے توجہ دہ طبق روشن ہو چکے تھے۔۔۔ ٹائٹ جینز کی پینٹ پر شارٹ سلو لیس ٹاپ پہنے ہوئے وہ بلاشبہ کوئی ماڈل لگ رہی تھی مگر اسکے دودھیا بازو اور شرٹ سے ہلکی سی نظر آتی کمر دیکھ کر آبلش بھی شرمائی۔۔۔ فلموں ڈراموں کی حد تک تو ٹھیک مگر پہلی بار حقیقت میں وہ رمشا کو ہی اس طرح دیکھ رہی تھی۔۔۔

"اما کہاں ہیں۔۔۔۔" وہ ڈائینگ ٹیبل سے سیب اٹھا کر کھاتے ہوئے فل ایٹیلو ڈ سے بولی "وہ تو باہر گئی ہیں۔۔۔ کوئی کام ہے تو بتاؤ میں کر دیتی ہوں۔۔۔" آبلش کھڑی ہو گئی تھی "تمہیں کیا لگتا ہے میں اما کو کسی کام کے لیے ہی بلاتی ہوں ہر وقت..... ہم ماں بیٹی کے بیچ کوئی اور بات نہیں ہو سکتی کیا۔۔۔" وہ چڑ کر بولی

"میرا وہ مطلب نہیں تھا۔۔۔" آبلش گھبرائی ضرور تھی مگر اب اسکا اعتماد بحال ہو چکا تھا "اما آئیں تو بتا دینا میں دوستوں کے ساتھ جارہی ہوں تھوڑا لیٹ آؤں گی۔۔۔" وہ کہہ کر نکلنے لگی جب

انکا ہاتھ اٹھا اور کب رمشا کے چہرے پر انہوں نے ایک زوردار تھپڑ رسید کیا انھیں خود بھی علم نہ ہوا۔۔۔

"امی۔۔۔ نہیں۔۔۔" آہش جو شکذ کی سی کیفیت میں کھڑی تھی ماں کو روکنے کے لیے آگے بڑھی۔۔۔
"رمشا بے یقینی سے آنکھوں میں آنسو لیے گال پر ہاتھ رکھے نور لودھی کو یک ٹک دیکھے گئی۔۔۔ آج پہلی بار نور لودھی نے اس پر ہاتھ اٹھایا تھا۔۔۔

"چلی جاؤ میری نظروں سے دور۔۔۔ چلی جاؤ دونوں۔۔۔" نور لودھی اونچی آواز میں دھاڑی تھی
آہش قریب آئی جب نور لودھی نے اسے بھی ہاتھ کے اشارے سے دور ہونے کو کہا۔۔۔ رمشا روتے روتے اوپر اپنے کمرے میں بھاگ گئی۔۔۔ جبکہ آہش ساں ساں ہوتے دماغ کے ساتھ وہیں کھڑی رہی۔۔۔ نور لودھی بھی تیزی سے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔۔۔ آہش کو اپنے آپ پر شدید غصہ آیا۔۔۔ وہ وہیں بیٹھ کر خاموش آنسو بہاتی رہی۔۔۔ کاش میں رمشا کو تاروکتی۔۔۔ یا اللہ۔۔۔ وہ اپنی فلفلی مان چکی تھی ایک عجیب و غریب سچویشن میں وہ پھنس چکی تھی۔۔۔ کافی دیر رونے کے بعد اس نے آنسو صاف کیے اور لاؤنچ کے دروازے کے قریب گرا کر دوسری اٹھا کر کچن میں رکھنے لگی۔۔۔ مگر دل میں آنے والے وقت کو لے کر ہزاروں خدشات نے اسکو جکڑ لیا تھا۔

☆.....☆.....☆

سردار عزیز تو اپنا یہاں آنے کا مقصد بیان کر کے چاچا کا تھا مگر عاصم اور عروہ کے تو جیسے ہوش اڑے ہوئے تھے۔۔۔ اس اچانک افتاد کے لیے تو وہ دونوں ہی تیار نہ تھے۔۔۔
"نہیں عروہ یہ رشتہ بے جوڑ ہے کہاں ہماری معصوم سی آبی اور کہاں عزیز صاحب۔۔۔۔" عاصم کافی دیر ادھر سے ادھر ٹھٹھلنے کے بعد عروہ کے قریب آیا تھا
"کیا مطلب۔۔۔" عروہ سب سمجھتے ہوئے بھی انجان بنی تھی۔

"مطلب صاف ہے وہ شادی شدہ دو بچوں کے باپ ہیں۔۔۔ ہماری آبی سے کم سے کم بھی 13 یا 14 سال بڑے ہیں۔۔۔" عاصم اب پلاسٹک کی کرسی پر بیٹھ چکا تھا
"دس سال تو آپ بھی مجھ سے بڑے ہیں عاصم۔۔۔ یہ جواز تو خیر انکار کے لیے ٹھیک نہیں۔۔۔" عروہ

جو کچھ سردار کی آنکھوں میں دیکھ چکی تھی اسکے آگے تو اسے سب ہی جواز بیکار لگ رہے تھے

"چلو ٹھیک ہے۔۔۔ مگر شادی۔۔۔ بچے۔۔۔ یہ بات تو کسی صورت قابل قبول نہیں۔۔۔" عاصم تذبذب کی کیفیت میں بولا

"اسکے علاوہ کوئی عیب ہے ان میں۔۔۔؟" عروہ تسلی سے پوچھ رہی تھی

"نہیں اگر یہ ناہوتا تو اس رشتے کو میں ہماری آبی کی خوش قسمتی سمجھتا۔۔۔" عاصم عروہ کو دیکھ کر بولا
"اور ایک بات کہوں مجھے ابھی بھی ایسا لگ رہا ہے کہ ہماری آبی واقعی خوش نصیب ہے۔۔۔ سردار عزیر کی آنکھوں میں آہش سے شادی کی خواہش سے کئی زیادہ مجھے آبی کیلئے محبت نظر آئی۔۔۔ رہا سوال شادی اور بچوں کا تو وہ انکا ماضی تھا۔۔۔ جسکا انہوں نے خود برملا اعتراف کیا ہے۔۔۔" عروہ بول رہی تھی جب عاصم نے اسے ٹوک دیا

"اچھا تو تمہیں سب ٹھیک لگ رہا ہے۔۔۔ تم بچی ہو عروہ وہاں تک نہیں سوچ سکتی جہاں تک میں سوچ رہا ہوں۔۔۔" عاصم بولا

"بیشک ٹھیک بول رہے ہیں آپ۔۔۔ میری بات سنیں ماضی اگر انکا ہے تو ایک حادثہ ہماری آبی کے ساتھ بھی ہو چکا ہے جس طرح سردار عزیر نے آبی کو ہم تک پہنچایا آپ کو نہیں لگتا وہ انسان نہیں کوئی فرشتہ ثابت ہوا ہمارے لیے۔۔۔" عروہ کو سردار عزیر کی سچائی میں قطعی شک نہیں تھا
"اچھا تو اس احسان کے بدلے میں اپنی آبی کا ہاتھ انکے ہاتھ دے دوں۔۔۔ نہیں عروہ۔۔۔ تم نہیں سمجھ رہی۔۔۔" عاصم الجھسا گیا تھا

"یہ فیصلہ ہمارا نہیں خالص آہش اور آنٹی جی نے لینا ہے۔۔۔ ہمیں سردار عزیر کا پیغام ان تک پہنچانا چاہیے۔۔۔" عروہ نے بات سمیٹی تھی

"ٹھیک ہے شام کو فون کرتے ہیں۔۔۔" عاصم نے گھٹنے ٹیک دیے تھے

"نہیں کل ہم خود جائیں گے۔۔۔" عروہ مسکرائی تھی

"کہاں۔۔۔ لاہور۔۔۔؟" عاصم چونکا تھا

"جی ہاں۔۔۔۔۔" عروہ ہنوز مسکرا رہی تھی

"اچھا جی۔۔۔۔۔ ویسے ایک بات تو بتائیں آپ کو کس بات کی خوشی ہو رہی ہے ہم۔۔۔۔۔" عاصم عروہ کے گلابی گال دیکھ کر اسکے قریب آیا تھا

"آپ کے ساتھ اتنا لمبا سفر کرنے کا سوچ کر۔۔۔۔۔" عروہ ہنسی تھی۔۔۔۔۔

"اچھا۔۔۔۔۔ چالا کو ماسی۔۔۔۔۔" عاصم نے اسے گدگدایا تھا اور وہ ہنستی چلی گئی

☆.....☆.....☆

"مطلب یہ گھر یہ گھر صرف اور صرف رمشا کے باپ کا ہے۔۔۔ اور میں جو انکی خاطر اپنا آپ تک فراموش کر بیٹھی اپنی زندگی انکے نام کر بیٹھی۔۔۔ اس گھر میں میری ہی بیٹی کی کوئی جگہ نہیں۔۔۔ کیا ایک عورت اپنی وفا اپنی محبت اپنا تن من سب کچھ لٹا کر بھی خالی ہاتھ رہتی ہے۔۔۔ جس گھر کو جوڑنے میں بنانے میں وہ اپنی تمام عمر لگا دیتی ہے اس گھر میں ہی اسکا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔۔۔ آصف لودھی کیا میری محبت میری وفا اس لائق بھی نہیں کہ مجھے اتنا ہی صلہ مل جاتا کہ میری بیٹی کو اپنی ماں کے ساتھ رہنے پر طعنے نا سننے پڑتے۔۔۔" نور کو اندر کمرے میں بند ہوئے گھنٹوں گزر چکے تھے۔۔۔ انھیں اچانک سے رمشا اور آصف کے ساتھ کی جانے والی اپنی محبت ضائع ہوتی محسوس ہوئی تھی۔۔۔ انھیں رمشا کی باتوں سے گہرا صدمہ ہوا تھا اسکے دل میں آبی کو لے کر جیسی ہے یہاں تک تو بات ٹھیک تھی مگر معلوم تو انھیں آج ہوا تھا کہ اسکے دل میں تو آبی کے لیے صرف زہر بھرا ہے۔۔۔ آج پہلی بار رمشا پر ہاتھ اٹھا کر درد نور لودھی نے خود محسوس کیا تھا مگر۔۔۔ جو تکلیف آبی کی بے عزتی پر انھیں ہو رہی تھی اس کا کوئی حساب نہیں تھا۔۔۔ ایک عجب درد دل میں اٹھا تھا۔

کیا میں یہ سب سہنے کے لیے آبی کو یہاں لائی ہوں۔۔۔۔۔ آہ آبی تم کتنی دور اندیش تھی اسلئے میرے لاکھ کہنے کے باوجود تم میرے پاس نہیں آتی تھی یہاں نہیں رہتی تھی۔۔۔۔۔ مگر اب۔۔۔۔۔ اب میں اپنی بیٹی کو یہ باتیں نہیں سننے دوں گی۔۔۔۔۔ کبھی نہیں۔۔۔۔۔" نور نے اپنے آنسو صاف کیے ہی تھے کہ آصف لودھی کمرے میں آگئے "اسلام علیکم۔۔۔۔۔" انہوں نے اندھیرے کمرے میں داخل ہو کر لائٹس آن کر کے سلام کیا تھا

مگر دوسری طرف ہنوز خاموشی تھی۔۔۔ نور آنکھوں پر بازوؤں رکھے خاموش لیٹی تھی

"نور۔۔۔ نور۔۔۔" آصف لودھی انکے قریب آ کر قدرے آہستہ آواز میں انہیں پکارنے لگے
مگر نور بھی ٹس سے مس نہیں ہوئی

"نور تم رو رہی ہو۔۔۔" آصف لودھی نے نرمی سے انکا بازو ہٹایا

"نہیں۔۔۔" نور نے صرف نہیں پر استغنا کیا جبکہ بند آنکھوں سے آنسوؤں کی دو لکیں اٹکی کپٹی کو بھگو
چکی تھیں

"نور پلیز۔۔۔ تم جانتی ہو یہ آنسو میں نہیں دیکھ سکتا مجھے بتاؤ کیا بات ہے۔۔۔" آصف لودھی تڑپ گئے تھے

"آصف۔۔۔" نور نے بھیکے لہجے میں ہی انہیں مخاطب کیا تھا

"جی جان آصف۔۔۔ بولو پلیز کیوں رو رہی ہو۔۔۔" آصف لودھی نے نور لودھی کا سراپے شانے پر رکھ لیا

"آصف کیا یہ گھر صرف آپکا ہے؟" نور نے آصف لودھی کو دیکھتے ہوئے پوچھا

"نہیں مجھ سے کئی زیادہ تمہارا۔۔۔" آصف لودھی نے مسکرا کر جواب دیا

"اس طرح یہ گھر آپ کی بیٹی کا بھی گھر ہوا میری بیٹی کا بھی گھر ہوا۔۔۔" نور لودھی نے ایک ٹک انہیں دیکھتے ہوئے پوچھا

"میری آپ کی کیا۔۔۔" ہمارے سب بچوں کا گھر ہیں ہماری آبش رمشا نعمان میرا تمہارا ہم سب

کا۔۔۔" آصف لودھی تسلی سے بولے

"تو رمشا یہ کیوں کہتی ہے آبی کو کہ وہ اسکے باپ کے گھر میں رہ رہی ہے ایسے سوچ سمجھ کر رہے۔۔۔" نور

لودھی نے واضح بات کی

"واٹ۔۔۔ یہ کب کہا مشونے۔۔۔" آصف لودھی کو حیرت کا جھٹکا سا لگا تھا

"کہہ دیا آصف۔۔۔ مجھے آج تک یہ بتائیں آصف کیا رمشا کے لیے میری محبت میرے پیار میں کوئی کمی

دیکھی آپ نے میں نے صرف اسے بیٹی مانا نہیں اسے محبت کی ہے ایک ماں کی طرح۔۔۔ اگر آبی میری جان

ہے تو رمشا میرا دل ہے۔۔۔ میری طرف سے کہاں کی رہ گئی آصف؟ کیوں رمشا آبش کو برداشت نہیں کر سکتی

مجھے آج معلوم ہوا وہ اس سے شدید والی نفرت کرتی ہے۔۔۔ ہاں نفرت۔۔۔" نور لودھی کی آنکھیں سرخ

"نور۔۔۔ میں شرمندہ ہوں۔۔۔ آہش میری بھی بیٹی ہے۔۔۔ یہ گھر جتنا ہمارا ہے اتنا اسکا ہے مگر مشابہی ایسی نہیں ہے مانا وہ تم سے محبت میں اور پوزیو ہو جاتی ہے مگر وہ آبی سے نفرت نہیں کر سکتی۔۔۔ آخر کار وہ دونوں بہنیں ہیں۔۔۔۔" آصف لودھی نے پیار سے نور کو سمجھایا

"آپ۔۔۔ آپ کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں میں غلط ہوں میں جھوٹ بول رہی ہوں۔۔۔۔ ہاں۔۔۔ میں اور میری بیٹی ہیں ہی جھوٹے آپ اور آپ کی بیٹی ہی سچے ہیں۔۔۔۔" نور اب دکھ اور صدمے کی سی کیفیت میں چلانا شروع ہو گئی تھی

نور کی آواز آہش اور نوی کے کمرے تک آرہی تھی۔۔۔ آہش کا دل کیا بھاگ کر جائے اور اپنی ماں کو گلے لگالے مگر نہیں کر سکتی تھی۔۔۔ وہ جانتی تھی اسکی ماں اس سے کتنی شدید محبت کرتی تھیں اور وہ آج اتنی دکھی تھیں سن کر آہش کی آنکھیں بھرا گئی تھیں وہ ماں کو چپ کرانا چاہتی تھی انہیں گلے لگانا چاہتی تھی۔۔۔۔ وہ اپنے کمرے میں تڑپ رہی تھی

"نور۔۔۔ فارگا ڈسک کیا ہو گیا ہے۔۔۔ اپنی طبیعت پلیز خراب مت کرو۔۔۔ میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ تم غلط ہو۔۔۔ ریلیکس ہو پلیز۔۔۔۔" آصف لودھی نور کا سر دبانے لگے تھے۔۔۔۔ نور کے لبوں کو جیسے اب قفل لگ گئے تھے۔۔۔ دل آہش کے پاس جانے کو تڑپ رہا تھا دل کو قرار ہی اس کو سینے سے لگا کر ملنا تھا مگر کبھی کبھی چند قدم کے فاصلے صدیوں پر محیط ہوتے ہیں۔۔۔۔۔

☆.....☆.....☆

"آہش آج مجھے تم سے پہلے سے بھی کئی زیادہ نفرت ہو گئی ہے۔۔۔ آج تمہاری وجہ سے ماما نے پہلی بار مجھ پر ہاتھ اٹھایا۔۔۔

I hate u i hate u so much

رمشانے اپنے بہتے آنسوؤں کو سختی سے رگڑا تھا کاسکے کمرے کا دروازہ ناک ہوا "کون ہے اب اس وقت۔۔۔" وہ چڑ کر بولی۔۔۔ وہ دونوں بازوؤں میں سر چھپاے اپنے قیمتی بیڈ کے

ساتھ ٹیک لگائے دبیز قیمتی قالین پر بیٹھی تھی

"میں ہوں۔۔۔" آصف لودھی نور کے سونے کے بعدرات کے دس بجے رمشا کے کمرے میں آئے۔۔۔

"آپ کیوں آئے اس وقت پاپا۔۔۔" رمشا نے انتہائی بیزارى سے کہا

"کیوں میں نہیں آسکتا کیا۔۔۔" آصف لودھی رمشا کے پاس نیچے قالین پر ہی بیٹھ گئے۔۔۔

رمشا محض انہیں بیزارى سے دیکھ کر رہ گئی

"میں آج تمہیں ایک کہانی سنانے آیا ہوں۔۔۔ ایک بادشاہ تھا اسکی ایک پیاری سی بیٹی تھی۔۔۔ شہزادی

بہت خوبصورت تھی لیکن افسوس کہ ملکہ شہزادی کے ساتھ زیادہ عرصہ نارہ سکی اور ایک دن شہزادی اور بادشاہ کو اکیلا

چھوڑ گئی۔۔۔ بادشاہ کی زندگی ویران ہو گئی شہزادی نوکروں کے ہاتھوں خوار ہونے لگی۔۔۔ پھر معلوم ہے ایک

دن بادشاہ ایک نئی ملکہ لیا جس نے ناصرف بادشاہ کی زندگی کو خوشیوں سے بھر دیا بلکہ شہزادی کو بھی دل و جان سے

تسلیم کیا۔۔۔ ملکہ ہر وقت شہزادی کو اپنے ساتھ لپٹائے رکھتی۔۔۔ شہزادی کے ساتھ ہنستی شہزادی کے ساتھ بولتی

کھیلاتی مسکراتی۔۔۔ بادشاہ اور شہزادی نئی ملکہ کے آنے سے ایک بار پھر جی اٹھے تھے۔۔۔ اور معلوم ہے وہ ملکہ

کون تھی تمہاری ماں نور۔۔۔ ہاں نور۔۔۔

جب تم چھوٹی تھی ہر وقت روتی رہتی تھی کبھی کبھی تو میں بھی تم سے اکٹا جاتا تھا مگر جب نور میری زندگی میں

آئی تو اس نے تمہیں ایسا سنبھالا جیسے ایک سگی ماں بھی شاید اپنی اولاد کو نا سنبھالتی ہو۔۔۔ میں نے اسے تمہاری

خوشی میں خوش ہوتے دیکھا ہے تمہاری تکلیف پر روتے دیکھا ہے۔۔۔ کیا تمہیں نور کی محبت یاد ہے۔۔۔؟"

آصف لودھی بولتے بولتے خاموش ہوئے تھے

"ماں کی محبت بھی کوئی بھولنے والی چیز ہے پاپا۔۔۔" رمشا کی آنکھیں بھونک سی گئی تھیں

"جس عورت نے ہمیں سنبھالا ہو۔۔۔ کیا ہم اسکی بیٹی کو اپنا نہیں سمجھ سکتے مشو۔۔۔ بتاؤ۔۔۔" آصف

لودھی اصل بات کی طرف لوٹے تھے

رمشا خاموش ہی رہی تھی۔۔۔

"مجھے امید ہے تم میری بات کو سمجھو گی۔۔۔" آصف لودھی کھڑے ہو گئے

رمشا سر جھکائے خاموش بیٹھی رہی۔۔۔

”کل صبح اپنی بہن اور ماما سے سوری ضرور کرنا۔۔۔ چھوٹی سی سوری کہنے سے ہمارا تو کچھ نہیں جاتا مگر اس سے دلوں میں پیدا ہوتی رنجشیں اور کدورتیں ختم ہو سکتی ہیں۔۔۔۔“ آصف لودھی محبت و شفقت سے اسکے سر پر ہاتھ رکھ کے کہتے ہوئے چلے گئے۔۔۔

☆.....☆.....☆

واپسی پر سارے راستے اس پر عجب ہی سرور طاری تھا۔۔۔ منزل کو جاتی پہلی سیڑھی پر وہ قدم رکھ چکا تھا۔۔۔ ایک مشکل ترین مرحلہ خود کو سب کے سامنے لانا تھا جو وہ لانے میں کامیاب رہا۔۔۔ اب وہ بیتاب تھا تو آبی کی طرف سے آنے والے جواب کو لے کر۔۔۔ دل نا جانے کیوں آبی کو دیکھنے پر بھند تھا۔۔۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا سردار عزیز کا پیغام سن کر آبی کے تاثرات کیا ہوں گے۔۔۔ مگر وہ فی الحال نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔۔ پہلی منزل طے کرتے ہی اسے احساس ہونے لگا تھا کہ زندگی واقعی خوبصورت ہے وہ تو عمر کے تیس سال گزارنے کے باوجود بھی زندگی کے ایسے تمام لطیف جذبوں سے نا آشنا تھا۔۔۔ اسے اس محبت سے آشنا کراتی آبی ہر گزرتے دن کے ساتھ اسکی رگوں میں لہو بن کر بہنے لگی تھی اس سے جدا ہونے کے بعد ہی تو اسے معلوم ہوا تھا کہ یہ زندگی اب اسکے بغیر کچھ بھی نہیں ساری زندگی کوئی شکست کے ساتھ کیسے گزار سکتا ہے اسے فاتح بننا تھا اسے اپنی محبت کے ساتھ جینا تھا۔۔۔ وہ مصمم ارادہ کر چکا تھا۔۔۔ اور اب اسے اپنے اس ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ہر کوشش کرنی تھی۔۔۔۔

وہ خوشی خوشی گھر داخل ہوا تھا۔۔۔ بابا سائیں مالی سے گردن ایریا کی صفائی کروا رہے تھے اور اماں سائیں تھوڑا فاصلے پر چھاؤں میں ہی کرسی پر براجمان حاجی سائیں کو دیکھ کر مسکرا رہی تھیں۔۔۔ عزیر نے چونکہ گاڑی گیٹ کے باہر ہی کھڑی کی اور وہ آرام سے داخل ہوا تھا لہذا بابا سائیں کو اسکی آمد کا علم نہیں ہوا وہ رخ پھیرے مالی سے انگور کی بیلوں کی کانٹ چھانٹ کر وارہے تھے۔۔۔ بی بی سائیں نے عزیر کو آنا دیکھ لیا تھا۔۔۔ عزیر کے لیوں پر میٹھی میٹھی مسکان دیکھ کر بی بی سائیں جیسے کھل سی گئیں تھیں کتنے دنوں بعد آج سردار عزیز یوں مسکراتا نظر آیا تھا۔۔۔

"میں کہتا ہوں میری تے قسمت ای چنگی نہیں۔۔۔ پتروی نہیں سنتے اور سنتا یہ نکما بھی نہیں۔۔۔ دو ہفتے سے صفائی کا کہہ رہا ہوں مگر مجال ہے جو کر جائے۔۔۔۔۔" حاجی سائیں لٹکی ہوئی بیل پر انگور چیک کرتے ہوئے مالی کی بھی کلاس لے رہے تھے۔

عزیر نے قریب پہنچ کر اماں سائیں سے اشارے سے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے تو وہ مسکرا کر سر ہلانے لگیں۔
 "اسلام علیکم بابا سائیں۔۔۔۔۔" عزیر نے بابا سائیں کے بالکل پیچھے کھڑے ہو کر قریب سے ہی سلام کیا تھا
 "اپنے بیٹے کی آوازن کر حاجی سائیں کا چلتا ہاتھ رک گیا وہ پلٹے ہی تھے کہ سردار عزیر بغلیگر ہو چکا تھا۔۔۔۔۔
 وہ نا جانے کتنے سالوں بعد بابا سائیں کے گلے لگ رہا تھا۔۔۔ بابا سائیں حیرت سے پیچھے بیٹھی بی بی سائیں کو دیکھنے لگے جو خود حیرت سے دونوں باپ بیٹے کو دیکھ رہی تھیں۔۔۔۔۔

بے اختیار ہی بابا سائیں نے اپنے بیٹے کو گرم جوشی سے بھینچا تھا۔۔۔۔۔ جوان اولاد جب یوں باپ کے سینے سے لگتی ہے تو باپ کے دل میں اترتے ڈھیروں سکون کا تصور بھی نہیں کر سکتی یہ ہی حال سردار عزیر کا تھا آج اتنے عرصے بعد باپ کے گلے لگ کر وہ خود کو چھوٹا بچہ سمجھنے لگا تھا۔۔۔۔۔ اسے یاد تھا آخری بار وہ انکے گلے زرینہ سے شادی سے پہلے لگا تھا۔۔۔۔۔ پھر اسکے بعد وہ سب سے ہی دور ہوتا چلا گیا باپ بیٹے میں ایک عجیب سی لکیر نے جگہ بنالی تھی مگر آج وہ لکیر جیسے مٹ گئی تھی دل کی کشافیتیں دھل گئی تھیں۔۔۔۔۔ باپ بیٹے دونوں ایک دوسرے سے الگ ہوئے تو آنکھوں میں موجود آنسو واضح تھے مگر دونوں ہی آنسو چھپا گئے تھے مگر سامنے بیٹھی بی بی سائیں نے اپنے آنسو نا صاف کیے تھے نا چھپائے تھے۔۔۔۔۔ وہ یہ منظر دیکھ کر روتے ہوئے مسکرا رہی تھیں۔۔۔۔۔ اور خدا کا شکر ادا کر رہی تھیں کہ باپ اور بیٹے کے درمیان دوری کی دیوار گر چکی تھی۔۔۔۔۔

دور کھڑی شانوبی بی اور زہرا بی بی بھی یہ منظر دیکھ کر خوشگوار حیرت میں مبتلا تھیں۔۔۔۔۔ آج کتنے عرصے بعد اس گھر کے آنگن میں یوں محبتوں کی فضا چلی تھی جس نے اتنے سالوں پر محیط کشیدگی کو بیل بھر میں ختم کر دیا تھا۔۔۔۔۔

☆.....☆.....☆

صبح ناشتے کی میز پر گھر کا ماحول کافی حد تک پرسکون تھا۔۔۔۔۔ نور لودھی آبش رمشا اور آصف لودھی سب ہی ٹیبل پر موجود تھے نومی اسکول جا چکا تھا۔۔۔۔۔ سب تھے تو پرسکون مگر سب ہی خاموش تھے کوئی بھی بات شروع

کرنے سے کترار ہاتھا۔۔۔ ایسے میں آصف لودھی نے ہی بات کا آغاز کیا۔۔۔

"میں سوچ رہا ہوں کیوں ناہم سب کل پرسوں کسی آونگ پر چلیں۔۔۔" آصف لودھی نے بات کا آغاز کیا

"لیکن دوسری جانب نور لودھی رمشا اور آبی ہنوز خاموش تھے۔۔۔ آبی کو یوں سب کا خاموش رہنا برا لگا تھا لہذا اس نے ہی پہلے نور اور پھر رمشا کو دیکھ کر آصف لودھی کو دیکھا

"جی ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ اکل۔۔۔" اس نے آصف لودھی کی ناچاچے ہوئے بھی تائید کی تھی انہوں نے آنکھ کے اشارے سے آبی کو نور کی طرف متوجہ کیا تھا۔ آبی اگلی بات سمجھتے ہوئے نور کو بلانے لگی "کیوں امی۔۔۔ آپ کیا کہتی ہیں۔۔۔ کیوں رمشا۔۔۔" آبی نے رمشا کو بھی مخاطب کر لیا "ہاں۔۔۔ ٹھیک کہہ رہے ہیں پاپا۔۔۔" رمشا نے پہلے تو ایک گھوری آہش پر ڈالی پھر آصف لودھی کو دیکھ کر سر جھکا لیا۔

"تم دونوں کل تیار رہنا۔۔۔ کل چلیں گے آصف۔۔۔" نور لودھی نے بھی قدرے نرم لہجے میں کہا۔ "اوکے ڈن۔۔۔ کل ہم ڈنروہاں کریں گے جہاں شادی کے بعد فرسٹ ٹائم میں اور تم لوگوں کی ماما گئے تھے۔۔۔ کیوں نور ٹھیک ہے نا۔۔۔" آصف لودھی نے خوشگوار لہجے میں کہا "جی۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔" نور لودھی نے پہلے حیرت سے آصف لودھی کو دیکھا اور پھر مسکرا کر حامی بھری۔ "ماما یہ چیز آئیٹ لیں۔۔۔" رمشا نے آئیٹ کی پلیٹ نور لودھی کی طرف بڑھائی تھی۔ "تھینک یو۔۔۔" نور لودھی نے مسکرا کر پلیٹ تھام لی تھی۔ جس پر رمشا کے چہرے پر پھیلتی خوشی دیدنی تھی

آہش نے نور لودھی کے چہرے پر حسرت سے دیکھا تھا مگر انہوں نے نظر اٹھا کر آہش کو نہیں دیکھا تھا۔۔۔ آصف لودھی نے رمشا اور نور کو مسکراتے دیکھ کر سکھ کا سانس لیا تھا۔۔۔

آہش کے دل میں کچھ ٹوٹا ضرور تھا یکدم سے وہ اس ماحول میں مس فٹ سی ہو گئی تھی۔۔۔ یہ ہی بات رمشا کو دل ہی دل میں نہال کر رہی تھی۔۔۔

آبش ناشتے کی ٹیبل سے ملازمہ کی مدد سے برتن سمیٹنے لگی۔۔۔ جب نورلودھی کے آگے سے پلیٹ اٹھاتے ہوئے انہوں نے آبش کا ہاتھ پکڑ لیا۔۔۔

"یہ کام تمہارا نہیں ہے۔۔۔ جسکا ہے اسکو کرنے دو۔۔۔ آخر یہ تمہارا بھی اتنا ہی گھر ہے جتنا ہمارا۔۔۔"

نورلودھی کا انداز بہت کچھ جتنا ہوا تھا۔

آبش کا ہاتھ رک گیا تو ثابت ہوا اسکی ماں ابھی تک دل سے اپنی بیٹی کی تذلیل بھلا نہیں پائی تھیں۔۔۔

رمشا کے ساتھ آصف لودھی نے بھی نورکو دیکھا تھا۔۔۔

"نور ٹھیک کہہ رہی ہے آبی۔۔۔ تم بھی رمشا کے ساتھ کوئی یونیورسٹی وغیرہ وزٹ کرو۔۔۔ آگے اسٹڈیز کا سوچو۔۔۔ اوکے نور

I have to go now

اوکے گرلز خدا حافظ۔۔۔"

آصف لودھی کہہ کر جا چکے تھے۔۔۔ آبی جان بوجھ کر تھوڑی دیر کے لیے اپنے کمرے میں چلی گئی وہ چاہتی تھی نور لودھی رمشا کو ٹائم دیں۔۔۔

"mama am really sorry i don't want to hurt you seriously"

رمشا سنجیدگی سے نور لودھی کے ہاتھ تھام کر بولی

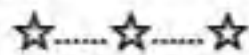
"اُس اوکے بیٹا ایم سوری ٹو میں نے تم پر ہاتھ اٹھایا گیا۔۔۔ لیکن یہ ہمیشہ یاد رکھنا آبش تمہاری بہن ہے۔۔۔ میرے اور تمہارے پاپا کے بعد اگر تم کسی کو اپنا ہمدرد پاؤ گی تو وہ آبش ہے۔۔۔ کوشش کرو اسکو اپنانے کی۔۔۔ آبش صرف آبش نہیں سراپا محبت و راحت ہے۔۔۔ اسکے احساسات کو محسوس تو کرو اسے موقع تو دو قریب آنے کا۔۔۔" نور لودھی نے پیار سے رمشا کو گلے لگاتے ہوئے سمجھایا

"جی ماما۔۔۔ میں چلتی ہو لیٹ ہو رہی

take care bye"

وہ نور لودھی کے گال پر پیار کرتے ہی تیزی سے بیک اٹھا کر باہر نکل گئی تھی۔

"اونہہ۔۔۔ سراپا محبت مائی فٹ۔۔۔" رمشانے غصے سے اپنی گاڑی سٹارٹ کی اور زناٹے سے لے اڑی



”میں اندر آ جاؤں۔۔۔۔۔“ زہرا بی بی بڑی سی سیاہ کڑھائی والی چادر لپیٹے سردار عزیر کے کمرے پر دستک دیتے ہوئے اجازت طلب کر رہی تھی

دروازہ اگرچہ کھلا تھا۔۔۔ مگر احتراماً وہ بغیر اجازت کمروں میں نہیں جاتے تھے۔۔۔
سردار عزیز وادروب کی چیزیں کنگھالنے میں مصروف تھا۔

”ارے آؤ ہر اچھا ہوا آگئیں۔۔۔۔۔ میری وہ بلیک روپکس نہیں مل رہی دیکھ دوؤ را کدھر چلی گئی۔۔۔۔۔“

سردار عزیز خود کمرے میں پڑے خوبصورت دیوان پر بیٹھ چکا تھا

”یہ لو۔۔۔ بس اب جلدی جلدی ہماری بھابھی لے آؤ۔۔۔ تاکہ اس روز روز کے جھنجھٹ سے تمہاری جان چھوٹے۔۔۔“ زہرا نے ایک منٹ میں ہی گھڑی ڈھونڈ نکالی تھی۔۔۔ وہ جانتی تھی گھڑی کے معاملے میں سردار عزیز کتنا حساس تھا۔۔۔ اب وہ مسکراتے ہوئے اسے چھیڑ رہی تھی

”تمہیں لگتا ہے میں تمہاری بھابھی یہ سب کروانے کے لیے لاؤں گا۔۔۔ نہیں اسے ان سب میں نہیں
الجھانا وہ بس میری ذات تک محدود رہے یہ ہی کافی ہے۔۔۔“ وہ مسکراتے ہوئے گھڑی اپنی مردانہ کلائی پر سجاتے
ہوئے بولا۔۔۔

”اوہو۔۔۔ اللہ! اللہ۔۔۔ کون ہے وہ جس نے ہمارے سردار عزیر کی سوچ کو یکسر بدل دیا اب پلیز بتا دو۔۔۔“ زہرا نے خوش ہوتے ہوئے منت کرتے لہجے میں کہا تھا وہ بھائی کے پاس ہی بیٹھ گئی تھی

”بس ہے کوئی۔۔۔۔۔ میرا دل کرتا ہے کاش میں شاعر ہوتا یا شاعری کی کوئی سمجھ بوجھ ہوتی تو اسکے لیے ایک آدھ شعر تو ضرور کہتا۔۔۔۔۔ مگر وہ کیا ہے سچ کہوں تو لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔ مجھے بیان کرنا آتا ہی نہیں۔۔۔۔۔“ وہ صاف گوئی سے بولا تھا

"تو اس طرح بات کیسے آگے بڑھے گی عزیز۔۔۔" زہرا نے پوچھا
 "بات تو آگے بڑھا آ پاہوں زہرا اب بس دعا کرو۔۔۔۔" وہ سنجیدہ تھا

"بات تو آگے بڑھا آیا ہوں زہرا اب بس دعا کرو۔۔۔۔" وہ سنجیدہ تھا

"مطلب۔۔۔۔۔ محبت کا اظہار کر آئے ہو۔۔۔۔۔" زہرا بی بی خوش ہوئی

"نہیں محبت کا پیغام بھجوا آیا ہوں۔۔۔۔۔ اب دعا کرنا جواب میرے حق میں آئے۔۔۔۔۔" وہ زہرا بی بی کو دیکھتے ہوئے بولا

"بھائی بتاؤ تو سہی کون ہے کہاں سے ہے۔۔۔۔۔ باقی تم ہم پر چھوڑ دو۔۔۔۔۔ ہم کسی قیمت پر بھی اپنے بھائی کی خوشی حاصل کر کے رہیں گے۔۔۔۔۔" زہرا محبت سے بولی

"زہرا وہاں بول دے پھر دنیا کی کوئی طاقت اسے میرا ہونے سے نہیں روک سکتی۔۔۔۔۔" سردار عزیر کے لہجے میں بہت کچھ تھا۔

"اسے معلوم ہے شادی اور بچوں کا۔۔۔۔۔" زہرا کے لہجے میں کچھ خدشات پوشیدہ تھے۔

"ہاں اور جو کچھ نہیں بھی معلوم تو وہ بھی معلوم ہو جائے گا۔۔۔۔۔" سردار عزیر نے ایک سرد آہ بھری تھی

"اللہ خیر کرے گا انشاء اللہ میں دعا کروں گی۔۔۔۔۔ پریشان نا ہو۔۔۔۔۔" زہرا نے نوٹ کیا وہ یکدم کچھ پریشان سا ہو گیا تھا۔

"زہرا میں اسکے بغیر نہیں رہ سکتا۔۔۔۔۔ مجھے اسے حاصل کرنا ہے۔۔۔۔۔" سردار عزیر کی آنکھوں میں بہت کچھ تھا

"ایک بات پوچھوں۔۔۔۔۔ سچ بتاؤ گے۔۔۔۔۔" زہرا بی بی نے سردار عزیر کو دیکھتے ہوئے پوچھا

"ہم پوچھو۔۔۔۔۔" وہ اب خود کو سنبھال چکا تھا

"یہ لڑکی کون ہے مجھے سچ سچ بتاؤ۔۔۔۔۔" زہرا نے سنجیدگی سے پوچھا

"تمہیں کوئی شک ہے تو صاف صاف بولو بات گھما کیوں رہی ہو۔۔۔۔۔" سردار عزیر اسے گھورتے ہوئے بولا

"مطلب۔۔۔۔۔ آہش۔۔۔۔۔ مطلب یہ آہش وہی تو نہیں جو آج سے کچھ ماہ پہلے اغوا ہوئی تھی۔۔۔۔۔"

زہرا نے سردار عزیر کو دیکھتے ہوئے کہا

"ہاں۔۔۔۔۔ مگر تم یہ سب کیسے جانتی ہو۔۔۔۔۔" سردار عزیر کو حیرت اس بات پر نہیں تھی کہ اسے یہ سب

کیوں معلوم ہوا اسے حیرت اس بات پر تھی کہ اسے آہش کا نام اور یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ وہی لڑکی تھی جو اغوا ہوئی

عاصم ماموں کے گلے لگ گئی۔۔۔ عاصم ماموں نے پنڈ کیری سائیڈ پر رکھ کر آبش کو گلے لگا کر سر پر ہاتھ پھیرا تھا۔۔۔ ماموں کے ساتھ لگتے ہی نانی ماں کی اتنی شدت سے یاد آئی کہ وہ اپنے آنسو نہیں روک سکی۔۔۔ نم آنکھوں سے اس نے عروہ کو گلے لگا لیا وہ دونوں بچپن کی دوستیں دکھ سکھ کی ساتھی تھیں۔۔۔ دونوں ہی ابدیدہ ہو چکی تھیں۔۔۔ آبش کے لیے یہ سر پرانز کسی نعمت سے کم نہیں تھا۔۔۔

☆.....☆.....☆

"تم۔۔۔ تمہیں یہ سب کیسے معلوم۔۔۔" عزیر نے حیرت سے زہرا سے پوچھا۔۔۔
 "بس آپ نے کچھ ثبوت چھوڑ دیے تھے جو میرے ہاتھ لگ گئے۔۔۔" زہرا شرارت سے مسکرائی تھی
 "مثلاً۔۔۔ آپ کے لیپ ٹاپ کی گوگل ہسٹری میں آبش نام کا مطلب سرچ کرنا۔۔۔" زہرا نے عجیب انکشاف کیا۔

"تم نے میرا لیپ ٹاپ کب استعمال کیا وہ بھی بتا جاؤ۔۔۔" سردار عزیر نے اسے گھورا تھا
 "معاف کرنا مگر پرسوں مجھے کچھ آن لائن خریداری کرنی تھی میرا فون خراب تھا تو سوچا آرڈر ہی تو پلیس کروانا ہے اس سے کروا دیتی ہوں۔۔۔ خدا کی کرنی تمہارا پاس ورڈ بھی نہیں لگا تھا گوگل آن کیا تو ہسٹری چیچ چیچ کر آبش کا نام پکار رہی تھی۔۔۔ سرچ بار میں آبش کا نام۔۔۔ بس پھر میں نے کافی دماغ لڑایا یہ بات ہی کسی اچنبھے سے کم نہیں کہ سردار عزیر عباس ایک لڑکی کے نام کا مطلب بار بار سرچ کر رہے ہیں۔۔۔ اور اب تمہاری الماری میں موجود ایک خون سے تر شرٹ کا ہونا اس شرٹ کو دھونے بھی نادینا معاملہ گھمبیر تو یہیں سے لگتا ہے سو میں نے نام سنا ہوا ہے کہ اس دن سائیں عبداللہ کے مزار سے جو لڑکی غائب ہوئی تھی وہ آبش تھی۔۔۔ تو کیا عزیر یہ وہی آبش ہے؟" زہرا بی بی نے تفصیلی اسے ساری بات بتائی

"ہاں۔۔۔ یہ وہی آبش ہے۔۔۔" سردار عزیر نے ایک گہری سانس لے کر سردیوان کی پشت سے ٹکا دیا
 "یہ کب کیسے۔۔۔ میرا مطلب تم کیسے جانتے ہو اسے۔۔۔" زہرا بی بی الجھ گئی۔

اور پھر سردار عزیر نے آبی کے ساتھ ہونے والے حادثے کی سچائی سے لے کر اسکی جان بچا کر اسے اسکے گھر تک پہنچانے تک سب کچھ حرف با حرف زہرا بی بی کو حقیقت بتائی۔۔۔ جسے عزیر کے کمرے میں آتی بی بی

سائیں بھی دروازے کے قریب رک کر خاموشی سے سنتی رہیں۔۔۔

"اب بتاؤ اگر میں نے کچھ غلط کیا ہو۔۔۔" سردار عزیز بتا کر جھکے جھکے لہجے میں بولا

"تم نے کچھ غلط نہیں کیا عزیز۔۔۔" بی بی سائیں چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے اسکے قریب آ چکی تھیں۔۔۔ زہرا نے انہیں عزیز کے قریب بیٹھنے کی جگہ دی اور خود کھڑی ہو گئی

"اماں سائیں مجھے اس سے محبت ہے۔۔۔" سردار عزیز نے اپنی محبت کا کھل کر اعتراف کر لیا تھا

"میں تمہارے ساتھ ہوں بیٹا۔۔۔ جیسا چاہو گے ویسا ہوگا۔۔۔" اماں سائیں نے سردار عزیز کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا تھا جس پر وہ انکے گلے لگ گیا تھا

"پر اماں بابا سائیں۔۔۔۔۔ وہ مان جائیں گے؟" زہرا کے دل میں کسی خدشے نے سر اٹھایا تھا

"انہیں ماننا پڑے گا۔۔۔ وہ لڑکی ہمارے بیٹے کی زندگی میں آئی اور ہمارے لیے مبارک ثابت ہوئی

ہے۔۔۔۔۔ ہم سب کو بہت سالوں بعد ہمارا پہلے والا سردار عزیز ملا ہے اور کیا چاہیے۔۔۔ میرے بیٹے کی خوشی

کے آگے اب سب کو سر جھکانا ہوگا۔۔۔" اماں سائیں محبت سے اپنے بیٹے کو دیکھتے ہوئے بولیں۔۔۔۔

"تو کیا اغوا والی بات بابا سائیں نظر انداز کر سکیں گے۔۔۔" زہرا کے لرزتے لبوں سے پھسلا تھا۔

"آبش پاک دامن ہے۔۔۔ اسکی پاکیزگی کی گواہی میں ہوں اماں سائیں۔۔۔ وہ پانی کا وہ شفاف قطرہ

ہے جو کبھی میلا نہیں ہو سکتا۔۔۔" سردار عزیز بول رہا تھا۔

"بس تم یہ کام مجھ پر چھوڑ دو بیٹا۔۔۔ تم اپنی شادی کی تیاری کرو تمہارے سارے ارمان پورے ہوں گے

اس بار۔۔۔" اماں سائیں محبت سے مسکرائیں تھیں۔۔۔

☆.....☆.....☆

رات کھانے کے بعد وہ سب لاؤنج میں خوش گپیوں میں مصروف تھے عروہ اور عاصم ماموں کے آنے سے

جیسے گھر بھر میں رونق اتر آئی تھی خاص طور پر آبی کے لیے یہ دن بہت خاص ہو گیا تھا۔۔۔ عروہ اور عاصم ماموں

ہی تھے جن سے وہ لڑ بھی لیتی غصہ بھی کر لیتی ناراض بھی ہو جاتی اور کھل کر ہنس بھی لیتی تھی۔۔۔ رات کا کھانا اس

نے نور لودھی کے لاکھ منع کرنے کے باوجود خود بنایا تھا۔۔۔

جس میں بخنی پلاؤ۔۔۔ کباب۔۔۔ مچھلی اور فروٹ ٹریفیل اس نے بہت محبت سے بنائے تھے۔۔۔ سب کو کھانا بے حد پسند آیا تھا۔۔۔ کھانے کے بعد بہت سے موضوعات پر گفتگو جاری رہی کبھی نانی ماں کی یاد میں آنسو بہائے کبھی انہیں یاد کر کے سب مسکرا دیے۔۔۔ آہش جب سے لاہور آئی تھی تب سے اب تک اسکی یہ ایک بہترین شام تھی۔۔۔

"نور باجی ہم یہاں آپ سے کوئی ضروری بات کرنے آئے ہیں۔۔۔ عروہ تم رمشا کو لے کر کمرے میں جاؤ میں بات کر لوں۔۔۔" عاصم نے وہ بات چھیڑ ہی دی جسکے لیے وہ دونوں یہاں آئے تھے۔۔۔ رمشا تو کافی دیر پہلے ہی اسٹڈیز کا بہانہ کر کے کمرے میں جا چکی تھی نومی انکے پاس بیٹھا بیٹھا صوفے پر ہی سو گیا تھا۔۔۔ عروہ عاصم کے کہنے پر آہش کو اندر کمرے میں لے آئی تھی۔۔۔ اب لاؤنج میں صرف آصف لودھی نور اور عاصم ہی موجود تھے۔۔۔

"عروہ کیا بات ہے۔۔۔ مجھے اندر کیوں لے آئی سب خیریت تو ہے۔۔۔" آہش عاصم کے یوں سنجیدہ ہونے پر پریشان سی ہو گئی تھی

"بالکل خیریت ہے۔۔۔ آؤ سن لو تم بھی۔۔۔ اب بھانجی کی رشتے کی باتیں ماموں بھانجی کو سامنے بٹھا کر تو نہیں کر سکتا نا۔۔۔" عروہ آبی کے روم کا دروازہ تھوڑا کھول کر وہاں کھڑے ہوتے ہوئے شرارت سے آبی کو اپنے قریب کرتے ہوئے بولی

"ہیں۔۔۔!!!" آہش نا سمجھی کے عالم میں دروازے سے کان لگا کر کھڑی ہو گئی

"آصف بھائی آپ آہش کے والد اور باجی آپ والدہ ہیں بیشک فیصلے کا اختیار آپ لوگوں کے پاس ہے۔۔۔ مگر ہمارے پاس جو پیغام آیا وہ آپ تک پہنچانا ہمارا فرض ہے۔۔۔" عاصم نے تمہید باندھی تھی

"بولو عاصم کیا بات ہے کھل کر بات کرو۔۔۔ ہم سن رہے ہیں۔۔۔" آصف لودھی نے نور کو دیکھتے ہوئے تسلی سے کہا

"اصل میں ہماری آبی کا رشتہ آیا ہے۔۔۔" عاصم کے الفاظ پر کمرے میں کھڑی آہش چونک گئی

"رشتہ آیا ہے۔۔۔ میرا۔۔۔ کس نے بھجوا یا۔۔۔" وہ دبی دبی آواز میں عروہ کے کان میں بولی

"سردار عزیز عباس کا۔۔۔" عروہ نے تیزی سے جواب دیا

"جیسے ایک لمحے کے لیے تو آبش نظر انداز کر گئی مگر اگلے ہی لمحے جیسے کرنٹ کھا کر پیچھے ہوئی۔۔۔" سردار عزیز عباس۔۔۔۔ "وہ حیرت سے نام دہراتے ہوئے عروہ کو دیکھنے لگی جو باتیں ہی سن رہی تھی

"رشتہ آیا ہے مگر کس کا عاصم۔۔۔۔" نور لودھی متحسّس تھی

"سردار عزیز عباس کا۔۔۔۔" عاصم نے نام ہی لیا تھا کہ دوسری جانب ایک معنی خیز سناٹا پھیل گیا

"سردار عزیز عباس۔۔۔۔ وہ دو بچوں کا باپ شادی شدہ۔۔۔۔ عاصم تمہارا دماغ خراب ہے کیا۔۔۔" نور لودھی گہرے صدمے کی سی کیفیت میں بولیں

"نور اسے بات پوری کرنے دو پلیز۔۔۔۔ ہاں بولو عاصم کیا کہا انہوں نے۔۔۔ دیکھنے میں تو ٹھیک ٹھاک سمجھ بوجھ والے لگتے ہیں یہ احتمالاً نہ بات کیوں کی انہوں نے۔۔۔۔" آصف لودھی نے نور کو خاموش رہنے کی تاکید کی اور خود بولے۔

"اگلی طلاق ہوئے کئی ماہ ہو چکے۔۔۔۔ بچے بھی پہلی بیوی کے پاس ہیں۔۔۔ وہ پیغام لے کر آئے تھے کہ انکا پیغام آپ لوگوں تک پہنچا کر آپ کا جواب ان تک پہنچایا جائے پھر وہ باقاعدہ رشتہ طے کریں۔۔۔ مزید انہوں نے کہا وہ آبی کو ہمیشہ خوش رکھیں گے۔۔۔"

آگے ہونا تو وہی ہے جو آپ سب چاہیں۔۔۔ عاصم نے بات ختم کی

"بات خوش رکھنے نارکھنے کی تو تب ہونا عاصم جب ہمیں یہ رشتہ قبول ہو۔۔۔ ہرگز نہیں۔۔۔ مجھے اپنی آبی کے لیے شادی شدہ دو بچوں کا باپ ہرگز نا منظور ہے۔۔۔۔" نور لودھی غصے سے بولیں

"نور پلیز down calm لڑکی والے گھر میں رشتے آتے رہتے ہیں۔۔۔ لیکن لڑکی والوں کو اپنی سمجھ بوجھ اور مشاورت سے ہی معاملات طے کرنا ہوتے ہیں۔۔۔ عاصم تم نے پوچھا نہیں کہ آخر ہماری آبی سے ہی کیوں رشتہ کرنا چاہتے ہیں وہ۔۔۔ میرا مطلب ہے۔۔۔ وہ بہت سرائگ بیک گراؤ مندرکتے ہیں دیکھنے میں بھی مکمل شخصیت کے حامل انسان ہیں مطلب کوئی کمی نہیں انکو۔۔۔ تو پھر ہماری آبی ہی کیوں۔۔۔۔۔" آصف لودھی کے سوال پر جہاں باہر سناٹا چھایا تھا وہیں آبی کو بھی اپنی چلتی دھڑکنیں رکتی محسوس ہوئی تھیں

"وہ اس لیے کہ ان وڈیروں کو شوق ہوتا ہے چھوٹی عمر کی لڑکیوں سے شادی کا۔۔۔ شادی کی بچے پیدا کیے دل بھر گیا تولات مار کرنی لے آئے۔۔۔" نور لودھی تختی سے بولی تھیں

"نہیں باجی سردار عزیر کم از کم ایسا بند نہیں ہے۔۔۔ اسکے کردار کی گواہی پورا پنڈ دیتا ہے لڑکی باز وہ کبھی بھی نہیں رہا آصف بھائی میں نے اپنے تئیں کچھ معلومات کروائی تھی۔۔۔ اگلے گھرانے کی کافی شہرت ہے۔۔۔ سردار عزیر کی شادی انکی والد کی مرضی سے اور سردار عزیر کی مرضی کے خلاف ہوئی تھی جس کا ایک نا ایک دن یہ انجام ہونا تھا۔۔۔ کہتے ہیں اسکی پہلی بیوی تھی تو ساتھ والے پنڈ کے چوہدری کی بیٹی مگر راج کے جاہل اور گنوار بس اسی وجہ سے یہ سب ہوا۔۔۔" عاصم نے واقعی کل تھوڑی بہت معلومات عروہ کے کہنے پر اکٹھی کی تھی۔۔۔

"تالی دونوں ہاتھوں سے بکتی ہے عاصم بے عیب تو یہ بھی نہیں ہوگا۔۔۔" نور پھر تلخ ہوئی

"تم نے بتایا نہیں عاصم کیا ان سے پوچھا تھا آبی ہی کیوں۔۔۔۔۔" آصف لودھی نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا

"جی۔۔۔۔" عاصم خاموش سا ہو گیا

"تو کیا کہا انہوں نے۔۔۔۔" آصف لودھی بولے

"انہوں نے کہا کہ انہیں آبی سے محبت ہے۔۔۔۔" عاصم بولا تھا مگر آبی کے سر پر جیسے پورے کے پورے گھر کی چھت آن گری تھی۔

☆.....☆.....☆

"کون ہے کون ہے آرہی ہوں۔۔۔۔" عروہ جو کچن میں دوپہر کے کھانے کی تیاری کر رہی تھی مسلسل بکتی بیل سے تنگ آ کر دوپہر سر پر لیتی ہوئی دروازہ کھولنے لگی۔

"آآپ۔۔۔۔" وہ سردار عزیر کو سامنے کھڑا دیکھ کر بوکھلا گئی۔

"اسلام علیکم۔۔۔۔" عاصم فون نہیں اٹھا رہا تھا سو چا خود جا کر مل آتا ہوں۔۔۔۔" سردار عزیر نے اسکی بوکھلاہٹ دور کرنے کی کوشش کی۔۔۔

"وہ تو ابھی دوکان سے نہیں آئے۔۔۔ آپ آئیے اندر بیٹھک میں تشریف رکھیں۔۔۔" عروہ کو سمجھ ہی

نہیں آ رہا تھا وہ اسے کیا کہے۔

"نہیں نہیں۔۔۔ میں یہاں ٹھیک ہوں۔۔۔ آپ ہی بتادیں۔۔۔ آبلش سے بات ہوئی انکے والدین کی طرف سے کوئی جواب لیا آپ نے۔۔۔" سردار عزیر کے لہجے میں بے چینی واضح تھی۔

"جی ہم لاہور ہی گئے ہوئے تھے دو دن رہ کر واپس آئے ہیں۔۔۔" عروہ نے بتایا۔

"اچھا پھر۔۔۔ کیا جواب دیا انہوں نے۔۔۔" سردار عزیر کی بے قراری حد سے سواتھی۔

"انکی طرف سے انکار ہے سردار صاحب باقی بات آپ کو عاصم ہی بتا سکیں گے۔۔۔" عروہ نے دل پر پتھر رکھ کر سچائی بتائی اگلے ہی لمحے اس نے سردار عزیر کے چہرے کے بدلتے رنگ دیکھے تھے

"آبلش نے بھی انکار کیا۔۔۔" سردار عزیر نے پھر پوچھا تھا

"جی۔۔۔" عروہ نے سردار عزیر کو عجب کشکش میں دیکھا۔۔۔

"آپ میرا ایک کام کریں گی۔۔۔" سردار عزیر نے عروہ کو دیکھا

"جی کیا۔۔۔" عروہ افسوس سے اسے دیکھ کر رہ گئی

"مجھے آبی کے گھر کا اڈریس چاہیے۔۔۔" سردار عزیر نے صاف لفظوں میں کہا

"پر۔۔۔ میں۔۔۔ نہیں دے سکتی۔۔۔" عروہ عجیب متذبذب کا شکار ہوئی

"دیکھیے یہ میری زندگی کا سوال ہے۔۔۔ مہربانی کریں مجھے اڈریس دیجیئے اور مجھ پر بھروسہ رکھیے میں کچھ غلط ارادے سے پتہ نہیں مانگ رہا۔۔۔ اگر ارادے غلط ہوتے تو میں پہلے ہی بہت کچھ کر گیا ہوتا۔۔۔" سردار عزیر نے کہا

"پر۔۔۔ میں کیسے۔۔۔"

"میرا آپ سے وعدہ ہے آپ کبھی شرمندہ نہیں ہوں گی اور آپ کا نام نہیں آئے گا اس معاملے میں لیکن دیکھیں میرا آبی کو یہ بتانا بہت ضروری ہے کہ میں اسکے بغیر نہیں رہ سکتا۔۔۔" سردار عزیر کی زبان ہی نہیں آنکھیں بھی سچ بول رہی تھیں۔۔۔

اس نے خاموشی سے پتہ لکھ کر کاغذ سردار عزیر کو تھما دیا اور دروازہ بند کر کے اندر آ گئی

"آبش محبت خود تمہیں لینے آئے گی اب اور میں چاہتی ہوں تم اس محبت کا ہاتھ تھام لو۔۔۔۔۔" عروہ سوچ کر رہ گئی۔۔

☆.....☆.....☆

"وہ تم سے محبت کرتے ہیں آبی۔۔۔ میں نے دیکھا ہے انکی آنکھوں میں۔۔۔" عروہ تو چلی گئی تھی مگر اسکے آواز جیسے ابھی تک آبش کے کانوں میں گونج رہے تھے۔۔۔ اس دن عاصم ماموں کو تو سب نے واضح انکار کر دیا تھا مگر یہ دودن جو عروہ نے یہاں گزارے اس نے اپنی طرف سے آبی کو جو کچھ تھا بتانا ضروری سمجھا۔

"عروہ مجھے یقین نہیں آتا وہ مجھ سے محبت کیوں کریں گے۔۔۔ ایسی کیا قیامت آگئی جو وہ رشتہ لے کر پہنچ گئے۔۔۔۔" آبی نے جواب دیا تھا

"کیوں تمہیں یقین کیوں نہیں آتا۔۔۔؟ ایک مون نے تمہارا اعتماد ویسے بھی ختم کر دیا ہے۔۔۔ کچھ یہاں رمشا کے آگے تم دو بن رہی ہو۔۔۔ دیکھو آبی تم محبت کیے جانے کے ہی قابل ہو۔۔۔ اور انہوں نے تمہاری جان بچائی ہے تم انکے ساتھ دودن رہی ہو کیا تمہیں ان میں کوئی برائی نظر آئی خود بتاؤ۔۔۔" عروہ نے اسکا بازو پکڑ کر پوچھا تھا۔

"انکی شادی انکے بچے۔۔۔" آبی نے اسے دیکھا۔

"آبی شادی انکا ماضی تھا۔۔۔ ہاں بچوں سے انسان جتنا مرضی کنارہ کر لے وہ کبھی ماضی نہیں بنتی۔۔۔ مگر میرے خیال میں یہ کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں بیوی کی جگہ تو وہ تمہیں دینا چاہتے ہیں اور ظاہر ہے بیوی کی اپنی جگہ اور اولاد کی اپنی جگہ ہوتی ہے۔۔۔" عروہ نے اسے سمجھایا تھا

"عروہ عروہ تم کیوں نہیں سمجھ رہی یہ نہیں ہو سکتا۔۔۔ میں لوگوں کے الزامات کو درست ثابت نہیں کر سکتی۔۔۔" آبش کو آج بھی مون کے الفاظ یاد تھے۔

"کن لوگوں کی بات کر رہی ہو۔۔۔ صاف صاف کہو مون کی بات کر رہی ہو۔۔۔" عروہ بھی تلخ ہوئی تھی

"ہاں جو بھی سمجھو۔۔۔" آبی نے نظریں چرائیں

"سمجھنے کی ضرورت تمہیں ہے۔۔۔ تم اپنے دل سے تنہائی میں پوچھنا یہ سردار عزیر کے متعلق کیا سوچتا

ہے۔۔۔۔۔" عروہ نا جانے کیوں بھڑکتی

"میرے گھر والے انکار کر چکے ہیں۔۔۔۔۔" آبی نے دو ٹوک کہا

"ہاں کیونکہ وہ سردار عزیز کو جانتے نہیں۔۔۔ جانتی تم ہو۔۔۔" عروہ نے دو بدو جواب دیا

"کسی کو جاننے کے لیے دو دن کافی ہوتے ہیں عروہ۔۔۔۔۔" آبی نے بے بسی سے سوال کیا

"میری جان کسی کو جاننے کے لیے کبھی کبھی چند لمحے ہی کافی ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ دو۔ دن تو بہت زیادہ

ہیں۔۔۔۔۔"

عروہ کے الفاظ اسکے کانوں میں گونج رہے تھے۔۔۔ نور لودھی نے تو صاف انکار کر بھیجا تھا مگر عروہ کی

باتوں نے آتش کو تذبذب کا شکار کر دیا تھا

"کیا ان دو دنوں کی بنیاد پر میں عمر بھر کا فیصلہ کر لوں۔۔۔۔۔ سردار عزیز کے احسان کا بوجھ ان سے شادی

کر کے چکا سکتی ہوں میں؟؟؟ وہ خود سے ہی عجیب و غریب سوال کرنے لگی تھی۔۔۔۔۔

"نہیں مجھے یہ نہیں سوچنا چاہیے۔۔۔۔۔ میری ماں انکار کر چکی ہے اب کسی دوسری بات کی کوئی گنجائش

نہیں۔۔۔۔۔" وہ سر جھٹکتے ہوئے اندر جانے لگی جب پیچھے کھڑی رمشا سے کھراگئی جو اسے دیکھ کر بڑی عجیب طرز

سے مسکرائی تھی

"دھیان سے۔۔۔۔۔ دھیان سے۔۔۔۔۔ آتش ابھی تو رشتہ آیا ہے تو تمہارے ہوش اڑ گئے۔۔۔۔۔" رمشا

نے بظاہر مسکراتے ہوئے کہا

"نہیں۔۔۔۔۔ وہ دراصل میں نے دیکھا نہیں تھا ام سوری۔۔۔۔۔" آبی بوکھلا گئی

"ہاں ہاں اب رشتے کی خوشی میں کچھ دکھائی تھوڑی دے گا۔۔۔۔۔ ویسے سنا ہے تمہارے لیے طلاق یافتہ دو

بچوں کے باپ کا رشتہ آیا ہے۔۔۔۔۔" رمشا تسخراڑاتے لہجے میں بولی

"ٹھیک سنا ہے۔۔۔۔۔ ماما نے انکار کر دیا ہے۔۔۔۔۔" آتش نے وضاحت کی

"غلط کیا۔۔۔۔۔ یہ رشتہ بھی غنیمت تھا۔۔۔۔۔ تمہاری نانی اماں نے جو تمہیں ان کھلے کھلے کپڑے اور بڑی بڑی

چادروں میں لپیٹ کے رکھا ہے نا یہ سب اس کا نتیجہ ہے۔۔۔۔۔ کچھ ہی عرصے بعد دیکھ لینا عمر رسیدہ اور رنڈوؤں کے

رشتے آنا شروع ہو جائیں گے تمہارے لیے۔۔۔۔۔" رمشا مسکراتے ہوئے انتہائی کاٹ دار لہجے میں کہتی ہوئی وہاں سے نکل گئی تھی۔۔۔

اور آبلش نا جانے کتنی دیر چپ چاپ وہاں کھڑی رہی۔۔۔۔۔

☆.....☆.....☆

"کیا کہا۔۔۔۔۔ ایک اغوا شدہ لڑکی ہماری بہو بنے گی۔۔۔ ناممکن۔۔۔" حاجی سائیں سن کر ہمتے سے ہی اکھڑ گئے تھے۔

"وہ اغوا ضرور ہوئی تھی مگر وہ بچی داغدار نہیں ہے۔۔۔ خاندانی اور شریف ہے۔۔۔" بی بی سائیں مضبوط لہجے میں بولیں

"او بھلی لو کے۔۔۔ تیرے بیٹے نے تو ہماری پگڑی اچھالنے کی قسم کھائی ہے تو ہی کوئی ہوش کے ناخن لے۔۔۔۔۔" حاجی سائیں بولے۔

"کیا پگڑی اچھالی ہے اس نے آپ کی۔۔۔؟ آپ وہ دن بھول گئے جس دن آپ کی پگڑی کو بچاتے بچاتے اس نے اپنے ارمانوں اپنی خوشیوں کی قربانی دی تھی۔۔۔ یاد ہے وہ دن جب آپ نے کسی کی عزت بچاتے بچاتے اپنے بیٹے کی خوشیوں کا گلا گھونٹ دیا تھا۔۔۔ آج اگر وہ اپنی مرضی کرنا چاہتا ہے تو آپ کیوں اسکے راستے کی دیوار بننا چاہتے ہیں۔۔۔" بی بی سائیں نے بھی سارے کھاتے کھول دیے تھے

"اپنی اس ایک غلطی کی وجہ سے میں اسے غلطی پر غلطی کرنے دوں۔۔۔ نہیں یہ نہیں ہوگا۔۔۔ اغوا کا داغ بہت بڑا ہوتا ہے۔۔۔" حاجی سائیں اپنی بات پر قائم تھے۔

"اچھا۔۔۔ تو جو بے داغ لائے تھے اس نے کتنی بھالی آپ کے بیٹے کے ساتھ کونسا دن اس نے ہمیں نہیں دکھایا۔۔۔" بی بی سائیں تنگی سے بولیں

"یہ نہیں ہوگا۔۔۔ کسی اور سے کرنی ہے تو کر لے۔۔۔ مگر اس لڑکی سے نہیں قطعاً نہیں۔۔۔۔۔" حاجی سائیں سختی سے بولے

"تو ٹھیک ہے اس فیصلے پر آپ مجھے اپنے مقابل پائیں گے۔۔۔ میں اپنے بیٹے کی شادی اس لڑکی سے

وہ نومی کو اسکول چھوڑ کر ارد گرد نگاہ دوڑانے لگی شاید کوئی رکشہ مل جاتا مگر دور دور تک رکشے کا نام و نشان تک نہ تھا۔۔۔ اس نے ایک طائرانہ نگاہ آسمان پر ڈالی جہاں سیاہ گرجے بادل برسے کو تیار تھے۔۔۔ گھر سے اسکول کا فاصلہ تو صرف 15 یا بیس منٹ کا تھا۔۔۔ مگر آتش کو اب احساس ہوا تھا کہ اسے نور لودھی کے ساتھ آنا چاہیے تھا کیونکہ کسی بھی لمحے بارش شروع ہو سکتی تھی۔۔۔ اور وہ چھتری نکال کے رکھنے کے باوجود ساتھ لانا بھول گئی تھی۔۔۔ یہ بات اسکے لیے واقعی پریشانی کا باعث تھی ڈیفنس وائے بلاک میں داخل ہو کر اس نے سکھ کا سانس لیا شکر تھا کہ وہ روڈ کر اس کر آئی تھی۔۔۔

اب بھی وہ ڈارک بلیو کلر کی شلوار قمیض پر سفید چادر اچھے سے لپیٹے تیز تیز قدم اٹھاتی جا رہی تھی۔۔۔ کہ اچانک ہی تیز بارش شروع ہو گئی۔۔۔ آتش جلدی سے ایک بنگلے کے گیٹ کے باہر بنے شیڈ کے نیچے ہو گئی۔۔۔ یہاں سے گھر تک کا فاصلہ محض تین چار گلیوں کا ہی تھا مگر اتنی بارش میں چلنا مطلب مکمل بھیگ جانا تھا۔۔۔ جو وہ فوراً نہیں کر سکتی تھی۔۔۔

وہ گھبرائی نہیں تھی اسے اس بات کا مکمل اطمینان تھا کہ وہ ایک سیف زون میں کھڑی ہے سڑکیں میں گاڑے موجود ہوتے تھے۔۔۔ بس وہ دل میں ہی آیت الکرسی پڑھنے لگی۔۔۔ اور بارش کے فی الحال ختم جانے کی دعا کرنے لگی۔۔۔ کہ اچانک اسکے سامنے بلیک ہوٹل ازوردار بریک کی آواز سے رکی تھی۔۔۔ جسکا بیک ڈور کھلا اور اس میں سے ایک نقاب پوش لڑکی بجلی کی سی تیزی سے گاڑی سے نکل کر آتش کی طرف بڑھی۔۔۔ اس نے بنا کوئی لمحہ ضائع کیے آتش کا بازوؤں سختی سے پکڑا اور اسے تقریباً گھسیٹے ہوئے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر پھینکا اور خود بھی بیٹھ گئی۔۔۔ چند لمحے لگے تھے اور گاڑی فرار لے بھرتی اس علاقے سے نکل گئی تھی۔۔۔

آتش کو اپنا دل تو اس وقت ہی بند ہوتا محسوس ہوا تھا جب وہ نقاب پوش عورت اسکی طرف بڑھی تھی۔۔۔ اس عورت نے گاڑی میں بیٹھے ہی آتش کو سیدھا کیا تھا اسکی چادر اچھے سے اسکے ارد گرد پھیلائی اور اسکے بال ٹھیک کر کے اسے آرام سے بیٹھنے کی تلقین کی۔۔۔

وہ ششدری اس نقاب پوش عورت کو دیکھنے لگی۔۔۔ آخرا ب یہ کون تھی اور اس سے کیا چاہتی تھی۔۔۔ آبی کو اپنا آپ ایک بار پھر تاریک ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔ وہ غم دکھ خوف کی ملی جلی کیفیت میں ساکت بیٹھی

تھی۔۔۔ گاڑی تیزی سے بھاگ رہی تھی۔۔۔

ایک دم بریک لگی۔۔۔

"یہ لو۔۔۔ تمہارا کام یہیں تک تھا۔" آگے بیٹھے آدمی نے پانچ پانچ ہزار کے چند نوٹ اس عورت کو تھمائے۔

"شکر یہ سر۔۔۔۔۔" وہ عورت پیسے پکڑ کر تیزی سے اتری اور گاڑی چل پڑی۔۔۔

"آبی نے اسے جاتا دیکھنے کی کوشش کی مگر گاڑی کے شیشے سیاہ تھے۔۔۔ اسے کچھ صاف دکھائی نہیں دیا

"آبش۔۔۔۔۔" وہ مردانہ آواز گاڑی میں گونجی تو آبش پھٹی پھٹی نگاہوں سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے شخص کی

پشت کو گھورنے لگی۔۔۔ اس آواز کو تو وہ پہچان گئی تھی اس نے اپنی لرزتی پلکوں سے بیک مرر میں دیکھا تو وہی دو

ٹکاہیں اسے دیکھ رہی تھیں آبش کی آنکھیں ان آنکھوں سے ٹکرائی تو مارے حیرت و صدمے کے وہ بت بن

گئی۔۔۔

گاڑی چلاتا وہ شخص کوئی اور نہیں بلکہ سردار عزیز عباس ہی تھا۔۔۔

☆.....☆.....☆

"سن رہے ہو تمہاری ماں کیا کہہ رہی ہے۔۔۔۔۔" بابا سائیں نے ولید کو اپنے کمرے میں بلوایا تھا

"کیا ہوا بابا سائیں سب خیریت۔۔۔۔۔" ولید کو معاملہ کچھ خراب ہی محسوس ہوا۔

"ہمارا بیٹا ایک اغوا شدہ لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے اور تمہاری ماں اسکی حمایت میں کھڑی ہیں۔۔۔۔۔ وہ

اپنے بیٹے کے اس فیصلے پر میرے مقابل کھڑی ہو گئی ہے۔۔۔۔۔" بابا سائیں غصے سے بولے

"اغوا شدہ۔۔۔ شادی۔۔۔ کیا مطلب بابا سائیں عزیز شادی کر رہا ہے۔۔۔۔۔" ولید کو کچھ سمجھ نہ آیا۔

"شادی کرنا ہی تو مسئلہ نہیں یہ دیکھ کس سے کر رہا ہے وہ لڑکی جو مزار پر غائب ہوئی تھی اس لڑکی سے سردار

صاحب شادی کرنا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔" بابا سائیں بولے۔

"کیا۔۔۔۔۔" چند لمحے تو ولید بھی شاکہ ڈرہ گیا۔

"یہ نہیں ہو سکتا بابا سائیں۔۔۔۔۔ اس بار عزیز ایتنا بڑا غلط قدم نہیں اٹھا سکتا۔۔۔۔۔ بات خاندان کے عزت و

وقار کی ہے لوگ کہیں گے پوری دنیا میں یہ ہی لڑکی ملی تھی اسے۔۔۔۔۔ یہ نہیں ہوگا۔۔۔۔۔" ولید بھی اس بار سردار

عزیر کی مخالفت میں میدان میں اتر اٹھا۔

"اس نے کبھی باپ کی عزت کے بارے میں نہیں سوچا۔۔۔ پتر تو خاندان کی بات کرتا ہے۔۔۔۔۔ یہ تو ہے جو میری پگ سلامت ہے اس کے بس ہو تو میری عزت کو بیروں میں روندنا چلا جائے۔۔۔۔۔" بابا سائیں دکھ اور صدمے سے بولے

"نہیں بابا سائیں اس بار میں اسے یہ کرنے نہیں دوں گا اس بار وہ مجھے بھی اپنے مخالف پائے گا۔۔۔۔۔" ولید کو واقعی اس بار سردار عزیر پر سخت غصہ آیا تھا۔

"اور تمہاری ماں اسے کون سمجھائے۔۔۔۔۔" بابا سائیں صوفی پر بیٹھ گئے

"آپ پریشان نا ہوں۔۔۔۔۔ میں ہوں نا۔۔۔۔۔ میں آپ کے اس فیصلے میں آپ کے ساتھ ہوں۔۔۔۔۔" ولید نے بابا سائیں کو تسلی دی۔

"خوش رہ پتر۔۔۔۔۔ تیرے جیسی اولاد ماں باپ کی آنکھوں کی شندک ہے۔۔۔۔۔ اللہ سب کو تیرے جیسی اولاد سے نوازے۔۔۔۔۔" بابا سائیں نے دل سے دعا دی۔

ولید کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔

☆.....☆.....☆

"آپ۔۔۔۔۔" وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں بس اگر تم آرام سے سن لو گی تو تمہارا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔۔۔۔۔" وہ گاڑی کسی قریبی ہوٹل کے ہی پارکنگ ایریا میں کھڑی کر کے اسکی جانب رخ کر کے بیٹھ گیا تھا اس نے اپنا بازو فرنٹ سیٹ پر ٹکا دیا تھا اب وہ بغور آؤش کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ۔۔۔۔۔ یہ کیا طریقہ ہے آپ کو معلوم ہے آپ کی اس حرکت کا خمیازہ مجھے اکیلے بھگتنا پڑے گا۔۔۔۔۔"

سردار عزیر کو دیکھ کر جہاں اسکا خوف قدرے کم ہوا تھا وہیں اسے پریشانی نے بری طرح گھیر لیا تھا۔۔۔۔۔ باہر بادل اتنے زور و شور سے برس رہے تھے کہ گاڑی کے اندر بھی بارش کا بے حد شور سنائی دے رہا تھا۔۔۔۔۔

"تمہیں معلوم ہے پچھلے چار دن سے ان گلیوں کے چکر کاٹ رہا ہوں۔۔۔۔۔ کہ تم کسی طرح ہاتھ لگ جاؤ مگر

تم بہت بری ہو۔۔۔۔۔" وہ آبش کے چہرے پر نظریں جمائے بول رہا تھا۔۔۔ بھگی بھگی گھبرائی ہوئی آبش اسکے دل میں اترتی جا رہی تھی۔۔۔ اتنے مہینوں بعد اسے دیکھ کر دل کی بنجر زمین جیسے سیراب ہونے لگی تھی۔۔۔

"آبش نے نظریں اٹھا کر اسے گھورا تھا۔۔۔ اور پھر نظریں جھکا لیں۔۔۔ پلیز مجھے گھر جانے دیں میری مشکلوں میں اضافہ مت کریں۔۔۔ چلے جائیں۔۔۔" وہ نظریں جھکائے اسکے آگے ہاتھ جوڑ کر بول رہی تھی کہ اگلے ہی لمحے سردار عزیر نے اسکے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔۔۔

"آبش۔۔۔۔۔" سردار عزیر نے اسکا ہی نام پکارا تھا۔

مگر آبش کو آج اسکے لہجے میں عجب تپش عجب نرمی کا احساس ہوا تھا اسکا دل عجب لے میں دھڑکا تھا۔۔۔ وہ ہنوز نظریں جھکائے سانس روکے بیٹھی تھی۔۔۔

"مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے آبش۔۔۔۔۔ جب سے تم زندگی میں آئی ہو لگتا ہے کچھ کی تھی جو پوری ہو گئی۔۔۔ میں تم سے ہی مکمل ہوں آبی پلیز مجھے مکمل کر دو۔۔۔" وہ اسکے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے بولا

"آبش کی آنکھیں نا جانے کیوں بھرا گئیں وہ خود بھی نہیں سمجھ پا رہی تھی اپنی کیفیت۔۔۔۔۔" اس نے جلدی سے اپنے ہاتھ سردار عزیر کے ہاتھوں سے آزاد کرائے تھے۔

"میں وعدہ کرتا ہوں میرا ماضی ہمارے بچ بکھی نہیں آئے گا۔۔۔ مگر تمہیں صرف میرا ہونا ہے۔۔۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"آپ کون ہوتے ہیں یہ فیصلہ کرنے والے کہ مجھے کس کا ہونا ہے اور کس کا نہیں۔۔۔؟؟؟ آپ نے مجھے کھلونا سمجھ لیا ہے کیا جس سے جب دل کرے گا کھلیں گے۔۔۔" وہ آنسو بہاتے ہوئے بولی۔۔۔

"تمہیں لگتا ہے کہ تم آنسو بہا کر مجھے میرے فیصلے سے ہٹا سکتی ہو۔۔۔؟ تو میڈم آبش یہ سوچ ہے آپ کی۔۔۔۔۔ چاہوں تو ابھی نکاح پڑھوا کر تمہیں اپنا بنا لوں۔۔۔ مگر۔۔۔ نہیں ایسا نہیں کروں گا۔۔۔ بہتر ہے تم مجھے یہ رونی شکل دکھانے کی بجائے ہنسی خوشی اجازت دو اور میں تمہیں باقاعدہ اصولوں کے تحت اپنا بنا سکوں۔۔۔۔۔" وہ تسلی سے اسکے سامنے بیٹھا بول رہا تھا اور آبش اسے یک ٹک دیکھے جا رہی تھی

"یہ دھمکی دے رہے ہیں۔ آپ مجھے ڈرا رہے ہیں۔۔۔؟" وہ بھی اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی

"ایسے آنکھوں میں دیکھو گی تو منٹ نہیں لگاؤں گا نکاح میں۔۔۔" وہ مسکرایا تھا

"اور آہش بری طرح شپٹا کر گاڑی کا دروازہ ان لاک کرنے کی کوشش کرنے لگی۔۔۔"

"کوئی فائدہ نہیں اس سب کا۔۔۔ مجھے جواب چاہیے۔۔۔" وہ اسکا بازو پکڑ کر اسے خود سے قریب کر

چکا تھا۔۔۔ آہش کو سردار عزیر کی محسوس ہوتی سانسوں میں اپنی سانسیں بند ہوتی محسوس ہوئی تھیں۔۔۔

"مجھ سے شادی کرو گی نا۔۔۔ اور انکار مجھے نہیں سننا۔۔۔" وہ اپنی ناک کی نوک آہش کی گال پر ٹکا کر

مدھم لہجے میں بولا تھا۔۔۔

"ہا۔۔۔ ہا۔۔۔ کروں گی۔۔۔" سردار عزیر کی گرفت کمزور ہوئی تو وہ فٹ سے پیچھے ایک کونے میں

سمٹ کر بیٹھ گئی۔۔۔

"ہم۔۔۔ ٹھیک ہو گیا۔۔۔ چلو۔۔۔ تمہیں گھر چھوڑ دوں۔۔۔" سردار عزیر کے چہرے پر عجیب چمک

عجیب خوشی تھی۔۔۔ اس نے گاڑی شارٹ کی اور واپس انکے گھر کے راستے پر گاڑی ڈال کر وہ بیک مرر سے

آہش کو ہی دیکھ رہا تھا جسکا رنگ فق ہو چکا تھا۔۔۔ بارش بد دستور جاری تھی۔۔۔ بادل گرج رہے تھے اور بجلی

چمک رہی تھی۔۔۔ آہش کا دل تو جیسے بند ہو رہا تھا وہ جلد از جلد گھر پہنچنا چاہتی تھی۔۔۔

سردار عزیر نے گاڑی قدرے فاصلے پر کھڑی کی اور خود اتر کر آبی کا بیک ڈور کھولا۔۔۔ وہ سفید شلوار قمیض

میں فوراً ابھیک گیا تھا۔۔۔

"اب وہ آہش کے نکلنے کا انتظار کر رہا تھا۔۔۔ آہش بھی نکلی اور گھبرا کر ارد گرد دیکھا اور پھر آگے بڑھنے لگی

جب سردار عزیر نے اسکی کلائی تھام لی

"سردار عزیر تمہیں قبول ہے۔۔۔" وہ ایک ہاتھ سے اپنے سیاہ بھیکے بالوں کو ماتھے سے ہٹاتے ہوئے

پوچھ رہا تھا۔

"آہش جانتی تھی وہ صرف اپنی مرضی کا جواب سننا چاہتا ہے کوئی اور جواب مطلب گلی میں تماشا بنوانے کے

مترادف تھا۔

"ہاں ہاں قبول ہے۔۔۔ قبول ہے۔۔۔ قبول ہے۔۔۔" آہش نے تیز بارش میں اپنا بھیگا چہرہ صاف

پہچڑتے موسم

کرتے ہوئے کہا اور دوسرے ہاتھ کی مدد سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور گھر کی جانب بھاگی۔۔۔

سردار عزیز ایک قاتحانہ مسکراہٹ لبوں پر سجائے۔۔۔ واپس مڑ گیا۔۔۔

☆.....☆.....☆

وہ گھر آئی تو مکمل بھیگ چکی تھی۔۔۔ گھر داخل ہوئی تو دیکھا نور لودھی کار پورچ میں ہی مایہ بے آب کی طرح تڑپ رہی تھیں۔۔۔۔۔ آبش کو اندر آنا دیکھ کر فوراً اسکی طرف لپکی اور اسے گلے لگالیا۔

"میری بیٹی۔۔۔ آبی۔۔۔ کہاں رہ گئی تھی۔۔۔ یا اللہ تیرا شکر ہے۔۔۔" وہ پوری بھیگی ہوئی آبی کو گلے لگا کر رو پڑی تھیں۔

ضبط آبی بھی کہاں کر پائی تھی وہ بھی تو بے آواز آنسو بہا رہی تھی۔۔۔ وہ جس پھوٹیشن میں پھنس چکی تھی کسی کو کہاں بتا سکتی تھی۔۔۔ بس چپ چاپ نور لودھی کے سینے سے لگی رہی۔

"آبی کدھر رہ گئی تھی 8 بجے کی گئی 9 بج کر 30 منٹ ہو گئے۔۔۔" نور لودھی خود کو سنبھال کر اب پوچھ رہی تھیں

آبش نے اپنے گیلے دوپٹے سے چہرہ صاف کیا آیاں اسکے آنسو نور لودھی نا دیکھ لیں۔

"ای بارش تیز تھی میں تھوڑی دیر اسکول میں ہی رک گئی تھی پھر۔۔۔ راستے میں بارش تیز ہوئی تو شیڈ کے نیچے کافی دیر کھڑا ہونا پڑا۔۔۔ اب میں نے دیکھا بارش تو رکنے والی نہیں سو بھاگتے ہوئے بارش میں ہی گھر آ گئی۔۔۔" آبش نے مسکراتے ہوئے کہا وہ کسی صورت نور لودھی کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"میری جان میری بچی۔۔۔ آبی تم میں میری جان بسی ہے۔۔۔ آئندہ میں کبھی تمہیں اکیلا نہیں جانے دوں گی سائے کی طرح ساتھ رہوں گی۔۔۔ میں تم سے دوری اب برداشت نہیں کر سکتی۔۔۔" انہوں نے ایک بار پھر آبی کو ساتھ لپٹالیا۔

"ای پریشان نا ہوا کریں۔۔۔ جو ہونا تھا ہو گیا اب اور کچھ برا نہیں ہو سکتا۔۔۔" آبش آرام سے بولی تھی "چلو میں کپڑے نکال دیتی ہوں چھینج کرو نہیں تو بیمار ہو جاؤ گی۔۔۔" نور لودھی نے اسکے گال پر پیار دیا اتنے میں آصف لودھی بھی اندر داخل ہوئے۔۔۔ گاڑی وہ دن کو گیٹ سے باہر ہی کھڑے کرتے تھے۔

"ارے کیا راز و نیاز ہو رہے ہیں ماں بیٹی میں۔۔۔۔۔ نور تم۔ تو ابھی بھی آبی کو ایسے ٹریٹ کرتی ہو جیسے وہ کوئی چھوٹی بچی ہو۔۔۔۔۔ وہ بڑی ہو گئی ہے اب۔۔۔۔۔" آبلش کو آصف لودھی کے لہجہ کچھ چھبتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ آبلش انہیں سلام کر کے اندر چلی گئی تھی۔

"ہر ماں کے لیے اسکی بیٹی چھوٹی سی بچی ہی ہوتی ہے۔۔۔۔۔" نور لودھی مسکرائی تھیں

"تو ر مشا بھی اس لحاظ سے بچی ہی ہوئی اسکی غلطیوں کو بھی نظر انداز کر دیا کرو۔۔۔۔۔" آصف لودھی نور کو شانوں سے پکڑے اندر لے آئے اور اب وہ لاؤنج میں لگی ایل ای ڈی آن کر چکے تھے

"بچی ہی سمجھتی ہوں تب ہی ہر روز پچھلی باتیں بھول کر اسے گلے لگاتی ہوں۔۔۔۔۔" نور لودھی نے نارمل انداز میں کہا۔

"آبلش کے متعلق کیا سوچا پھر۔۔۔۔۔" آصف لودھی سنجیدہ سے چائے پیتے ہوئے پوچھ رہے تھے

"کس متعلق۔۔۔۔۔" نور کچھ سمجھی نہیں تھی

لاؤنج میں آتی آبلش کے قدم اپنا نام سن کر رک گئے تھے

"آبی کے رشتے کے متعلق۔۔۔۔۔ سردار عزیز کے پرپوزل کے بارے میں کیا سوچا۔۔۔۔۔" آصف لودھی نیوز چینل لگاتے ہوئے سرسری سے انداز میں بولے۔۔۔۔۔

"آبی کے رشتے کے متعلق۔۔۔۔۔ پتا تو ہے آپ کو میں نے انکار کر دیا ہے۔۔۔۔۔ یہ بے جوڑ رشتہ مجھے کسی صورت قبول نہیں۔۔۔۔۔" نور لودھی کو حیرت ہوئی تھی انکے واضح انکار کے باوجود آصف لودھی یہ بات کیوں کر رہے تھے

"وہ جذباتی فیصلہ تھا میرے خیال میں تمہیں ٹھنڈے دماغ سے سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا چاہیے۔۔۔۔۔ سردار عزیز عباس میں مجھے کوئی ایسی برائی نظر نہیں آتی جسکی بنا پر یہ رشتہ ٹھکرایا جائے" آصف لودھی اطمینان سے بولے

"عیب نظر نہیں آتا۔۔۔۔۔ اسکی شادی اسکے بچے یہ عیب نہیں ہے۔۔۔۔۔؟ اور بھی کچھ وجہ چاہیے عیب ٹکالنے کے لیے۔۔۔۔۔" نور لودھی کو سخت حیرانگی ہوئی

"نہیں یہ عیب نہیں اسکا ماضی تھا۔۔۔۔۔ اور یہ مت بھولو ایک ماضی اب آبلش کا بھی ہے۔۔۔۔۔" آصف

لودھی کا انداز نور لودھی کو کچھ باور کراتا تھا۔

”ماضی۔۔۔ وہ ماضی نہیں حادثہ تھا آصف۔۔۔“ نور کو گہرا صدمہ ہوا۔

”حادثے ہی ماضی بن جاتے ہیں نور۔۔۔ میری جان تم بات کی نزاکت نہیں سمجھ رہی۔۔۔ چاہے وہ حادثہ جس طرح بھی ہماری آبی کی زندگی میں ہوا اب وہ اسکا ماضی بن گیا ہے جو کوئی بھی اسکی زندگی کو ٹٹولے گا وہ یہ ہی دیکھے گا کہ آبی ایک ہفتہ انوار ہی ہے۔۔۔ ایسے میں سردار عزیر نے خود ہماری آبی کا رشتہ بھیجا تمہیں نہیں لگتا یہ ہماری خوش قسمتی ہے۔۔۔ سردار عزیر ہماری آبی کی پاکیزگی کا گواہ ہے اسے معلوم ہے آبی کیسے اور کن حالات سے گزری ہے۔۔۔ سب کچھ اسکے سامنے ہی تو ہوا۔۔۔“

آصف لودھی نور کو محبت سے سمجھا رہے تھے

”چاہے جو بھی ہو جائے میں اپنی بیٹی کی شادی اس سے نہیں کروں گی۔۔۔ میرے پاس انکار کی ایک ہی وجہ کافی ہے کہ اسکے دو بچے ہیں وہ بیوی کو تو طلاق دے سکتا ہے مگر اولاد کبھی بھی ماضی نہیں بنتی۔۔۔ یہ ساری زندگی ساتھ رہتی ہے ساتھ چلتی ہے۔۔۔ ہماری زندگی ہی دیکھ لیں آصف۔۔۔ میری اولاد یا آپ کی اولاد۔۔۔ کیا یہ ہمارا ماضی بنی؟۔۔۔ نہیں یہ ہمارا کل بھی تھی آج بھی ہے اور آگے بھی ہمارے ساتھ رہے گی۔۔۔ اور میں اپنی بیٹی کے سر کسی کی اولاد کا بوجھ نہیں ڈالوں گی۔۔۔“

نور لودھی کا فیصلہ اٹل تھا۔۔۔ وہ کہہ کر تیزی سے اندر چلی گئی تھیں۔۔۔

لاؤنج کے دروازے میں کھڑی آبلش خاموشی سے بس سب سنتی رہ گئی۔



آسمان کی ٹیلکیاں اب سرمئی رنگ میں بدل رہی تھیں۔۔۔ محصوم پرندے اپنے دانے پانی کا بندوبست کر کے واپس اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف رواں دواں تھے۔۔۔ ہر کوئی جلد از جلد اپنی منزل کو پہنچنا چاہتا تھا قدرت کا ایسا قانون ہے جو ہر شے پر نا صرف مسلط ہے بلکہ ایک منظم نظام چلاے ہوئے ہیں اس نظام پر راضی رہ کر اور اس نظام کے تابع ہو کر چلنے سے نا صرف زندگی آسان ہو جاتی ہے بلکہ بعض اوقات منزل تک لے جانے والے راستے بھی واضح ہونے لگتے ہیں۔۔۔ جو انسان اس نظام زندگی کو سمجھ گیا وہ تو پارلگ ہی جاتا ہے مگر جو کسی قسم کی بد نظمی کا شکار ہو گیا اسکا پارلگنا بے حد مشکل ہے۔۔۔

یہ ہی بد نظمی سردار عزیر کی زندگی کا حصہ رہی تھی۔ جس سے متاثر ہو کر اس نے ہمیشہ گھائے کے سودے ہی کیے تھے۔۔۔ اس نے اپنی زندگی کا اچھا وقت برباد کیا تھا اس کی زندگی جس بے ترتیبی کا شکار تھی اس سے وہ خود اکتا چکا تھا۔۔۔ وہ چاہتا تھا آبی جلد از جلد اسکی زندگی میں شامل ہو تو یہ بے ترتیبی ختم ہو۔۔۔ وہ اسی بات پر مشورہ کرنے آج کافی دنوں بعد شاہ جی کی چھوٹی سی لائبریری آیا تھا۔۔۔ جہاں کچھ مرید شاہ جی کے پاس بیٹھے تھے۔۔۔

"اسلام علیکم۔۔۔۔" سردار عزیر نے اندر آ کر قدرے اونچی آواز میں سب کو سلام کیا تھا جسکا جواب لائبریری میں موجود ریلنگ چیئر پر بیٹھے شاہ جی کے علاوہ باقی چار پانچ نفوس نے بھی دیا۔۔۔ اب وہ شاہ جی سے اجازت لے کر جا رہے تھے

"آج ہمارے غریب خانے تشریف لانے کا وقت کیسے مل گیا سردار صاحب۔۔۔۔" شاہ جی مسکراتے ہوئے سردار عزیر کی جانب متوجہ ہوئے

"آپ بھی کہیں گے اپنی غرض کے لیے آتا ہوں جب بھی آتا ہوں مگر میں عادت سے مجبور ہوں۔۔۔۔"

سردار عزیر نے بھی مسکراتے ہوئے اعتراف کیا۔

"مطلب خود کو خود غرض کہہ رہا ہے پتر۔۔۔؟ اعتراف جرم وہ بھی سرعام۔۔۔۔" شاہ جی اسکی بات سے محظوظ ہوئے۔

"اب آپ کے سامنے اعتراف کرنے سے کیا ہچکچاتا۔۔۔" وہ بولا

"بتاؤ پھر آج کیسے آنا ہوا۔۔۔۔" شاہ جی بولے

"کسی کو پسند کرنے لگا ہوں کوئی اچھا لگنے لگا ہے شادی کرنا چاہتا ہوں۔۔۔" وہ صاف گو تھا فٹ سے بات بول دینے والا تمہید باندھ کر بات کرنا اسے کبھی آیا ہی نہیں تھا

"تو کر لے۔۔۔ نیک کام میں دیر کیسی۔۔۔" شاہ جی کے لیوں پر نرم سے مسکان تھی۔

"مجھے لگتا ہے میری زندگی میں پھیلی بے ترتیبی کو وہ سمیٹ دے گی۔۔۔ میں جن راستوں میں بھٹک گیا ہوں مجھے وہ ان راستوں سے واپس کھینچ لائے گی۔۔۔" سردار عزیز مدھم لہجے میں بولا تھا

"نا۔۔۔ نا۔۔۔ یہ بات نا کر پتر اپنی زندگی کو اس بے ترتیبی میں دھکیلے کتنا عرصہ لگا؟ اب ایک دم سے ملہ بچی کے سرنا پھینک۔۔۔۔" شاہ جی مبہم سا مسکراے تھے

"میں سمجھا نہیں۔۔۔" سردار عزیز نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا

"سدھارا اور بگاڑ انسان کے اندر موجود ہوتا ہے جسے وہ خود ہی ختم کرتا ہے۔۔۔ ایسے میں کسی اور سے امید رکھ لینا کہ کوئی ہماری زندگی میں آتے ہی ہمارے اندر کو جان لے گا اور ہمیں اپنے تالے کر لے گا نری حماقت ہے۔۔۔" شاہ جی نے اس کے قریب ہو کر کہا

"ہم۔۔۔۔" سردار عزیز کی آنکھوں میں اپنی بربادی کے چند سال گھوم گئے تھے۔

"اتنے سالوں میں کیا گیا بگاڑ یکدم سے وہ بچی کیسے سدھارے گی پتر۔۔۔۔ یہ تجھے سدھارنا ہے۔۔۔ کسی کی بیٹی لاؤ تو اپنا آدھا ایمان بنا کر لاؤ۔۔۔ تجھ پر تو دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ تو اس بچی کے تمام ارمانوں کا خیال کرو۔۔۔ کیونکہ یہ تیری دوسری بار ہے مگر اسکی پہلی شادی ہے۔۔۔ تو جسکی وجہ سے اس بگاڑ میں گیا وہ تو چلی گئی مگر اب کسی معصوم کو اس کی سزا کیوں دینی؟۔۔۔ اس کے لیے خالص ہو جاؤ۔۔۔" شاہ جی نا جانے کیا کچھ بول رہے تھے سردار عزیز بس خاموشی سے سر جھکاے سن رہا تھا۔۔۔

☆.....☆.....☆

"یار یہ کون لوگ ہیں جو اپنی ہی موج میں یہاں بیٹھے ہیں۔۔۔ انکے چہرے پر کوئی خوف کیوں

"خطرہ بہت ہے یار۔۔۔۔۔جان جوکھوں میں ڈالنے والا کام ہے۔۔۔۔۔پکڑے گئے تو موت ہے۔۔۔۔۔"

"موت کی پرواہ کس کو ہے۔۔۔۔۔میں نے سنا ہے کافی سختی ہوگئی ہے قانون نافذ کرنے والے اداروں کی طرف سے۔۔۔۔۔پچھلے کئی ہفتوں سے کوئی بند نہیں پکڑا انہوں نے۔۔۔۔۔یہ چیز ہمارے فائدے میں ہے۔۔۔۔۔اگر سختی ہے تو مطلب ارد گرد کہیں ناکہیں کوئی ایسا ہوگا جو یہاں سے بھاگنے والوں کو سنبھال لے گا۔۔۔۔۔" وہ نوجوان قدرے کم آواز میں بولا

"کسے بھاگانا ہے پہلے۔۔۔۔۔" شخص بولا

"لڑکی کو بچانا ہے ایک لڑکی ابھی اندر موجود ہے۔۔۔۔۔افسوس باقی لڑکیاں تو ایران کے راستے ترکی بھیج دی گئی ہیں۔۔۔۔۔باقی اغوا والا سلین سمجھو ختم ہو چکا ہے۔۔۔۔۔" وہ پرسوج انداز میں بولا

"تجھے کیسے پتا۔۔۔۔۔اور اگر اغوا والے لوگ نہیں ہیں تو یہ ٹولیوں پے ٹولیاں کہاں سے آرہی ہیں۔۔۔۔۔" وہ شخص حیرت سے اسکا منہ ٹکٹنے لگا اور پھر بڑے سے ہال میں موجود درجنوں انسانی وجود دیکھنے لگا۔

"سب معلوم ہے۔۔۔۔۔بس اب سب کچھ بہت محتاط طریقے سے پلان کے مطابق چلنا ہے۔۔۔۔۔" وہ نوجوان اب سر کے نیچے بازوؤں ٹکا کر آنکھیں موندتے ہوئے بولا

"جب سب معلوم ہے تو خود کیوں نہیں بھاگ جاتا تو۔۔۔۔۔؟" اس شخص نے بھی ساتھ ہی فرش پر لیٹتے ہوئے اسکے کان میں پوچھا۔۔۔۔۔

اس نوجوان نے آنکھیں کھولیں اس شخص کو دیکھا جسکی آنکھوں میں حیرت کے سوا کچھ ناکھا۔۔۔۔۔اور مبہم انداز سے مسکرا کر پھر آنکھیں بند کر گیا

"مجھے ایک بات بتائے گا آج سچ۔۔۔۔۔" وہ شخص اسکی طرف منہ پھیر کر بولا

"پوچھو۔۔۔۔۔" نوجوان نے مختصر کہا

"تو یہاں تک کیسے پہنچا۔۔۔۔۔؟ اغوا ہونے والی تو چیز نہیں ہے تو۔۔۔۔۔پھر کیسے اگلے ہتھے چڑھ گیا۔۔۔۔۔" وہ شخص اپنے مخصوص انداز میں بولا۔

کچھ دیر تو دونوں جانب ایک بے معنی خاموشی رہی۔۔۔

"میں نے ڈنگی لگائی تھی۔۔۔۔۔" وہ نوجوان آنکھیں کھول کر انتہائی سنجیدگی سے بولا

"ڈنگی۔۔۔۔۔؟؟؟؟" اس شخص کے ہوش اڑ گئے وہ یکدم اٹھ بیٹھا تھا

"ہاں ڈنگی۔۔۔۔۔" نوجوان نے اپنی گہری آنکھوں سے اس شخص کی آنکھوں میں دیکھا۔۔۔ اسکی آنکھیں درد و وحشت کی ایک عجب داستاں ہی سنانے جاری تھیں۔۔۔۔

☆.....☆.....☆

"کہاں گم ہو۔۔۔۔۔" باہر دروازہ بھی کھلا تھا۔۔۔۔۔" عاصم اندر آیا تو گم سم سی چار پائی پر بیٹھی عروہ کو دیکھ کر اسکے قریب آیا

"جی۔۔۔۔۔ وہ اماں آئی ہوئی تھیں ابھی گئی ہیں۔۔۔۔۔" عروہ عاصم کی آواز سن کر چونک گئی۔

"خیال رکھا کرو۔۔۔۔۔ ہزار بار کہا ہے باہر دروازے کی کنڈی لگا کر رکھنی ہے۔۔۔۔۔ کوئی بھی آئے یا جائے فوراً دروازہ بند کرو۔۔۔۔۔" عاصم گھڑے سے پانی ڈال کر چار پائی پر بیٹھ کر پینے لگا

"کیا ہوا۔۔۔۔۔ خیریت ہے نا عاصم آپ غصے میں لگ رہے ہیں۔۔۔۔۔ آئندہ خیال رکھوں گی عاصم۔۔۔۔۔" عروہ کو عاصم خاصا پریشان لگ رہا تھا

"عروہ پہلے ہی میری آبی پر جو داغ لگ گیا کافی ہے۔۔۔۔۔ اب میں ایسا کوئی رسک نہیں لے سکتا۔۔۔۔۔" عاصم کے لہجے میں آج درد واضح تھا

"عاصم۔۔۔۔۔ ہماری آبی بالکل پاک ہے شفاف ہے وہ داغ دار نہیں۔۔۔۔۔" عروہ کو شدید دھچکا لگا

"یہ بات مون کو کیوں نہیں سمجھ آئی۔۔۔۔۔ عروہ میرا دل شدید دکھا ہوا ہے۔۔۔۔۔ کیوں اس نے ہماری آبی کی پاکیزگی پر شک کیا۔۔۔۔۔" عاصم آج زیادہ ہی غمزہ تھا اور عروہ یہ وجہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

"عاصم آج اتنے مہینوں بعد آپ کو یہ دکھ کیوں محسوس ہو رہا ہے۔۔۔۔۔ بات کیا ہے۔۔۔۔۔؟" عروہ کو اچھٹا ہوا یوں اچانک عاصم کی پریشانی کی وجہ یقیناً کوئی ٹھوس تھی

"عروہ مون کی شادی ہو رہی ہے۔۔۔۔۔ جسکا نام ہمیشہ میری ماں نے آبی کے نام سے جوڑے رکھا ہے

بتاؤں اسکی شادی کا سن کر میرا خون کھول سا گیا ہے۔۔۔ مجھ سے ہضم نہیں ہو رہا یہ سب۔۔۔۔۔ "عاصم نے غصے سے کہا

"مون کی شادی۔۔۔۔۔ آپ کو کس نے بتایا؟؟؟؟" عروہ کو بھی حیرت ہوئی مگر اتنی نہیں

"شمعون آیا تھا آج دوکان پر وہ بتا رہا تھا۔۔۔۔۔" عاصم بچے بچے لہجے میں بولا

"کس سے ہو رہی ہے۔۔۔۔۔" عروہ نے سوال کیا

"ندا سے۔۔۔۔۔" عاصم بولا

"اوہ۔۔۔۔۔ مجھے معلوم تھا یہ ہی کچھ ہوتا ہے۔۔۔۔۔ جس چڑیل کی وجہ سے ہماری آبی پر قیامت گزر گئی اسکو

ہی صبا خالہ بہو بنانے جا رہی ہیں۔۔۔۔۔ واہ۔۔۔۔۔" ندا کا نام سن کر عروہ سلگ کر رہ گئی

"صبا باجی آئے گی آج کل شادی کی دعوت دینے صاف انکار کر دینا۔۔۔۔۔" عاصم سخت دلبرداشتہ تھا

"ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ مگر پریشان نا ہوں اللہ ہماری آبی کے نصیب بہت بلند کرے گا دیکھنا آپ۔۔۔۔۔" عروہ

نے عاصم کو تسلی دی اور آنکھوں میں نا جانے کیوں سردار عزیر اور آبش کا چہرہ آ گیا۔۔۔۔۔

☆.....☆.....☆

محبت۔۔۔۔۔ اس طرح اور وہ بھی مجھ سے۔۔۔۔۔ کیا میں ایک شادی شدہ دو بچوں کے باپ کی محبت کی مستحق

ہوں۔۔۔۔۔ کیا مجھ سے ایک مکمل شخص محبت نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔؟؟؟؟ محبت نا سہی شادی بھی نہیں۔۔۔۔۔ کیا اغوا کی

جانے والی لڑکیوں کے ساتھ ہمارا معاشرہ یہ سلوک کرتا ہے۔۔۔۔۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے ابھی تو میری عزت

محفوظ رہی ورنہ۔۔۔۔۔ ورنہ میرا انجام بہت بھیانک ہوتا عروہ۔۔۔۔۔ "دو دن میں نا جانے کیسے وہ خود کو سردار عزیر

کے دیے جانے والے شاک سے نکال پائی تھی۔۔۔۔۔ آج اس نے خود ہی عروہ کو فون کیا تھا۔

"اور یہ عزت کس کی وجہ سے محفوظ رہی جانتی ہو۔۔۔۔۔؟ سردار عزیر کی وجہ سے۔۔۔۔۔ آبی چاہے وہ شادی

شدہ ہے 2 بچوں کا باپ ہے مگر میں نے اسکی آنکھوں میں تمہارے لیے محبت دیکھی ہے۔۔۔۔۔ وہ واقعی تم سے محبت

کرتا ہے۔۔۔۔۔ تم سب کو اس وقت اسکے دو بچے نظر آ رہے ہیں اسکی شخصیت میں موجود باقی خوبیاں دکھائی نہیں

دے رہیں۔۔۔۔۔" عروہ صاف گوئی سے بولی

قدرے آرام سے کہا اور حمزہ کی بک فیلف پر پڑی بکس دیکھنے لگی

"دوست نئے یا پرانے نہیں ہوتے مشو۔۔۔ دوست دوست ہوتے ہیں۔۔۔ ہاں میں تمہارے مشورے پر ضرور عمل کروں گی۔۔۔" آ بش نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا

"گھر بیٹھ کر تو عمل نہیں ہو سکتا باہر نکلو گی دنیا دیکھو گی تو دوست بھی بنیں گے نا۔۔۔" رمشا اسکے قریب بیٹھتے ہوئے بولی

آ بش حیرت سے رمشا کو دیکھنے لگی جو آج پہلی بار اسکے اتنا قریب بیٹھ کر اس سے دوستانہ انداز میں بات کر رہی تھی۔۔۔۔

"کیا۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔" آ بش کی خوشی دیدنی تھی

"مطلب میری یونیورسٹی میں کل رات فنکشن ہے تم بھی ساتھ چلو۔۔۔۔۔ واپسی پر ولی کے فرینڈ کے گھر پارٹی ہے وہاں چلیں گے بہت مزہ آئے گا۔۔۔" رمشا خوشی خوشی اپنا پلان بتانے لگی

"ہاں۔۔۔ وہ تو ٹھیک ہے مشو مگر میں پارٹی وغیرہ میں کبھی بھی نہیں گئی۔۔۔" آ بی نے جھجھکتے ہوئے کہا

"او کم آن یار۔۔۔ کبھی نہیں گئی تو ابھی چلنا وہ کوئی ایسی ویسی پارٹی نہیں بس فرینڈز کی گیٹ ٹو گیدر ہے۔۔۔"

بہت families respected کے لوگ ہوں گے۔۔۔۔۔ تمہیں اپنے سب فرینڈز سے ملوانا چاہتی ہوں انہیں بھی تو معلوم ہو میری بھی کوئی بڑی بہن ہے۔۔۔۔۔" رمشا نے اسے تسلی دی

"اچھا۔۔۔ ایسا ہے تو پھر ٹھیک ہے۔۔۔۔۔" آ بش رمشا کی خوشی کی خاطر تو اس وقت کچھ بھی کر جاتی

"تھینک یو سوچ۔۔۔۔۔" رمشا نے آ بش کو گلے لگالیا۔۔۔۔۔

"مارے حیرت و خوشی کے آ بش کی آنکھیں بھیگ گئیں یہ قسمت یوں بھی مہربان ہوتی ہے۔۔۔۔۔ اس نے سوچتے ہوئے رمشا کے گرد گھیرا مضبوط کر لیا۔

☆.....☆.....☆

فیکٹری سے نکلتے نکلتے اسے رات کے 9 بج گئے تھے۔۔۔ نومبر کی اوائل راتیں یوں بھی سرد ہوتی ہیں مگر جب جھڑی لگتی ہے تو کئی کئی دن جاری رہتی ہے۔۔۔ ابھی بھی فیکٹری کے باہر قطاروں کی صورت لگی زرڈ لائنس

میں رجم جھم گرتی ہلکی بارش نے ماحول کو بے حد خوبصورت بنا دیا تھا۔۔۔

فیکٹری ایریا چونکہ آبادی سے کافی دور تھا لہذا ہر جانب گہری خاموشی تھی۔۔۔۔

وہ فیکٹری سے نکل کر اپنی گاڑی تک آیا تو بارش کی ننھی بوندوں نے اسکے چہرے اور بالوں کو نم کر دیا تھا وہ گاڑی میں بیٹھا ہی تھا کہ آبش کے احساس نے اسے گھیر لیا اسے آبش شدت سے یاد آنے لگی۔۔۔ اس دن آبش کی نم آنکھیں بارش میں بھیگا وجود اس کا غصہ اور پھر بے بسی سب ہی اسے حد درجہ یاد آنے لگے اس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ ابھی اسی وقت اسکے پاس پہنچ جاتا۔۔۔۔

”مجھ سے شادی کرو گی نا۔۔۔۔ اور انکار مجھے نہیں سننا۔۔۔“ وہ اپنی ناک کی نوک آبش کی گال پر ٹکا کر مدھم لہجے میں بولا تھا۔۔۔

”ہا۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔ کروں گی۔۔۔۔“

آبش کے جواب نے ابھی تک اسے ایک پر کیف احساس میں مبتلا کیا ہوا تھا وہ اسکے اقرار سے باہر ہی نہیں نکل پارہا تھا۔۔۔ ابھی بھی دانستہ طور پر وہ اپنی آنکھیں بند کر کے اس پل کو محسوس کرنے لگا جس پل وہ اسکی دسترس میں تھی اسکے بے حد قریب وہ اسے ہمیشہ ایسے ہی اپنے قریب رکھنا چاہتا تھا۔۔۔ اسے ہمیشہ چھوڑتے ہوئے اسے تکلیف ہوئی تھی۔۔۔ چاہے وہ پیر عبد اللہ کے حزار پر اسے جاتے دیکھنا ہو یا ملتان سے اسے ملکہ پور اسکی نانی ماں کے گھر چھوڑنا ہو یا لاہور سے برستی بارش میں چھوڑ کر آنا ہو اسے آبش سے جدا ہوتے ایک تکلیف سی محسوس ہوتی تھی جس تکلیف جس درد کو وہ کوئی نام دینے سے قاصر تھا اسے اس بات کا ادراک ہو چکا تھا یہ محبت جیسی حسین بلا اسے اپنی گرفت میں لے چکی ہے۔۔۔ لہذا وہ اپنا آپ اس محبت کے سپرد کر کے خوش تھا بے حد خوش بس اب اس محبت کے حصول کے لیے اسے سرتوڑ کوشش کرنی تھی۔۔۔ اسے اپنے راستے میں آئی ہر رکاوٹ کو عبور کرنا تھا۔۔۔ اور وہ سردار عزیز تھا۔ جو ٹھان لیا وہ کر چھوڑنا اسکی عادت تھی۔۔۔ اور عادت کب بدلتی ہے۔

☆.....☆.....☆

زرینہ کے برے دنوں کا آغاز بہت جلد ہو گیا تھا۔۔۔۔ چوہدری امانت کو زرینہ کی طلاق اور لا پرواہی کا صدمہ اندر ہی اندر کسی دیمک کی طرح چاٹ گیا تھا اب وہ بستر سے لگ کر رہ گئے تھے۔۔۔۔ سارا کام کاروبار

اور جائیداد بیٹوں میں تقسیم کرنے کا مرحلہ شروع تھا۔۔۔ رفاقت اور شفاعت کی بیویاں زرینہ سے شدید متنفر ہو چکی تھیں ان چند مہینوں میں زرینہ نے سینکڑوں لڑائیاں اس گھر میں کروائی تھیں۔۔۔ جن سے سب کے دل ہی زرینہ کی طرف سے برے ہو چکے تھے وہ سارا وقت کسی ناکسی کو لڑانے میں مگن رہتی۔۔۔ خاص طور پر اپنی بھابھیوں کو وہ کسی صورت خوش نہیں دیکھ سکتی تھی صفیہ بی بی اسکی خاطر بچے تو لے آئی تھی مگر اب بہت پچھتا رہی تھی۔۔۔ سردار عزیز اگرچہ بچوں کی ہر ہر ضرورت ہر خواہش پوری کر رہا تھا۔۔۔ مگر زرینہ کی فطرت تو کوئی بھی بدل نہیں سکتا تھا کچھ لوگوں کا خاصا ہوتا ہے وہ جہاں جاتے ہیں زہر پھیلاتے ہیں زرینہ بھی کچھ اسی سوچ کی مالک ہے وہ زیادہ دیر کسی کو ہستا نہیں دیکھ سکتی تھی۔۔۔ اور یہ اسکی ابھی کی نہیں بچپن کی عادت تھی اکلوتی ہونے کا ساری زندگی اس نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور اب اس فائدے میں واضح کمی ہونے لگی تھی گھر میں دودو بہوئیں موجود تھیں زرینہ کی نسبت انہیں ہر معاملے میں ترجیح دی جاتی انکے مشورے سے کام ہونے لگے تھے چوہدری امانت کے گھر کے اصول اب چوہدری شفاعت اور چوہدری رفاقت کی بیویوں کے مطابق تبدیل ہونے لگے تھے۔۔۔ اور یہ ہی تو دستور زمانہ ہے۔۔۔ پرانا رنگ مدھم ہونے لگتا ہے تو اس کی جگہ نیا شوخ رنگ جگہ لینے کے لیے تیار ہوتا ہے اور ایسے میں سمجھا روہ ہی ہے جو اس دستور کو قبول کر کے نئے آنے والے کو جگہ دے ہر شے ہر رشتے ہر انسان کو زوال ہے۔۔۔ اپنا وقت کاٹ کر دوسرے کو جگہ دینا بے حد ضروری ہو جاتا ہے اور جو لوگ اس دستور کو قبول نہیں کرتے وہ دوسروں کے ساتھ اپنی زندگی بھی اجیرن کر لیتے ہیں۔۔۔

چوہدری امانت نے آنے والی بیٹیوں کو دل سے تسلیم کر کے انکو تمام اختیارات سونپ دیے تھے۔۔۔ جس پر زرینہ کے اکسانے پر صفیہ بی بی نے بھی کافی ہنگامہ کیا تھا۔۔۔ زرینہ کی لگائی بجھائی کی عادت نے دونوں جیٹھانی دیورانی کو اس سے بہت جلد متنفر کر دیا تھا۔۔۔

یہ سب دیکھتے ہوئے چوہدری امانت نے زرینہ کے لیے دو کنال کی گھر کی زمین میں ہی لان کی جانب زرینہ کا الگ پورشن بنانے کا فیصلہ کیا۔۔۔ اب یہ کام جاری و ساری تھا۔۔۔

"کہنے کو تو ملکوں کی بیٹی ہے مگر ساتھ کیا لائی ہے۔۔۔ اکڑ دیکھی ہے اماں تو نے اسکی۔۔۔ ناکوئی گاڑی نا بگلہ جہیز میں باپ نے دیا ہی کچھ نہیں اور اکڑ چیک کرو ذرا بی بی کی۔۔۔" زرینہ لان میں دھوپ میں بیٹھی کیونو

کے چھلکے اتارتے ہوئے بولی۔۔۔ دونوں کلائیوں میں سونے کی چوڑیاں پہنے قیمتی لاکٹ سیٹ پہنے تیز نیلے رنگ کے کام والے سوٹ کے ساتھ آنکھوں میں کا جل بھرا ہوا تھا۔ ہونٹوں پر گلابی لپ سٹک لگائے وہ نخوت سے بولی

"رسی جل گئی پر بل نا گیا۔۔۔۔۔" رفاقت جو کسی کام سے باہر آیا اسکی بات سن کر وہیں رک گیا

"تو بس بہن کو ہی نو کے ٹو کے مارا کر۔۔۔ ماں جائی ہے تیری۔۔۔ تیرے ساتھ پٹی بڑھی ہے۔۔۔ آج دو دن نہیں ہوئے اس لڑکی کو آئے اور تو نے آنکھیں ماتھے پر رکھ لیں۔۔۔۔۔" صفیہ بی بی جذباتی ہوئی تھی

"بس یہ تیری شہمہ ہے اماں۔۔۔ جو آج یہ یہاں بیٹھی ہے۔۔۔۔۔" رفاقت بول کر اندر جانے لگا جب

زرینہ کھڑی ہو گئی

"کیا مطلب ہے تیرا ادھر بیٹھی ہوئی ہے۔۔۔ اپنے باپ کے گھر بیٹھی ہوں تم بھائیوں کے در پر نہیں بیٹھی۔۔۔۔۔ تو جا کر بیٹھ بیوی کے قدموں میں تم لوگوں کو تو دنیا سے انوکھی بیویاں مل گئی ہیں پہلے بڑا زن مرید تھا اب دوسرا اس سے بھی دو ہاتھ آگے ہے۔۔۔۔۔" زرینہ بد لحاظ ہو چکی تھی

"کاش زرینہ تجھ میں بھی اتنے گلے ہوتے تو آج تو بھی اپنے شوہر کے گھر اسکے ساتھ ہوتی۔۔۔ مگر افسوس تو تو اس لائق ہی نہیں تھی ہاں تو اسی لائق ہے جہاں پر تو موجود ہے۔۔۔۔۔" رفاقت بھی میدان میں اتر اٹھا

"بس کر جاؤ۔۔۔۔۔ ہائے اور ہاکن گناہوں کی سزا مل رہی ہے مجھے۔۔۔۔۔" صفیہ بی بی انکی بلند ہوتی آوازوں سے خائف ہو کر بولی

"نہیں نہیں اماں بولنے دو اسکو۔۔۔ اسکو مر جیں جو لگ گئی ہیں۔۔۔ مجھے بتائے نا کیا لائی ہے اسکی چیمٹی جہیز میں۔۔۔۔۔ جو اکڑتی پھرتی ہے میرے باپ کے گھر میں۔۔۔۔۔ کس بات کا مان ہے اسے۔۔۔۔۔" زرینہ بات کا رخ پھر موڑ چکی تھی۔۔۔۔۔

"میں بتاتی ہوں زرینہ باجی کس بات کا مان ہے۔۔۔۔۔ مجھے اپنے شوہر کی محبت اور ساتھ کا مان ہے بس۔۔۔۔۔ رفاقت آپ اندر چلیں۔۔۔۔۔" رفاقت کی بیوی انتہائی نازک سی خوبصورت لڑکی تھی۔۔۔ وہ رفاقت کا بازو محبت سے تھام کر اسے اندر لے گئی جو زرینہ کو کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا

"زن مرید نا ہوں تو۔۔۔۔۔ اماں کیا کھا کر ایسے بیٹے پیدا کیے تو نے۔۔۔۔۔" زرینہ سلگ کر بولی

"مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں تھے کیا کھا کر پیدا کیا تھا میں نے۔۔۔" صفیہ بی بی منہ میں ہی بڑبڑاتی تھی
 "کیا۔۔۔۔۔" زرینہ نے ماں کو گھورا تھا۔۔۔

"کچھ نہیں میں کہہ رہی تھی بچوں کے لیے کوئی کام والی رکھ لے مستقل۔۔۔ انہیں چوبیس گھنٹے کسی کی ضرورت ہے۔۔۔ تو انکا کوئی خیال نہیں رکھ رہی۔۔۔ اور میرے میں اب اتنی ہمت نہیں ہوتی۔۔۔ تو کم از کم کھانے پینے کا تو خیال رکھا کر انکا۔۔۔" صفیہ بی بی نے سنجیدہ ہو کر کہا
 "کھانے پینے کی ایسی گندی عادتیں ڈالی ہوئی ہیں انکی پھوپھیوں نے وہ عجیب عجیب فرمائشیں کرتے ہیں کبھی پاستا کبھی نوڈل کبھی پیزا۔۔۔ مجھ سے تو یہ سب بنتا نہیں اور نا مجھے کھانا پسند ہے۔۔۔ گندی عادتیں ڈال کر میرے سر پھینک گیا اپنی اولاد کو۔۔۔" زرینہ تلخی سے بولی
 "نا شکری ہے تو۔۔۔ کس طرح تیرے کہنے پر گڑگڑا کر منتیں کر کے تیرے بچے لے کر آئی تھی میں تیرے لیے۔۔۔ باپ تو انکا دینے کو تیار نہیں تھا۔۔۔" صفیہ بی بی کو دھچکا سا لگا
 "بس بس رہنے دے اماں۔۔۔ ڈرائیور کو بھیج کر بچے منگوا لے میں ذرا سر کی مالش کروالوں۔۔۔" زرینہ ڈھیٹوں کی طرح اٹھ کر چلی گئی اور صفیہ بی بی سر پکڑ کر رہ گئی۔۔۔

☆.....☆.....☆

"بھائی۔۔۔ آپ کو نیچے ولید بھائی بلارہے ہیں۔۔۔" شانو بی بی سردار عزیر کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹا کر بولی۔ وہ گھر آتے ہی فریش ہو کر گہری نیند سو گیا تھا رات ساڑھے گیارہ بجے دروازے کے شور سے اسکی آنکھ کھلی۔۔۔ وہ جب ایک بار کمرے کی لائٹس آف کر دیتا تو کسی کی جرات نا ہوتی کوئی اسکے کمرے کا رخ کرے پھر آج کیا ایسی آفت آگئی۔۔۔

"بھائی ولید بھائی اور بابا سائیں نیچے انتظار کر رہے ہیں۔۔۔" شانو بی بی نے پھر آواز لگائی۔
 "اچھا اچھا آرہا ہوں۔۔۔" اس نے آواز دی اور سیدھا ہو بیٹھا اسے اتنے دنوں بعد ایسی پرسکون نیند آئی تھی مگر۔۔۔

"کہیں اس گروہ کے متعلق کوئی معلومات تو نہیں مل گئی کوئی شاید کوئی سراغ ہاتھ لگ گیا ہو۔۔۔" وہ جلدی

سے کمفر ٹراتا کر نیچے جانے کے لیے اٹھ گیا۔۔۔

نیچے مین ہال میں ہی بابا سائیں قیمتی صوفے پر براجمان تھے جب کہ ولید بڑی وال سائز گلاس ونڈو پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا

"خیریت ولید لالہ۔۔۔ اس وقت یاد کیا سب خیریت ہے۔۔۔؟ اس نے ولید کو مخاطب کیا بابا سائیں کو از حد سنجیدہ بیٹھے وہ دیکھ چکا تھا

"میں نے سنا ہے تم شادی کرنا چاہتے ہو۔۔۔" بابا سائیں تو سامنے میز پر نظر جمائے خاموش بیٹھے تھے ولید نے بات کا آغاز کیا

"ہاں جی بالکل ٹھیک سنا۔۔۔" سردار عزیزان دونوں کو دیکھ کر ساری بات سمجھ گیا اور اب وہ بھی تسلی سے سامنے ایل ہیپ صوفے پر ٹپک گیا

"باپ اور بھائی سے مشورہ کرنا ضروری نہیں سمجھاتم نے۔۔۔؟" ولید بھی آج پہلی بار شاید اتنا سنجیدہ تھا "مشورہ تو کسی سے بھی نہیں کیا۔۔۔ بس بتایا ہے سب کو۔۔۔" سردار عزیز بولا

"ٹھیک ہے۔۔۔ مان لیا تم نے اپنی مرضی ہی کرنی ہے ہمیں کوئی اعتراض نہیں مگر۔۔۔ وہی لڑکی کیوں؟" سردار ولید نے اسے دیکھتے ہوئے استفسار کیا

"جب مرضی میں نے اپنی ہی کرنی ہے تو لڑکی کوئی بھی ہو آپ لوگوں کو اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا چاہیے۔۔۔" وہ بھی ولید اور بابا سائیں کو دیکھتے ہوئے بولا

"فرق پڑتا ہے۔۔۔ ہمیں بہت فرق پڑتا ہے۔۔۔ ایک اغوا شدہ لڑکی اس گھر کی بہو نہیں بن سکتی۔۔۔" ولید سختی سے بولا

"اسے اس گھر کی بہو بننا بھی کون رہا ہے۔۔۔ وہ صرف میری بیوی ہوگی۔۔۔ آپ لوگ یہ بہو والا شوق بہت پہلے پورا کر چکے ہیں۔۔۔" سردار عزیز کی نیند سے بھری آنکھیں مزید سرخ ہو چکی تھیں

"عزیز یہ وقت بحث کا نہیں۔۔۔ تمہیں جس سے شادی کرنی ہے کر لو مگر اس لڑکی سے تم شادی نہیں کر سکتے۔۔۔ یہ ہمارا فیصلہ ہے۔۔۔" سردار ولید قدرے آرام سے بولا

"فیصلہ۔۔۔۔۔ پھر ایک بار میں آپ لوگوں کے فیصلے کی بجینٹ چڑھ جاؤں۔۔۔۔۔" سردار عزیز بری طرح دھاڑا تھا وہ اپنی نشست چھوڑ کر کھڑا ہو گیا

بی بی سائیں اسکی آواز سن کر کمرے سے باہر نکل آئی تھیں۔۔۔ شانو اور زہرا بی بی انکے پیچھے خاموش کھڑی تھیں

"تم اسکے علاوہ جس لڑکی سے کہو گے تمہاری شادی میں خود کرواؤں گا مگر یہ لڑکی نہیں۔۔۔ تم شاید بھول رہے ہو پورا ایک ہفتہ وہ لڑکی اغوار ہی ہے۔۔۔۔۔ تمہیں کیا معلوم اسکی عزت۔۔۔۔۔"

"بس۔۔۔۔۔ بس۔۔۔ ایک لفظ اور نہیں۔۔۔ کیا وہ لڑکی۔۔۔ وہ لڑکی۔۔۔ لگائی ہوئی ہے۔۔۔ وہ صرف لڑکی نہیں میری زندگی ہے۔۔۔ میری زندگی کو زندگی بنانے والی ہے وہ لڑکی۔۔۔ اور اسکی عزت کے متعلق میں کسی کو بولنے کا کوئی حق نہیں دوں گا سمجھے آپ لوگ۔۔۔ مجھے اس سے شادی کرنی ہے تو ہر قیمت پر کرنی ہے اور اگر کسی نے بھی مجھے روکنے کی کوشش کی تو وہ بدترین انجام کا خود ذمہ دار ہوگا۔۔۔" سردار عزیز بری طرح طیش میں بول رہا تھا سردار ولید کے ساتھ ساتھ بابا سائیں بھی ہکا بکا اسے دیکھ رہے تھے۔۔۔۔۔

"عزیر۔۔۔ میرے بھائی۔۔۔ میری بات سنو۔۔۔ ہمیں تمہاری خوشی کا خیال ہے اسی لیے تمہیں سمجھا رہے ہیں۔۔۔ آگے جا کر پچھتانے سے بہتر ہے تم سوچ سمجھ کر فیصلہ لو۔۔۔" ولید قدرے نرم پڑ گیا

"پچھتایا تو میں بہت پہلے بھی تھا کسی کی بات مان کر۔۔۔ ایک بار اپنی مرضی کر کے بھی پچھتا لیں گے۔۔۔" وہ بابا سائیں پر چوٹ کرنے سے باز نا آیا تھا۔۔۔ انہیں دیکھتے ہوئے وہ رخ پھیر کر جانے لگا جب ولید بولا

"مطلب تم اپنی بات سے نہیں ہٹو گے۔۔۔" ولید کی آواز پر وہ رک گیا

"کبھی بھی نہیں۔۔۔۔۔ وہ سردار عزیز عباس کی عزت بنے گی۔۔۔ اور میں امید کرتا ہوں سردار عزیز کی عزت کی سب عزت کریں گے اور یہ ہی سب کے حق میں بہتر ہے۔۔۔۔۔" وہ دونوں انداز میں رخ پھیرے ہوئے ہی بولا

"تو اس فیصلے میں تم ہمیں اپنے مخالف پاؤ گے۔۔۔" بابا سائیں بھی کھڑے ہو گئے

"منظور ہے۔۔۔" وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا تیزی سے وہاں سے نکل گیا

☆.....☆.....☆

"رمشا یہ کپڑے۔۔۔ ایسے کپڑے تو میں نے کبھی بھی نہیں پہنے پلینز کوئی اور دیکھ لو میں یہ نہیں پہن سکتی۔۔۔" اگلی صبح رمشا اسکے لیے ایک بے حد خوبصورت وائٹ اینڈ بلیک میکسی لے کر آئی۔۔۔ ساتھ ایک بلیک ٹاپ اور سکرٹ بھی تھا۔۔۔ وہ آبلش کو ان میں سے کپڑے سلیکٹ کرنے کو بول رہی تھی۔۔۔ ایسے سیلو لیس کپڑے اور وہ بھی اتنے چست تو اس نے کبھی پہننے کا سوچا بھی نہ تھا

"آج سے پہلے تم پارٹی میں بھی تو نہیں گئی اب پینڈوؤں کی طرح حمیں کھلی کھلی شلوار قمیض میں لے جا کر اپنا اور تمہارا مذاق تو نہیں بنوا سکتی آبی ٹرسٹ می یہ تم پر بہت سوٹ کریں گے۔۔۔" رمشا اسے محبت سے قائل کر رہی تھی

"مشو میں یہ نہیں پہن سکتی۔۔۔ دیکھو یہ میرے کمفرٹ زون سے بہت باہر ہیں۔۔۔" آبلش انکاری تھی باہر سے گزرتی نور لودھی کو آبی اور رمشا کو حمزہ کے کمرے میں باتیں کرتے دیکھ کر خوشگوار حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔۔۔ وہ کچھ دیر تو نا سمجھی کے عالم میں کھڑی رہیں اور پھر انکے پاس اندر آ گئیں

"میری شہزادیاں کیا کر رہی ہیں۔۔۔" نور لودھی نے محبت سے کہا "امی دیکھیں یہ رمشا میرے لیے کتنے پیارے کپڑے لائی ہے مگر میں اسکو بتا رہی تھی میں یہ نہیں پہن سکتی۔۔۔" آبلش مسکرا کر نور لودھی کو ہٹانے لگی

"مگر ماما آپ یہ بھی تو دیکھیں یہ کپڑے آبی پر کتنے سوٹ کریں گے۔۔۔ اب آپ اسکو سمجھائیں پارٹیز میں یہ تھیلے نہیں چلتے۔۔۔" رمشا آبی کے کپڑے پکڑ کر منہ بسور کے بولی جس پر نور اور آبی دونوں ہی ہنس دیے

"ہاں بھئی آبی ہماری مشو کہہ تو بالکل ٹھیک رہی ہے یہ کپڑے تو پارٹی میں نہیں پہنے جاسکتے۔۔۔ مگر مشو یہ کپڑے جو تم نے سلیکٹ کیے یہ بھی آبی نہیں پہن سکتی۔۔۔ اسلیے کوئی اور حل نکالتے ہیں۔۔۔" نور لودھی نے محبت سے دونوں بیٹیوں کی بات رکھی تھی

"او کے ٹھیک ہے پھر آپ اسکو کوئی ڈھنگ کے کپڑے سلیکٹ کروائیں میں خود ریڈی ہو جاؤں۔۔۔۔۔ شام 4 بجے ہمیں ہر صورت نکلنا ہے یونی کے لیے۔۔۔۔۔" وہ ان دنوں کو کہتی وہاں سے چلی گئی۔۔۔۔۔

"شکر ہے امی آپ آگئیں ورنہ مشو آج مجھے یہ کپڑے پہنا کر ہی رہتی۔۔۔۔۔" آبی نور لودھی کے قریب ہوئی تھی

"میری بیٹی کسی الجھن میں ہو اور میں نا آؤں ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔" نور لودھی نے آبلش کی پیشانی پر محبت سے بوسہ دیا

"میں بہت خوش ہوں امی رمشانے مجھے بڑی بہن کی صورت قبول کر لیا ہے۔۔۔۔۔ آپ نے دیکھا وہ کیسے مجھ سے ناراض ہوتی ہے باتیں منواتی ہے۔۔۔۔۔ مجھ سے سب باتیں صبر کرتی ہے۔۔۔۔۔ امی سچ میں مجھے بہت اچھا محسوس ہو رہا ہے۔۔۔۔۔" آبلش کی آنکھوں کی چمک سے واضح تھا وہ کتنی خوش ہے

"ہاں میری جان میں نے دیکھا ہے۔۔۔۔۔ میں بہت خوش تم دونوں کو ایسے دیکھنے کے لیے کتنی دعائیں کی ہیں میں نے۔۔۔۔۔ اللہ تم دونوں میں محبت قائم رکھے۔۔۔۔۔" نور لودھی نے اسکے بال ٹھیک کرتے ہوئے محبت پاش لہجے میں کہا

"چلیں امی بتائیں میں کون سے کپڑے پہنوں۔۔۔۔۔ مشو آتی ہی ہوگی۔۔۔۔۔" آبی نے مسکرا کر کہا تو نور لودھی نے بھی ہنس کر اثبات میں سر ہلادیا

☆.....☆.....☆

سردار عزیز کو قطعی امید نہ تھی کہ اس بار اسکی مخالفت پر سردار ولید بھی میدان میں اتر آئے گا۔۔۔۔۔ اسے غصے کے ساتھ ساتھ شدید دکھ بھی ہوا۔۔۔۔۔ وہ کمرے سے اپنا موبائل فون والٹ اور ایک سوٹ ہینگ ہوا اتار کر گاڑی میں رکھ چکا تھا۔۔۔۔۔ رات کے بارہ بج رہے تھے بی بی سائیں اسکے پیچھے پیچھے تھیں۔۔۔۔۔

"عزیر۔۔۔۔۔ بیٹا میری جان اس وقت کہاں جا رہا ہے۔۔۔۔۔ میں ہوں تاہیرے ساتھ تو کیوں پریشان ہوتا ہے میں اسی لڑکی سے تیری شادی کرواؤں گی دیکھنا تو۔۔۔۔۔" بی بی سائیں اسکے پیچھے تھیں اور زہرا بی بی انکے پیچھے۔

"عزیر پاگل نہ بنو۔۔۔ ان لوگوں نے تو ایسا کہنا ہی ہے مگر ہونا وہی ہے جو تم چاہو گے۔۔۔" زہرا نے کہا
 "اگر وہی ہونا ہوتا تو آج یہ میرے مخالف نہ کھڑے ہوتے زہرا۔۔۔ اماں سائیں۔۔۔ آپ پریشان نا
 ہوں مگر اب میں تب تک اس گھر میں نہیں آؤں گا جب تک میں آہش سے نکاح نہیں کر لیتا۔۔۔" وہ اماں
 سائیں کو دونوں شانوں سے تھام کر بولا

"ایسے کیسے نکاح کریگا خود۔۔۔ یہ باتیں دو خاندان مل کر کرتے ہیں تجھ اکیلے کو کیسے کوئی اپنی بیٹی پکڑا دے
 گا۔۔۔ مجھے بھی ساتھ لے چل میں چلوں گی ساتھ تیرے۔۔۔" بی بی سائیں بے چین ہو گئیں
 "نہیں اماں سائیں ابھی نہیں۔۔۔ میں لے کر جاؤں گا آپ کو مگر ابھی نہیں۔۔۔ آپ بس دعا کریں زہرا
 انکا خیال رکھنا۔۔۔" سردار عزیر نے عقیدت سے ماں کے ہاتھ جوئے تھے
 "عزیر تو اکیلے کیسے سب کریگا۔۔۔" بی بی سائیں نے عزیر کا ہاتھ پھر تھام لیا
 عزیر خاموشی سے کچھ ہل کھڑا رہا۔۔۔

"اللہ مالک ہے۔۔۔" وہ بی بی سائیں کی گرفت سے اپنا ہاتھ چھڑا کر بغیر کسی کو دیکھے کارپورج میں موجود
 اپنی گاڑی میں بیٹھا چوکیدار نے گیٹ کھولا اور وہ تیزی سے گاڑی نکال کر لے گیا۔۔۔
 "کہاں گیا یہ۔۔۔" ولید تیزی سے نکل کر باہر اماں سائیں اور زہرا بی بی کے قریب آیا
 "معلوم نہیں۔۔۔ چلیں اماں سائیں اندر۔۔۔" زہرا بی بی نے سپاٹ لہجے میں کہا
 "کیا مطلب پتا نہیں۔۔۔ بتا کر نہیں گیا۔۔۔" ولید کو تشویش ہوئی

"جانے دوا اسکو چھوڑ دوا اسکی جان تم باپ بیٹا۔۔۔ وہ کوئی چھوٹا بچہ نہیں ہے پینتیس سال اپنی زندگی کے گزار
 چکا ہے اب باقی زندگی اسے اسکے مطابق جینے دو۔۔۔" اماں سائیں کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے تھے
 "اماں سائیں کیا ہم اسکے دشمن لگتے ہیں آپ کو۔۔۔ میری جان ہے اس بیوقوف میں۔۔۔ اسکے یوں
 جانے پر مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔۔۔ رات کے بارہ بج رہے ہیں" سردار ولید اماں سائیں کا بازو تھام کر
 انہیں اندر لے کر لاؤنج تک لایا۔۔۔

"بھگا آئی اپنے بھگوڑے بیٹے کو۔۔۔" صوفے پر بیٹھے حاجی سائیں نے شدید طنز کیا

اماں سائیں نے ایک خفگی بھری خاموش نگاہ سے حاجی سائیں کو دیکھا انکی آنکھوں میں صرف شکایتیں ہی شکایتیں تھیں

"بابا سائیں اماں سائیں کی طبیعت ٹھیک نہیں۔۔۔۔" ولید نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ان سے خاموش رہنے کی التجا کی۔۔۔

"میں بھی دیکھتا ہوں وہ کیسے اس لڑکی سے شادی کرتا ہے اگر اس نے ایسا کیا تو میں اسے عاق کر دوں گا۔۔۔" کاش میرا ایک ہی بیٹا ہوتا ولید۔۔۔" حاجی سائیں غصے میں تھے اور انہیں بولنے سے کون روک سکتا تھا "یہ فضول کی ضد بازی اچھی نہیں حاجی سائیں۔۔۔ اور میرے جیتے جی میں بھی دیکھتی ہوں کون اسے عاق کرتا ہے۔۔۔ وہ میرا بیٹا ہے اور مجھے اس پر فخر ہے۔۔۔" بی بی سائیں بھی دو ٹوک لہجے میں بولیں "فخر۔۔۔ ادنہ۔۔۔ فخر صرف میرا ولید ہے۔۔۔ عزیر جیسے بیٹے صرف ماں باپ کے مقدروں میں ذلالت لکھتے ہیں۔۔۔" حاجی سائیں بھی غصے سے بولیں

"یہ وقت غصے کا نہیں ہے بابا سائیں۔۔۔ آپ بھی چلیں جا کر آرام کریں بہت رات ہو گئی ہے۔۔۔" ولید کو صورت حال سنگین ہوتی محسوس ہوئی تھی "حاجی سائیں میرے بیٹے پر ایک الزام بھی اور لگایا تو اچھا نہیں ہوگا۔۔۔" بی بی سائیں رونے لگی تھیں۔۔۔ زہرا بی بی انہیں چپ کرانے لگیں "رو اس وقت کو بیٹھ کر جب خدا نے ہمیں یہ بیٹا دیا تھا۔۔۔" حاجی سائیں غصے سے اٹھے اور کمرے کی طرف چلے گئے۔۔۔

"کیا ایسا جرم کر دیا اس نے جو ہر وقت اسکے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔۔۔" اسکو بر باد کر کے بھی چین نہیں آیا انکو۔۔۔" بی بی سائیں رورہی تھیں

"اماں سائیں بس کریں سب ٹھیک ہوگا۔۔۔ بس چپ کر جائیں۔۔۔" ولید ماں کی حالت دیکھ کر کہاں ضبط کر پایا تھا وہ بھی سخت پریشان ہو چکا تھا

حاجی سائیں کے اپنے کمرے میں جاتے ہی شانو بی بی اور سمعیہ بھی بھاگ کر اماں سائیں کے پاس آ گئیں

تھیں۔

"کیا ٹھیک ہوگا۔۔۔ میرا بیٹا باپ اور بھائی کے ہوتے ہوئے اکیلا ہو گیا۔۔۔" اماں سائیں ولید کے سینے سے لگی رو رہی تھیں

"وہ کبھی اکیلا نہیں ہوگا اماں سائیں ہم اسے اکیلا نہیں چھوڑیں گے۔۔۔" ولید کی آنکھیں بھی نم ہو گئیں۔۔۔

☆.....☆.....☆

ارادہ اسکا ملتان جانے کا ہی تھا مگر پھر اس نے گاڑی موٹر وے پر ڈال دی اب وہ لاہور جانے کا ارادہ کر چکا تھا۔۔۔

"میرا یا ر گیا ہے جس پا سے
مینوں اس پا سے تو رہن دے
میں دل دا اوکھا لگدا ہاں
میرے یار نوں سکھ وچ رہن دے
اے کالیاں کالیاں راتاں نے
تے ہون گیاں برساتاں نے
میرے دل نوں اپنے دل اج
اج نارو کی تو رہن دے"

اس نے اپنے دوست کو فون کر کے ہوٹل میں کمرہ بک کرنے کا کہہ دیا تھا۔۔۔ جس پر اس نے صاف صاف انکار کر دیا اور سردار عزیز کو سختی سے اپنے گھر آنے کی تلقین کی۔۔۔ صارم سردار عزیز کے گاؤں کا تھا دونوں بچپن کے یار دوست تھے صارم اعلیٰ تعلیم کے لیے امریکا گیا اور وہاں سے ہارٹ سرجن بن کر واپس آیا تھا اسکی ساری فیملی گاؤں میں ہی تھی مگر وہ لاہور ماڈل ٹاؤن میں اپنے ذاتی بنگلے میں ہی رہتا تھا۔۔۔ سردار عزیز اکثر و بیشتر لاہور آتا تو اسکے ساتھ ہی وقت گزارتا مگر آج وہ اکیلا رہنا چاہتا تھا اسے آنے والے وقت کو لے کر بہت کچھ سوچنا

تھا بہت کچھ کرنا تھا۔۔۔ صارم کو لاکھ کہنے کے باوجود وہ بعد تھا لہذا صبح 4 بجے کے قریب وہ لاہور صارم کے گھر پہنچا تھا چونکہ کیدار نے ہی گیٹ کھولا تو وہ گاڑی سیدھا اندر لے گیا۔۔۔ اتنے میں صارم بھی تیز تیز چلتا کار پورچ میں آچکا تھا۔۔۔

"خوش آمدید۔۔۔ خوش آمدید۔۔۔" دیر لگی آنے میں تم کو شکر ہے پھر بھی آئے تو۔۔۔" صارم کافی خوش مزاج تھا وہ سردار عزیر کے گاڑی سے نکلے ہی بغلیں ہو گیا

"کیا یار تو ابھی تک جاگ رہا ہے۔۔۔ اس لیے کہا تھا مجھے ہوٹل میں جانے دیتا۔۔۔ خواہ مخواہ تجھے بھی تنگ کیا۔۔۔" سردار عزیر کو خاصی شرمندگی ہوئی

"یہ غیروں جیسی باتیں کم از کم میرے ساتھ نہ کیا کر۔۔۔ چل اندر آ باہر خاصی ٹھنڈ ہے۔۔۔ سامان لڑکالے آتا ہے۔۔۔" صارم اسکا بازو پکڑ کر اسے اندر لیوگ ایریا میں لے آیا

"پہلے کھانا کھالے پھر چائے پیئے ہیں۔۔۔ کیا خیال ہے۔۔۔" صارم اسکی سنجیدگی سے اندازہ لگا چکا تھا کہ اس بار بات کچھ سیریس ہے۔۔۔

"دل نہیں کھانے کو بس چائے پلا دے۔۔۔" سردار عزیر موبائل فون اور گاڑی کی چابی ٹیبل پر پھینک کر قیمتی لیڈر کے صوفے پر ڈھسے گیا اب وہ اپنی کپڑی سہلا رہا تھا۔۔۔

"چل ٹھیک ہے۔۔۔" صارم نے ملازم کو چائے اور ساتھ کلب سینڈویچ لانے کو کہا اور پھر عزیر کی جانب متوجہ ہوا

"کیا پریشانی ہے۔۔۔۔۔" صارم بولا

"ہونہہ۔۔۔ پریشانی۔۔۔ نہیں کوئی پریشانی نہیں۔۔۔" سردار عزیر واضح جھوٹ بول گیا

"میں تجھے پاگل لگتا ہوں۔۔۔؟ تجھے بچپن سے جانتا ہوں تیری نس نس سے واقف ہوں یہ اور بات ہے کہ تو نے کبھی اپنا سمجھا نہیں۔۔۔" صارم بھی اسکے قریب ہی صوفے کی پشت پر بازو پھیلا کر بولا

"تو سب جانتا ہے صارم۔۔۔" سردار عزیر نے صوفے کی پشت پر سر ٹکایا ہوا تھا

"ہاں مگر ابھی کیا بات ہے۔۔۔۔۔" وہ بتا۔۔۔" صارم نے سوال کیا

"سردار عزیز نے اسے ساری بات تفصیلاً بتائی ان حالات میں وہ اس پر یقین کر سکتا تھا۔۔۔۔۔"

"تو اس میں غلط کیا ہے حاجی سائیں بھی اب زیادتی کر رہے ہیں۔۔۔ مگر حیرت ولید لالہ پر ہے وہ کیسے انکا ساتھ دے رہے ہیں۔۔۔" صارم ساری بات بغور سن کر بولا

"اس بات کا افسوس مجھے بھی ہے ولید لالہ مجھے نہیں سمجھ سکا۔۔۔" سردار عزیز بولا

"اب آگے کیا سوچا ہے۔۔۔؟" صارم چائے کا گک سردار عزیز کو پکڑاتے ہوئے بولا

"کل سوچوں گا۔۔۔" مختصر جواب ملا

"میں تیرے ساتھ ہوں جیسا کہے گا کر لیں گے۔۔۔" صارم نے معنی خیز انداز میں کہا جو سردار عزیز بخوبی سمجھ چکا تھا

"مجھے سونا ہے۔۔۔" سردار عزیز کھڑا ہو گیا نیند سے اسکی آنکھیں بوجھل ہو چکی تھیں

"ٹھیک ہے میں نے اوپر والا بیڈروم صاف کر دیا ہے اوپر تو آرام کر اوپر ویسے بھی کوئی نہیں جاتا اور اپنا گھر سمجھ۔۔۔" صارم اسے اوپر کمرے میں چھوڑ گیا تھا

"کمرہ کافی کشادہ اور بہت ڈیسٹنٹی ڈیکورنگ تھا۔۔۔ وہ ہمیشہ ہی صارم کی پسند سے اچھا خاصا متاثر ہوا تھا۔۔۔"

بیڈ پر لیٹ کر وہ کافی دیر گہری سوچ میں غرق رہا اور پھر آخر کار نیند کی دیوی اس پر مہربان ہو ہی گئی۔۔۔۔۔

☆.....☆.....☆

وہ یونیورسٹی میں داخل ہوئی تو یونیورسٹی یونیورسٹی کم اور کوئی حسن و شباب کی محفل زیادہ محسوس ہو رہی تھی۔۔۔۔۔ انودر سے اتنی بڑی ہوتی ہے۔۔۔۔۔ وہ ششدر سی یونیورسٹی کو دیکھتی رہ گئی۔۔۔۔۔ ہر سو بکھرے خوبصورت بے باک چہرے۔۔۔۔۔ رنگ و بو میں نہاے وجود۔۔۔۔۔ آبش نے تو آج صحیح معنوں میں دنیا کی رنگینی و خوبصورتی دیکھی تھی۔۔۔۔۔ اپسرا نما لڑکیاں اور کسی ناول کے ہیروز جیسے لڑکے۔۔۔۔۔ یونیورسٹی میں فنکشن کیا تھا ایسا معلوم ہوتا جیسے دنیا بھر کا حسن اور پوری کائنات کے رنگ یہاں اتر آئے ہوں۔۔۔۔۔ چلتے پھرتے پر اعتماد نس کچھ خوبصورت چہرے دیکھ کر آبش تو چکر اگئی تھی۔۔۔۔۔ اتنے لڑکے لڑکیاں اس نے زندگی میں پہلی بار

دیکھے تھے۔۔۔ وہ سفید خوبصورت مگر انتہائی نفیس سا فراک پہن کر آئی تھی۔ رمشانے اسکے بال اسٹریٹ کر کے کھلے چھوڑ دیے تھے۔۔۔ سوٹ نیچرل میک اپ کیے وہ بہت پیاری لگ رہی تھی اس نے تو اتنا بھی میک اپ کبھی نہیں کیا تھا اسکے لیے یہ بھی کافی تھا مگر یونیورسٹی میں آ کر اسے احساس ہوا کہ رمشا بالکل ٹھیک کہہ رہی تھی یونیورسٹی میں ایسا ایسا فیشن تھا کہ آ بش کا کھلا منہ رمشانے کئی بار بند کروایا تھا۔۔۔ رمشانے بلیو جینز پر بلیک انتہائی اسٹائلش ٹاپ پہنا ہوا تھا ساتھ ڈارک براؤن اور شماری آئیز کے ساتھ وہ قیامت ڈھا رہی تھی۔۔۔

رمشا اسے اپنے تمام میل اور فی میل دوستوں سے ملوا رہی تھی وہ جب جب لڑکوں سے گلے ملتی مصافحہ کرتی آ بش کو عجیب سی سبکی محسوس ہوتی۔۔۔ ایک۔ گھنٹے میں ہی اسکاد م گھنٹے لگا تھا۔۔۔ یونیورسٹی کے بے باک لڑکے لڑکیاں انکے قہقہے انکی باتیں۔۔۔ آ بش کا دماغ گھومنے لگا تھا۔۔۔ وہ رمشا سے اجازت لے کر چپ چاپ ایک کونے میں آن بیٹھی تھی۔۔۔ اسکو اپنے گال سلگتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے سردی کے باوجود اسکے چہرے پر پسینے کی منہمی بوندیں نمایاں تھیں۔۔۔ رنگ اسکا فق ہو چکا تھا۔۔۔ وہ خاموشی سے ایک کونے میں بیٹھ گئی۔۔۔ اب وہ چپ چاپ سب کو دیکھنے لگی

"یہ لڑکیاں کتنی پر اعتماد ہیں کتنی خوبصورت ہیں۔۔۔" اس نے حسرت سے سامنے سے آتی دو دراز قد خوبصورت لڑکیوں کو دیکھا جو دو انتہائی پرکشش لڑکوں سے انگلش میں باتیں کرتی ہوئی مسکرا رہی تھیں وہ ٹشو سے اپنے چہرے پر آیا پسینہ صاف کرنے لگی۔۔۔ ساتھ ہی اس نے سر پر دوپٹہ ٹھیک کیا۔۔۔ "آپ پانی لیں گی۔۔۔" مردانہ آواز پر اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو ایک پرکشش سا نوجوان مسکراتے ہوئے میسلے کی چھوٹی بوتل بڑھاتے ہوئے بولا

"نن نہیں۔۔۔ شکریہ۔۔۔" آ بش نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا شاید رمشا نظر آ جائے۔۔۔ "آپ کو آج پہلی بار دیکھ رہا ہوں یونی میں۔۔۔ آپ نیو ہیں کیا؟؟؟؟؟" وہ دوستانہ لہجے میں بولتا ہوا اسکے قریب ہی بیٹھ گیا۔۔۔

آ بش فوراً سے بیشتر کھڑی ہو گئی۔

"اٹس اوکے میں اٹھ جاتا ہوں پلیز

have a seat....."

وہ لڑکا اسکو پریشان دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔

"آپ کس کے ساتھ آئے ہو۔۔۔ پلیز بی ری لکس آپ آرام سے بیٹھیں۔۔۔" وہ لڑکا اسے پریشان دیکھ کر اب واقعی بوکھلا گیا تھا

"رمشا کے ساتھ۔۔۔" آبلش خود کو سنبھالتے ہوئے بیٹھ گئی وہ سب کے سامنے اپنا تماشا ویسے بھی نہیں بنانا چاہتی تھی

"اوہ آئی سی وہ ایم بی اے والی رمشا۔۔۔" وہ پوچھ رہا تھا

"جی۔۔۔ آپ جانتے ہیں۔۔۔" آبلش کو تسلی ہوئی تھی۔۔۔

"جی جی وہ میری اچھی دوست ہے۔۔۔ آپ اسکی۔۔۔" وہ سوچنے لگا

"بہن ہوں۔۔۔ بڑی۔۔۔" آبلش بولی

"اوہ آپ کا ذکر کیا تھا رمشانے۔۔۔" وہ لڑکا اسے سرتا ہوا بغور دیکھ کر بولا

"اچھا کیا واقعی۔۔۔" آبلش مسکرائی تھی اسے حیرت ہوئی رمشا اس سے محبت کرتی تھی تب ہی تو اسکا ذکر کرتی تھی سب سے۔

"ہاں مگر۔۔۔ مگر وہ تو کہتی تھی اسکی بہن جاہل۔۔۔" رمشا نے جواب دیا

خوبصورت ہیں۔۔۔" وہ لڑکا اب حیرت سے بول رہا تھا۔۔۔ اسکی بات پر آبلی کے ہنسنے لب یکدم ہی

خاموش ہو گئے۔۔۔ اسکا رنگ فق ہو چکا تھا

"علی تم ادھر کھڑے ہو چلو میرے ساتھ۔۔۔" اتنے میں ایک لڑکی آئی اور اس لڑکے کو گھسیٹتے ہوئے لے

جانے لگی

"ok dear ill see you again..."

وہ لڑکا بول کر مسکراتا ہوا لڑکی کے ساتھ چلا گیا۔

آبلش کو اپنا سانس بند ہوتا محسوس ہوا وہ کب ایسے ماحول کی عادی تھی۔۔۔ بی اے تک تو تعلیم اس نے بھی

حاصل کی تھی کالج تک تو وہ بھی گئی تھی مگر اسکے اور یہاں کے ماحول میں زمین آسمان کا فرق تھا یہ ماحول کا کیسا فرق تھا جو وہ دیکھ رہی تھی۔۔۔۔

رمشا نے ایسا کیوں کہتا ہے وہ لڑکا مجھے تنگ کر رہا ہوگا۔۔۔ اس لڑکے کی بات کو وہ اپنے دل و دماغ سے جھٹک چکی تھی۔۔۔ اور اب وہ رمشا کا انتظار کرنے لگی۔۔۔

وہ لوگ 6 بجے یونیورسٹی پہنچے تھے اور اب رات کے آٹھ بجنے والے تھے۔۔۔ اسے دور سے رمشا آتی ہوئی دکھائی دی تو اس نے سکھ کا سانس لیا اب وہ تیز تیز چلتے ہوئے رمشا کے قریب آگئی۔۔۔
"شکر ہے رمشا تم آگئی۔۔۔ گھر چلیں اب پلیز۔۔۔" آبلش نے رمشا کا بازو پکڑ کر ہلتی لگا ہوں سے اسے دیکھا

"کیا ہو گیا ہے آبی بی ہو یو ریلیف۔۔۔۔ جاتے ہیں صبر کرو۔۔۔۔" رمشا نے اپنی دوستوں کو دیکھتے ہوئے آبی کے کان میں کہا
"مجھے گھر جانا ہے۔۔۔۔۔" وہ روہانسی ہوئی
"او کے بابا میرے ساتھ آؤ۔۔۔۔۔"

excuse me guy's I'll join u latter....."

وہ دوستوں سے ایکسکوز کر کے آبی کا بازو پکڑے اسے اپنے ساتھ یونیورسٹی کے گراؤنڈ کے ایک کونے میں لے گئی۔۔۔

"کیا ہو گیا ہے آبی حالت دیکھو اپنی۔۔۔ کیسے رنگ زرد ہو رہا ہے پراہلم کیا ہے۔۔۔۔" رمشا سخت کوفت میں بولی

"مجھے بہت گھبراہٹ ہو رہی ہے رمشا مجھے گھر لے چلو پلیز۔۔۔ جس انسان نے حاری زندگی اتنے لوگ وہ بھی ایسے ایڈوانس لوگ نا دیکھیں ہوں وہ کیسے ایڈجسٹ کر سکتا ہے ان سب میں۔۔۔۔" آبلش نے صاف گوئی سے کام لیا۔

"او کم آن یار یہاں گاؤں سے ایسی ایسی گتوار لڑکیاں پڑھنے آتی ہیں اور یہاں کے رنگ روپ میں ایسی

ڈھلتی ہیں کہ ہمیں بھی پیچھے چھوڑ دیتی ہیں۔۔۔۔۔ تم تو پھر ٹھیک ٹھاک پر اعتماد لڑکی ہو۔۔۔۔۔ کیا ہو گیا ہے بس چلتے ہیں اب پارٹی میں جانا ہے گاڑی میں بیٹھو تھوڑی دیر چل کرو میں فرینڈز کو بائے بول کر آتی ہوں اوکے۔۔۔۔۔"

رمشا اسے لے کر پارکنگ ایریا تک آگئی تھی

"مگر میرا یقین کرو رمشا میں کسی پارٹی میں نہیں جاسکتی۔۔۔۔۔ ابھی تو قطعی نہیں۔۔۔۔۔" آبی گاڑی میں بیٹھتے ہوئے بولی

"پلیز آبی ڈونٹ اگین۔۔۔۔۔ میں آرہی ہوں اوکے تم اس بیگ میں کچھ میک اپ ہے اپنے فیس کا بیچ اپ کرو۔۔۔۔۔ ریلکس رہو آئی ایم کمنگ۔۔۔۔۔" رمشا نے گاڑی کے ڈیش بورڈ سے ایک میک اپ بیگ نکال کر آبی کو تھمایا اور خود چلی گئی۔۔۔۔۔

آبی عجیب شش و پنج میں مبتلا تھی۔۔۔۔۔ آزادی کے نام پر یہ کیسے بے راہ روی ہمارے معاشرے میں پھیلی ہوئی ہے جو شریف عورتوں کے لیے کسی صورت مناسب نہیں۔۔۔۔۔ ایسا نہیں تھا اس نے یہاں صرف برائی نوٹس کی تھی اس نے بہت اچھی باپردہ بااخلاق لڑکیاں بھی یہاں دیکھی تھیں اس نے یہاں چہرے پر داڑھی سجائے نظریں جھکائے نوجوان بھی دیکھے تھے مگر صرف دس سے بیس فیصد باقی یہاں اس نے ماڈرنزم کی انتہا دیکھی تھی۔۔۔۔۔ لڑکا لڑکی کے بے تکلفانہ رویے دیکھے تھے۔۔۔۔۔ ذو معنی گفتگو کرتے سنا تھا ان دو تین گھنٹوں میں اس نے بہت کچھ ابزور کیا تھا جس بات کا اسے شدت سے احساس ہوا تھا وہ تھا اسکا یہاں مس فٹ ہونا۔۔۔۔۔ اس نے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا کہ وہ ان شہروں میں نہیں پئی بڑھی۔۔۔۔۔

رمشا آچکی تھی۔۔۔۔۔ بیچ اپ تو دور اس نے شیشہ تک نہیں دیکھا تھا۔۔۔۔۔

"چلیں پھر۔۔۔۔۔" رمشا مسکراتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئی اسکی مخروطی انگلیاں سٹیرنگ پر تھک رہی تھیں اس نے گاڑی میں بیٹھتے ہی میوزک پلیئر آن کر دیا تھا

"چلو لیکن مجھے پہلے گھر ڈراپ کرو پلیز۔۔۔۔۔" آبی نے اسے دیکھا رمشا کا چہرہ یکدم بجھ گیا

"تم اپنی بہن کی کمپنی انجوائے نہیں کر رہی۔۔۔۔۔ اوکے ٹھیک ہے میں بھی پارٹی میں نہیں جاتی ام ریلی ویری سواری میں تمہیں یہاں لائی۔۔۔۔۔" رمشا کا بجھا سا لہجہ آبی کو تکلیف دے رہا تھا۔

"ایسی بات نہیں ہے مشو۔۔۔ تم نے تو بہت اچھا کیا مگر مجھے ہی عادت نہیں ہے کبھی یہ سب دیکھا جو نہیں
اسیے گھبرا گئی تھی۔۔۔ چلو چلتے ہیں پارٹی میں مگر تھوڑی دیر کے لیے اوکے۔۔۔" آبلش کسی صورت رمشا کی
ناراضگی مول نہیں لے سکتی تھی۔۔۔

"اوکے ڈن۔۔۔۔۔" رمشا کا بجا چہرہ یکدم سے کھل اٹھا اس نے یا ہو۔۔۔ کانعرہ لگا کر گاڑی سٹارٹ
کی۔۔۔

تھوڑی دیر میں ہی انکی گاڑی ماڈل ٹاؤن میں واقع ایک بنگلے کے باہر کھڑی تھی۔

☆.....☆.....☆

وہ صبح چھ بجے سویا تو دو بجے تک گہری نیند میں سویا رہا دوپہر 3 بجے کے قریب وہ کمرے سے باہر نکلا تو نیچے
اسے غیر معمولی چہل پہل کا احساس ہوا۔۔۔

"سردار صاحب ناشتہ لاؤں۔۔۔؟؟؟؟" ملازم اس کے قریب آیا۔۔۔

"چائے بس۔۔۔ اچھا بات سنو نیچے کیا ہو رہا ہے۔۔۔" اس نے واپس کمرے میں آکر ملازم سے پوچھا
"وہ صارم صاحب کے کوئی دوست ہیں انہوں نے آج رات کوئی پارٹی دینی ہے دوستوں کو بس اسی کی
تیاری چل رہی ہے سردار صاحب۔۔۔" ملازم بولا

"اچھا۔۔۔" سردار عزیز جانتا تھا صارم کے دوست اکثر و بیشتر یہاں ہی گیٹ ٹو گیدرز کرتے تھے۔۔۔
"میں آپ کے لیے ناشتہ لاتا ہوں۔۔۔ اور آپ کے کپڑے بھی گاڑی سے نکال کر پریس کروا دیے ہیں
کہیں تو بھجوا دوں۔۔۔" ملازم۔ اچھا خاصا سمجھدار تھا سردار عزیز نے اسے ہمیشہ سے صارم کے پاس دیکھا تھا
"ہاں۔۔۔۔۔" وہ مختصر جواب دے کر پھر لیٹ گیا۔۔۔ پھر اس نے اپنا فون سائیڈ ٹیبل سے اٹھایا تو زہرا
بی بی کی مس کالز دیکھ کر وہ پریشان ہو گیا اس نے فوراً ہی زہرا بی بی کو کال ملائی

"اسلام علیکم عزیز کدھر ہو....." فون اٹھاتے ہی زہرا بی بی پریشانی سے بولی

"ادھر ہی ہوں۔۔۔۔۔ تم بتاؤ کیسی ہو اماں سائیں ٹھیک ہیں نا۔۔۔" وہ فکر مندی سے بولا

"تمہارے بغیر ٹھیک ہو سکتی ہیں وہ۔۔۔ تم ہو کدھر بھائی غلام دین کو فون کیا وہ بتا رہا تھا ملتان بھی نہیں پہنچے

تم۔۔۔۔۔" زہرا پریشان تھی

"میں دوست کی طرف ہوں اماں سائیں کو کہتا پریشان نا ہوں۔۔۔۔۔" سردار عزیز نے بول کر فون بند کر دیا
اتنے میں ملازم کے ساتھ ساتھ صارم بھی کمرے میں آ گیا

"دن بخیر۔۔۔۔۔ دن بخیر سردار صاحب۔۔۔۔۔" وہ اسکے قریب ہی بیڈ پر ڈھے گیا
"سوچا کھانا تو رات کو ساتھ کھایا نہیں اب ناشتہ دونوں یا ساتھ کرتے ہیں اسٹیشنل محمدی نہاری منگوائی ہے
مزگ سے تیری پسند کی۔۔۔۔۔" صارم خوش دلی سے بولا
"یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔۔۔۔۔" سردار عزیز کھانے کی ٹیبل دیکھ کر بولا جو انواع و اقسام کے
کھانوں سے بھری پڑی تھی۔۔۔۔۔

"میں نے کبھی ملکہ پورا کر یہ مروت دکھائی ہے تجھے۔۔۔۔۔؟ چل کھایا میں بھی صبح سے بھوکا بیٹھا ہوں
تیرے انتظار میں۔۔۔۔۔" صارم نے اسے قائل کر لیا ناشتہ کافی خوشگوار ماحول میں کیا گیا ناشتہ کے بعد وہ
دونوں ٹیرس پر ہی بیٹھ گئے

"نیچے کس فنکشن کی تیاری ہے۔۔۔۔۔؟" عزیز نے پوچھا
"یار ایک دوست ہے یونیورسٹی سے فری ہوا تو اسی خوشی میں ہونے فرینڈز اینڈ فیلووز کو چھوٹی سے پارٹی دے
رہا ہے مجھ سے جگہ کا کہا تو میں نے بھی کہا کر لو بھائی۔۔۔۔۔ جہاں کرنی ہے پارٹی اسی بہانے ہم بھی کوئی پارٹی دیکھ
لیں گے۔۔۔۔۔" صارم شرارت سے بولا

"تو نہیں بدلے گا۔۔۔۔۔ کوئی شادی کر اس گھر کی آبادی بھی بڑھے اور تیری تنہائی بھی ختم ہو۔۔۔۔۔" سردار
عزیز مسکرا کر بولا۔

"دعا کر آج پارٹی میں ہی تیری بھابھی مل جائے۔۔۔۔۔" صارم ہنساتا
"اللہ کرے۔۔۔۔۔" سردار عزیز بھی اسے دیکھ کر ہنس پڑا تھا۔

☆.....☆.....☆

"کیا بات ہے آج بیگم بڑی خوش نظر آ رہی ہیں۔۔۔۔۔" آصف لودھی گھر آئے تو نور لودھی باہر لان ایریا

میں ہی بیٹھیں نومی کے ساتھ اسکے ٹیب پر کوئی گیم دیکھ کر ہنس رہی تھیں
"نظر نہیں آرہی آج میں واقعی بہت خوش ہوں۔۔۔" نورلودھی مسکرائی تھیں

"وجہ جان سکتا ہوں۔۔۔" آصف لودھی نومی کو پیار کر کے لان میں انکے پاس پڑی کرسی پر بیٹھ گئے
"آبش اور رمشا کی دوستی سے بڑی کوئی خوشی کی بات ہو سکتی ہے۔۔۔" نورلودھی کی آنکھیں چمک رہی تھیں
"اوہ۔۔۔۔۔ مطلب مسئلہ کشمیر حل ہو گیا۔۔۔ ہیں کدھر دونوں۔۔۔؟" آصف لودھی نے متلاشی نظروں
سے ارد گرد دیکھا۔

"مشو آبی کو یونیورسٹی لے کر گئی ہے واپسی پے کسی فرینڈ کی پارٹی ہے ادھر جائیں گی دونوں۔۔۔" نورلودھی
آج واقعی خوش تھیں اور یہ ہی خوشی انکے لفظ لفظ میں دکھ رہی تھی۔

"چلو اچھا ہے۔۔۔۔۔ بلکہ بہت اچھا ہے۔۔۔ میں نے کہا تھا نا مشودل کی بری نہیں بس اسے اپنی فیملی کو
ایکسپریس کرنا نہیں آتا۔۔۔" آصف لودھی مسکراے نورلودھی نے بھی انکی تائید میں سر ہلایا۔

"پاپا اب تو ہمارا ورلڈ ٹور پکاتا۔۔۔" نومی بھی اچھل کر بولا۔۔۔
"جی بیٹا اور سب سے پہلے ہم سب عمرہ پر چلیں گے۔۔۔ یہ تمہاری ماما کی دیرینہ خواہش ہے۔۔۔ ٹھیک
ہے نور۔۔۔" آصف لودھی نے اعلان کیا

"کیا سچ میں آصف۔۔۔۔۔ ہم سب جائیں گے؟ اپنے بچوں کے ساتھ۔۔۔" نورلودھی پر قسمت آج
اس قدر مہربان تھی انکی تو خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا۔

"جی ہم سب جائیں گے انشاء اللہ۔۔۔" آصف لودھی کو نور کے چہرے پر یہ چمک یہ خوشی نا جانے کتنے
عرصے بعد دکھائی دی تھیں وہ مبہوت سے نور لودھی کو دیکھنے لگے۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہیں۔۔۔۔۔" نور لودھی جھینپ سی گئیں۔

"دیکھ رہا ہوں اور دعا کر رہا ہوں تمہارے یہ چہرے کی چمک سدا سلامت رہے۔۔۔۔۔" آصف لودھی
نے دل سے دعا کی تھی اور نور مسکرا کر سر جھکا گئی تھی۔

☆.....☆.....☆

رات آٹھ بج کر تیس منٹ پر وہ ماڈل ٹاؤن میں ایک خوبصورت بنگلے کے باہر موجود تھیں جس کے اندر باہر گاڑیوں کی ایک قطار لگی ہوئی تھی۔۔۔ رمشا نے بھی گاڑی باہر گلی میں ہی ایک سائیڈ پر پارک کی۔۔۔ اپنے میک اپ کو تھوڑا ہائی لائٹ کیا اور آبی کو گاڑی سے اترنے کا کہہ کر خود بھی گاڑی سے اتری۔۔۔

"آجاؤ آبی"

be confident i am with you ok"

اس نے آبی کو تسلی دی۔

"آبی نے محبت پاش نظروں سے اپنی بہن کو دیکھا اور دل ہی دل میں اسکی نظر اتاری وہ جتنی پیاری تھی اس سے کئی زیادہ پر اعتماد بھی تھی یہ ہی اعتماد یہ ہی ایٹینڈنٹ ڈاکیومنٹ کو چار چاند لگا دیتا تھا"

وہ دونوں کارپورس سے ہوتی ہوئیں اندر مرکزی ہال میں داخل ہوئیں تو اندر کا ماحول ہی کچھ اور تھا ڈھیروں لڑکے لڑکیاں خوش گپیوں میں مصروف تھے۔۔۔ بڑے سے ہال کے کارنرز پر صوفے لگے ہوئے تھے چمچھاتے ماربل پردائیں جانب چھوٹا سا سچر ہٹ فلور بنایا گیا تھا۔۔۔ خوبصورت فانوس جگمگا رہے تھے کلب لائٹس بھی آن تھیں پورے ہال کی دیواروں پر خوبصورت وال پیپرز آویزاں تھے۔۔۔ بائیں جانب ایک بڑے سے راؤنڈ ٹیبل پر ریفریشمنٹ کا سامان رکھا تھا جن میں کولڈ ڈرنک جوسز براؤنیز۔۔۔ ڈوٹس۔۔۔ سینڈویچز۔۔۔ سلاد۔۔۔ فنگرفش اور ڈرائی فروٹس پڑے تھے۔۔۔

انکے اندر داخل ہوتے ہی دو تین لڑکے انکی طرف بڑھے جن سے رمشا بے تکلفانہ طریقے سے ملی۔۔۔ پھر یکے بعد دیگرے وہ آبی کا ہاتھ چھوڑ کر اپنی دوستوں سے ملنے لگی۔۔۔ آبی وہیں ایک کونے پر خاموشی سے کھڑی یہ سب دیکھنے لگی۔۔۔

"ہائی بے بی۔۔۔" وہ رمشا پر ہی نظریں جمائے خاموش کھڑی تھی جب ایک عجیب و غریب نوجوان نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسکو بلایا جس پر آتش کو دھچکا سا لگا وہ فوراً سے بیشتر ایک سائیڈ پر ہو گئی۔

"کیا ہو گیا ہے۔۔۔ کیا کرنٹ لگا ہے۔۔۔" وہ بے ہودگی سے بولتے ہوئے اسکے مزید قریب آیا۔

"کیا بدتمیزی ہے یہ۔۔۔" رمشا۔۔۔ رمشا۔۔۔ "اس نے رمشا کو آوازیں دیں مگر وہ میوزک لاؤڈ

ہونے کی وجہ سے سن ناسکی۔۔۔

اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ لڑکا غائب تھا۔۔۔ اس نے سکھ کا سانس لیا مگر ایک خوف اسکے اندر سرایت کر گیا۔۔۔۔۔ سب یہاں ہنس مار رہے تھے ایک۔ وہ تھی جسکی آنکھوں سے آنسو نکل آئے تھے۔۔۔۔۔
"یہ سب ٹھیک یعنی ایک میں ہی غلط ہوں۔۔۔ میں ہی بیوقوف احمق ہوں۔۔۔" اسے شدید رونا آیا مگر وہ ضبط کر کے ایک۔ گلاس پانی کالے کر صوفے پر بیٹھ کر پانی پینے لگی۔۔۔۔۔

☆.....☆.....☆

"یار آجانیچے دیکھ کیا ماحول ہے خوبصورت چہروں کی بہتات ہے سچ میں۔۔۔ کیا اچھی پارٹی آرینج کی ہے سنی نے۔۔۔" صارم اسے تیسری بار بلانے آیا تھا۔۔۔۔۔
"اوہ نہیں یار یہ فضولیات تو ہی انجوائے کر میں جا رہا ہوں اب ایک دو کام ہیں مجھے اسکے بعد ملتان جانا ہے۔۔۔۔۔" سردار عزیز اپنے کف لکس بند کرتا ہوا غلت میں بولا۔
"اچھا نیچے تو آتے آتے اپنے دوستوں سے ملوانا ہے ان۔ بچوں کو بھی پتا چلے اصل سردار کیا چیز ہوتے ہیں۔۔۔۔۔" صارم بولا

"آتا ہو تو چل۔۔۔۔۔" سردار عزیز نے اسے بھیجا خود پشاور کی چہل کا سٹیپ بند کر کے وہ تھوڑی دیر بیٹھنا جانے کیا سوچتا رہا۔۔۔ اور پھر اپنا فون اٹھا کر کمرے سے نکلنے ہی لگا جب اسے کسی مرد اور عورت کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

"مجھے نہیں معلوم کیسے مگر تم نے اسکی عزت خراب کرنے میں کس نہیں چھوڑنی سمجھے۔۔۔۔۔" لڑکی بولی
"تم پاگل ہو یہ سنی کے دوست صارم کا گھر ہے وہ ہم سب کو جان سے مار دے گا یہاں ایسا کیسے کر سکتا ہوں۔۔۔۔۔" لڑکا بولا

"باہر لے جاؤ کہیں۔۔۔۔۔ بلکہ تم باہر چلو میں اسے باہر بھیجتی ہوں۔۔۔۔۔" وہ لڑکی بولی
سردار سمجھی نا سمجھی کے عالم میں کھڑا ہوا اور دروازے کی اوٹ سے دیکھا تو سامنے ہی ایک خوبصورت سی لڑکی کھڑی تھی۔۔۔ نا جانے کیوں اسکا چہرہ اسے مانوس سا لگا مگر وہ پھر دروازے کے پیچھے ہو گیا۔۔۔۔۔

"لڑکی معصوم سی ہے یا قسم سے اسے تنگ کرنے کو دل نہیں کر رہا میرا۔۔۔" وہ لڑکا بولا

"تم بھول گئے ہو شاید کہ تم نے میرا یہ کام نہ کیا تو میں کیا کر سکتی ہوں۔۔۔" وہ لڑکی سختی سے بولی۔۔۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے باہر بھیجوا سکو میں جا رہا ہوں۔۔۔۔" وہ لڑکا بول کر جا چکا تھا

"آج تمہاری خیر نہیں آج کے بعد تم واقعی کسی کو منہ دکھانے کے لائق نہیں رہو گی۔۔۔۔" وہ لڑکی بول کر تیزی سے سیڑھیاں اتر گئی۔

اور سردار عزیز کا دماغ جیسے مافوق ہو گیا۔۔۔ یہ کیا ہونے جا رہا تھا۔۔۔ کسی کی عزت یوں سرعام داؤ پر لگی ہوئی تھی۔۔۔ وہ اپنا موبائل فون والٹ اور گاڑی کی چابی جیب میں ڈال کر سیدھا میٹرس پر جا کر کھڑا ہو گیا۔۔۔ ایک لڑکا جسکے بال قدرے لمبے تھے سگریٹ پھونکتا ہوا گلی میں موجود گاڑیوں کے پیچھے کھڑا ہو چکا تھا۔۔۔

☆.....☆.....☆

"آبی کیا ہوا۔۔۔" رمشا تیز تیز قدم اٹھاتی اسکے قریب آئی تھی

"مشو پلیز مجھے گھر جانا ہے۔۔۔" اب کی بار آتش اپنے آنسو ناروک پائی تھی

"ہوا کیا ہے۔۔۔ سب ٹھیک ہے نارو کیوں رہی ہو۔۔۔" وہ فکر مندی سے بولی

"کچھ نہیں بس پلیز مجھے امی کے پاس جانا ہے۔۔۔" آتش کے آنسو تھے کہ رک ہی نہیں رہے تھے۔۔۔

"اچھا پلیز آبی چپ کرو ڈونٹ بی سلی۔۔۔ تم یہ گاڑی کی چابی پکڑو۔۔۔ گاڑی میں جا کر بیٹھو میں آرہی

ہوں۔۔۔" رمشانے اسے گاڑی کی چابی پکڑا کر اسکے آنسو صاف کیے۔۔۔

"تم آرہی ہونا۔۔۔" آتش نے اسکی طرف دیکھا

"ہاں ہاں ابھی آئی۔۔۔۔" رمشانے کہا

آتش گاڑی کی چابی پکڑ کر ہال سے باہر نکل گئی

"احتمل لڑکی۔۔۔۔" رمشا کے چہرے پر ایک مکروہ مسکراہٹ تھی۔

☆.....☆.....☆

سردار عزیز بے چینی سے ہی میٹرس پر ٹہل رہا تھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ جو کچھ اس نے سنا تھا اور جو کچھ

وہ سوچ رہا تھا وہی کچھ یہاں ہونے جا رہا ہے۔۔۔ تھوڑی ہی دیر بعد اسے سفید فراک پہنے ایک دراز قد لڑکی وہاں سے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔۔۔

سردار عزیر چوکنا ہو چکا تھا۔۔۔ اوپر سے اسے لڑکی بھی اور لڑکا بھی دونوں نظر آرہے تھے لڑکی کا چہرہ اسے نظر نہیں آیا تھا مگر وہ اتنا سمجھ گیا تھا کہ یہی لڑکی کسی سازش کا شکار ہونے جا رہی ہے۔۔۔

وہ لڑکی گیٹ سے باہر نکلی تو لڑکا تیز حیز قدم اٹھاتے اسکی جانب بڑھنے لگا جس پر سردار عزیر نے اوپر والے پورشن سے نیچے آنے والی باہر کی طرف بنی سیڑھیوں پر دوڑ لگا دی۔۔۔ وہ بجلی کی سی تیزی سے سیڑھیاں اترتا تھا اور اتنی ہی تیزی سے گیٹ سے باہر نکلا۔۔۔

تین گاڑیوں کے فاصلے پر چوتھی گاڑی کے پیچھے سے اسے آوازیں آئی تھیں۔۔۔ وہ گیا اور لپک کر اس لمبے بالوں والے لڑکے کو اسکے بالوں سے پکڑ کر اسکے چہرے اور زوردار کموں کی برسات کر دی۔۔۔

وہ لڑکی کو مکمل نظر انداز کر گیا تھا۔۔۔ دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپائے کھڑی آہش کا بازو پکڑ کر وہ اسے گاڑی کے پیچھے ہی لایا تھا کہ اتنے میں کسی نے لپک کر اسکو پیچھے کیا آہنی نے ڈرتے ڈرتے چہرے سے ہاتھ ہٹا کر دیکھا تو اسکی آنکھیں پوری کی پوری کھل گئیں۔۔۔ وہ سردار عزیر تھا۔۔۔ ہاں سردار عزیر۔۔۔ جو بری طرح اس لڑکے کو پیٹ رہا تھا۔۔۔ وہ تھوڑی دیر ستانے کے لیے کھڑا ہوا تو آہش روتے روتے ہی بھاگ کر اسکے سینے سے لگ گئی۔۔۔

سردار عزیر کو شدید غصے کے باوجود حیرت کا جھٹکا لگا تھا وہ اس لمس اس خوشبو کو کب بھول سکتا تھا۔۔۔ وہ کسی سہمی ہوئی بچی کی طرح اسکے سینے سے لگی رو رہی تھی۔۔۔ سردار عزیر نے اسکے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر اسے خود سے علیحدہ کیا اور پھر ایک ہاتھ سے اسکا چہرہ اوپر کیا تو وہ شدید ر رہ گیا۔۔۔

”آہش۔۔۔ تم۔۔۔۔۔“ وہ صرف اتنا ہی بول پایا تھا۔

آہش سر جھکا گئی۔۔۔

سردار عزیر نے اسے پیچھے کیا اور دوبارہ اس لڑکے کو پکڑ لیا۔

”بتا مجھے کون تھی وہ لڑکی جس نے تجھے یہ سب کچھ کرنے کو کہا۔۔۔ بول ورنہ میں تجھے جان سے مار دوں“

گا۔۔۔۔۔ بول۔۔۔۔۔ "سردار عزیر کی آنکھوں میں اس وقت خون اتر رہا تھا۔

"بتاتا ہوں۔۔۔ بتاتا ہوں پلیز مجھے چھوڑ دو۔۔۔ میں بتاتا ہوں۔۔۔" اس لڑکے نے ہاتھ جوڑ دیے۔

"جلدی بول۔۔۔" سردار عزیر نے سرخ ہوتی آنکھوں سے اسے گھورا۔

"رمشا۔۔۔ انکی بہن نے مجھے بولا تھا۔۔۔ انہوں نے کہا تھا انکو کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں

چھوڑنا۔۔۔" وہ لڑکا رک رک کر بول رہا تھا۔

اسکی بات پر حیرت و صدمے کی کیفیت سے آہش اسکو دیکھنے لگی اسکو اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔۔۔

"جھوٹ۔۔۔ یہ جھ۔۔۔ جھوٹ بول رہا ہے۔۔۔ وہ ایسا نہیں کر سکتی۔۔۔" آہش بے یقینی سے کبھی اسے

دیکھتی کبھی سردار عزیر کو آنسو اسکی آنکھوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے اتنے میں صارم اور اسکے دو دوست بھی

بھاگتے ہوئے انکے قریب آئے۔۔۔ عزیر کو اس طرح غصے میں دیکھ کر صارم اسکی طرف لپکا ساتھ کھڑی ایک لڑکی

اور نیچے لیٹا وہ لہو لہان لڑکا صارم کو کچھ سمجھنا آیا

"عزیر۔۔۔ عزیر بتا مجھے کیا ہوا۔۔۔" صارم پریشانی سے بولا۔

"صارم اسکو جانے نا دینا۔۔۔" سردار عزیر آہش کا ہاتھ پکڑا اور اسے لے کر تیزی سے آگے بڑھنے لگا

اسکا رخ صارم کے بنگلے کی طرف تھا آہش سر جھکائے اسکے پیچھے تیز تیز چلتی آرہی تھی۔۔۔ مارے صدمے و

شرمندگی کے اسکا سر اٹھ نہیں پارہا تھا۔

سردار عزیر کا رپورچ سے ہوتا ہوا اسے مرکزی دروازے سے اندر لایا دروازے کے ساتھ ہی بیٹھے میوزک

سسٹم پر لڑکے کو اس نے میوزک بند کرنے کا اشارہ کیا جیسے ہی میوزک بند ہوا پورا ہال سردار عزیر اور اسکے پیچھے

چھپتی اس لڑکی کی طرف متوجہ ہوئے۔۔۔

سامنے ہی ڈانس فلور پر تھرکتی رمشا بھی رک گئی جیسے ہی اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو جیسے پتھر کی ہو گئی۔۔۔

سردار عزیر کو تو وہ پہچان گئی تھی اسکے پیچھے کھڑی آہش کو دیکھ کر وہ بت بن گئی پیچھے پیچھے صارم بھی اس لہو لہان ہوتے

لڑکے کو لے کر آچکا تھا۔۔۔

سردار عزیر آہش کا ہاتھ تھامے تیز تیز چلتا ہوا رمشا کے سامنے آیا اور آہش کو آگے کر کے اسے دیکھنے لگا

"یہ ہی ہے ماتھاری بہن۔۔۔۔۔" وہ آہش کو دیکھ رہا تھا

آہش نے صرف اثبات میں سر ہلایا۔

"چٹاخ۔۔۔۔۔ چٹاخ۔۔۔۔۔" سردار عزیز نے دوزوردار تھپڑ مشا کے منہ پر رسید کیے۔

وہ تیسرا بھی لگانے کے لیے ہاتھ اٹھانے لگا جب آبی آگے آگئی۔۔۔

"نہیں۔۔۔۔۔ پلیز نہیں۔۔۔" اس نے روتے ہوئے ہاتھ جوڑ دیے۔

دوسری جانب رمشا کو تو تارے نظر آ گئے تھے۔

"میں نے خود اسکو اس لڑکے کو سب کہتے ہوئے سن لیا تھا مگر مجھے معلوم نہیں تھا یہ تمھاری بہن ہے۔۔۔

تم۔۔۔۔۔ کوئی اپنی بہن کی عزت کیسے داؤ پر لگا سکتا ہے۔۔۔" سردار عزیز رمشا کو گھورتے ہوئے بولا جو سکتے کی

سی کیفیت میں سب دیکھ رہی تھی۔۔۔

"صارم پولیس کو فون کر۔۔۔" سردار عزیز نے صارم کو کہا

"اوکے ابھی کرتا ہوں۔۔۔" صارم کو ساری بات اس لمبے بالوں والے لڑکے نے بتادی تھی۔

"نہیں پلیز نہیں۔۔۔" میں اسے معاف کرتی ہوں پلیز اس بات کو ختم کریں۔۔۔۔۔ کوئی پولیس کو فون نا

کرے۔۔۔" آہش صارم اور عزیز کو دیکھ کر ہولی

سردار عزیز نے اسکی حالت دیکھی وہ اسے ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔۔۔

رمشا کے سب دوست حیرت سے سب کچھ دیکھ رہے تھے ہر طرف چہ گویاں ہونے لگیں۔۔۔

"پارٹی ختم کرو۔۔۔۔۔ سب چلو اپنے اپنے گھر۔۔۔ صارم کے دوست سنی نے موقع کی نزاکت کو دیکھتے

ہوئے سب کو بھیج دیا۔۔۔ اب گھر میں سنی صارم عزیز رمشا اور آہش تھے۔۔۔

"رمشا اس لڑکے کی ایک گواہی سے تمھارے ساتھ کیا ہو سکتا ہے تمھیں اندازہ ہے تم کیا کرنے جا رہی

تھی۔۔۔ یہ تمھارا اصل چہرہ ہے۔۔۔" سنی اسے بول کر جا چکا تھا جاتے جاتے وہ صارم اور سردار عزیز سے

معذرت کر کے گیا تھا۔۔۔

"رمشا چلو گھر۔۔۔۔۔" آہش اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود بھی رمشا کے پاس ہی نیچے فلور پر بیٹھی

تھی۔۔۔

"یہ کون ہے عزیز۔۔۔ تو جانتا ہے اسکو۔۔۔" صارم سردار عزیز کو دیکھتے ہوئے بولا جو پچھلے چند منٹوں سے رمشا کو اٹھاتی آتش کو دیکھ رہا تھا جو یہ فراموش کر گئی کہ اگر آج وہ نا پہنچتا تو نا جانے اسکے ساتھ کیا ہو گزرتا۔۔۔ یہ ہی تو ہے۔۔۔" وہ آتش کو دیکھتے ہوئے بولا

"بھابھی۔۔۔" صارم حیران ہوا

"ہاں۔۔۔" سردار عزیز کو آتش پر شدید غصہ آ رہا تھا وہ رو رہی تھی اور اسکے آنسو سردار عزیز کو تکلیف دے رہے تھے اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ رمشا کا گلا دبا دے

"تو یہ رمشا کی بہن۔۔۔ مطلب دونوں بہنیں تو کسی اینگل سے لگتی نہیں۔۔۔ پھر رمشا کی نفرت۔۔۔" صارم پریشان بھی تھا اور حیران بھی۔

"سو تیلی ہے۔۔۔" بول کر سردار عزیز کھڑا ہو گیا۔

"آتش چلو۔۔۔" وہ سیدھا چلتا ہوا نیچے فرش پر بیٹھی آتش کے سامنے کھڑا ہو گیا ہاتھ آگے کر کے اٹھنے کا اشارہ کرنے لگا

"مگر رمشا۔۔۔" وہ کب سے رمشا کو بلانے کی کوشش کر رہی تھی مگر وہ نخوت سے منہ پھیرے بیٹھی تھی۔۔۔ "چلی جائے گی وہ جوڑ کی اتنی سی ہو کر اتنی بڑی بڑی چالیں چل سکتی ہے وہ کچھ بھی کر سکتی ہے تم چلو۔۔۔" وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے کھڑا کر چکا تھا۔

رمشا جھٹکے سے اٹھی آتش کے ہاتھ سے اپنی گاڑی کی چابی چھین کر تیز تیز قدم اٹھاتی وہاں سے نکل گئی۔۔۔ آتش سردار عزیز کی گرفت سے اپنا ہاتھ چھڑا کر اسکے پیچھے بھاگی تھی اسکے باہر آنے تک رمشا زانے سے گاڑی لے اڑی اور آتش وہیں کھڑی اسے دیکھتی رہ گئی۔۔۔

☆.....☆.....☆

"مجھے لگتا ہے خدا نے مجھے تمہارا باڈی گارڈ بنا کر بھیجا ہے۔۔۔" وہ اسکے پیچھے ہی باہر آیا تھا

آتش دوسری طرف رخ پھیرے کتنے لمحے کھڑی رہی نظریں اسی راستے پر مرکوز تھیں جہاں سے رمشا

گاڑی لے کر جا چکی تھی۔۔۔۔

آبش کے وجود میں حرکت ناپا کر وہ اسکے سامنے آیا تھا۔۔۔

"آبش۔۔۔" اس نے آبش کو دیکھا جس کا چہرہ زرد ہو چکا تھا۔۔۔

"آبش نے بند ہوتی آنکھوں سے سردار عزیر کو دیکھا جس کے چہرے پر پریشانی ہی پریشانی تھی اسے یاد تھا جب سردار عزیر نے پہلی بار اس کی جان بچائی تھی وہ اس وقت بھی اسکے لیے ہی پریشان تھا۔۔۔

سردار عزیر اسے پکڑ کر اندر کارپورج تک لے کر آیا اسے کرسی پر بٹھایا اتنے میں صارم پانی اور جوس کا گلاس لے آیا۔۔۔

"یہ دو انہیں۔۔۔" اس نے جوس کا گلاس آگے کیا

"سردار عزیر نے اسے زبردستی جوس پلا کر اس کا چہرہ صاف کیا۔۔۔

"عزیر تو انہیں جلد از جلد گھر چھوڑ کر مشاغل کی گئی ہے مجھے ڈر ہے انکے لیے مزید کوئی مسئلہ نہ ہو۔۔۔" صارم اچھا خاصا سمجھدار تھا

"ٹھیک ہے۔۔۔ اٹھو آبش گھر چلیں۔۔۔" اس نے آبش کو کہا جواب قدرے بہتر تھی

"چلیں وہ چپ چاپ چل پڑی۔۔۔" اس کا چہرہ سپاٹ تھا اس میں کچھ بولنے سننے کی ہمت ویسے بھی نہ رہی تھی

"میں آتا ہوں یار۔۔۔" سردار عزیر صارم کو دیکھ کر بولا

"میری کوئی بھی ضرورت ہوئی مجھے بتانا میں پہنچ جاؤں گا۔۔۔" صارم نے اسے تسلی دی۔۔۔

وہ چپ چاپ آبش کو اپنی گاڑی میں بٹھا کر خود ڈرائیونگ سیٹ پر آن بیٹھا۔۔۔

اور گاڑی کارپورج سے نکال کر سڑک پر ڈال دی۔۔۔

"گاڑی سائیڈ پر روکیے گا۔۔۔" آبش نے کچھ ہی دیر بعد سردار عزیر کو کہا۔

"خیریت۔۔۔" سردار عزیر نے آبش کو دیکھا

"جی روکیں۔۔۔" آبش نے کہا۔۔۔

سردار عزیز نے گاڑی روک دی اب وہ سوالیہ نظروں سے آبش کو دیکھنے لگا
 آبش نے سردار عزیز کا بازو پکڑ کر اسکی گھڑی کو کھولا جسکا ڈائل ٹوٹ چکا تھا اور یہ ہی ڈائل تھا یا کچھ اور جسکی
 وجہ سے سردار عزیز کے ہاتھ کی پشت سے خون اب بھی رس رہا تھا۔۔۔
 آبش نظریں جھکائے گاڑی میں موجود شو پیپر کو پانی کی بوتل سے پانی ڈال کر گیلا کرنے کے بعد صاف کر
 رہی تھی۔۔۔

اسکی جھکی ہوئی پلکوں پر آنسو واضح تھے سردار عزیز دم بخود اسے دیکھ رہا تھا
 "کچھ لوگوں کی زندگی میں مسلسل آزمائش ہوتی ہے اور شاید میں ان میں سے ایک ہوں سردار
 صاحب۔۔۔ آپ جتنا مرضی مجھے بچالیں مگر میرے مقدر کا لکھا آپ بھی نہیں بدل سکتے۔۔۔ میری قسمت میں
 لکھے امتحان کبھی ختم نا ہوں گے۔۔۔" آبش کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے اور لبوں پر اذیت ناک
 مسکراہٹ تھی۔۔۔ وہ سردار عزیز کے ہاتھ کی پشت صاف کر چکی تھی
 "آپ کی اتنی قیمتی گھڑی ٹوٹ گئی۔۔۔" ڈیش بورڈ پر سے گھڑی اٹھا کر سردار عزیز کو دکھاتے ہوئے وہ بولی
 اسکی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے مگر وہ مسکرا رہی تھی۔۔۔
 "چلیں۔۔۔" سردار عزیز اسکی حالت دیکھ کر بری طرح بے چین ہو چکا تھا وہ ٹھیک ہی تو بول رہی تھی ہر بار
 ہر بار حالات کی لپیٹ میں وہ ہی کیوں آتی ہے۔۔۔ وہ بے بسی سے اسٹئیرنگ پر ہاتھ مار کر رہ گیا۔۔۔

☆.....☆.....☆

"رمشا۔۔۔ اتنی دیر کر دی۔۔۔ آبی کدھر ہے۔۔۔" رمشا کی گاڑی اندر داخل ہوئی تو نور لودھی فوراً ہی
 باہر نکل آئیں۔۔۔
 رمشا گاڑی سے اتری اور سیدھا ہی نور لودھی کے گلے لگ کر دھواں دار روٹا شروع کر دیا۔۔۔ آصف
 لودھی اور نومی بھی باہر نکل آئے۔۔۔
 "کیا بات ہے رمشا آبش کدھر ہے اور کیوں رو رہی ہو۔۔۔" آصف لودھی سخت پریشان سے استفسار
 کرنے لگے۔

"رمشا بولو۔۔۔ میری جان نکل جائے گی آبی کدھر ہے۔۔۔" نور لودھی کا ضبط جواب دینے لگا

"ماما۔۔۔ آبی تو سردار عزیر کو۔۔۔ دیکھتے ہی۔۔۔ مجھ۔۔۔ مجھے چھوڑ کر اسکے سات۔۔۔ ساتھ چلی گئی۔۔۔" رمشانے روتے روتے جھوٹ بولا تھا

"کیا۔۔۔ سردار عزیر۔۔۔ وہ کہاں سے آگیا بیچ میں۔۔۔ وہ تو تمہارے ساتھ گئی تھی۔۔۔" آصف لودھی شدید حیرت سے بولے۔

"وہ گئی میرے ساتھ تھی یونورسٹی سے واپسی پر نا جانے کہاں سے پارٹی میں اس نے سردار عزیر کو دیکھ لیا اس نے مجھے چھوڑ دیا اور وہیں سے اسکے ساتھ معلوم نہیں کہاں چلی گئی میں نے اسے منع بھی کیا مگر اس نے کہا یہ میرا ہونے والا شوہر ہے تم چھوٹی ہو تو چھوٹی رہو جب مجھے آنا ہو گا میں آ جاؤں گی۔۔۔" رمشا روتے روتے جھوٹ پر جھوٹ بول رہی تھی

"کیا۔۔۔ کیا بکواس ہے یہ آپش ایسا کیسے کر سکتی ہے۔۔۔" نور لودھی کو قطعی یقین نا آیا

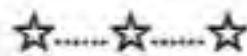
"تو کیا یہ جھوٹ بول رہی ہے حالت دیکھ رہی ہو تم اسکی۔۔۔" آصف لودھی بھی شدید غصے میں بولے

"اور تو اور ماما اس سردار عزیر نے مجھے بھی دھمکی دی کہ اسکے بیچ جو کوئی بھی آئے گا اسکا انجام اچھا نہیں ہو گا۔۔۔" رمشا بتا کر ایک بار پھر رونے لگی آصف لودھی نے اسے گلے لگالیا۔

"کیا۔۔۔" نور لودھی کو اپنی سماعتوں پر یقین نا آیا۔

"اگر وہ یہی چاہتی ہے تو تمہیں کیا اعتراض ہے۔۔۔ پہلے عزت سے اسکے ساتھ رخصت کر دیا ہوتا تو آج یہ دن نادیکھنا پڑتا وہ سردار عزیر ہے اسکے اختیار میں سب کچھ ہے کون اسے ہاتھ ڈالے گا۔۔۔" آصف لودھی پریشانی سے ادھر ادھر ٹھٹھکنے لگے۔ نور لودھی تو وہیں دیوار سے لگی سکتے کی سی کیفیت میں کھڑی رہیں۔۔۔

"کون جانے وہ انخواہ ہوئی بھی تھی کہ سردار عزیر کے ساتھ اتنے دن گزار کر آئی تھی۔۔۔ مون کا شک مجھے تو ٹھیک لگ رہا ہے۔۔۔" آصف لودھی بولے نہیں تھے کوئی سیدہ تھا جو گرم گرم نور لودھی کے کان میں انڈیلا گیا تھا وہ وہیں دیوار سے لگے لگے زمین بوس ہو گئیں۔



"چلو اندر۔۔۔" وہ گھر کے باہر گاڑی کھڑی کر کے اسکی جانب کا دروازہ کھولے کھڑا تھا وہ سپاٹ چہرہ لیے چپ چاپ گاڑی سے اترتی تھی۔۔۔

"آپ جائیں میں چلی جاؤں گی۔۔۔" آہش نے اپنا ہاتھ چھڑایا تھا
"تم یہ ہاتھ بار بار چھڑاتی رہو گی اور میں یہ ہاتھ بار بار پکڑتا رہوں گا۔۔۔" سردار عزیر نے دوبارہ اسکا ہاتھ تھام لیا۔

"میں چلی جاؤں گی پلیز آپ جائیں بہت ہنگامہ ہو جائے گا۔۔۔" آہش ملتی نظروں سے اسے دیکھنے لگی
"بالکل نہیں آج تمہاری بہن کی اصلیت میں سب کو بتا کر جاؤں گا۔۔۔" پاگل تم ہو سکتی ہو آہش بی بی میں نہیں۔۔۔" وہ اب سختی سے بولتے ہوئے اسکا ہاتھ پکڑ کر تقریباً گھسیٹتے ہوئے اسکے دروازے تک لایا۔

"خدا کے لیے میں ہاتھ جوڑتی ہوں۔۔۔ نہیں۔۔۔ آپ کو آپ کے ماں باپ کی قسم نہیں۔۔۔ رمشا نے جو کیا اسکا ذکر آپ کسی سے نہیں کریں گے۔۔۔ میں آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہوں مگر آپ رمشا کی بات نہیں کریں گے میری ماں کو معلوم ہوا تو وہ کبھی رمشا کے ساتھ نہیں رہ پائیں گی۔۔۔ وہ کبھی اسے بیٹی تسلیم نہیں کریں گی۔۔۔" آہش نے روتے روتے اسکے آگے دونوں ہاتھ جوڑ لیے۔

"تمہارا دماغ خراب ہے کیا۔۔۔ تمہیں معلوم بھی ہے کیا کرنے جا رہی تھی وہ تمہاری عزت لٹوانے جا رہی تھی۔۔۔ سن رہی ہو۔۔۔ اسے ایسے کیسے چھوڑ سکتی ہو۔۔۔" سردار عزیر کو اسکی دماغی حالت پر سخت شبہ ہوا تھا
"آپ نہیں سمجھ رہے۔۔۔ امی یہ بات نہیں برداشت کریں گی۔۔۔ اور بالکل کیسے قبول کریں گے۔۔۔" آہش بولی۔

"ہمارے پاس ثبوت ہیں ڈھیروں لوگ اسکے کارنامے کے گواہ ہیں تم کیوں ڈر رہی ہو۔۔۔" سردار عزیر اسکا بازو پکڑ کر آگے بڑھنے لگا

"آپ کو مجھ سے محبت ہے نا اس محبت کی قسم۔۔۔ آپ چپ رہیں گے۔۔۔ اگر آپ بولے تو میں سمجھوں گی آپ کی محبت صرف جھوٹ ہے۔۔۔" آہش نے اسکو دیکھتے ہوئے کہا
آہش کے آخری جملے پر سردار عزیر کی گرفت کمزور ہو گئی تھی اس نے آہش کا بازو چھوڑ دیا تھا۔۔۔

مگر وہ اسے ان حالات میں اکیلا چھوڑ کر نہیں جاسکتا تھا۔۔۔

گھر کا مین گیٹ ملازم نے کھولا تھا

سردار عزیز اور آہش ابھی چند ہی قدم آگے بڑھے تھے کہ نور لودھی کی آواز نے دونوں کے قدم جکڑ لیے تھے
"وہیں رک جاؤ میں کہتی ہوں۔۔۔۔۔" نور لودھی نے ٹی وی لائونج کے دروازے سے باہر نکلتے ہوئے آواز دی تھی۔۔۔ آصف لودھی بھی انکے پیچھے تھے۔

آہش نے نور لودھی کو دیکھا جنکی نگاہوں میں کیا کچھ نہیں تھا نفرت غصہ دکھ غم۔۔۔ وہ یک ٹک انہیں دیکھے گئی
نور لودھی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اسکے قریب آئیں۔۔۔ اور آہش کے سامنے کھڑی ہو گئیں۔۔۔
"اگلے ہی لمحے انکا ہاتھ فضا میں بلند ہوا اور آہش کے گال پر اپنی انگلیوں کے نشان چھوڑ گیا۔۔۔۔۔"
آہش کی آنکھوں سے بس چند آنسو بہے تھے مگر اسکے نالیوں پر سوال تھا نا آنکھوں میں شکایت۔۔۔۔۔
"آپ پوری بات سنے بغیر ایسا نہیں کر سکتیں۔۔۔۔۔" سردار عزیز آگے بڑھا تھا

"بات ہمیں معلوم ہو چکی ہے سردار صاحب۔۔۔ آپ جیسے سمجھدار بندے سے یہ توقع نہیں کرتے تھے
ہم۔۔۔۔۔" آصف لودھی بھی سامنے آ کر بولے

"انکا کوئی قصور نہیں اکل۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔" آہش فوراً ہی بولی تھی
"چپ کر جانوس۔۔۔ آہش کاش تو پیدا ہوتے مر جاتی تو یہ دن نادیکھنا پڑتا مجھے۔۔۔۔۔" ایک بار پھر نور
لودھی آہش کی طرف لپکیں اور اس پر تھپڑوں کی برسات کر دی۔۔۔۔۔

جس پر آصف لودھی نے انہیں پکڑا اور سردار عزیز نے آہش کو اپنے پیچھے کیا اس کا دل کیا وہ اپنا سر پیٹ
لے۔۔۔ اس لڑکی نے اسے اتنا مجبور اور بے بس کر دیا تھا کہ وہ کچھ بولنے کے لائق نہیں رہا تھا

"آصف اسے کہیں ابھی اسی وقت یہاں سے اسکے ساتھ چلی جائے۔۔۔۔۔" نور لودھی کے الفاظ تھے یا کوئی
بم جو آہش کے سر پر پھٹا تھا وہ دکھ صدے اور بے یقینی کی سی کیفیت میں نور لودھی کو دیکھنے لگی۔۔۔ سردار عزیز نے
آہش کو دیکھا۔

"امی۔۔۔۔۔ میں چلی جاؤں گی بس آج کی رات مجھے رکھ لیں۔۔۔ اکل میں چلی جاؤں گی مگر مجھے نکاح کر

کے انکے ساتھ رخصت کیا جائے۔۔۔ میری آخری خواہش سمجھ لیں میں وعدہ کرتی ہوں اسکے بعد آپ لوگوں کو اپنی شکل بھی نہیں دکھاؤں گی۔۔۔ "آبش نے منت کی تھی۔

"سردار عزیر نے بے یقینی سے آبش کو دیکھا وہ کیا بول رہی تھی کبھی کبھی قسمت خود بھی یوں مہربان ہوتی ہے۔۔۔۔۔ سردار عزیر جو کرنے آیا تھا وہ آبش نے بول دیا تھا۔۔۔۔۔

"نہیں۔۔۔ دیکھی آپ نے اسکی ہٹ دھرمی۔۔۔ نکالیں اسکو۔۔۔ "نور لودھی غصے سے چلائی تھیں "نور ہوش سے کام لو۔۔۔ پاگل مت بنو اپنی عزت خود کوئی نہیں اچھالتا۔۔۔ سردار صاحب کل چار بندے اپنے لے کر آئیں اور آبش کو نکاح پڑھا کر ساتھ لے جائیں۔۔۔۔۔ "آصف لودھی نے گویا فیصلہ سنایا آصف لودھی نور کو پکڑ کر اندر لے جا چکے تھے۔۔۔ تو آبش کی زندگی کا فیصلہ پل بھر میں ہو گیا تھا۔

"آبش۔۔۔۔۔ "سردار عزیر آبش کی کنڈیشن سے بخوبی واقف تھا وہ ہیں اسکے سامنے آن کھڑا ہوا۔۔۔ اسکا چہرہ اوپر کر کے اس نے نور لودھی کے تھپڑوں کے نشان کو اپنے پوروں سے چھوا تو آبش کے منہ سے سی کی ہلکی سی آواز نکلی تھی۔ "میں وعدہ کرتا ہوں آج کے بعد تمہاری طرف کسی کو آنکھ اٹھا کر دیکھنے بھی نہیں دوں گا تمہاری طرف اٹھنے والی ہر نظر کو پہلے سردار عزیر عباس کی نظروں سے ٹکرانا ہوگا۔۔۔۔۔ "وہ مضبوط لہجے میں بولا تھا "آپ کون ہیں۔۔۔۔۔ کون ہیں آپ۔۔۔۔۔ "آبش کو اس انسان پر حیرت ہوئی۔ "آبش کی پاکیزگی اسکی سادگی اور اسکی مصومیت پر مرنے والا۔۔۔۔۔ "وہ مسکرایا تھا۔ وہ بول کر جانے کے لیے واپس مڑ گیا تھا

"عزیر۔۔۔۔۔ "آبش نے پہلی بار شاید اسکا نام پکارا تھا۔ سردار عزیر نے مڑ کر اسکو دیکھا تھا نظریں سوال کر رہی تھیں۔۔۔۔۔ "آپ کل آئیں گے نا۔۔۔۔۔ "آبش کی سبھی نظروں میں ہزاروں خدشات تھے۔ "آؤں گا اسلیے ہی چھوڑ کر جا رہا ہوں۔۔۔۔۔ "وہ بول کر تیزی سے باہر نکل گیا۔۔۔۔۔ آبش اندر آ کر اپنے کمرے میں قید ہو گئی۔۔۔۔۔ یہ رات اس پر بہت بھاری ہونے والی تھی۔۔۔۔۔

☆.....☆.....☆

"واپسی پر وہ حد درجہ تھکاوٹ کا شکار تھا آبلش کی حالت نے اسے آج تھکا دیا اس نے آنے والے وقت کو لے کر ابھی تک کچھ بھی نہیں سوچا تھا مگر اب اسے سوچنا بھی تھا اور کرنا بھی تھا اس نے گاڑی میں بیٹھ کر اپنا موبائل فون نکال کر ٹائم دیکھا رات کے 12 بجتے والے تھے۔۔۔ کچھ سوچ کر اس نے زہرا بی بی کے نمبر پر کال ملائی۔۔۔

"ہیلو۔۔۔ عزیر۔۔۔" زہرا نے نیند میں ہونے کے باوجود بے چینی سے فون اٹھایا تھا
 "سو گئی تھیں زہرا۔۔۔" عزیر بولا

"ہاں۔۔۔ تم ٹھیک ہو عزیر۔۔۔" زہرا بی بی سے سردار عزیر کے پریشانی چھپی نہیں رہی تھی
 "ہم۔۔۔ ہاں ٹھیک ہوں۔۔۔ میری بات سنو زہرا کل اماں سائیں کو لے کر تم لاہور پہنچ جاؤ اور کسی کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں۔۔۔" سردار عزیر کو فی الوقت جو ٹھیک لگا اس نے بول دیا
 "کل مگر۔۔۔ خیریت ہے نا۔۔۔ سب ٹھیک تو ہے۔۔۔" زہرا بی بی اٹھ بیٹھی تھی۔۔۔
 "سب ٹھیک ہے بھائی کی شادی پر نہیں آؤ گی۔۔۔" سردار عزیر تلخی سے مسکرایا تھا۔
 "شادی یوں اچانک۔۔۔ عزیر ہمارے بہت سے ارمان ہیں شادی کو لے کر۔۔۔ اماں سائیں نے بہت کچھ سوچا ہوا ہے۔۔۔ ایسے کیسے شادی۔۔۔" زہرا بی بی بری طرح الجھ گئی۔
 "بس تم اماں سائیں کو لے کر صبح ڈرائیور کے ساتھ نکل آؤ۔۔۔ حالات کچھ اس طرح کے ہو گئے ہیں مجھے کل ہی شادی کرنی ہے۔۔۔" سردار عزیر کی پریشانی بھانپ کر زہرا بی بی نے سوال جواب سے گریز ہی کیا۔
 "ٹھیک ہے۔۔۔ میں صبح نکلتے ہوئے فون کرتی ہوں۔۔۔" زہرا بی بی نے فون تو رکھ دیا مگر نیند اسکی آنکھوں سے کوسوں دور جا چکی تھی۔۔۔

سردار عزیر نے سرد آہ بھر کر گاڑی شارٹ کی۔۔۔ تو آبلش کا سفید جھمکا فرنٹ سیٹ پر پڑا دیکھ کر وہ قہم سا گیا۔۔۔ سر جھٹک کر اس نے گاڑی چلا دی اب وہ سیدھا صارم کی طرف جا رہا تھا۔۔۔

☆.....☆.....☆

صبح اسکی آنکھ کھلی تو وہ صوفے پر بے سدھ پڑی تھی رات ساری اس نے روتے روتے ہی کاٹی تھی نا جانے

کس لمحے اسے نیند آ گئی۔۔۔۔ کوئی اسکے کمرے میں نہیں آیا تھا یہاں تک نوی بھی سونے کے لیے نہیں آیا تھا۔۔۔۔ وہ انھی تو سر میں شدید درد اٹھا تھا۔۔۔ اسکا جسم بخار سے تپ رہا تھا باہر غیر معمولی چہل پہل محسوس ہو رہی تھی مگر وہ باہر جانے کی جسارت نہ کر سکی کچھ نہ کر کے بھی وہ قصور وار بن چکی تھی مگر اسکی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی نور لودھی اس سے اتنی خفا کیوں تھیں کہیں رمشانے تو انہیں کوئی کہانی نہیں سنائی۔۔۔ "آبش کی سمجھ میں سب کچھ آچکا تھا مگر ایک خاموشی تھی جو اندر باہر سرایت کر گئی تھی۔۔۔

وہ نہیں چاہتی تھی وہ یہاں مزید ر کے اس گھر میں رہنا اسکے ساتھ ساتھ نور لودھی کے لیے بھی مشکلات کھڑی کر سکتا تھا۔۔۔ وہ اب سردار عزیز کو بھی نہیں چھوڑ سکتی تھی وہ اسکا محسن تھا اسکا ہمدرد تھا سب سے بڑھ کر اسے محبت کرتا تھا۔۔۔ اسے اس بات سے قطعی کوئی پروا نہ تھی کہ اسکی پہلے ایک شادی ہے یا چار۔۔۔ اسکے دو بچے ہیں یادیں۔۔۔ اسے اس وقت جو ٹھیک لگ رہا تھا اس نے وہ کرنا تھا۔۔۔ اسے خود کو مضبوط کرنا تھا اپنے لیے اپنی ماں کے لیے اب وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی۔۔۔ وہ انھی الماری سے سادہ سا ہلکے رنگ کا سوٹ نکالا اور گرم پانی سے غسل لے کر وہ کافی فریش ہو چکی تھی۔۔۔ باہر آئی تو کمرے میں بیٹھی عروہ کو دیکھ کر اسے خوشگوار حیرت ہوئی۔

"عروہ۔۔۔۔" وہ بھاگ کر عروہ کے گلے لگ گئی۔۔۔
 "تم کب آئی۔۔۔ ماموں بھی آئے ہیں۔۔۔" آبش نے خوشی سے کہا
 "بھانجی کی شادی ہو اور ماموں نا آئے ایسا ہو سکتا ہے۔۔۔" عروہ نے اداسی سے آبش کی سوچی آنکھوں کو دیکھا

"ہم شکر ہے تم آ گئی عروہ۔۔۔۔" آبی نے بظاہر مسکرا کر کہا
 "آبی ایسا کیا ہو گیا جو یوں اچانک۔۔۔۔" عروہ کو آبش کی مسکان سراسر جھوٹی لگی
 "بس عروہ سمجھو ایک قیامت تھی جو گزر گئی۔۔۔" آبش کی مسکراہٹ یکدم غائب ہوئی تھی
 "مجھے بتاؤ۔۔۔" عروہ نے اسے دونوں کندھوں سے پکڑ کر اپنی طرف موڑا
 "اور پھر آبش نے سارا قصہ انتہائی تکلیف کے عالم میں عروہ کو سنایا جو سن کر عروہ کے ساتھ ساتھ اندر آتا

عاصم بھی کانپ گیا۔۔۔۔۔

"آبش۔۔۔۔۔" عاصم کی آواز سن کر عروہ اور آبی دونوں ہی چونک گئیں۔۔۔۔۔

"اتنا کچھ ہو گیا اور ہمیں کسی نے نہیں بتایا۔۔۔۔۔" عاصم انکے قریب آ گیا

"عاصم ماموں خدا را یہ بات امی کو معلوم نہیں ہونی چاہیے۔۔۔۔۔" آبش نے عاصم ماموں کو دیکھا

"تم پاگل ہو۔۔۔۔۔ اس لڑکی کی اصلیت چھپا رہی ہو جس نے اپنی بہن کی عزت خراب کروانی

چاہی۔۔۔۔۔" عروہ کو شدید غصہ آیا

"عروہ امی یہ بات برداشت نہیں کر پائیں گی صین ممکن ہے وہ اس بات کو لے کر آصف انکل سے بھی اپنے

تعلقات خراب کر لیں پلیز بات کو سمجھو۔۔۔۔۔" آبش رو ہانسی ہوئی

عاصم بھی آبش کی بات سمجھ گیا تھا معاملہ دونوں جانب سے ہی سنگین تھا

"تم نے سردار عزیر سے شادی کا فیصلہ اپنی مرضی سے کیا۔۔۔۔۔" عاصم نے تسلی کرنی چاہی

"جی ماموں۔۔۔۔۔" آبش نے نظریں جھکا لیں۔۔۔۔۔

"اور میں کہوں گی یہ تمہارا بہترین فیصلہ ہے دیکھنا تم ایک دن اپنے اس فیصلے پر فخر کرو گی۔۔۔۔۔" عروہ نے

آبش کو گلے سے لگالیا۔۔۔۔۔

☆.....☆.....☆

رمشا کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا آبش کے گھر سے جانے کی خوشی نے اسے سردار عزیر سے کھائے تھپڑ بھی

بھلا دیے تھے۔۔۔۔۔ نور لودھی کی نظروں میں آبش کو گرا کر اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس نے کوئی دنیا فتح کر لی

تھی۔۔۔۔۔ سردار عزیر کے تھپڑوں کا بدلہ تو نور لودھی نے آبش کے منہ پر تھپڑ رسید کر کے لے لیا تھا۔۔۔۔۔ سوچ سوچ

کر رمشا کی روح تک ڈھیروں سکون اتر گیا تھا کہ آبش سے نور لودھی اور آصف لودھی نفرت کرنے لگے ہیں۔

"جا آبی جا۔۔۔۔۔ افسوس۔۔۔۔۔ تم جیت کر بھی ہار گئی اور میں ہار کر بھی جیت گئی۔۔۔۔۔" اسے کہتے ہیں

قسمت۔۔۔۔۔ جو خدا نے تمہیں نہیں مجھے دی ہے۔۔۔۔۔" وہ اپنے ڈیرنگ کے قد آور شیشے کے سامنے کھڑی

نخوت سے بول رہی تھی آنکھوں میں فاتحانہ چمک تھی۔۔۔۔۔

" مگر اس آبی کی پچی نے منہ کیوں نہیں کھولا۔۔۔ اور وہ سر۔۔۔ دار۔۔۔ عزیر۔۔۔ صاحب۔۔۔ وہاں تو بہت بڑھ چڑھ کر مجھ پر آرہے تھے یہاں آکر کیوں بھگی ملی بنے ہوئے تھے۔۔۔ ہاہاہا۔۔۔ " وہ زور زور سے ہنسنے لگی

" مجھے کیا بھاڑ میں جائیں دونوں۔۔۔ "

ہمارا رستہ تو صاف ہوا۔۔۔ ماں بیٹی ہوئی جدا جدا۔۔۔

☆.....☆.....☆

زہرا بی بی اور بی بی سائیں ڈرائیور کے ہمراہ دو پہر ایک بجے صارم کے گھر پہنچ گئے تھے۔۔۔ عزیر اور صارم انہیں گاڑی سے اتار کر اندر تک لائے تھے۔۔۔

" وہ گاڑی میں سامان بھی پڑا ہے اندر منگواؤ عزیر۔۔۔ " اماں سائیں نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا

" اماں سائیں سفر خیریت سے گزرا۔۔۔ " صارم بہت محبت سے پیش آیا تھا

" شکر ہے بیٹا۔۔۔ تمہاری امی بہت یاد کرتی ہے تمہیں انہیں بھی پاس لے آؤ۔۔۔ " اماں سائیں نے

محبت سے کہا

" یہ اتنا زیادہ سامان۔۔۔ " سردار عزیر ڈرائیور اور ملازم کو بڑے بڑے دو پنڈ کیری۔۔۔ اور بڑے بڑے

ڈبے لاتا دیکھ کر حیران ہوا۔

" تمہیں تو عقل نہیں ہے شادی ایسے تھوڑی ہو جاتی ہے یہ سب چیزیں ہماری بھابھی کی ہیں وہ کیا کہیں گی

سو کھے منہ دلہن لے گئے۔۔۔ " زہرا مسکرائی تھی

" یہ لال والا ڈبہ صارم بیٹا تمہارا ہے۔۔۔ اس میں کچھ گرم کپڑے ہیں اور کچھ تمہارے پنڈ کی سو فاقیں

ہیں۔۔۔ " اماں سائیں نے ڈرائیور کو اشارہ کیا تو اس نے ایک بڑا سا ڈبہ صارم کی جانب بڑھایا

" اماں سائیں یہ تو آپ شرمندہ کر رہی ہیں یہ سب ضروری نہیں تھا۔۔۔ " صارم جانتا تھا اماں سائیں

انتہائی وضع دار خاتون تھیں۔۔۔

" اماں سائیں بھی کہتے ہو اور ایسی باتیں بھی کرتے ہو۔۔۔ " اماں سائیں محبت سے بولیں

"اسکے بعد زہرا نے اماں سائیں کے آبلش کے لیے خریدے قیمتی ان سلے کپڑے میک اپ پر فیوم زیور سب سردار عزیز کو دکھایا۔۔۔ اماں سائیں نے نا جانے کب یہ تیاری کی تھی۔۔۔

"ابھی تک بہو کی شکل ڈیل ڈول نہیں دیکھا۔۔۔ اسلے سلا ہوا تو کچھ بھی نہیں۔۔۔۔۔" اماں سائیں آتے ہی اس فکر میں پڑ گئیں۔

"اماں سائیں سب کچھ ہو جائے گا۔۔۔ آپ آگئیں ناب سب کچھ ہو جائے گا۔۔۔ میں معافی چاہتا ہوں اس طرح آپ کو بلوایا مگر مجھے آج ہی نکاح کرنا تھا اور میں نہیں چاہتا تھا بابا سائیں یا ولید لالہ کو اس متعلق کچھ معلوم ہو اور وہ اس کام کو روکنے کی کوشش کریں۔۔۔" عزیز اماں سائیں کے پاس بیٹھتے ہوئے بولا

"وہ تو ٹھیک کیا مگر ہم جائیں گے تو ہم سے پوچھیں گے وہ پھر۔۔۔؟" زہرا پریشان ہوئی

"پھر خیر ہے نکاح ہو گیا ایک بار پھر بتا دینا عزیز کے نکاح سے آرہے ہیں۔۔۔" سردار عزیز ہنسا تھا

"دلہن کو کہاں رخصتی کروا کے لاؤ گے یہاں۔۔۔؟" اماں سائیں بولیں۔

"نہیں اپنے گھر۔۔۔ ملتان۔۔۔" سردار عزیز مسکرایا تھا۔



نکاح کی تقریب کیا تھی بس ایک رسم تھی جو ادا ہونی تھی بس دو وجود تھے جو ایک ہونے تھے بس دو نفوس تھے جنہوں نے ایک دوسرے کا نصف ایمان مکمل کرنا تھا۔۔۔ ڈرائنگ روم میں سردار عزیز صارم اپنے تین قریبی دوستوں کے ساتھ موجود تھا۔۔۔ آصف لودھی، عاصم، اور ایک دو بزرگ موجود تھے۔۔۔۔۔ مولوی صاحب اپنے ایک ساتھی کے ساتھ تشریف لے آئے تھے۔۔۔

"دوسری جانب ڈرائنگ روم میں عروہ نے آبلش کو خوب سجا کر بٹھایا تھا۔۔۔ اس نے نانی ماں کی بیٹی میں رکھا آبلش کا خوبصورت لہنگا نکال کر ساتھ رکھ لیا تھا۔۔۔ یہ لہنگا نانی ماں نے اپنی کسی جاننے والی سے منگوایا تھا اور بنوا کر رکھ لیا تھا۔۔۔ گولڈن اور ہلکے کاسنی رنگ کا یہ لہنگا نایاب تو تھا ہی مگر حیرت انگیز طور پر آبلش اس جوڑے میں اتنی خوبصورت لگی کہ سب ہی اسے دیکھ کر حیران تھے۔۔۔ عروہ نے اس کے سیاہ بالوں کو اسٹریٹ کر کے دونوں جانب سے آگے کر کے کھلا ہی رہنے دیا۔۔۔ خوبصورت کندن کا ہلکا سا سیٹ پہنا کر مانگ نکال کر اس میں بندیا سجادی۔۔۔ ہلکے گلابی میک اپ میں وہ دلہن تو کم ہی کوئی اپسرا زیادہ لگ رہی تھی تیار ہونے کے بعد جب عروہ نے اسے قد آور شیشے کے آگے کھڑا کیا تو وہ کتنی دیر تو بے یقینی سے خود کو دیکھتی رہی۔۔۔۔۔ نور لودھی نے بھی صبح چپکے چپکے اس کا دیدار کیا تھا۔۔۔ انکے کیا کیا ارمان تھے آبلش کی شادی کو لے کر۔۔۔۔۔ وہ سردار عزیز سے عجیب سی نفرت کرنے لگی تھیں۔۔۔ انہوں نے عروہ کے ہاتھ ہی آبلش کے لیے گولڈ کا خوبصورت سیٹ اور ہارہ چوڑیاں بھجوائی تھیں جنہیں آبلش نے یہ کہہ کر لوٹا دیا کہ "امی خود دیں گی تو پہنوں گی ورنہ نہیں۔۔۔"

ٹی وی لائونج میں اس وقت زہرا بی بی اور اماں سائیں بیٹھے تھے نور لودھی تو مردانہ کوئی بات کر رہی تھیں رمشا بشکل منہ بسور کر بیٹھی تھی مگر عروہ انہیں بھرپور کمپنی دے رہی تھی۔۔۔

لیکن آصف لودھی اور نور لودھی نے کھانے کا انتہائی پر تکلف اہتمام کیا تھا۔۔۔ آبلش کو عروہ کمرے سے باہر لانے لگی تو نور لودھی کو دروازے کے پاس کھڑا دیکھ کر آبلش کے قدم جیسے زمین نے جکڑ لیے۔

وہ حسرت بھری نگاہوں سے نور لودھی کو دیکھنے لگی۔۔۔

"امی مجھے معاف کر دیں۔۔۔۔۔" آہش نے دونوں ہاتھ نورلودھی کے سامنے جوڑ دیے

نورلودھی نے منہ تو پھیر لیا تھا مگر وہ جس طرح خود پر ضبط کر رہی تھیں یہ بس وہی جانتی تھیں

"امی آخری بار اپنی آبی کو گلے نہیں لگائیں گی۔۔۔" آہش نورلودھی کے منہ پھیرنے پر تڑپ گئی۔۔۔

"آہش تم نے بہت برا کیا۔۔۔ مجھ سے کئی زیادہ اپنے ساتھ برا کیا۔۔۔ میں نے تمہاری شادی ایسے سوچی

بھی نہیں تھی۔۔۔۔۔" نورلودھی نے غصے سے اسے دیکھا آنسو انکے بھی کہاں تھم سکے تھے

"امی اسے میرا نصیب سمجھ لیں۔۔۔" آہش نے ہاتھ مسلسل جوڑے ہوئے تھے

"نصیب تم نے اپنے ہاتھوں خود خراب کر لیا۔۔۔" نورلودھی نے بے بسی سے کہا

"میرے نصیب کو آپ کی دعائیں بلند کریں گی۔۔۔" آہش نے بھیگی آنکھوں سے مسکراتے ہوئے کہا تھا

"نورلودھی نے اسکے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

"تم بہت پیاری لگ رہی ہو۔۔۔ اللہ تمہیں کبھی کسی مشکل میں نا ڈالے۔۔۔" نورلودھی نے اسے زور

سے سمجھایا

دونوں کے آنسوؤں میں دل میں موجود کٹافٹیں جیسے بہہ گئی تھیں۔۔۔۔۔

نورلودھی اور عروہ اسے ٹی وی لاونج میں لے کر آئیں تو زہرا بی بی اور بی بی سائیں دونوں ہی کھڑی ہو

گئیں۔۔۔ رمشانے نورلودھی کی جانب حیرت سے دیکھا جو آہش کا بازو پکڑے مسکرا رہی تھیں۔۔۔۔۔ یہ دیکھ

کر وہ سرتاپہ رسلگ گئی۔۔۔۔۔

"ماشاء اللہ ماشاء اللہ۔۔۔۔۔ ہماری بیٹی تو بہت خوبصورت ہے۔۔۔۔۔" بی بی سائیں نے آہش کے سامنے

آتے ہی ہزار ہزار والے چند نوٹ آہش کے اوپر سے وار کر زہرا بی بی کو تھمائے۔۔۔ اور آہش کا چہرہ دونوں

ہاتھوں میں پکڑ کر اسکی پیشانی پر پیار کیا۔۔۔۔۔

آہش ان نفیس سی خاتون کو دیکھ کر متاثر ہوئی تھی جتنے پورے وجود سے نفاست جھلک رہی تھی۔۔۔ ساتھ

ایک انتہائی خوبصورت نازک اور لمبی سی حیکمے نقوش والی لڑکی کھڑی تھی جسکی شہدی رنگت پر غلافی آنکھیں خوب فح

رہی تھیں۔۔۔ آہش کو پہلی ہی نظر میں اسکی اور سردار عزیر کی آنکھیں ایک جیسی لگی تھیں۔۔۔۔۔

"اسلام علیکم بھابھی میں عزیر کی بڑی بہن ہوں زہرا۔۔۔ اور یہ ہماری امی۔۔۔" آبی نے اپنا اور بی بی سائیں کا تعارف کروایا۔۔۔ اور آہش کو پیار کیا جس پر آبی ہلکا سا مسکرائی۔۔۔

"آہش کو صوفے پر بٹھا کر بی بی سائیں نے ساتھ لائے دو بڑے ڈبوں میں سے زیور کے ڈبے نکالنے کو کہا۔۔۔ عروہ اور رمشا وہیں پاس بیٹھی تھیں جبکہ آہش کے ایک جانب نور لودھی اور دوسری طرف بی بی سائیں بیٹھی تھیں آہش خاموشی سے نیچے دیکھ رہی تھی۔۔۔

زہرا بی بی نے زیور کے ڈبے بی بی سائیں کو پکڑا لگائیں

سب سے پہلے انہوں نے اپنے خاندانی چوڑے آبی کی دونوں کلائیوں میں پہنائے۔۔۔ سونے کے ٹھوس زرکون جڑے قدیم ڈیزائن کے یہ خوبصورت چوڑے دیکھ رمشا کے تو گویا ہوش اڑ گئے۔۔۔

اسکے بعد خوبصورت تین لڑیوں والا ہار پہنا کر باقی زیور انہوں نے آہش کی گود میں رکھ دیا۔۔۔ یہ صرف تمھاری اماں سائیں کی طرف سے ہے۔۔۔ میاں سے تم خود لینا۔۔۔" اماں سائیں نے آہش کے کان میں محبت سے سرگوشی کی جس پر وہ مسکرا کر رہ گئی

نکاح خواں آچکا تھا ساتھ عاصم اور آصف لودھی بھی ساتھ پیپرین پکڑے آچکے تھے۔۔۔

آہش کو عروہ نے سبز گولے والی چٹی اوڑھادی۔۔۔

"قبول ہے۔۔۔ قبول ہے۔۔۔ قبول ہے۔۔۔ کہتے ہوئے آہش کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا دستخط کرتے ہوئے اسکے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔۔۔ عاصم ماموں اور آصف لودھی نے اسکے سر پر پیار کیا تو وہ اپنے آنسو ناروک پائی تھی۔۔۔ نور لودھی نے آہش کے کپکپاتے وجود کو اپنے ساتھ لگا کر ڈھیروں پیار کیا۔۔۔ یوں آہش سردار عزیر کے نام کر دی گئی۔۔۔

زہرا بی بی نے دیسی گھی میں بنی مٹھائی کا ٹوکرا کھول کر سب کو تقسیم کی۔۔۔

دوسری جانب سردار عزیر کی کیفیت جوتھی سو تھی۔۔۔ نکاح کا نور اسکے چہرے پر عیاں تھا۔۔۔ سفید کڑھائی والے کرتہ شلوار کے اوپر براؤن مردانہ شال رکھے وہ آج کوئی اور ہی عزیر لگ رہا تھا۔۔۔ نکاح کے بعد مولوی صاحب نے جو دعا کروائی سردار عزیر اور آہش کے ساتھ کی دعاؤں نے اسکی روح تک کو سرشار کر دیا اسکے چہرے

سے پھونٹی خوشی کی کرنیں اسکے دل کا حال سنارہی تھیں۔۔۔

"مبارک ہو سردار صاحب۔۔۔۔۔" آصف لودھی بھی سب بھلا کر اسکے گلے لگے تھے۔

"یہ ہماری طرف سے چھوٹا سا تحفہ آپ کے لیے۔۔۔۔۔" آصف لودھی نے پانچ لاکھ کا چیک سردار عزیز کو تھمایا۔

"اسکی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔ آپ کی بیٹی سے بڑھ کر دنیا کا کوئی تحفہ نہیں۔۔۔۔۔ یہ میں نہیں لے سکتا صرف آبش کو لینے آیا ہوں اسے ہی لے کر جاؤں گا۔۔۔۔۔" یہ بول کر عاصم صارم اور باقی لوگوں سے بغلگیر ہو کر مبارکباد وصول کرنے لگا۔۔۔

کھانا اچھے ماحول میں کھایا گیا۔۔۔۔۔

دوسری جانب آبش نور لودھی کی جانب دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔ جدائی ایک بار پھر مقدر بننے جا رہی تھی۔۔۔۔۔ آبش کا دل نور لودھی کے سینے سے لگنے کو تڑپ رہا تھا اور یہ کیسے ممکن تھا بیٹی کچھ چاہے اور ماں وہ سمجھنا پائے۔۔۔۔۔ نور لودھی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی آبش کے پاس آئیں اور خاموشی سے صوفے پر بیٹھ گئیں۔۔۔۔۔

"آبش میں تم سے بہت ناراض ہوں تم ایک بار پھر اپنی ماں کو چھوڑ رہی ہو۔۔۔۔۔" نور لودھی کے الفاظ سن کر آبش نے چوک کر انہیں دیکھا یہ کیسا اتفاق تھا کہ دونوں کی سوچوں کا رخ ایک ہی جانب تھا۔

"آبش کی جب تک سانس چل رہی ہے وہ آپ سے جدا اور آپ اس سے جدا نہیں ہو سکتیں امی۔۔۔۔۔ رہا سوال ان ظاہری دوریوں کا تو یہ تو ہم برسوں جھیلے آئیں ہیں کچھ اور سہی۔۔۔۔۔" آبش نے بھیگی آنکھوں سے نور لودھی کے خوبصورت ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر گالوں سے لگایا تھا۔

"تم بہت اچھی بیٹی ہو۔۔۔۔۔ کل رات کے لیے مجھے معاف کر دو۔۔۔۔۔ مجھے تم پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے تھا۔۔۔۔۔" نور لودھی نے آبش کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا انہیں بے ساختہ آبش پر بے حد پیار آیا تھا۔

"آپ یہ جان بھی لے لیں تو غم نہیں یہ جان بھی آپ کی اور میں بھی۔۔۔۔۔ معافی مانگ کر مجھے شرمندہ مت کریں۔۔۔۔۔ غلطی میری تھی آپ نے مجھے گلے لگا لیا مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔۔۔۔۔" آبش بولی

"نور باجی چلیں بیٹی کو رخصت کرنے کا وقت آ گیا ہے۔۔۔۔۔" عاصم چلتا ہوا ان دونوں کے پاس آ کر رک

"جی آنٹی اجازت دیجیے۔۔۔" زہرا بی بی بھی اب کھڑی ہو چکی تھیں

"میری بیٹی کا خیال رکھیے گا۔۔۔" نور لودھی نے بی بی سائیں کا ہاتھ تھام کر التجائیہ کہا تھا۔

"بے فکر رہیں۔۔۔ ہم بہو نہیں بیٹی لے کر جا رہے ہیں کبھی آپ کو اپنی طرف سے شکایت کا موقع نہیں دیں گے۔۔۔" بی بی سائیں نے انکے ہاتھ پکڑ کر تسلی دی۔۔۔

"اتنی جلدی میں ہم کوئی تیاری نہیں کر سکی۔۔۔ یہ کچھ زیور ہیں آبش کے لیے بنائے تھے آپ بڑی ہیں یہ آپ اپنے پاس رکھ لیں۔۔۔" نور لودھی نے زیور کے کچھ ڈبے آگے بڑھائے۔

"نہیں آنٹی جی۔۔۔ یہ ہم نہیں لے سکتے ہمیں جو ہیرا آپ نے دے دیا اسکے بعد کسی زیور کی ضرورت نہیں۔۔۔ عزیر نے سختی سے آرڈر دیا ہے کہ اسے آبش بس ایک جوڑے میں چاہیے۔۔۔" زہرا بی بی پیار سے مسکرائی تھی

عزیر کے نام پر نور لودھی کے نقش ایک دم تن گئے تھے۔۔۔

"یہ آپ رکھیں آپ کے پاس رہیں یا آبش کے پاس ایک ہی بات ہے۔۔۔ آپ کی بیٹی ہے اس سے ملنے جب دل کرے جسکا دل کرے آتے رہیے گا۔۔۔" بی بی سائیں محبت سے نور لودھی کے گلے لگتے ہوئے بولیں۔

باہر تینوں گاڑیاں تیار کھڑی تھیں۔۔۔ صائم اور اسکے دوست گاڑیاں سنبھالے کھڑے تھے زہرا بی بی نے آبش کو کڑھائی والی قیمتی چادر اوڑھائی تھی انکے ہاں یہ ہی رواج تھے چادر کا خاصا بڑا گھونگھٹ نکالا تھا آیاں آبش کی صورت کسی اور کو نظر نہ آئے۔۔۔ نور لودھی نے خود پر ضبط کر کے آبش کو پیار کیا عروہ نے خوب تسلی دی۔۔۔۔۔ صائم نے نم آنکھوں سے آبش کو سینے سے لگایا آصف لودھی نے آبش کا سر چوما۔۔۔ یوں آبش رخصت ہو کر اماں سائیں اور زہرا بی بی کی گاڑی میں انکے ساتھ بیٹھی تھی۔۔۔ سب گاڑیاں تیار تھیں سردار عزیر کی گاڑی بھی کوئی دوست چلا رہا تھا مگر سردار عزیر کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

"اسلام علیکم امی۔۔۔۔۔" سردار عزیر عباس مسکراتے ہوئے نور لودھی کے آگے جھکا تھا۔

نور لودھی نے کھا جانے والی نظروں سے کندھا جھکائے لبوں پر قاتحانہ مسکان سجائے سردار عزیر عباس کو

دیکھا اور ناچا چاہتے ہوئے بھی سلام کا جواب دیا۔۔۔

"امی۔۔۔؟ دو بچوں کے باپ کی ماں بننے کا مجھے کوئی شوق نہیں۔۔۔" انہوں نے قدرے آرام سے بولا
"شوق ہونا ہواب میں آپکا بیٹا ہوں۔۔۔" سردار عزیر محبت سے خفا خفا سی نور کو دیکھ کر مسکرایا تھا
"بیٹا۔۔۔؟ تمہیں تو میں داماد تسلیم نہ کروں تم بیٹا بننے چلے ہو۔۔۔" نور نے کاٹ دار لہجے میں کہا
"تسلیم کریں نا کریں اب تو میں بن گیا ہوں جتنی آپ آبلش کی ہیں اتنی میری بھی۔۔۔۔۔" وہ بھی ڈھیٹ
بنا کھڑا تھا

"تم صرف آبلش کے شوہر بن چکے ہو اسلئے یہاں کھڑے ہو۔۔۔ ورنہ مجھے تو تمہارے نام سے بھی نفرت
ہے تمہارے نام کی وجہ سے تمہاری وجہ سے میری آبی برباد ہوئی۔۔۔" نور لودھی اپنے غصے کو دبانے کی کوشش
کر رہی تھیں

"آپ ایک دن اپنی بیٹی کے نصیب پر رشک کریں گی۔۔۔ یہ میرا نہیں ایک بیٹے کا اپنی ماں سے وعدہ
ہے۔۔۔۔۔" کچھ وجوہات کی بنا پر آبلش تو اب اس گھر میں نہیں آئے گی مگر آپ لوگوں کا جب دل کرے اپنا گھر سمجھ
کر آئیں مجھے خوشی ہوگی۔۔۔۔۔" سردار عزیر نے نور لودھی کو کہتے ہوئے لفظ وجوہات پر قریب ہی کھڑی رمشا کو
گھور کر دیکھا تھا جس پر وہ رخ موڑ گئی۔۔۔

"خدا حافظ۔۔۔۔۔" وہ بول کر بی بی سائیں کی گاڑی میں ہی ڈرائیور کے ساتھ آگے فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا
تھا۔۔۔ نور لودھی نا جانے کتنے لمبے گیٹ کے پاس کھڑی آبی کی گاڑی کو جانا دیکھتی رہ گئیں۔۔۔۔۔

☆.....☆.....☆

"ہاں ڈنگی۔۔۔۔۔" وہ نوجوان اب اٹھ بیٹھا تھا
"تو نے۔۔۔ ڈنگی لگائی پھر یہاں کیسے پہنچ گیا۔۔۔" وہ ادھیڑ عمر شخص بولا
"دیکھ لو۔۔۔۔۔" وہ نوجوان اذیت سے ہنسا تھا
"ایسی کیا مصیبت آگئی کہ یہ موت کا کھیل کھیلنے چلا تھا تو۔۔۔۔۔؟؟؟" وہ شخص بولا
"مصیبت نہیں۔۔۔ محبت آگئی تھی۔۔۔" نوجوان ایک بار پھر ہنسا

"محبت۔۔۔۔۔ دماغ چل گیا ہے تیرا۔۔۔۔۔" وہ شخص اسے گھورا

"ہاں محبت۔۔۔۔۔ عشق۔۔۔۔۔ پیار۔۔۔۔۔ جو بھی سمجھ لو۔۔۔۔۔ شدید محبت ہوئی تھی۔۔۔۔۔ اور اس محبت کے حصول کے لیے میں کچھ بھی کرنے کو تیار تھا۔۔۔۔۔" وہ آنکھیں موندے دیوار سے ٹیک لگا کر بولا

"تو کیا ہوا پھر۔۔۔۔۔ نا محبت ملی۔۔۔۔۔ نا ڈنگی لگانے میں کامیاب ہوا۔۔۔۔۔ یہ کتوں والی زندگی مل گئی۔۔۔۔۔" سیانے اس لیے کہتے ہیں ایک نوکری دوسرا چھوکری اچھے بھلے انسان کو کتابنا دیتی ہے۔۔۔۔۔" وہ شخص طنز یہ ہنساتا تھا

"کس نے کہا محبت نہیں ملی۔۔۔۔۔" وہ نو جوان آنکھیں کھول کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ کر بولا

"ہاں تو۔۔۔۔۔؟؟؟؟؟؟" اس شخص کو اچھنپا ہوا

"محبت ملی شادی ہوئی۔۔۔۔۔ مگر شادی کے بعد نوکری چھوٹ گئی۔۔۔۔۔ میں جو اکیلے تھا سب کچھ جوے میں گنوا بیٹھا۔۔۔۔۔ عشق میں نے کیا تھا مگر ساتھ اس نے دیا۔۔۔۔۔ مجھے تو شادی کے بعد معلوم ہوا وہ پاگل تو مجھ سے بھی کئی زیادہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔۔۔۔۔ آہستہ آہستہ مجھے احساس ہونے لگا ہر کوئی اسے میری بے روزگاری کی وجہ سے طعنے دینے لگا تھا۔۔۔۔۔ اسکے خاندان والے اسے مجھ سے شادی کے فیصلے پر شرمندہ کرنے لگے تھے۔۔۔۔۔ وہ لبوں سے تو کوئی گلہ شکوہ کرتی ہی نہیں تھی مگر چپ چپ کر روتے دیکھتا تھا میں اسے۔۔۔۔۔ اسکے چہرے کی شادابی اس کا وہ فرہہ وجود سب کچھ جیسے مرجھا رہا تھا میں نے روزگار کی تلاش میں زمین آسمان ایک کر دیے مگر نہیں۔۔۔۔۔ پھر ایک دن دلبرداشتہ ہو کر میں نے اس راتے جانے کا فیصلہ کیا جسکی منزل کا مجھے بھی علم نا تھا ایک دوست کی بدولت گجرات گیا وہاں میری ملاقات ڈنکر سے ہوئی۔۔۔۔۔

"ڈنکر۔۔۔۔۔" ادھیڑ عمر شخص نے اسے ٹوکا۔

"ہاں جو نا جائز اور غیر قانونی طریقے سے بندے باہر بھجواتے ہیں۔۔۔۔۔ خیر ڈنکر نے مجھے ایسا شیشے میں اتارا کہ اپنی بیوی کے لاکھ منع کرنے کے باوجود میں نے امریکا جانے کی ٹھان لی۔۔۔۔۔" وہ نو جوان بول کر کچھ دیر خاموش ہوا۔

"اچھا۔۔۔۔۔ پھر۔۔۔۔۔" وہ شخص بغور اس نو جوان کی داستان سن رہا تھا۔

عروہ کی دیکھ کر کہا۔

”آبش کی چوائس شاید آج تم نے غور سے دیکھی نہیں عزیر بھائی کتنی شاندار پرسنالٹی کے مالک ہیں۔۔۔
ماشاء اللہ سے اتنا سٹرائنگ فیملی بیک گراؤنڈ اور سب سے بڑھ کر آبی سے بے تحاشہ محبت کرنے والے۔۔۔ باخدا
آبش نے کیا قسمت پائی ہے۔۔۔ اللہ حاسدوں اور برے لوگوں کے شر سے بچائے۔۔۔ آمین“ عروہ نے
مسکرا کر ایک ایک لفظ چبا چبا کر ادا کیا تھا

”اونہ۔۔۔۔ شاید تم اس شاندار پرسنالٹی کے ساتھ ساتھ اسکی پہلی بیوی اور اس میں سے دو بچے بھول
گئی۔۔۔ تعریف کرنی ہے تو پوری کرو۔۔۔“ رمشا طعنیہ بنی

”اس تعارف کی ضرورت نہیں۔۔۔ شادی اور بیوی وہی ہوتی ہے جو موجودہ ہو۔۔۔ اور اس وقت سردار
عزیر کے گھر سردار عزیر کے ساتھ اور سردار عزیر کے نکاح میں صرف اور صرف آبی ہے مرد پر راج ہمیشہ ایک
عورت بیوی کے روپ میں کرتی ہے۔۔۔ کوئی اولاد مرد پر راج نہیں کرتی۔۔۔ ہاں اولاد کی اپنی جگہ ہے وہ دو
چھوڑ کر دس بیس بھی ہوں تو فرق نہیں پڑتا آبش کی جگہ تو کوئی نہیں لے سکتا۔۔۔“ عروہ نے بھی حقیقت کھل کر
بیان کی۔

”بس بس۔۔۔ ہولڈ آن بے بی۔۔۔ ابھی تو اسے رخصت ہوئے چند گھنٹے ہوئے آگے آگے دیکھو ہوتا ہے
کیا۔۔۔“ رمشانے ہاتھ اٹھا کر اسے روکا۔

”گری ہوئی سوچ کو اٹھانا واقعی مشکل ہے مگر رمشا بی جو کھیل تم نے کھیلنا تھا کھیل لیا اور یہ اس کا ظرف
کے اس نے تمہیں بچا لیا ورنہ جو تم کرنے جا رہی تھی یہ نور آنٹی اور تمہارے پاپا کو معلوم ہو جائے تو تم سوچ بھی
نہیں سکتی تمہارے ساتھ کیا ہو۔۔۔ مگر اب صرف اپنے تک محدود رہنا اب آبش اکیلی نہیں۔۔۔ اسکا جو شوہر
ہے نا وہ سب کھاتے کلیر کرتے دیر نہیں لگائے گا۔۔۔“ عروہ بول کر جا چکی تھی اور رمشا کی بولتی جیسے بند ہو چکی
تھی۔

☆.....☆.....☆

”بیٹی میں جانتی ہوں میرے عزیر نے سب کچھ بہت جلد بازی میں کیا۔۔۔ تمہیں اور تمہارے گھر والوں کو

بھی پریشان کیا۔۔۔ اصل میں میرا عزیر شروع سے ہی ایسا ہے جس چیز کو پسند کر لے فوراً اسکے حصول کی کوشش کرتا ہے مگر تم پہلی لڑکی ہو پہلی انسان جسکو پانے کی خواہش کی میرے بیٹے نے اور میں سمجھ سکتی ہوں اسکی جلد بازی کی وجہ سے تمہیں بھی بہت پریشانی ہوئی ہوگی۔۔۔ تمہارے گھر والوں کو بھی تمہاری شادی کو لے کر بہت ارمان ہوں گے۔۔۔۔ "بی بی سائیں بول رہی تھی اور سر پر چادر کیے آبش سوچ رہی تھی کہ انکو واقعی معلوم نہیں کہ انکی شادی کن حالات میں ہوئی سردار عزیر نے کیا انہیں کچھ بھی نہیں بتایا۔۔۔۔ وہ اسی سوچ میں غرق تھی جب سردار عزیر کے کہنے پر ڈرائیور نے گاڑی روک لی۔۔۔۔

"چلیں ٹھیک ہے اماں سائیں آپ لوگ خیر سے جائیں ٹھیک ہے زہرا۔۔۔۔ سردار عزیر گاڑی سے اتر کر گاڑی کے پچھلے دروازے کی کھڑکی کی جانب آیا جس طرف زہرا بی بی بیٹھی تھی۔۔۔۔

"بیٹا ابھی تم اپنے گھر جاؤ معافی چاہتی ہوں تمہیں یوں اکیلے بھیج رہی ہوں اسکے ساتھ مگر گاؤں میں کچھ مسئلے مسائل ہیں جسکو سلجھا کر تمہیں اپنے پاس بلوالوں گی۔۔۔ "بی بی سائیں نے آبش کے ماتھے پر پیار کیا۔۔۔ جبکہ عزیر صارم اور دیگر دوستوں سے ملنے لگا۔

"میں کدھر جاؤں گی۔۔۔۔۔" آبش نے گھبرا کر چادر میں سے سر نکال کر بی بی سائیں اور زہرا بی بی کو دیکھا

"آپ اپنے شوہر کے ساتھ اپنے ملتان والے گھر جائیں گی۔۔۔ بالکل بھی پریشان نہیں ہونا عزیر آپ کا بھرپور خیال رکھے گا۔۔۔ کوئی بھی پریشانی ہو آپ مجھے فون کرنا ٹھیک ہے۔۔۔؟" زہرا بی بی نے محبت سے اسکو گلے لگایا۔

"آبش آ جاؤ۔۔۔۔۔" سردار عزیر نے آبش کی جانب کا دروازہ کھول کر ہاتھ آگے بڑھایا تھا۔۔۔۔

"جاؤ میرا بیٹا۔۔۔۔۔ اللہ کے حوالے۔۔۔۔۔ عزیر بیٹی کا خیال رکھنا۔۔۔۔۔" اماں سائیں نے آبش کی پریشانی دیکھتے ہوئے عزیر کو تلقین کی اور آبش کو سردار عزیر کا ہاتھ تھامنے کی۔

آبش نے چادر چہرے پر گرا کر سردار عزیر کا ہاتھ تھام لیا اور گاڑی سے اتر گئی۔۔۔۔۔ سردار عزیر نے اسکا ہاتھ تھام کر اسے اپنی گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بٹھایا اور خود اماں سائیں اور صارم اور دوستوں کو رخصت کر کے گاڑی میں آن بیٹھا۔۔۔۔۔

"آبش۔۔۔۔۔چہرے سے چادر ہٹا لو اب پلیز۔۔۔۔۔" سردار عزیز نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے کہا اور گاڑی موٹروے پر ڈال دی۔

آبش حیرت سے اسے دیکھنے لگی اس نے آبش کو دیکھا نہیں تھا نا کچھ کہا تھا۔۔۔۔۔ کوئی خوشی اسکے چہرے پر آبی کو نہیں دکھی تھی۔۔۔ نا چاہتے ہوئے بھی نا جانے کیوں اسے دکھ ہوا تھا۔۔۔ ایک دم سے اتنی لائق۔۔۔ وہ منہ کھڑکی کی جانب کر کے بیٹھ گئی۔۔۔ چادر کندھوں میں پھیلا کر اس نے دوپٹے سے سر ڈھکا اور نا جانے کب اسکی آنکھ لگ گئی۔۔۔

☆.....☆.....☆

"پھر۔۔۔۔۔ پھر کیا ہوا۔۔۔۔۔" وہ شخص مزید اس نوجوان کے قریب ہوا۔
 "بس وہی ہوا۔۔۔۔۔ دور کے ڈھول سہانے۔۔۔۔۔ سفر شروع ہوا۔۔۔۔۔ سفر کیا تھا بس موت کا کھیل تھا ہر قدم پر موت۔۔۔۔۔ ہر قدم پر خوف۔۔۔۔۔"
 "مطلب تو سب سے پہلے کدھر گیا۔۔۔۔۔" وہ شخص کچھ زیادہ ہی دلچسپی لینے لگا
 "پھر بتاؤں گا ابھی اس لڑکی کو بھگانے کی تیاری کرو میرے ساتھ۔۔۔۔۔ رات 12 بجے میں اندر جاؤں گا اسے لینے۔۔۔۔۔" وہ نوجوان اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا
 "مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔۔۔۔" ادھیڑ عمر شخص کی آنکھوں میں خوف تھا
 "کامیابی حاصل کرنے کا پہلا اصول خوف کو دل و دماغ سے باہر نکال پھینکو۔۔۔۔۔ خطرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مقابلہ کرو جو جیت نہیں بھی مقدر میں ہوتی وہ بھی حاصل ہونے لگتی ہے۔۔۔۔۔" وہ نوجوان پر عزم تھا۔

"کا کے تو کہہ سکتا ہے تو موت کا کھیل تو پہلے ہی کھیل کر آیا ہے میں نیا ہوں کچھ وقت تو لگے گا۔۔۔۔۔" وہ ادھیڑ عمر شخص اس سے متاثر ہوا

"کوئی بات نہیں یہ موت کے کھیل ہی موت سے لڑنا سکھاتے ہیں۔۔۔۔۔" نوجوان سنجیدہ تھا
 "لڑکی کو بتایا تو نے۔۔۔۔۔" شخص نے ارد گرد دیکھ کر سرگوشی کی

"ہاں کل رات اسے اپنے پلان سے آگاہ کیا یہاں سے باہر نکالنا میری ذمہ داری آگے اسکا نصیب۔۔۔۔۔ اگر قسمت اچھی ہوئی تو کہیں نا کہیں بھاگ جائے گی۔۔۔۔۔ ورنہ انکے ہاتھ لگ جائے گی دوبارہ۔۔۔۔۔ لاکھ کوشش کے باوجود باہر کی لوکیشن کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا مجھے۔۔۔۔۔ وہ نوجوان مدھم لہجے میں بولا۔

"اللہ خیر ہی کرے بس۔۔۔۔۔ تیرا ساتھ تو دے رہا ہوں مگر سچی بہت ڈر لگ رہا ہے۔۔۔۔۔" وہ شخص خاموشی سے فرش پر چٹ لیٹ گیا۔

"جب اس کام کے اجر کا سوچو گے اس لڑکی کی جگہ اپنی بہن بیٹی کو رکھ کر سوچوں گے تو پھرتی بھی آئے گی اور ڈر خوف بھی اڑن چھو ہو جائے گا۔۔۔۔۔" وہ نوجوان چمکتی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔۔

☆.....☆.....☆

یہ لمحے جو ٹھہر جائیں
 تم ہم میں ہم تم میں
 کھو جائیں
 پیرا ہیں یوں ہی
 ہماری خاطر
 چلتے چلتے رک جائیں
 خاموش ہوا چپ چلتی جائے
 رات یوں ہی گزرتی جائے
 ہجر میں تیرے تڑپے برسوں
 اب بھی دوری بڑھتی جائے
 لمحے قربت کے سو نہ کر اب تو
 سلگتی اپنی ان آنکھوں سے فاصلے
 تمام کر دیے جائیں۔۔۔۔۔

سردار عزیز عباس ناک کی سیدہ پر گاڑی چلا کر ملتان پہنچا تھا اس نے اتنے طویل سفر میں کہیں قیام نہ کیا۔۔۔ وہ بہت تھک چکا تھا اور جلد از جلد گھر پہنچنا چاہتا تھا۔۔۔ آبلش سارے راستے نیند کی وجہ سے کبھی ادھر کبھی ادھر جھولتی رہی۔۔۔ اور وہ مسکراتے ہوئے کبھی اسکا سر اپنے کندھے پر رکھتا کبھی ایک بازو اس کے سر کے نیچے رکھتا مگر وہ نا جانے کب سے ناسوئی تھی۔۔۔ دنیا و معافیا سے بے گانہ وہ اسے بہت پیاری لگ رہی تھی مگر اس نے آبی کو نظر بھر کر ایک بار بھی نا دیکھا تھا۔۔۔

ملتان والے گھر کے اندر گاڑی داخل ہوئی تو رات کے 9 بج چکے تھے۔۔۔ اور گھر کے لان کا نقشہ ہی بدلا ہوا تھا۔۔۔ غلام دین نے لان کو اتنے خوبصورت اور دلکش طریقے سے سجایا تھا جیسے رات کے اس وقت گھر کے اس حصے میں واقعی کسی دلہن کی ہارات اترنی ہو۔۔۔ لان کے چاروں جانب خوبصورت پلرز کھڑے کیے جن پر آرٹیفشل پھولوں اور لائٹس سے سجاوٹ کی گئی۔۔۔ درمیان میں خوبصورت ٹیبل اور ساتھ دو خوبصورت چیئرز موجود تھیں۔۔۔ لان سے اندر تک جاتے خوبصورت راہداری بنائی گئی جن پر برقی قندیلوں اور پھولوں سے سجاوٹ کی گئی۔۔۔ پورا گھر روشن تھا پھولوں کی خوشبو سے مہک رہا تھا گیٹ بند کر کے غلام دین فوراً گاڑی کی جانب بڑھا۔۔۔ سردار عزیز نے سوئی ہوئی آبلش کو دیکھا اور مسکرا کر گاڑی سے باہر نکلا اس نے ایک متاثر کن نگاہ گھر کی تزئین و آرائش پر ڈالی۔۔۔

"مبارک۔۔۔ مبارک ہو سردار صاحب۔۔۔ شادی مبارک۔۔۔" غلام دین سردار عزیز کے گلے میں پھولوں کا ہار ڈال کر بغل گیر ہوا تھا

"خیر مبارک غلام دین۔۔۔ یہ سب تم نے خود کیا۔۔۔" سردار عزیز خوشگوار انداز میں بولا
 "نہیں ایک لڑکا بلوایا تھا اس کے ساتھ مل کر سب کیا۔۔۔ آپ کو ٹھیک لگا کچھ۔۔۔" غلام دین مسکرایا
 "بہت زبردست۔۔۔ تیاری مکمل ہے ساری۔۔۔" سردار عزیز نے پوچھا
 "جی سردار صاحب اے ون۔۔۔" غلام دین نے انگوٹھے سے اشارہ کیا
 "آپ بیٹا کو لائیں میں ابھی آیا۔۔۔" غلام دین بھاگ کر اندر گیا اور پھر اسکی واپسی پھولوں کی ٹوکری کے ساتھ ہوئی۔

"آبش۔۔۔ آبش۔۔۔" سردار عزیر نے آبش کی جانب کا دروازہ کھولا آبش سیٹ سے ٹیک لگائے سوئی ہوئی تھی۔۔۔ اسکی بند خوبصورت پلکیں جن کے عین اوپر لائٹ کی ایک لائن موجود تھی۔۔۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔۔۔ سردار عزیر نے اسکے چہرے سے بالوں کو ہٹایا اور بہت نرمی سے آبش کے گال کو اپنی انگلیوں سے چھوا تھا۔۔۔

"جی۔۔۔" وہ فٹ سے آنکھیں کھول کر اٹھ بیٹھی تھی
 "گھر آ گیا اب اٹھ جاؤ۔۔۔" سردار عزیر اسے دیکھتے ہوئے مسکرایا
 "گھر۔۔۔" آبش نے ارد گرد دیکھا۔۔۔ روشنیوں میں سجا گھر کس کا تھا وہ نیند کی وجہ سے سمجھنا پائی۔۔۔
 "آ جاؤ باہر۔۔۔" سردار عزیر نے ہاتھ آگے بڑھایا
 اور وہ خاموشی سے ہاتھ تھام کر گاڑی سے باہر نکل آئی۔۔۔
 وہ حیرت سے اس گھر اور خوبصورت لان کو دیکھ رہی تھی وہ اس لان کو کیسے بھول سکتی تھی۔۔۔ اسے یاد آ گیا یہ وہ ہی گھر تھا جہاں وہ پہلے بھی رہ چکی ہے۔۔۔

"خوش آمدید۔۔۔ شادی مبارک بیٹی۔۔۔" وہ گاڑی سے نکل کر ابھی لان کی طرف ہی بڑھ رہے تھے جب غلام دین نے قریب آ کر اسکے گلے میں بھی ہار ڈالا اور اسکے سر پر ہاتھ رکھ کر مبارکباد دی۔۔۔ وہ غلام دین کو دیکھ کر صرف مسکرائی تھی۔۔۔ سردار عزیر اسکا ہاتھ تھامے سیدھا لان کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔۔ اور اگلے ہی لمحے ان دونوں پر پھولوں کی برسات ہو گئی غلام دین نے ان پر ڈھیروں پھول نچھاور کیے آبش حیرت سے سردار عزیر کو دیکھ کر رہ گئی جسکے لبوں پر ایک دلکش سی مسکراہٹ تھی۔۔۔

"سردار صاحب کھانا ابھی لگاؤں؟؟؟" غلام دین نے سردار عزیر اور آبش کے لان میں موجود چیر ز پر بیٹھتے ہی دریافت کیا۔

"ہاں لے آؤ پہلے۔۔۔ دلہن بھی صبح سے بھوکی ہیں۔۔۔" سردار عزیر نے آبش کو دیکھ کر کہا جو کن اکھیوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"انہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں بھوکی ہو۔۔۔ میری شکل سے لگ رہا ہوگا۔۔۔" وہ محض سوچ کر رہ گئی

"پھر تو بس ابھی لایا۔۔۔۔۔" غلام دین بول کر اندر دوڑا

"کیسا لگا استقبال۔۔۔" سردار عزیز اب اپنی کلائی پر بندھی گھڑی کھولتے ہوئے بولا

"اچھا۔۔۔" اس نے صرف اچھا پراکتفا کیا

"تمہیں لان بہت پسند تھا اس لیے لان کی سجاوٹ پر زیادہ زور دیا گیا۔۔۔" وہ اسے دیکھ کر بولا

"یہ آپ نے کروایا۔۔۔؟" وہ حیران ہوئی

"نہیں تو غلام دین کو الہام ہوا ہوگا۔۔۔" وہ ہنسا تھا

آبش کو اپنے سوال پر خود ہی شرمندگی ہوئی تھی

دونوں طرف ایک معنی خیز خاموشی تھی۔۔۔ سردار عزیز کی نظریں اب جی بھر کر سامنے بیٹھی آبش کے طواف

کر رہی تھیں اور سامنے بیٹھی کنفیوز ہوتی آبش مزید سسکتی جا رہی تھی۔۔۔۔۔

"تمہیں اس گھر کا یہ گوشہ کچھ زیادہ ہی پسند تھا اس لیے اسکو خصوصی تمہارے لیے تیار کروایا۔۔۔۔۔" میں چاہتا

ہوں ہماری نئی زندگی کی شروعات ان پھولوں اور ان پھولوں کی مہک سے ہو۔۔۔۔۔ میں چاہتا ہوں میری زندگی

میں آنے والا یہ پھول ہمیشہ مہکا رہے۔۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔۔" اس نے آبش کا ٹیبل پر رکھا ہاتھ تھام لیا

"لیکن میں وعدہ کرتا ہوں میں اپنے اس پھول کو کبھی مرجھانے نہیں دوں گا یہ پھول سدا بہار ہے اور ہمیشہ

میرے دل کی بنجر زمین پر یہ ایک پھول کھلا رہے گا۔۔۔۔۔ اور مجھے احساس دلاتا رہے گا اپنی نرمی کا اپنی مہک

کا۔۔۔۔۔ اپنے رنگ کا۔۔۔۔۔" سردار عزیز آبش کی اگلیوں کو اپنی اگلیوں میں جکڑے گھمبیر لہجے میں بول رہا تھا

اور آبش صرف اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔۔۔۔۔

☆.....☆.....☆

"کہاں گئی تھی تم دونوں۔۔۔۔۔ یہ وقت ہے گھر آنے کا۔۔۔۔۔؟" حاجی سائیں غصے میں دندناتے

ہوئے باہر آئے تھے۔

"اپنے بیٹے کے نکاح پر گئے تھے۔۔۔۔۔" بی بی سائیں گاڑی سے نکلے ہوئے انتہائی آرام سے بولتی ہوئی

آگے بڑھ گئیں جبکہ زہرا بی بی شانوی بی بی اور سمعیہ کے پاس ٹی وی لائونج میں جا بیٹھی۔

"کیسی ہے عزیر بھائی کی بیوی۔۔۔۔۔" شانوبی بی اور سمعیہ دونوں کے لبوں پر ایک ہی سوال تھا

"بہت بہت پیاری۔۔۔ سمجھو ہمارے عزیر کے لیے ہی بنی ہے۔۔۔۔۔" زہرا بی بی نے بابا سائیں کو غصے میں اماں سائیں کے پیچھے آتا دیکھ کر قدرے آرام سے ان دونوں کے کان میں کہا۔۔۔

"میں کہتا ہوں تیری جرات کیسے ہوئی۔۔۔۔۔" حاجی سائیں بولے نہیں دھاڑے تھے۔۔۔ وہ تینوں اپنی جگہ لرز گئی تھیں

"جرات۔۔۔۔۔ ایسا کیا کر دیا میں نے جو آپ اس طرح بول رہے ہیں اپنے بیٹے کا باعزت طریقے سے نکاح کروا کر آرہی ہوں کوئی گناہ نہیں کیا میں نے۔۔۔۔۔" بی بی سائیں چلتے چلتے رک گئیں انہوں نے مڑ کر حاجی سائیں کو دیکھا

"تو بیٹے کی وجہ سے اپنے شوہر کے خلاف چلی گئی۔۔۔۔۔ مجھے یہ امید نہیں تھی تجھ سے۔۔۔۔۔" حاجی سائیں نے افسوس سے کہا۔

"میں شوہر کے خلاف جانے کا سوچ بھی نہیں سکتی حاجی سائیں مگر میں اپنے بیٹے کو بھی اکیلا نہیں چھوڑ سکتی یہ حوصلہ آپ میں ہو سکتا ہے مجھ میں نہیں۔۔۔۔۔" بی بی سائیں نے کہا

"اپنے بیٹے کو ڈبو کر آئی ہے تو ایک اغوا ہوئی لڑکی سے نکاح پڑھا آئی ہے۔۔۔۔۔ میری پگ اچھال آئی ہے۔۔۔۔۔" حاجی سائیں چلا کر بولے۔

"یہ صرف آپ کی سوچ ہے جسے کوئی نہیں بدل سکتا وہ ایک عزت دار خاندان کی ایک بہت سلیبی ہوئی شریف با کردار بچی ہے۔۔۔۔۔ اور اب وہ آپ کی میری اور اس گھر کی عزت ہے لہذا بہتر ہوگا یہ باتیں اب ناکی جائیں۔۔۔۔۔ اب وہ سردار عزیر عباس کی بیوی اور لال حویلی کی عزت ہے۔۔۔۔۔ اور میں ہمارے گھر کی عزت کو کوئی بھی اچھالے برداشت نہیں کروں گی۔۔۔۔۔" بی بی سائیں بول رہی تھیں اور اندر آتا ولید ٹھٹھک کر رک گیا

"اماں سائیں۔۔۔۔۔ مجھے بھی کسی نے نہیں بتایا۔۔۔۔۔؟ اپنے بھائی کے نکاح میں شریک بھی نہیں ہو سکا میں۔۔۔۔۔" ولید شدید صدمے کی سی کیفیت میں بولا۔

"بیٹا تم لوگوں کو بتاتے تو تم نے اور تمہارے بابا سائیں نے عزیر کی مشکلوں میں اضافہ ہی کرنا تھا۔۔۔۔۔ ورنہ

اپنوں کے ہوتے ہوئے کس کا دل کرتا ہے یوں سب کرنے کا۔۔۔۔۔" اماں سائیں بول کر اپنے کمرے میں چلی گئیں ولید اور بابا سائیں خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔

☆.....☆.....☆

غلام دین نے کھانا انتہائی لذیذ بنایا تھا کھانے کے بعد وہ چپ چاپ مجبوراً وہیں بیٹھی رہی جبکہ اتنے لمبے سفر کی بدولت وہ بھی تھک چکی تھی۔۔۔ مگر سردار عزیر کے بغیر وہ کوئی قدم کیسے اٹھاتی اسے تو سب کچھ پہلے سے زیادہ عجیب لگ رہا تھا۔۔۔

"سردار صاحب سب کچھ میں نے کر دیا۔۔۔ آپ نے جو کھانے پینے کا سامان منگوایا وہ میں نے فریج میں رکھ دیا ہے۔۔۔ اب میں چلتا ہوں آپ لوگ بھی آرام کریں۔۔۔ ٹھیک ہے بیابا یہ آپکا گھر ہے۔۔۔" غلام دین اسکے سے پر ہاتھ رکھ پھیر کر جا چکا تھا۔۔۔

"چلو۔۔۔۔" سردار عزیر نے اسکا بازو تھام لیا اور پھولوں والی راہداری سے ہوتا ہوا لالچ میں آیا اب اسکا رخ سیڑھیوں کی طرف تھا آبش نے دیکھا اوپر والے پورشن میں جاتی سیڑھیوں پر بھی پھولوں کی خوبصورت ڈیکوریشن ہوئی تھی جبکہ نیچے والا پورشن ویسے ہی پہلے جیسے تھا۔۔۔ آبش ٹھٹھک کر رک گئی تھی

"کیا ہوا۔۔۔ ہمارا کمرہ اوپر ہے۔۔۔" سردار اسے دیکھتے ہوئے آگے بڑھنے لگا

"میں آپ کی پہلی بیوی کے کمرے میں ہرگز نہیں جاؤں گی۔۔۔" آبش چونکہ پہلے اس کمرے میں جا چکی تھی وہ وہیں کھڑی رہی۔

"پہلی بیوی کا کمرہ۔۔۔ کونسا؟" سردار عزیر الجھا تھا۔

"وہ اوپر والا۔۔۔۔" آبش نے آنکھوں سے اوپر کی جانب اشارہ کر کے کہا۔

"تمہیں کس نے کہا وہ میری بیوی کا کمرہ تھا۔۔۔۔" سردار عزیر اب دلچسپی سے اسے دیکھنے لگا

"کسی نے نہیں۔۔۔" وہ نظریں جھکا گئی۔

"تو تم کیوں کہہ رہی ہو۔۔۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا

"کیونکہ میں نے خود دیکھے ہیں آپ کی بیوی کے کپڑے۔۔۔ اور اسکی چیزیں اس کمرے میں۔۔۔"

آبش نے سنجیدگی سے کہا۔

"اوہ۔۔۔ اچھا اچھا۔۔۔ ہاں۔۔۔ تو تم پھر اب اس کمرے میں نہیں جاؤ گی۔۔۔" سردار عزیز اسکی بات پر دل ہی دل میں مسکرا اٹھا تھا وہ ہنسی دباتے شرارت سے بولا۔
"ہرگز نہیں۔۔۔" وہ نفی میں سر ہلا کر بولی۔۔۔

"اوکے۔۔۔ مجھے لے جانا بھی آتا ہے۔۔۔" سردار عزیز نے آگے بڑھ کر آبش کو اٹھا لیا اور سیڑھیاں چڑھنے لگا

"عزیز۔۔۔ چھوڑیں مجھے۔۔۔ میں گر جاؤں گی۔۔۔" آبش نے مارے خوف اور شرم سے منہ سردار عزیز کے سینے میں چھپا لیا تھا

"میرے ہوتے ہوئے خوف کیسا۔۔۔" سردار عزیز نے اسے کمرے میں لا کر کھڑا کیا
جہاں ہر طرف سرخ گلاب بکھرے ہوئے تھے کمرے کی سیٹنگ وہی تھی وہی خوبصورت بلیک اور گولڈن تقسیم سے سجاکرہ۔۔۔ اوپر سے سرخ اور گلابی پھولوں نے کمرے کی خوبصورتی میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔۔۔ وہ کچھ دیر مبہوت سی کمرے کو دیکھتی رہی۔۔۔

"مجھے نیچے جانا ہے۔۔۔" وہ کمرہ دیکھنے کے بعد باہر جانے لگی جب سردار عزیز نے اسے بازوؤں سے پکڑ کر کچھ اس طرح اپنے قریب کیا کہ وہ اسکے مضبوط چوڑے سینے سے ٹکرائی تھی
"یہ کمرہ یہ گھر اور یہ عزیز تمہارا ہی تھا اور تمہارا ہے اور اب ہمیشہ تمہارا رہے گا۔۔۔" سردار عزیز اسکے بالوں سے اٹھتی مہک محسوس کر کے مدھم لہجے میں بولا

عجیب اظہار تھا۔۔۔ ایک مسحور کن احساس تھا جو آبش کو اپنی لپیٹ میں لینے لگا تھا سردار عزیز کے اقرار نے چند لمحے آبش کو کچھ بولنے لائق نا چھوڑا وہ سر جھکائے خاموش کھڑی رہی۔۔۔ سردار عزیز کی قربت اور اسکے ملبوس سے اٹھتی مہک اسے کب بھولی تھی وہ ایک بار پھر اسکے قریب تھی اب وہ اسکا محرم تھا۔۔۔ اسکا اپنا۔۔۔ مزاحمت فضول تھی۔۔۔

"مطلب۔۔۔" وہ خفگی سے اسے دیکھنے لگی۔۔۔

"مطلب زرینہ۔۔۔ میری پہلی بیوی جسے تم لوگ کہتے ہو۔۔۔ وہ اس کمرے میں تو دور اس گھر میں بھی کبھی نہیں آئی۔۔۔" وہ اب جا کر بیڈ پر نیم دراز ہو گیا

"جھوٹ۔۔۔" وہ اسے دیکھ کر بولی

"جھوٹا لگتا ہوں میں تمہیں۔۔۔" وہ بیڈ پر کہنی رکھ کر اپنے ہاتھ پر اپنا سر ٹکاتے ہوئے بولا

"نہیں لگتے تو نہیں ہیں۔۔۔ معلوم نہیں اب کیوں جھوٹ بول رہے ہیں۔۔۔" وہ بھی بیڈ کے ایک کونے پر ٹپک گئی۔۔۔

"جھوٹ تو اب بھی نہیں بول رہا۔۔۔" وہ دلچسپی سے اپنی اپنی سی لگتی آہش کو دیکھ کر بولا

"تو یہ جو اوڈر روب کپڑوں سے بھری ہے یہ سب کچھ کس کا ہے۔۔۔؟" اسکے لبوں سے پھسلا

"وہ تمہارے ہیں یہ اور بات ہے تم ملی بہت دیر سے۔۔۔ یہاں سب کچھ تمہارا ہے۔۔۔" وہ بازو آنکھوں پر کیے لیٹ گیا

وہ ناگہی کے عالم میں اسے دیکھنے لگی۔

"سب کچھ اتنی جلدی کیسے سمجھ آئے گا آبی کچھ وقت دو اس گھر کو۔۔۔ میری زندگی کو اور مجھے۔۔۔" وہ معنی خیز انداز میں بولا۔

جس پر وہ مزید پریشانی میں گھر گئی۔۔۔

"چلو اٹھو تم بھی فریش ہو کر چنچ کر دو۔۔۔ پھر آرام کرو۔۔۔" اسے تذبذب کا شکار دیکھ کر سردار عزیز بولا

آہش نے مجبوراً اوڈر روب سے ایک سادہ سا سوٹ نکالا کیونکہ اپنے ساتھ تو اسے سوائے ایک ہینڈ بیگ اور ایک چھوٹے سے بیگ کے سردار عزیز نے کچھ لانے ہی نا دیا۔۔۔ گرم پانی سے غسل کرنے کے بعد وہ باہر نکلی تو سردار عزیز سوچکا تھا۔۔۔ وہ نا جانے کتنے لمحے اسے سوتا دیکھتی رہی۔۔۔ وہ گندمی رنگت کا ایک پرکشش آدمی تھا۔۔۔ جسکی سیاہ پلکیں خاصی دراز گھنی اور آگے سے مڑی ہوئی تھیں۔۔۔ بھنویں خاصی گھنی اور ایک دوسرے سے تقریباً ملی ہوئی۔۔۔ سیاہ مونچھیں جو تازہ شیو کی وجہ سے آج زیادہ بڑی نہیں تھیں۔۔۔ چوڑی پیشانی پر خاص چمک تھی۔۔۔ آہش نے شروع سے ہی اسکے ماتھے پر ایک نیلی رگ واضح اور ابھری ہوئی دیکھی تھی جو غصے کی

حالت میں مزید واضح ہو جاتی تھی۔۔۔ آہش نظریں چرا گئی۔۔۔ پھر اس نے ہال تو لیے سے خشک کیے۔۔۔ اور سردار عزیز کے اوپر بیڈ پر پڑا خوبصورت نرم کمبل کرنے لگی۔۔۔ جب سردار عزیز نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے خود سے قریب کر لیا۔۔۔

"میں مشکل ہوں لیکن تم مجھے صرف دیکھ کر تو سمجھ نہیں سکتی۔۔۔ لیکن سمجھ لو گی مجھے یقین ہے۔۔۔" آہش کے بھیکے ہال اسکو بھگور رہے تھے۔۔۔

☆.....☆.....☆

"کیا۔۔۔ ابھی تمہاری پڑھائی مکمل نہیں ہوئی۔۔۔ اور تمہیں شادی کرنی ہے۔۔۔" ابھی آہش کو رخصت کیے کچھ دن ہی گزرے کہ رمشانے نور لودھی کے آگے اپنی شادی کا ذکر چھیڑ دیا

"ماما پڑھائی شادی کے بعد بھی ہوتی رہے گی۔۔۔" رمشانے لا پرواہی سے کہا

"مگر۔۔۔ تمہیں یہ ولی نے کہا۔۔۔" نور لودھی عجیب پریشانی میں گھر گئیں

"ولی نے بھی کہا اور میری اپنی بھی یہی خواہش ہے۔۔۔" رمشانے کہا

"مشوا بھی آبی کو گئے دن ہی کہتے ہوئے اب تم بھی اپنی ماں کو چھوڑ کر جانا چاہتی ہو" نور لودھی کو واقعی آہش کے جانے کے بعد اسکی کمی شدت سے محسوس ہوتی تھی اسکے جانے کے بعد رمشانے ان کے ساتھ ڈھیروں وقت گزارا مگر آہش کے جانے کے بعد نور لودھی کو ایسے لگا جیسے انکے جسم کا کوئی حصہ ان سے الگ ہو گیا ہو۔۔۔

"ماما میں آبی کی طرح بے وفا نہیں ہوں جو شادی کر کے جاؤں گی اور مڑ کے دیکھوں گی بھی نہیں میں۔ تو اپنی ماں کو ایک پل کے لیے بھی محسوس نہیں ہونے دوں گی کہ میری شادی ہو گئی۔۔۔" رمشانے نور لودھی کے قریب ہوتے ہوئے کہا

"آہش بے وفا نہیں مجبور ہے۔۔۔ اسکے شوہر نے کہا تھا وہ یہاں نہیں آئے گی۔۔۔ ہم وہاں جا کر مل سکتے ہیں۔۔۔" نور لودھی نے وضاحت کی۔

"تو پھر ہم کیوں نہیں جاتے ملنا۔۔۔" رمشانے جانتے بوجھتے چوٹ کی

"تمہارے پاپا نہیں چاہتے ہم آہش کی زندگی میں یا آہش ہماری زندگی میں مداخلت کرے۔۔۔"

آصف لودھی نے آبلش کے رخصت ہونے کے بعد نور لودھی کو جو الفاظ کہے وہ انکے کانوں میں گونج گئے

"نور دیکھو جو کچھ ہو گیا کافی ہے۔۔۔ ہمارا فرض یہاں تک ہی تھا کہ ہم آبلش کو عزت سے رخصت کریں دیکھو اتنا کچھ ہونے کے باوجود ہم نے اسے اسکی پسند کے ساتھ رخصت کیا بہتر ہوگا اب آبلش ہماری یا ہم آبلش کی زندگی میں مداخلت نہیں کریں۔۔۔۔" آصف لودھی کے یہ الفاظ سیاق و سباق کے ساتھ مکمل تھے۔۔۔ نور لودھی سب سمجھ گئی تھی مگر چپ تھیں۔۔

"ماما آپ بات کریں گی ناپا پاسے۔۔۔" رمشانے نور لودھی کے آگے ہاتھ لہرایا

"ہاں۔۔۔۔ ہاں۔۔۔ کروں گی۔۔۔" نور لودھی چونک گئیں

"ٹھیکس الاٹ ماما لو پو سوچ۔۔۔۔" رمشانے نور لودھی کو گلے لگا لیا اور وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتی رہ گئیں۔



نومبر کی آخری سرد رات میں چھائی ایک ہولناک خاموشی اس پر ہر سو بکھرے خوف میں لپٹے وجود۔۔۔ کوئی مرد کا دلیر بچہ ہی ہوگا جو اپنے دل کو اپنی جگہ پر رکھ کر اپنی جان جو کھوں میں ڈال کر کسی دوسرے کی مدد کر سکے۔۔۔ وہی کام آج وہ نوجوان کرنے جا رہا تھا۔۔۔

"شش۔۔۔ سی۔۔۔ سس۔۔۔" اس نے دروازے سے اندر جھانک کر منہ سے کچھ ہلکی سی آواز نکالی۔

"تم آگئے۔۔۔ یہ ت۔۔۔ تم ہی ہوتا۔۔۔" ایک کپکپائی ہوئی آواز آئی

"ہاں جلدی کرو۔۔۔" وہ نوجوان ارد گرد دیکھ کر بولا۔۔۔

"آہ۔۔۔ آہ۔۔۔ ایک منٹ۔۔۔" ایک لرزتا ہوا وجود بمشکل کھڑا ہوا۔۔۔ درد اور تکلیف کی شدت سے وہ لڑکی کراہ رہی تھی۔۔۔

"جلدی کرو۔۔۔ ہمت کرو۔۔۔" قریب آتے ہی اس نوجوان نے اسکا بازو تھام کر تیز تیز چلنا شروع کر دیا وہ بہت مشکل سے تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے اس ہال سے چھپتے چھپاتے نکل رہا تھا۔

اسی اثنا میں ہال کی تمام لائٹس آف ہو گئیں۔۔۔ یہ کام ادھیڑ عمر شخص نے ہی اس نوجوان کے پلان کے

مطابق کیا تھا۔۔۔ موقع دیکھ کر اس نوجوان نے سپیڈ مزید بڑھادی وہ اس لڑکی کو تقریباً اپنے ساتھ گھسینا ہوا ہال سے نکلنے میں کامیاب ہو چکا تھا رات کے تین بج رہے تھے اور سب ہی خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہے تھے مرکزی دروازے پر موجود ایک دیو قامت شخص ٹہل رہا تھا۔۔۔

اس نوجوان نے قمیض سے شیشے کا گلاس نکال کر پیچھے کی جانب اچھالا اور خود دیوار کی اوٹ میں چھپ گیا۔۔۔ وہ دیو قامت شخص گلاس ٹوٹنے کی آواز پر پلٹا۔۔۔ اور پیچھے کی جانب چل دیا۔۔۔ وہ نوجوان بجلی کی سی تیزی سے اس لڑکی کو پکڑ کر مین گیٹ سے باہر نکلا تھا۔۔۔ یہ شکر تھا دروازے کو کنڈی نہیں لگی تھی۔۔۔ مگر آگے آ کر وہ دونوں حیران رہ گئے۔۔۔ آگے تو کوئی راستہ نہیں تھا بلکہ ایک کچا سا گھر تھا۔۔۔ جس میں دو کمرے تھے اور دونوں کمروں میں چار بندے چت لیٹے تھے۔۔۔ یہ دیکھ کر چند لمحے تو نوجوان کا دماغ بھی ماؤف ہو گیا اسکے ساتھ کھڑی لڑکی نے آنکھوں میں آنسو لیے بے بسی سے اسے دیکھا تھا۔۔۔

☆☆☆☆☆

رمشا نے ایک ہفتے میں ایسی ضد لگائی کہ آصف لودھی نے بھی اسکی ضد کے آگے گھٹنے فیک دیے۔۔۔ رمشا کی شادی بے حد خواہش کے باوجود بھی وہ دھوم دھام سے نہ کر سکے۔۔۔ وجہ ولی کے گھر والوں کا موجود نہ ہونا تھا۔۔۔ اسکے نکاح کی تقریب شہر کے سیون سٹار ہوٹل میں رکھی گئی مگر اس میں بھی ولی کے چند ایک ان دیکھے دوست شامل ہوئے۔۔۔ رمشا اس شادی اور ولی دونوں سے بے حد خوش تھی ولی نے اسے ہر طرح کی آزادی اور اختیار دیا ہوا تھا۔۔۔ وہ یونیورسٹی بھی جاتی۔۔۔ نور لودھی کے پاس بھی روز ہی آتی بلکہ ولی جب شہر یا ملک سے باہر ہوتا تو وہ انکے پاس ہی رہتی۔۔۔ ولی اسکے کچھ باہر کے لیے کاغذات بنوا رہا تھا جسکے لیے نکاح بھی جلد ہی کیا گیا۔۔۔

نور اور آصف لودھی رمشا کے فیصلے پر خوش صرف اس لیے تھے کیونکہ وہ خود بے حد خوش تھی۔۔۔۔۔
ایک دن رمشا آئی تو بے حد خوش تھی۔۔۔۔۔

"کیا۔۔۔ اب تم مجھے چھوڑ کر جا رہی ہو۔۔۔" نور لودھی اچھل پڑیں

"ابھی تک آپ کو چھوڑا ہے جو آگے چھوڑوں گی ماما۔۔۔۔۔" رمشا گلے میں بازوؤں ڈال کر لاڈ سے بولی

"نہیں تم ہی تو میری اچھی بیٹی ہو۔۔۔ مجھے اب تک تنہا نہیں ہونے دیا۔۔۔ مگر دیارِ غیر کی بات اور ہے۔۔۔ وہاں کی دوریاں سبھی نہیں جانتیں۔۔۔" نور لودھی بولیں

"ماما انٹرنیٹ نے یہ فاصلے کہاں رہنے دیے ہیں اب۔۔۔ ہم دور رہ کر بھی قریب ہوں گے۔۔۔" رمشا مسکرائی۔

"ارے بھائی مشو ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہے ولی اسے ساتھ لے جانا چاہتا ہے تو حرج کیا ہے۔۔۔۔۔"

آصف لودھی بھی مسکرائے۔

"حرج ہے نا آپ باپ ہیں ماں والا دل نہیں ہے آپ کے پاس جو مجھے نظر آتا ہے جو مجھے محسوس ہوتا ہے آپ کو نہیں ہو سکتا۔۔۔ میرا دل نہیں مانتا۔۔۔ آپ جانتے ہیں میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔۔۔۔۔" نور لودھی کی آنکھیں نم ہو چکی تھیں

"رہ تو تم آتش کے بغیر بھی نہیں سکتی تھی مگر رب نے ہمت دی نا؟ جب بیٹیاں بیاہی جاتی ہیں نا تو بیٹیوں کو نیا گھر بسانے کی ہمت اور والدین کو بیٹیوں سے دور ہونے پر صبر اللہ دیتا ہے۔۔۔" آصف لودھی نے محبت سے نور لودھی کو سمجھایا

نور لودھی بمشکل چپ رہیں کہنا تو وہ بہت کچھ چاہتی تھیں مگر دانستہ طور پر وہ چپ رہیں وہ اب انہیں کیا بتاتی کہ ایک ماں کا اپنی بیٹی سے دور رہنا کتنا مشکل ہے کیسے ماں ہر وقت بے چین و بے قرار رہتی ہے۔۔۔ مگر وہ بس چپ رہیں

"کیا سوچ رہی ہو نور۔۔۔۔۔" آصف لودھی انہیں گم سم دیکھ کر بولے

"کچھ نہیں ٹھیک ہے جو ٹھیک لگتا ہے آپ کو جیسے مناسب لگتا ہے آپ لوگ کر لیں۔۔۔۔۔" نور لودھی بول کر خاموش ہو گئیں

"نور ہمارا بیٹا بھی تو ہے نا ہمارے پاس۔۔۔ بیٹیاں تو رخصت کرنی ہی ہوتی ہیں۔۔۔" آصف لودھی نومی کو پیار کرتے ہوئے بولے

"ماما میں تو کبھی آپ سے دور نہیں جاؤں گا آپ اداس مت ہوں۔۔۔۔۔" نومی نے نور لودھی کو پیار کیا

"ٹھیک ہے میری جان۔۔۔۔۔" نور لودھی نے مسکرا کر نیم رضا مندی ظاہر کی تو رمشا اور آصف لودھی بھی کھلکھلا کر ہنس پڑے۔۔۔۔۔

☆.....☆.....☆

یوں وہ دن بھی آ گیا جب ولی اور رمشا دعویٰ کے لیے روانہ ہو گئے۔۔۔ ولی نے رمشا کو سب سے پہلے ورلڈ ٹور کرانے کا فیصلہ کیا وہ نور کی ڈھیروں دعائیں لے کر اور رمشا کا خیال رکھنے کا پورا یقین دلا کر گیا تھا۔۔۔ رمشا جاتے ہوئے اداس ضرور ہوئی مگر ولی کی صحبت نے جیسے اسے دنیا جہاں کی خوشی سے نواز دیا وہ خوش قسمت تو ہمیشہ تھی ولی کی محبت اور ساتھ نے اسے جیسے امر کر دیا تھا۔۔۔۔۔

☆.....☆.....☆

"غلام دین یہ دیکھا ایسے لگتا ہے دھنیا۔۔۔۔۔" ثانی اماں کہتی تھیں دھنیا اور پودینہ تو اپنے گھر کا ہی اچھا لگتا ہے۔۔۔۔۔" وہ مٹی والے ہاتھ سے ہی اپنے چہرے پر آئے بال پیچھے کرتے ہوئے بولی وہ دھوپ میں کیاری کے پاس بیٹھی اپنا باغبانی کا شوق پورا کر رہی تھی کہ اچانک اسے سایہ ساعسوس ہوا جو نا جانے کب سے اس تک دھوپ پہنچنے سے روک رہا تھا۔

"آپ۔۔۔۔۔" اس نے پلٹ کر دیکھا اور ہاتھ میں پکڑی چھری جلدی سے کیاری میں پھینک کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔۔۔ پیچھے کھڑا عزیر تھا جو نا جانے کب سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"وہ۔۔۔۔۔" میں بس۔۔۔۔۔" وہ اپنے مٹی مٹی ہاتھوں کو دیکھ کر بوکھلا کر سردار عزیر عباس کو دیکھنے لگی جو اس کا بغور جائزہ لے چکا تھا۔۔۔۔۔

سردار عزیر عباس آگے بڑھ کر اسکے بالوں پر لگی مٹی صاف کرتے ہوئے مسکرایا تھا۔

"مہینہ ہو گیا ابھی بھی پہلے دن کی طرح ہی مجھے دیکھ کر گھبرا جاتی ہو۔۔۔۔۔ میں پہلے ہی تمہارا دیوانہ ہو چکا ہوں اور کتنا کرنا ہے۔۔۔۔۔" وہ شرارت سے بولا

سردیوں کی دھوپ میں ہر ابھر الان بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔۔۔۔۔

"وہ مجھے پودے لگانے کا بے حد شوق ہے۔۔۔۔۔" آتش بھی مسکرائی تھی

”میری شادی بابا سائیں کی پگڑی بچاتے ہوئے ہوئی تھی۔۔۔ اب سنو۔۔۔

چوہدری امانت کی اکلوتی لڑکی کی شادی تھی چوہدری امانت بابا سائیں کے بہت اچھے اور قریبی دوست تھے۔۔۔ ہم سب ہی اس شادی میں مدعو تھے۔۔۔ زرینہ کا جس سے نکاح ہونا تھا وہ لڑکا کسی اور سے محبت کرتا تھا بارات والے دن وہ لڑکا بھاگ گیا اور بابا سائیں نے اپنی دوستی میں مجھے قربانی کا بکرا بنا کر پیش کر دیا۔۔۔

جب بابا سائیں اماں سائیں اور ولید لالہ آئے میرے پاس تو میں نے نا صرف انکار کیا بلکہ کافی شور بھی مچایا۔۔۔ اماں سائیں نے آگے ہاتھ جوڑ دیے بابا سائیں نے اپنی پگ اتار کر میرے قدموں میں رکھ دی۔۔۔ انہیں اس وقت بیٹے، بیٹے کی پسند یا اسکے جذبات کا کوئی احساس نا تھا انہیں احساس تھا تو صرف اپنے دوست کا۔۔۔ اگلی بیٹی کا۔۔۔ میں شاید تب بھی نا ماننا مگر جب بابا سائیں کے آخری الفاظ میرے کان سے ٹکرائے تو میں جیسے سن ہو گیا۔۔۔ ”عزیر خاموش ہو گیا

”پھر کیا کہا تھا انہوں نے۔۔۔“ ”آبی اسے دیکھنے لگی اسکے چہرے پر اس وقت صرف تکلیف تھی۔۔۔“ ”تو ابھی اسی وقت یہاں اس نکاح نامے پر دستخط کرے گا ورنہ میں اسکے طلاق نامے پر دستخط کرتے دیر نہیں لگاؤں گا۔۔۔ بابا سائیں نے اماں سائیں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اماں سائیں نے سہی لگا ہوں سے میری طرف دیکھا۔۔۔ اور وہی لمحہ تھا۔۔۔ جب چوہدری امانت کی پگ بھی سلامت رہ گئی اور میری ماں کے سر کا سائیں اور رشتہ بھی۔۔۔۔۔ مگر میں تو جیسے تباہ ویراں ہو چکا تھا۔۔۔۔۔ میں نے شروع سے ہی تمہاری جیسی لڑکی کی خواہش کی میری پسند کا اندازہ تم اس گھر کی ایک ایک چیز سے لگا سکتی ہو۔۔۔

لیکن زرینہ ایک نہایت بدتمیز۔۔۔۔۔ پھوہڑ اور تیز مزاج لڑکی ثابت ہوئی۔۔۔ میں نے اسے شادی کے کچھ ماہ تک حق زوجیت نا دیا تو وہ یہ گلہ اماں سائیں تک لے کر گئی۔۔۔ انہوں نے مجھے واسطے دیے۔۔۔۔۔ قسمیں ڈالیں۔ اسی دوران مجھے معلوم ہوا زرینہ پہلے سے بھی ایک جگہ سے طلاق یافتہ ہے۔۔۔ یہ کڑوا گھونٹ بھی میرے گھر والوں نے پینے کو کہا۔۔۔ خیر یوں پہلے بچے کی پیدائش ہوئی سب نے ہی تسلی دی زرینہ ٹھیک ہو جائے گی۔۔۔ نا اس نے ٹھیک ہونا تھا نا وہ ہوئی۔۔۔۔۔ اور پھر کچھ سالوں بعد بابا سائیں کو پھر پوتا پوتے کی

چاہت ہوئی۔۔۔ سمجھو مجھے کٹہ پتلی بنا لیا۔۔۔ میں کس دل سے اس جاہل عورت کے قریب جاتا یہ میں ہی جانتا تھا اس دوران میری بری صحبت بڑھتی گئی۔۔۔ میں نے ہر قسم کا جوا کھیلا۔۔۔ گھر سے فرار کا ہر طریقہ اپنایا۔۔۔ مگر جیسے ہی گھر قدم رکھتا اس عورت کا بولنا میرا دماغ خراب کر دیتا ہر چھوٹے بڑے سے بد اخلاقی اسکا شیوا تھی۔۔۔ وہ مطلب پرست عورت تھی۔۔۔ وہ صرف اپنے فائدے کے لیے لوگوں کو بلاتی ورنہ وہ ہر انسان کو حقیر سمجھتی اور خود کو نا جانے کیا سمجھتی تھی۔۔۔ شوخ اور بھڑکیلے رنگ پہنے زبان سے صرف وہ طنز کرنا تمسخر اڑانا اور لڑائی کرنا اور کروانا جانتی تھی۔۔۔ ان 6 سالوں میں اس نے بابا سائیں سمیت سب کا جینا حرام کر دیا روز روز لڑ جھگڑ کر اپنے ماں باپ کے گھر جا کر انکا بھی جینا حرام کر دیا۔۔۔ خیر۔۔۔ مختصر بلکہ بہت مختصر یہ کہ آخر کار تنگ آ کر میں نے اسے طلاق دے دی۔۔۔ وہ میری پسند تو کبھی بھی نہیں رہی بیوی بھی نا بن سکی۔۔۔ "وہ آہ بھر کر رہ گیا اور بچے انھیں کیوں چھوڑا۔۔۔" آہش نے سوال کیا

"چھوڑا انھیں وہ ماں کے پاس ہی رہیں گے میں انکے تمام اخراجات اٹھا سکتا ہوں اٹھا تا رہوں گا وارث میں بھی انکے حصے انکے حوالے کر چکا ہوں میں اپنی آنے والی زندگی کے لیے کوئی مسئلہ نہیں رکھنا چاہتا تھا اور اب تو بالکل بھی نہیں۔۔۔" وہ سنجیدگی سے بولا

آہش سب سن کر خاموش ہو چکی تھی

"یہ سب تمھاری سر درد نہیں تمھاری سر درد صرف میں ہوں مجھے سوچا کرو۔۔۔" وہ اسکی ناک دبا کر کھڑا ہو گیا۔

"کہاں جا رہے ہیں۔۔۔" وہ اسے گھڑی میں وقت دیکھتے دیکھتے کر سمجھ گئی اب وہ کہیں جانے والا تھا

"یا ر ایک دو ضروری کام ہیں۔۔۔"

"مجھے۔۔۔ مجھے آپکی کلائی میں پہنی اس گھڑی سے نفرت ہے۔۔۔ دل کرتا ہے اسے اتار کر باہر پھینک دوں۔۔۔" وہ اسکی مردانہ کلائی میں کچی قیمتی گھڑی کو گھور کر بولی

"یہ لو اتارو اور پھینک دو۔۔۔ ویسے بھی تم صرف عمر میں ہی نہیں عقل میں بھی مجھ سے کافی چھوٹی ہو۔۔۔"

وہ طنز یہ مسکراتے ہوئے اپنا بازو اسکے سامنے کیے کھڑا تھا

"اٹس ناٹ فنی۔۔۔" وہ ناراضگی سے بولی

"اوے انگریزی۔۔۔ مگر میڈم ہم پینڈو سے ہیں انگریزی سمجھ نہیں آتی۔۔۔" وہ مسکرا کر اسے اپنے ساتھ لگا کر اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا
وہ خاموشی سے اسکی گاڑی کو جانا دیکھ کر اندر چلی گئی

☆.....☆.....☆

"اب۔۔۔ اب۔۔۔ واپس کیوں جا رہے ہو۔۔۔" وہ لڑکی دبی دبی آواز میں بولی
"چپ کر کے چلو بس۔۔۔ مجھے باہر کی کوئی معلومات نہیں۔۔۔ مجھے نہیں معلوم تھا آگے کوئی مکان ہے۔۔۔" وہ جن قدموں سے آگے بڑھا تھا انہی قدموں پر واپس تیزی سے آیا اور آتے ہی ایک دیوار کے پیچھے چھپ گیا۔

"مجھے آج ہر صورت یہاں سے نکلنا ہے۔۔۔ ہر صورت۔۔۔" وہ مجھے آج صبح ہوتے ہی وہ مجھے بچ دے گا خدا کے لیے۔۔۔" وہ دونوں ہاتھ اسکے آگے جوڑ کر گڑ گڑا انہی تھی۔۔۔
اس نوجوان نے آنکھیں بند کر کے دل ہی دل میں اس خداے واحد کو یاد کیا جو ہر شے پر قابض ہے جو راستے بنانے والا ہے۔۔۔ جو مشکلوں کو ختم کرنے والا ہے۔۔۔ پھر اس نے آنکھیں کھولیں۔۔۔ وہی ترکیب دوہرائی۔۔۔ گلاس پیچھے اچھالا۔۔۔ دیو قامت شخص کے ہتے ہی وہ اسے لے کر بھاگا کچے مکان کا وہ دروازہ تلاش کرنے لگا صرف ایک ہی دروازہ تھا جو بہت چھوٹا تھا قسمت سے اسکی کوئی کنڈی نہیں تھی وہ نوجوان اور لڑکی دونوں اس دروازے کی طرف بڑھے۔۔۔ دروازے کو دھکیلتے پر وہ کھل گیا دروازہ کھلتے ہی نیچے کی جانب سیڑھیاں تھیں۔۔۔

اب اس نوجوان کے پاس ایک یہی راستہ تھا اس نے لڑکی کا ہاتھ پکڑے تیز تیز سیڑھیاں اترنا شروع کیا سیڑھیاں اتر کر ہی نیچے ایک اور دروازہ تھا جہاں ایک آدمی دروازے پر موجود تھا اس نوجوان نے آگے بڑھ کر بہت طریقے سے اسکی گردن مروڑ دی وہ لڑکی بمشکل اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی چیخ روک سکی۔۔۔ اس نوجوان نے دروازہ کھول کر بہت احتیاط سے باہر دیکھا ہر سو گھپ اندھیرا تھا۔۔۔ وہ لڑکی کا ہاتھ تھامے باہر آ گیا
"یہاں سے اب بھاگتی جاؤ۔۔۔ راستے میں کوئی گھر نظر آئے تو وہاں پناہ لے کر اس جگہ کا نام معلوم

کرنا۔۔۔ کوشش کرنا زندہ یہاں سے اپنے گھر پہنچنا۔۔۔ آگے تمھاری قسمت۔۔۔ میرا کام تو یہاں تک ہی تھا۔۔۔ بس اب جاؤ۔۔۔ "وہ جلدی جلدی ارد گرد نارنج کی ہلکی روشنی سے دیکھتے ہوئے بولا

"مگر تم۔۔۔ تم بھی بھاگ چلو۔۔۔ میں اکیلے کیسے وہ مجھے پکڑ لیں گے۔۔۔" وہ لڑکی رات کی ہولناکی ا

ڈر رہی تھی

"ڈرو مت یہ اندھیرا اس تاریکی کے آگے کچھ نہیں جو تمھیں یہاں ملنے والی تھی۔۔۔ کچھ دیر میں صبح ہو جائے گی پہنچنا چاہتی ہو تو آگے تم نے اپنی ہمت سے بچنا ہے۔۔۔" وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولا

"اور تم۔۔۔" وہ پھر بولی

"میرا کوئی انتظار کر رہا ہے اندر۔۔۔ تم جاؤ۔۔۔" وہ اسے دیکھ کر پلٹا

"سنو تم جاؤ گی کہاں۔۔۔" وہ پیچھے سے بولا

"ملکہ پور۔۔۔" وہ لڑکی بول کر رکی نہیں بھاگتی ہوئی اندھیرے میں گم ہو گئی۔۔۔

"ملکہ پور۔۔۔" وہ نوجوان چند قدم اسکے پیچھے بھاگا مگر پھر یکدم رک گیا

"ملکہ پور۔۔۔" آہ۔۔۔ اسے اپنے سر میں ٹیس اٹھتی محسوس ہوئی وہ تیزی سے اندر بھاگا کچے مکان سے ہوتا ہوا وہ اوپر تو آ گیا مگر ہال کی ساری لائٹس آن ہو چکی تھیں۔۔۔ اسکا اندر جانا اب ناممکن تھا۔

☆.....☆.....☆

"اسلام علیکم امی۔۔۔۔۔" آہش نے نور لودھی کو آج تین یا چار دن بعد فون کیا۔

"وعلیکم سلام آبی میری بچی کیسی ہے۔۔۔" نور لودھی اسکی آواز سن کر کھل اٹھی تھیں۔۔۔ شادی کے بعد وہ اس سے مل تو نا سکیں مگر فون پر بات کر لیتی تھیں۔

"ٹھیک امی آپ کیسی ہیں۔۔۔" نومی اور انکل ٹھیک ہیں۔۔۔" آہش محبت سے بولی

"سب ٹھیک ہیں آبی بس بہت تنہا ہو گئی ہوں۔۔۔" مشو بھی چلی گئی ہے۔۔۔" نور لودھی نے اسکی اچانک شادی کا تو بتایا تھا مگر اسکے جانے کا پہلے ذکر نا کیا۔

"کہاں چلی گئی۔۔۔" آہش نے پوچھا

"وہ ولی کے ساتھ ورلڈ ٹور پر گئی ہے اسکے بعد انکا پر اپریو کے سٹیل ہونے کا ارادہ ہے۔۔۔۔۔" نور لودھی نے بتایا

"پرامی دن ہی کتنے ہوئے شادی کو ابھی اسے اکیلا نہیں بھیجنا چاہیے تھا۔۔۔۔۔" آتش فکر مندی سے بولی
 "وہ بالکل ٹھیک اور خوش ہے آبی ابھی کچھ دیر پہلے ہی ویڈیو کال کی خوب انجوائے کر رہی ہے۔۔۔۔۔" نور لودھی مسکرائی تھیں

"چلیں اچھا ہے۔۔۔" آتش کو تسلی سی ہو گئی

"تم بتاؤ یہ سردار ٹھیک ہے نا تمہارے ساتھ رعب تو نہیں جھاتا تم پے۔۔۔۔۔ اور کہیں باہر گھمانے لے کر جاتا ہے کہ نہیں۔۔۔۔۔" نور لودھی کی اب تفتیش شروع ہو چکی تھی

"امی وہ بہت اچھے ہیں آپ کو بہت یاد کرتے ہیں آجائیں نا آپ بھی کبھی میرے پاس۔۔۔۔۔" آتش نور کی بات پر مسکرائی تھی

"نا۔۔۔ دیکھو آبی یہ عزیز مجھے قطعی پسند نہیں۔۔۔ میرا دل اسکو قبول نہیں کر سکا اسکے گھر آنے کا تو میں سوچ بھی نہیں سکتی۔۔۔۔۔" نور لودھی بولیں

"اپنا خیال رکھیے گا امی خدا حافظ۔۔۔۔۔" بات کر کے اس نے فون تو رکھ دیا مگر دل اسکا بجھ سا گیا تھا وہ فون رکھ کر باہر آئی تو ٹی وی لاؤنج کی وال سائز گلاس ونڈو سے کارپورج میں کھڑی ہوتی نبوی بلیو چمچاتی کار دیکھ کر وہ حیران ہوئی۔۔۔۔۔

"یہ کون ہو سکتا ہے یہ کس کی کار ہے۔۔۔۔۔" وہ غلام دین کو بڑا گیٹ کھولتے دیکھ چکی تھی۔۔۔۔۔ مطلب جو بھی تھا یقیناً جان پہچان والا تھا۔

تب ہی دونوں جانب کے دروازے کھلے اور ایک خوبصورت سی دراز قد لڑکی چادر لپیٹے باہر نکلی اور دوسری جانب کوئی 35 سے 40 سال کے لگ بھگ انتہائی سوبر سا آدمی نکلا۔۔۔۔۔ غلام دین گاڑی کی کچھلی سیٹ پر موجود مٹھائی اور پھلوں کے ٹوکڑے اٹھا کر اندر آیا۔۔۔۔۔

"آبی بی بی۔۔۔ آپ کے سرال سے آپ کے جیٹھ اور جیٹھانی آئے ہیں۔۔۔۔۔" غلام دین نے اندر

داخل ہوتے ہوئے کہا پیچھے پیچھے وہ دونوں بھی لاؤنج میں داخل ہوئے۔۔۔

”اسلام علیکم۔۔۔۔۔ آبی نے اچھی طرح دوپٹہ سر پر کر کے فوراً ہی آگے بڑھ کر اسمعیہ کو سلام کیا جس نے آگے بڑھ کر آتش کو گلے لگا کر محبت سے پیار کیا ولید نے اسکے سر پر ہاتھ پھیرا

"آئیے پلیز۔۔۔۔۔ بیٹھے۔۔۔۔۔" آتش نے انہیں لاؤنج میں موجود صوفوں پر بٹھایا

"ماشاء اللہ جتنی تمھاری تعریف سنی تھی تم اس سے بھی کئی گنا زیادہ پیاری ہو آہش۔۔۔۔۔" سمعیہ متاثر ہوتی لگا ہوں سے آہش کو دیکھ کر بولی

”آپ بیٹھیں میں ابھی آتی ہوں۔۔۔۔“ آبی سمعیہ کی یوں تعریف پر جھینپ گئی تھی ان دونوں کو دیکھ کر وہ ویسے بھی گھبرا گئی تھی اور عزیز وہی گھر موجود تھا وہ ملتان میں ہی فیکٹری بنانے جا رہا تھا لہذا آج کل اسی سلسلے میں وہ بھاگ دوڑ کر رہا تھا

"غلام دین آپ یہ سب فرائی کریں۔۔۔" آیش نے کچھ کہا باب رولز اور کلکس فریزر سے نکالتے ہوئے کہا اور خود چائے چوبے پر چڑھا کر گاجر کا حلوہ گرم کرنے لگی جو کل رات ہی اس نے عزیر کی فرمائش پر بنایا تھا ساتھ ہی اس نے عزیر کو فون ملایا

”اسلام علیکم۔۔۔۔۔ عزیر۔۔۔۔۔“ وہ عزیر کے فون اٹھاتے ہی یوں

”وعلیکم اسلام۔۔۔۔۔ ہاں آبی خیریت۔۔۔۔۔“ وہ شاید مصروف تھا

”عزیر آپ کے بھائی اور بھابھی آئے ہیں۔۔۔“ آبلش نے بتایا

"کون ولید لالہ اور سمعیہ۔۔۔۔" سردار عزیز کو اپنی سماعتوں پر یقین نہ آیا۔۔۔

”جی وی۔۔۔ آپ بھی آجائیں پلیز جلدی۔۔۔“ وہ بولی

"ٹھیک ہے میں آرہا ہوں تم کیا کر رہی ہو۔۔۔۔۔" وہ سمجھ گیا وہ اکیلی گھبرا چکی ہوگی

"چائے کی تیاری کر رہی ہوں غلام دین کے ساتھ۔۔۔۔۔"

”تم چھوڑ دو وہ غلام دین کر لے گا تم انکے پاس جا کر بیٹھو۔۔۔۔۔“ سردار عزیز نے ہدایت کی

"آپ آجائیں بس۔۔۔" وہ روہانسی ہوئی

"نکل رہا ہوں بس آبی۔۔۔۔۔ تم ریلکس رہو تم سردار عزیز عباس کی بیوی ہو اب۔۔۔ میں بس ابھی پہنچ رہا ہوں" فون بند ہو چکا تھا

"وہ تیزی سے لاؤنج میں داخل ہوا تو سمعیہ اور ولید دونوں ہی صوفے سے اٹھ کھڑے ہوئے وہ ولید کی شکل بھی کئی مہینوں بعد دیکھ رہا تھا۔۔۔۔۔"

"اسلام علیکم اس نے سلام کیا۔۔۔ سمعیہ نے مسکرا کر سلام کا جواب دیا وہ تو بی بی سائیں زہرا اور شانوی بی بی کی طرح مسلسل ان سے رابطے میں تھی۔۔۔ جبکہ ولید اور حاجی سائیں نے اس سے قطع تعلق کر لیا تھا یا وہ خود ہی ان سے دور ہو گیا تھا

"بڑے بھائی سے نہیں ملو گے۔۔۔۔۔ مجھ میں مزید ہمت نہیں اپنے اکلوتے بھائی سے دور رہنے کی۔۔۔۔۔" ولید نے قدم بڑھایا تو یہ کیسے ممکن تھا خون کی کشش سردار عزیز کو ناکھینچتی۔۔۔ اس نے بھی آگے بڑھ کر ولید کو گلے لگا لیا۔۔۔ دونوں بھائی بغلیں تھے سمعیہ آبی کو دیکھ کر محبت سے مسکرائی تھی

"بہت برے ہو تم شادی کیا ہوئی گھر کا رستہ ہی بھول گئے۔۔۔ ایسی بھی کیا ناراضگی۔۔۔۔۔" ولید کی آنکھیں نم تھیں

"شادی کی وجہ سے نہیں لالہ آپ کی اور بابا سائیں کی مخالفت کی وجہ سے۔۔۔" سردار عزیز کے منہ سے پھسلا ولید آبی کی موجودگی پر خاموش ہی رہا

دونوں بھائیوں میں خوب باتیں ہوئیں۔۔۔ عزیز کے چہرے کی خوشی آبی سے چھپ ناسکی وہ مسکراتے ہوئے سردار عزیز کو دیکھ رہی تھی وہ کتنا خوش تھا۔۔۔۔۔

چائے کے ساتھ آبی کا بھرپور انتظام دیکھ کر سردار عزیز بھی خوب متاثر ہوا تھا

"عزیز بھائی یہ ہیرا کہاں سے ڈھونڈا۔۔۔" چائے کے دوران سمعیہ مسکرا کر بولی

"یہ ہیرا میرے رب کی عنایت ہے سمعیہ بھابھی۔۔۔۔۔ ورنہ میں اس لائق کہاں تھا۔۔۔" سردار عزیز کے خوبصورت اعتراف پر آتش نے نظر اٹھا کر حیرت سے عزیز کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا وہ فوراً نظر چرا گئی۔۔۔۔۔

"بابا سائیں نے ہمیں تم لوگوں کو لینے بھیجا ہے۔۔۔۔۔" چائے کے بعد ولید نے خوشگوار انکشاف کیا

"بابا سائیں نے۔۔۔۔۔" سردار عزیز بے یقینی سے ان دونوں کو دیکھنے لگا
 "جی بھائی بابا سائیں نے کہا میرے بیٹے اور بہو کو اپنے گھر لے کر آؤ۔۔۔۔۔" سمعیہ نے کہا
 "تم لوگ تیاری کرو۔۔۔" ولید بولا
 آتش نے دیکھا عزیز کچھ الجھ سا گیا تھا

"مستقل جانے کو نہیں کہہ رہا بس کچھ دنوں کے لیے۔۔۔۔۔ اماں سائیں یہ ہی چاہتی ہیں کہ تم لوگ یہاں ہی
 رہو۔۔۔" سردار ولید مسکرا کر بولا آتش نے چونک کر ولید کو دیکھا تھا
 "چلو آتش کچھ میرا اور اپنا ضروری سامان پیک کرو۔۔۔۔۔ بابا سائیں نے بلایا ہے تو ضرور جائیں
 گے۔۔۔" عزیز کی آواز پر وہ اک دم چونک کر اٹھ بیٹھی اس نے سختی سے اپنے ذہن کو جھٹکا تھا۔۔۔

☆.....☆.....☆

"اس نوجوان کو کچھ لوگ باہر کی طرف بڑھتے دکھائی دیے اندر خاصا شور مچ چکا تھا۔۔۔۔۔ وہ وہیں کھڑا رہتا
 اگر پیچھے سے ادھیڑ عمر شخص اسے سختی سے پکڑ کر ہاتھ روم میں نادھکیلا۔۔۔۔۔
 خود وہ شخص گندے سے سنک کے پاس ہاتھ دھونے لگا۔۔۔۔۔
 "اے تو یہاں کیا کر رہا ہے۔۔۔۔۔" دودھو قامت مکروہ صورتوں والے مسنڈے، اسکی طرف بڑھے۔۔۔۔۔
 "ہاتھ دھور ہا ہوں۔۔۔۔۔" وہ تسلی سے بولا
 "اندر دفع ہو دھو لیے ہیں تو ادھر کھڑا رہے گا کیا۔۔۔۔۔" ایک آدمی بولا
 "اپنے دوست کا انتظار کر رہا ہوں۔۔۔۔۔ کل سے اسکا پیٹ خراب ہے۔۔۔۔۔ کہا بھی تھا خالوں کو کی دوالا دو
 ۔۔۔۔۔" وہ بولا

اندر کھڑا نوجوان زور سے سانس کھینچ کر مطمئن سا باہر نکلا۔۔۔۔۔ اور وہ دونوں آرام سے چلتے ہوئے ہال
 کے فرش پر چت لیٹ گئے۔۔۔۔۔ بری طرح بھگدڑ مچ چکی تھی لڑکی غائب ہے لڑکی غائب ہے بہت سے لوگ
 لڑکی ڈھونڈنے کے لیے باہر بھاگے۔
 "کیا وہ بھاگ گئی۔۔۔۔۔" وہ شخص نوجوان کے قریب ہوا

"بھاگ تو گئی آگے جو رب کو منظور۔۔۔۔۔" وہ نوجوان بولا

"کچھ پتا چلا یہ کوئی جگہ ہے۔۔۔۔۔" وہ شخص بولا

"کچھ بھی نہیں دور دور تک آبادی کا نام و نشان نہیں۔۔۔۔۔"

"پھر وہ کیسے بھاگے گی۔۔۔۔۔" وہ شخص پریشانی سے بولا

"معجزانہ طور پر۔۔۔۔۔ بچ گئی تو بچ گئی۔۔۔۔۔" وہ نوجوان دیوار سے ٹیک لگا چکا تھا۔۔۔۔۔

"معجزے ہر انسان کے ساتھ نہیں ہوتے۔۔۔۔۔ کچھ دعائیں کچھ اعمال اور کچھ نیکیاں ہوتی ہیں جو ڈوبتوں کو

پار لگانے میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔۔۔۔۔" وہ شخص بولا

"چلودیکھتے ہیں آج بندی کتنے پانی میں ہے۔۔۔۔۔" نوجوان مسکرایا تھا

"کیوں مسکرارہے ہو۔۔۔۔۔" وہ شخص اسے دیکھنے لگا

"تمہیں معلوم ہے وہ لڑکی کہاں کے لیے بھاگی ہے۔۔۔۔۔" نوجوان اس شخص کو دیکھتے ہوئے بولا

"کہاں۔۔۔۔۔؟؟؟؟"

"ملکہ پور۔۔۔۔۔" نوجوان کے لبوں پر انتہائی اذیت ناک مسکراہٹ تھی۔۔۔۔۔

☆.....☆.....☆

سسرال میں آہش کا پر تپاک استقبال کیا گیا تھا۔۔۔۔۔ حاجی سائیں نے بہو اور بیٹے کو دیکھتے ہی کالے بکروں کا صدقہ دیا۔۔۔۔۔ وہ آہش اور عزیر سے انتہائی گرم جوشی سے ملے۔۔۔۔۔ آہش انہیں پہلی نظر میں ہی بہت اچھی لگی۔۔۔۔۔ سب نے مل کر دوسرے دن ایک زبردست تقریب رکھی یہ تقریب عزیر کی شادی کے اعلان کے ساتھ ساتھ اسکے ویسے کی بھی تقریب تھی جس میں عروہ عاصم کے ساتھ ساتھ نور لودھی اور آصف لودھی کو بھی مدعو کیا گیا جس پر آصف نور کو لے کر تھوڑی دیر کے لیے سسی مگر شامل ضرور ہوئے عروہ اور عاصم سردار عزیر کے شدید اصرار پر ایک دن پہلے ہی وہاں آچکے تھے۔۔۔۔۔ سردار عزیر اور آہش دونوں ہی اتنی محبتیں اور خوشیاں پا کر مسرور تھے۔۔۔۔۔ راوی نے جیسے آہش کی زندگی میں چین ہی چین لکھنا شروع کر دیا تھا۔۔۔۔۔ سردار عزیر کی محبت ہر گزرتے پل کے ساتھ بڑھ رہی تھی۔۔۔۔۔

ویسے کی تقریب کے بعد سب کچھ معمول پر آچکا تھا بی بی سائیں آہش کے صدقے واری جاتی رہتیں۔۔۔۔۔
 پورا گاؤں انکو مبارکباد اور دعائیں دے کر جا چکا تھا۔۔۔ انہیں آئے پانچ روز گزر چکے تھے۔۔۔۔۔
 آہش رات اپنے کمرے میں پینٹنگ کر رہی تھی جب اسکی نظر کمرے سے نظر آتے لان میں پڑی جہاں
 اسے زہرا بی بی دکھائی دیں جو ایک کونے میں چھپ کر آنسو صاف کر رہی تھی۔۔۔۔ آہش کے دل کو کچھ ہوا تھا وہ
 کپڑے وہیں بیڈ پر پھینک کر فوراً ہی لان میں آگئی۔۔۔۔۔
 "زہرا۔۔۔۔۔" اس نے زہرا کی پشت سے آواز دی
 "آبی۔۔۔۔۔ تم آؤ نا۔۔۔۔۔" زہرا نے جلدی سے خود کو سنبھال کر مسکرا کر کہا
 "آپ رو رہی تھیں۔۔۔۔۔" آہش نے زہرا کی بھگی آنکھوں کو دیکھا۔۔۔۔۔ اسکی فلانی آنکھیں سرخ ہوئی تھیں
 "یہ تو ہر رات کا رونا ہے آبی۔۔۔۔۔ تم پریشان نا ہو۔۔۔۔۔" زہرا نے مسکرا کر آبی کے کندھے پر ہاتھ رکھتے
 ہوئے کہا
 "مگر کیوں اتنی خوبصورت آنکھوں میں آنسو اچھے نہیں لگتے۔۔۔۔۔" آہش نے اسکی آنکھوں کو دیکھ کر بے
 چینی سے کہا
 "اچھا آؤ۔۔۔۔۔ یہاں بیٹھتے ہیں۔۔۔۔۔" زہرا بی بی لان میں بنے خوبصورت فاونٹین کے کنارے پر ہی
 بیٹھ گئی جو کہ ابھی بند تھا۔
 "میں نے سنا ہے آپ کی پسند کی شادی ہوئی تھی مگر صفر بھائی شادی کے کچھ مہینوں بعد آپ کو چھوڑ
 گئے۔۔۔۔۔" آہش بغیر لگی لپٹی بولی
 "شادی ہوئی تھی مگر صفر مجھے چھوڑ کر نہیں گئے۔۔۔۔۔" زہرا بی بی زمین کو گھورتی ہوئی بولی
 "میرا مطلب لا پتہ ہیں۔۔۔۔۔ کب سے؟ آہش نے پوچھا
 "یہ فراق سالوں پر محیط ہو چکا ہے آبی۔۔۔۔۔" زہرا بی بی اداسی سے بولی
 "مگر وہ کہاں گئے تھے۔۔۔۔۔ میرا مطلب ہے کس ملک۔۔۔۔۔" آہش ابھی ہوئی تھی
 "معلوم نہیں۔۔۔۔۔" زہرا کھوئی کھوئی سے بولی

"مطلب۔۔۔ آپ کو بتا کر تو گئے ہوں گے کہ انکی منزل کہاں ہے۔۔۔۔۔" آبلش متحس تھی

"ڈنکی لگانے والوں کی کوئی منزل کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا آبی۔۔۔ وہ ایک ایسا جوا کھیلتے ہیں جس پر وہ اپنی زندگی داؤ پر لگاتے ہیں۔۔۔۔۔" زہرا بی بی کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب اٹھ آیا

"ڈنکی۔۔۔۔۔ وہ کیا ہوتا ہے زہرا۔۔۔۔۔" آبلش نے شاید پہلے بھی یہ لفظ سنا تھا کہاں سنا تھا اور اسکا مطلب کیا تھا وہ یہ نہیں جانتی تھی۔

"نا جائز اور غیر قانونی طریقے سے دوسرے ممالک جانے کو ڈنکی لگانا کہتے ہیں آبی اور صفدر نے بھی ہمارے بہتر مستقبل کی خاطر یہ کھیل کھیلا تھا۔۔۔۔۔" زہرا نے یہ انکشاف پہلی بار کیا

"تو آپ نے کسی کو بتایا اس بارے میں۔۔۔۔۔" آبی نے تو سب کے منہ سے آج تک یہ ہی سنا کہ صفدر کویت گیا واپس نا آیا۔

"نہیں تم پہلی ہو جسے یہ حقیقت بتادی۔۔۔۔۔ میں نہیں چاہتی میرے انتخاب پر لوگ انگلی اٹھائیں اسلیے آج تک بہت کچھ چھپایا بہت کچھ دفن ہے اس سینے میں۔۔۔۔۔" زہرا آنکھوں سے مسکرائی

"مگر وہ جائز طریقے سے بھی تو جاسکتے تھے نا۔۔۔۔۔" آبی کو افسوس ہوا

"نہیں جاسکتے تھے آبی۔۔۔۔۔ ایک معمولی آدمی بس امریکا کے خواب دیکھ سکتا ہے جائز طریقے سے آج کل کے حالات میں امریکا جانا وہ بھی دس بیس لاکھ دینے اور کتنی شرائط و ضوابط کے بعد۔۔۔۔۔ ہزاروں میں۔۔۔۔۔ سے چند ایک کا ویزا لگتا ہے وہ بھی خوش قسمتی سے۔۔۔۔۔ اور صفدر کے پاس ہم لوگوں جتنے وسائل نہیں تھے۔۔۔۔۔ اس وقت تو پانچ لاکھ کا بندوبست بھی ہم نے جس طرح کیا یہ صرف ہم جانتے ہیں۔۔۔۔۔" زہرا آج بچ بٹا رہی تھی۔

آبلش کو اسکے انکشاف پر اسکے سنہرے وجود پر چھائی ہمہ وقت سو گواری کی وجہ بھی سمجھ آ گئی تھی۔

"تم دونوں ادھر سردی میں کیا کر رہی ہو بیمار ہونے کا ارادہ ہے کیا۔۔۔۔۔" ولید جوا بھی گھر داخل ہوا تھا اندر جاتے جاتے انکو پکار کر بولا۔

"جار ہے ہیں لالہ اندر۔۔۔۔۔" زہرا نے آواز دی

"چلو اس سے پہلے تمہارے عزیز صاحب آ جائیں۔۔۔ وہ بھی کہیں گے میری بیوی کی قلفی جمانے کا ارادہ ہے۔۔۔۔۔" زہرا اسکا ہاتھ پکڑ کر مسکراتے ہوئے کھڑی ہوئی

"زہرا آپ کے ساتھ جو ہوا مجھے بہت افسوس ہے مگر میری دل سے دعا ہے صفر بھائی جہاں بھی ہوں سلامت ہوں اور وہ سلامتی کے ساتھ آپ تک پہنچ جائیں۔۔۔" آہش نے دل سے دعا کی

"آمین۔۔۔ اللہ تمہیں اسکا اجر دے آبی پلیز آج جو باتیں ہم میں ہوئیں اسکا ذکر کسی سے نا کرنا عزیز سے بھی نہیں۔۔۔" زہرا بی بی نے آبی کے ہاتھ تھام کر کہا

"نہیں کروں گی۔۔۔" آہش نے زہرا کے ہاتھ دبا کر یقین دہانی کرائی۔۔۔

☆.....☆.....☆

"سفر شروع ہوا۔۔۔۔۔ دماغ میں اس وقت صرف اپنے اور زہرا کے روشن مستقبل کی سوچ گردش کر رہی تھی۔۔۔۔۔ گجرات سے کوئٹہ تک کا سفر ہی انتہائی تھکا دینے والا تھا۔۔۔۔۔ نا جانے کیوں عجیب و غریب سوچیں اور وہم دل میں گھر کرنے لگے۔۔۔۔۔ کوئٹہ پہنچے ہی ہمیں ایک ہوٹل کے تہ خانے میں رکھا گیا۔۔۔۔۔ رکھا بھی کیا گیا بس بھیڑ بکریوں کی طرح پھینک دیا گیا۔۔۔۔۔ وہ جگہ طرح طرح کے لوگوں سے بھری پڑی تھی۔۔۔۔۔ ہمیں سب لوگوں کی نظروں سے بچا کر اس جگہ پھینکا گیا ایسے رکھا گیا جیسے کوئی چور ہو۔۔۔۔۔ یہ تو ہم سب ہی جانتے تھے کہ کام غیر قانونی ہے۔۔۔۔۔ نا جائز ہے سب کچھ چھپ چھپا کر ہوگا مگر ڈکھڑکھڑانے جس طرح ہمیں یقین دہانی کرائی ہمیں سبز باغ دکھا کر لاکھوں روپے لیے ہمیں سفر کی دشواریوں کا اس حد تک اندازہ نا تھا۔۔۔۔۔ صبح کے بھوکے پیاسے نکلے رات ہونے کو آگئی رات کو اللہ اللہ کر کے ایک آدمی روٹی اور دال لے کر آیا پانچ پانچ سو فی بندہ ہم سے لیا جس میں دو روٹیوں کے اوپر رکھی تھوڑی سی دال اور ایک ایک چائے کا کپ دیا۔۔۔۔۔ خیر رات ہمیں وہیں قیام کرنا تھا۔۔۔۔۔ وہ رات ہم سب پر بھاری تھی۔۔۔۔۔ امید اور خوش حال مستقبل کے خواب سجائے چہرے ایک ہی دن میں مرجھانے لگے تھے۔۔۔۔۔ ہنستے مسکراتے چہروں پر ابھی مسکراہٹیں تو قائم تھیں۔۔۔۔۔ مگر بے جان اور پھکی۔

اس رات ہم پر ایسے ایسے خطرناک انکشافات ہوئے۔۔۔۔۔ جنہیں جان کر ہر ذی روح کے روٹنے کھڑے ہو جائیں۔۔۔۔۔

ساتھ بڑھ رہی تھی۔۔۔۔

"او کے۔۔۔۔۔ فون تو بند ہے۔۔۔۔۔" آصف لودھی نے فون ملایا جو کہ سوچ آف تھا۔

"یا اللہ۔۔۔۔۔ آصف میرا دل بہت گھبرا رہا ہے" نور لودھی کا سر چکرانے لگا۔

"چلو دلی کے گھر چلیں۔۔۔۔۔" آصف لودھی تیزی سے بول کر باہر نکلے نور اور نومی بھی انکے پیچھے لپکے

تقریباً پندرہ منٹ کی ڈرائیو کے بعد وہ لوگ دلی کے بنگلے کے باہر موجود تھے۔۔۔۔۔

آصف لودھی نے ٹیل بجائی تو ایک سوپر سائونڈ بوٹڈ آدی اور ملازم باہر نکلے۔

"جی۔۔۔؟۔۔۔" وہ آدی سوالیہ نظروں سے آصف لودھی کو دیکھ کر بولا۔۔۔۔۔

"وہ دلی احمد کا سر ہوں میں۔۔۔۔۔ انکے ملازم کدھر ہیں۔۔۔۔۔ اور آپ لوگ۔۔۔۔۔؟؟؟؟" آصف

لودھی ابھی نظروں سے ان لوگوں کو دیکھنے لگے۔

نور لودھی بھی گاڑی سے نکل کر انکے قریب آ گئیں۔۔۔۔۔

"نہیں بھائی صاحب ہمیں تو یہاں شفٹ ہوئے دو ہفتے گزر چکے ہیں۔۔۔۔۔ دو ہفتے پہلے ہی یہ بنگلو ہم نے

رینٹ پر لیا۔۔۔۔۔" وہ آدی شائستہ لہجے میں بولا

"کیا مگر یہ تو دلی احمد کا گھر ہے۔۔۔۔۔ ہمارے داماد کا۔۔۔۔۔" نور لودھی پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگیں

"معلوم نہیں ہم نے تو پراپرٹی ڈیلر کے ذریعے لیا اگر کوئی مسئلہ ہے تو میں آپ کو ڈیلر کے پاس لے چلتا ہوں

آپ ان سے تفصیلات لے سکتے ہیں۔۔۔۔۔" وہ آدی ان دونوں کے چہروں پر پریشانی دیکھ کر ہمدردی سے بولا

نور لودھی نے فق ہوتے چہرے کے ساتھ آصف لودھی کو دیکھا۔۔۔۔۔

☆.....☆.....☆

زندگی معمول کے مطابق چل رہی تھی آبلش نے گھر اور گھرداری کو خوش اسلوبی سے سنبھال لیا تھا مگر سردار

عزیز عباس کو ملکہ پور سے واپس آ کر آبی میں جو بدلاؤ نظر آیا وہ تھا اسکی خاموشی۔۔۔۔۔ جو ہر گزرتے دن کے ساتھ

مزید گہری ہو رہی تھی۔۔۔۔۔ ایسا نہیں تھا وہ سردار عزیز کے ساتھ ہنستی بولتی نہیں تھی۔۔۔۔۔ یا اسکی توجہ کسی طرف نہیں

تھی وہ ہر شے کو بھرپور وقت توجہ اور محبت دے رہی تھی مگر سردار عزیز کو اکیلے میں وہ کسی اور ہی دنیا میں الجھی ہوئی

http://sohndigest.com 343 مجھڑے موسم

محسوس ہوتی تھی۔۔۔ وہ شام کو کام سے آیا تو وہ ٹی وی لاؤنج کے باہر ہی سیڑھیوں پر مغرب کی نماز پڑھ کر ہاتھ میں چائے کا گگ تھا۔ بیٹھی تھی دوپٹے اچھی طرح لپٹا ہوا تھا وہ کسی گہری سوچ میں غرق تھی۔۔۔ اسے سردار عزیز کے اندر آنے کا احساس اس لیے بھی نا ہوا کیونکہ وہ گاڑی باہر ہی کھڑی کر کے آیا تھا شاید ارادہ دوبارہ جانے کا تھا وہ آتش کو یوں گم سم بیٹھا دیکھ کر ہمیشہ ہی پریشان ہوتا تھا وہ نہیں چاہتا تھا آتش کبھی بھی پریشان ہو یا اداس ہو مگر پچھلے کچھ دنوں سے آتش اسے پریشان لگ رہی تھی۔۔۔

"مجھے کھویا کھویا چاند بالکل بھی پسند نہیں۔۔۔ چاند ہمیشہ چمکتا دمکتا اور اپنی روشنی بکھیرتا ہی اچھا لگتا ہے۔" وہ آتش کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھڑا کر کے بولا اور اس کا چائے کا گگ لے کر اپنے لبوں سے لگا لیا۔

"آپ کب آئے۔۔۔ معلوم ہی نا ہوا۔۔۔" آتش اس کی حرکت پر چونک گئی تھی۔

"کیا ہر وقت مجھے یاد کرتی رہتی ہو۔۔۔" وہ اب گہ نیچے رکھ کر اس کے سر کے دوپٹے دوبارہ سر پر کرتے ہوئے بولا اور اسے اپنے ساتھ لگا کر لان تک لے آیا وہ دونوں لان میں بیٹھ گئے۔ غلام دین اب صرف ضرورت کے وقت ہی یہاں آتا تھا ورنہ وہ کام کاج کر کے سودا سلف لا کر دے جاتا اور پھر اپنے کوارٹر میں چلا جاتا۔

"آپ کو تو ہر آتی جاتی سانس کے ساتھ یاد کرتی ہوں۔۔۔ محسوس کرتی ہوں۔۔۔" وہ بھی محبت سے اس کی جانب دیکھ کر بولی تھی۔

اس کا یہ انداز سردار عزیز کو سرشار کر گیا تھا۔۔۔ اس نے آتش کی پیشانی پر مہر محبت ثبت کی وہ دونوں لان میں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"کیا بات ہے جب سے ملکہ پور سے آئی ہو چپ چپ سی ہو۔۔۔ کوئی پریشانی ہے تو بتاؤ۔۔۔" سردار عزیز محبت سے پوچھ رہا تھا۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں۔۔۔" آتش نظر چرا گئی۔

"پھر کیا بات ہے جو تمہیں الجھا رہی ہے۔۔۔" سردار عزیز بھی ہار ماننے والا کب تھا۔

"قاضی واجد کی بیٹی کا کچھ ہوا چلا۔۔۔؟؟؟؟" آتش نے سوال کیا۔

"نہیں۔۔۔ یہ اچانک کیسے خیال آ گیا تمہیں۔۔۔ پولیس اپنے طریقے سے کام کر رہی ہے تم پلیز اگر یہ

"دیکھو یہ موبائل کا غیر ضروری استعمال ترک کر دو ہر وقت یہ اچھا نہیں لگتا۔۔۔" مون آفس سے آیا تو ندا کو موبائل میں بری طرح غرق دیکھ کر سلگ کر بولا

"آگئے ہو مجھے روکنے ٹوکنے کے لیے گھر۔۔۔ پہلے ایک تمھاری ماں کم ہوتی ہے سارا دن جو اس وقت آ کر تم شروع ہو جاتے ہو۔۔۔" ندا انتہائی بدتمیزی سے چلا کر بولی۔

"مجھے آئے ہوئے آدھا گھنٹہ گزر گیا ندا اور تم موبائل میں اتنی بری طرح مصروف ہو کہ شوہر کی موجودگی کا احساس تک نہیں ہو رہا تمہیں۔۔۔۔" مون قدرے آرام سے بولا

"تو کیا کروں۔۔۔ اب آگئے ہو تو میں کسی سے بھی بات نہیں کر سکتی،۔۔۔" ندا بولی

"نہیں۔۔۔ اٹھو کھانا لگاؤ سخت بھوک لگی ہے۔۔۔" مون بیزارى سے ڈرینگ ٹیبل کے آگے کھڑا ہو کر اپنی ٹانگی کھولنے لگا۔

"مامی کو بولو جا کر میری ابھی کزن سے چیٹ چل رہی ہے۔" وہ لا پرواہی سے میسج ٹائپ کرتے ہوئے بولی

"کیا۔۔۔ چیٹ مجھ سے زیادہ ضروری ہے۔۔۔ اٹھو جلدی اور مجھے کھانا دو۔۔۔" مون اسکی ڈھٹائی پر سختی سے بولا

"کیا۔۔۔ مسئلہ کیا ہے تمھارا مون تم کیوں مجھے سکون سے بیٹھا نہیں دیکھ سکتے۔۔۔ اپنی ماں کا تو بہت احساس ہے انہیں کوئی زحمت نہیں دینی اور مجھ پر رعب بھانا ہے۔۔۔" وہ بھی موبائل بیڈ پر پھینک کر اونچی آواز میں بولتی ہوئی اسکے سامنے آن کھڑی ہوئی

"اپنی آواز نیچے رکھو کبھی سب باہر ہیں۔۔۔ تمھارے یہ روز روز کے تماشے کوئی نہیں سن سکتا۔۔۔" مون غصے سے بولا

"میرا تو وجود ہی یہاں کوئی نہیں دیکھ سکتا۔۔۔ مامی صاحبہ نے تو پہلے دن ہی اس بات کا برملا اظہار کر دیا تھا کہ انہیں اپنی اغوا شدہ بھانجی کو اس گھر کی بہو بنانے کا ارمان تھا۔۔۔ تو بنا لیتیں اسے اپنے واپسی مریض بیٹے کی بیوی۔۔۔ کم از کم میں تو یوں نا پختی۔۔۔" وہ مزید اونچی آواز میں بولنے لگی

"نندا۔۔۔ اپنی زبان کو لگام دو۔۔۔۔۔ ہاں ٹھیک کہہ رہی ہو۔۔۔ اس ٹائم ماما کی بات مان کر آبلش سے شادی کی ہوتی تو زندگی میں ایسی بے سکونی نہ ہوتی۔۔۔ سکون ہوتا زندگی میں۔۔۔ تم سے جس دن سے شادی ہوئی یہ شادی کے بعد کے چند دن عذاب بن گئے ہیں میرے لیے۔۔۔" وہ بھی بری طرح دھاڑا تھا

"مون نندا کیا ہوا۔۔۔ کیوں پورا گھر سر پر اٹھایا ہوا ہے ابھی تمہارے پا پا سوئے ہیں۔۔۔" صبا بھاگتی ہوئی کمرے میں آئی تھیں

"ہونا کیا ہے بس آپ کا چہیتا آپ کی پڑھائی پٹی پڑھنے لگا ہے آپ کے لیے یہ کوئی اچھنبے والی بات نہیں۔۔۔ تو کیوں ڈرامے کر رہی ہیں۔۔۔۔۔" نندا تلخی سے بولی

"کیا۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔ پھر کوئی لڑائی ہوئی ہے۔۔۔" صبا گھبرا کر غصے میں بھرے ہوئے مکنون کو دیکھنے لگیں

"کس دن لڑائی نہیں ہوئی ماما۔۔۔ معلوم نہیں کوئی منحوس گھڑی تھی جو یہ آفت میرے گلے پڑ گئی۔۔۔" مکنون آپے سے باہر ہو رہا تھا

"اچھا میں اب آفت لگنے لگی ہوں۔۔۔ میں ابھی ماموں سے بات کرتی ہوں تم ماں بیٹے نے میری زندگی اجیرن کر دی ہے۔۔۔" نندا روتے پٹتے ہوئے کمرے سے باہر جانے لگی جب صبا نے اسکے آگے ہاتھ جوڑ دیے

"نہیں نندا۔۔۔ یہ تو پاگل ہے غصے میں فضول بول رہا ہے بیٹا یہ تم بھی جانتی ہو کتنی محبت کرتا ہے تم سے۔۔۔ پلیز خاموش ہو جاؤ۔۔۔" صبا محبت سے بولیں

"محبت۔۔۔۔۔ اونہ۔۔۔ محبت مجھ سے نہیں یہ آپ کی جیتی اس آبلش سے کرتا ہے جواب اسکے حواسوں پر سوار رہتی ہے۔۔۔" نندا صبا کی نرمی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مزید ترخ کر بولی

"ہاں کرتا ہوں محبت بہت محبت کرتا ہوں۔۔۔ مگر تم جیسی مکار لڑکی کے جھانسنے میں معلوم نہیں کیسے آ گیا۔۔۔" مون صبا کا بازو سختی سے پکڑ کر رخ اپنی طرف کر کے انتہائی اونچی آواز میں بولا

"بند کرو دونوں اپنی بکو اس اپنی لڑائی میں اس معصوم کو کیوں گھسیٹ رہے ہو تم دونوں۔ وہ اب کسی کی بیوی ہے۔۔۔ اور مون تم۔۔۔ تم تو اس کا نام بھی مت لو۔۔۔" صبا غم و غصے کی کیفیت میں ششدر سی ان دونوں کو دیکھ

کر بولیں۔

"کیوں کیوں نام نہ لیں اس گھنی میسنی نے ہی تو میرا سکھ چین برباد کر دیا ہے۔۔۔ معلوم نہیں باہر باہر کیا چکر چلائے ہوئے ہیں تم دونوں نے۔۔۔۔۔" اس سے پہلے وہ مزید کچھ بولتی مون کا ہاتھ اٹھا اور ایک زوردار تھپڑ اس نے ندا کے گال پر رسید کیا

"اب کچھ اور بکواس کی تو کھڑے کھڑے ایک دو تین کر دوں گا بھی۔۔۔۔۔" مون انگلی دکھاتے ہوئے سرخ ہوتی آنکھوں سے اسے گھورتے ہوئے بولا

صبا مون کے الفاظ اور اسکی اس حرکت پر گویا پتھر اکر رہ گئیں۔۔۔

ندا گال پر ہاتھ رکھے بے یقینی سے مون کو دیکھنے لگی

"اور اگر تم نے ایسا کرنے کا سوچا بھی تو میں تمہیں تمہاری ماں سمیت اپنے گھر اور اپنی زندگی سے ہمیشہ کے لیے بے دخل کر دوں گا۔۔۔" سلیم صاحب جو سارا شور سن کر وہاں آئے تھے مون کے آخری الفاظ سن کر بھانجی کی ہمدردی میں میدان میں اترے۔۔۔ انکے الفاظ صبا کے ساتھ ساتھ مون پر بھی کسی بم کی طرح گرے تھے۔۔۔

"ماموں۔۔۔۔۔" ندا روتے ہوئے بھاگ کر سلیم کے گلے لگ گئی اور سلیم صاحب ان دونوں ماں بیٹے کو کھا جانے والے نظروں سے دیکھتے ہوئے بھانجی کو گلے لگا کر اپنے کمرے میں لے گئے

صبا پھٹی پھٹی نظروں سے انھیں جاتا دیکھتی رہ گئیں پھر انہوں نے مکنوں کو دیکھا جسکا رنگ زرد تھا ہونٹوں پر قفل لگ گئے اور مارے شرمندگی کے وہ نگاہ اٹھانے کے بھی قابل نہ رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

"عزیر۔۔۔۔۔ عزیر میری بات سنیں۔۔۔۔۔" آتش عزیر کے پیچھے لگی جو تیزی سے اندر کی جانب بڑھ رہا تھا

"آبی مجھے اکیلا چھوڑ دو کچھ وقت۔۔۔ میں کوئی سخت الفاظ استعمال نہیں کرنا چاہتا۔۔۔ خدا را مجھے کچھ بولنے پر مجبور مت کرو۔۔۔۔۔" عزیر کا غصہ اسکی آنکھوں سے عیاں تھا

"نہیں چھوڑ سکتی اکیلا عزیر آپ کو میری پوری بات سننا ہوگی۔۔۔ پلیز مجھے بولنے کا موقع دیں۔۔۔۔۔"

آبی نے ہاتھ جوڑ کر کہا

"آبی۔۔۔ تم جانتی ہونا مجھے تم سے کتنی اور کس حد تک محبت ہے۔۔۔ آج تک کوئی کمی دیکھی میری محبت میں؟۔۔۔ میری محبت تو ہر گزرتے دن کے ساتھ شدید سے شدید ترین ہو رہی ہے۔۔۔ اور جتنی محبت مجھے تم سے ہے نا اتنی ہی اپنے گھر کے ایک ایک فرد سے ہے۔۔۔ اور ولید لالہ۔۔۔ تمہیں معلوم ہی نہیں وہ کیا ہیں میرے لیے اور میں انکے لیے۔۔۔ ہم بھائی ہیں۔۔۔ اور ان جیسے فرشتہ صفت انسان کے متعلق تمہیں معلوم بھی ہے تم کیا بول رہی ہو۔۔۔" سردار عزیز کا دل آبی کے جڑے ہاتھوں کو دیکھ کر بری طرح پیچھا تھا اس نے تو آبش سے نکاح کے وقت خود سے ایک ہی وعدہ کیا تھا وہ اسے کبھی دکھی نہیں ہونے دے گا۔۔۔ اگرچہ وہ آبش کی بات سن کر وقتی طور پر آپے سے باہر ضرور ہوا تھا مگر اس پر بھی وہ نالاں تھا۔۔۔

"عزیر آپ یہ کیوں نہیں سمجھ رہے مجھے آپ کے بھائی پر جھوٹا الزام لگا کر سوائے آپ کی نظروں میں ذلیل ہونے کے اور کیا مل سکتا ہے۔۔۔ میں ایسا جھوٹ کیوں بولوں گی۔۔۔ عزیر۔۔۔ جب مجھے اغوا کیا گیا تو میری آنکھوں پر پٹی ضرور بندھی تھی۔۔۔ مگر میرے کان بند نہیں ہوئے تھے میرے محسوس کرنے کی حس ختم نہیں ہوئی تھی۔۔۔ اور جس دن پہلی بار میں نے آپ کے بھائی کو دیکھا اسی دن مجھے شک ہو گیا تھا مگر ملکہ پور جا کر میرا شک یقین میں بدلا۔۔۔ اس گینگ کا ایک اہم رکن سمجھ لیں یا سر پرست وہ آپ کا بھائی ہے ولید عباس۔۔۔ آپ اپنے دوست کو کال کریں وہ انویسٹیگٹ کرے سب سچ سامنے آ جائے گا۔۔۔" آبش سردار عزیز کا بازوؤں تھامے نا جانے کیا کیا اسے سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

سردار ولید بے یقینی سے اسکی طرف دیکھتے ہوئے اپنا بازو اسکی گرفت سے چھڑا چکا تھا۔۔۔ اسکی آنکھوں میں یکدم ہی بیگانگی اٹھ آئی تھی۔۔۔

"آبش۔۔۔ تم مجھے اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہی۔۔۔ تمہیں سمجھ نہیں آرہی۔۔۔ تم کس انسان پر ایسا گھٹیا الزام لگا رہی ہو۔۔۔" سردار عزیز دھاڑا تھا

"میں اپنے ہوش و حواس میں کہہ رہی ہوں عزیر۔۔۔ سردار ولید عباس مجرم ہے وہ اس گھناؤنے کھیل میں ملوث ہے جو نا جانے کب سے کھیلا جا رہا ہے۔۔۔" سردار عزیز کی زوردار آواز پر آبش کے آنسو ضرور نکلے تھے

مگر وہ اپنی بات پر قائم تھی۔۔۔۔۔

"آبش آبش۔۔۔ یہ زندگی بہت مشکل سے سنبھلی ہے۔۔۔ تمہاری سنگت میں سکون سے دن گزر رہے ہیں ابھی تو میں نے جینا شروع کیا ہے خدا را میرا اور اپنا سکون ایسی فضولیات میں لگ کر غارت ناکرو۔۔۔۔ میں مانتا ہوں تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا اسکی وجہ سے تم ذہنی طور پر پریشان رہتی ہو مگر اس پریشانی کو ختم کرنے کا موقع مجھے دو میں ہوں نا تمہاری ساری الجھنیں سلجھانے کے لیے۔۔۔ مجھ پر بھروسہ نہیں ہے تمہیں۔۔۔۔۔؟؟؟؟"

سردار عزیز آبش کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر محبت سے اسکی آنکھوں سے بہتے آنسو اپنے پوروں سے صاف کرتے ہوئے بول رہا تھا

"یقین ہے بھروسہ ہے۔۔۔ خود سے زیادہ ہے عزیز۔۔۔ اسلیے آپ کو آپکا وعدہ یاد کروا رہی ہوں۔۔۔ انصاف کا تقاضا کر رہی ہوں۔۔۔ مجرم آپ کے سامنے ہے عزیز آپ کا اپنا بھا۔۔۔۔۔" اس سے پہلے وہ آگے بولتی سردار عزیز نے انتہائی سرخ ہوتی آنکھوں سے آبش کو دیکھا۔۔۔۔۔

"بس ایک اور لفظ نہیں۔۔۔ تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا خدا کی قسم زندہ زمین میں گاڑ دیتا اسکو۔۔۔ مگر تم۔۔۔ بس آبش اب تم کچھ نہیں بولو گی۔۔۔ یہ میرا حکم ہے۔۔۔ ایک شوہر کا اپنی بیوی کو حکم ہے۔۔۔۔۔" سردار عزیز آبش کے ہونٹوں پر سختی سے انگلی رکھ کر بول رہا تھا۔۔۔۔۔

آبش غم اور دکھ سے آنکھیں پھیلانے لگی تھیں۔۔۔۔۔

"صرف ایک بات کا جواب دیتے جائیں۔۔۔ میں چپ رہوں۔۔۔ چاہے آپکا بھائی میرے جیسی کتنی لڑکیوں کی زندگیاں اجاڑ دے۔۔۔" آبش نے رخ موڑے کھڑے عزیز کو کہا

"آبی۔۔۔" سردار عزیز کا ہاتھ فضا میں بلند ضرور ہوا مگر وہ آبی کو کیسے مار سکتا تھا۔۔۔ آبی نے آنکھیں بند کیں مگر عزیز کا اٹھتا ہاتھ اس کے گال تک نا پہنچا تھا اس نے اپنا ہاتھ شدید غصے میں دیوار پر دے مارا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔۔۔۔۔

"یا اللہ۔۔۔ یہ کیسی آزمائش ہے یہ کیسا امتحان ہے۔۔۔ لیکن چاہے جو بھی ہو جائے عزیز۔۔۔ چاہے مجھے آپ کی محبت سے دستبردار کیوں نا ہونا پڑے میں کچ دنیا کے سامنے لا کر چھوڑوں گی۔۔۔" آبش نے اپنے

بیٹے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے کہا

☆.....☆.....☆

"یہ کیسی محبت ہے محبت کو اس حال میں رکھا جاتا ہے۔۔۔۔۔ مان گئے تمہارے انتخاب کو۔۔۔" شادی کے کچھ ہی دنوں بعد جب زہرا بی بی کے تمام گھر والے اسکے سرال آئے تو سردار ولید نے اسکے گھر کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے طے کیا تھا

"وہ ولید لالہ بس کچھ کام ہونے والا ہے گھر کا وہ صفدر کروالیں گے۔۔۔۔۔" زہرا بی بی شرمندگی سے سب کو چائے کے ساتھ لوازمات پیش کرتے ہوئے بولی

صفدر کی نوکری چھوٹے مہینہ ہو چکا تھا گزر بسر انتہائی مشکل ہو چکا تھا۔۔۔ ایسے میں زہرا بی بی اپنا ایک سیٹ بیچ کر گھر چلا رہی تھی۔۔۔

صفدر اپنی حیثیت سے بڑھ کر کھانے پینے کی چیزیں لایا تھا اسکے لیے تو اتنا ہی کافی تھا کہ اسکے سرال والے اسکے گھر اپنی بیٹی اور داماد سے ملنے آئے ہیں۔۔۔

وہ گاؤں سے تھوڑے فاصلے پر بنی مشہور بیکری سے پیزا۔۔۔ چکن پیٹیز۔۔۔ لسٹ۔۔۔ نمکو۔۔۔ ایک۔۔۔ جلیبی۔۔۔ چکن رولز اور سمو سے لایا تھا اتنا سامان دیکھ کر زہرا بی بی حیران ہوئی

"صفدر اتنا سامان کہاں سے لائے تم تو جاتے ہوئے مجھ سے پیسے بھی نہیں لے کر گئے تھے۔۔۔" زہرا بی بی چائے بناتے ہوئے پوچھ رہی تھی

"اب اس قابل تو ہوں کہ میری بیوی کے گھر والے ملنے آئیں تو انکی خاطر تواضع کر سکوں اب تم انکو کھانا کھلائے بغیر نا جانے دینا مجھے لسٹ بنا دو جو جو لانا ہے میں باہر سے لے آؤں گا۔۔۔ تم انھیں وقت دو۔۔۔"

صفدر محبت سے بولا اسکی آنکھیں بھیگ گئیں

"زہرا کمرہ زیادہ چھوٹا نہیں۔۔۔" اماں سائیں نے کمرے کا جائزہ لیا جس میں زہرا بی بی کا آدھا سامان ہی بمشکل پڑا تھا آدھا باہر چھوٹے سے برآمدے میں رل رہا تھا۔

"جی امی۔۔۔" زہرا چپ سی ہو گئی

اسکے تمام گھر والے بمشکل ایک کمرے میں بیٹھے تھے وہ بھی ایسے بیٹھے تھے کہ سامان نظر ہی نہیں آ رہا تھا
 "ساتھ والے کمرے میں آدھا سامان رکھ لو تا یہ برآمدے میں پڑا خراب ہو جائے گا۔۔۔" سردار عزیز بولا
 "بھائی وہاں امی ابو ہوتے ہیں پہلے ہی گھر کا سارے کا سارا سامان انکے کمرے میں رکھ دیا ہے۔۔۔۔۔"
 زہرا بی بی نے نظریں جھکا لیں

"اچھا۔۔۔ وہ باہر نہیں آتے مہمانوں کو ملنے کا رواج نہیں یہاں۔۔۔" بابا سائیں نے چوٹ کی
 "بابا سائیں امی سخت بیمار ہیں۔۔۔ اور ابو باہر کسی کام سے گئے ہیں۔۔۔۔۔" زہرا اب سب کے پے در
 پے سوالوں سے سخت پریشان ہونے لگی تھی

"چلو جی۔۔۔ بیمار ماں کو بھی یہ سنبھالے۔۔۔ واہ رے صفدر واہ۔۔۔ اور مجھے ایک بات بتاؤ یہ نوکری پر
 نہیں جا رہا۔۔۔ مجھے پتا چلا ہے اسکی نوکری بھی چھوٹ گئی۔۔۔" ولید لالہ کہو جتنی نظروں سے زہرا بی بی کو دیکھنے لگا
 "وہ۔۔۔۔۔ لالہ۔۔۔۔۔" زہرا بی بی کے اوسان خطا ہو چکے تھے اور کتنی شرمندگی اٹھانی تھی
 "جی لالہ۔۔۔۔۔ میں قریب ایک ماہ سے بے روزگار ہوں۔۔۔۔۔" اندر آتے صفدر نے زہرا بی بی کی جانب
 دیکھتے ہوئے تسلی سے جواب دیا

"زہرا۔۔۔ زہرا۔۔۔ کہاں گم ہو۔۔۔" سردار ولید لالہ نے ج میں گم سم بیٹھی زہرا بی بی کو دیکھ کر رک گیا
 "جی۔۔۔ جی ولید لالہ۔۔۔" زہرا بی بی ایک جھٹکے میں ماضی سے باہر نکل آئی تھی اسکی آنکھوں میں نمی واضح تھی
 "اٹھو جا کر میرے لیے چائے لاؤ۔۔۔ فضول سوچوں میں گم نہ رہا کرو۔۔۔۔۔"
 "جی لالہ۔۔۔۔۔" وہ خاموشی سے کھڑی ہو گئی

"اور سنو۔۔۔ میں آج ایک وکیل سے بات کر کے آیا ہوں کچھ پیپر ڈکوریٹ میں جمع کروا کر تمہیں آزاد کروانا
 ہے۔۔۔ بہتر ہے تمہاری زندگی میں جو کچھ ہوا ایک برا خواب سمجھ کر بھول جاؤ۔۔۔ سمجھو تمہاری شادی ہوئی
 نہیں۔۔۔ یا سمجھو صفدر مر گیا۔۔۔۔۔" سردار ولید بولا

"اللہ نا کرے ولید لالہ۔۔۔۔۔ اللہ نا کرے۔۔۔ اور میرا ماضی برا نہیں تھا جو برا خواب سمجھ کر بھول جاؤں
 لالہ۔۔۔ میں چائے لاتی ہوں۔۔۔۔۔"

زہرا بی بی اپنے آنسو صاف کرتی وہاں سے اٹھ کر اندر چلی گئی۔۔۔

☆.....☆.....☆

"بات سنیں۔۔۔ جو گھر آپ نے کرٹل صاحب کو ریٹنٹ پر دیا وہ تو میرے داماد ولی حیدر کا تھا۔۔۔"

آصف لودھی اور نور لودھی اس ریٹائر کرٹل سے پراپرٹی ڈیلر کا ڈرائیس لے کر اسکے آفس پہنچ گئے

"جی جی یہ بنگلو انکا ہی ہے۔۔۔" پراپرٹی ڈیلر نے مطمئن سے انداز میں جواب دیا

"تو یہ کرائے پر کیسے دے دیا آپ نے۔۔۔" آصف لودھی الجھ کر بولے

"سر میڈم پلیز آپ لوگ بیٹھیں۔۔۔ وہ بات یہ ہے کہ سر ولی نے جاتے ہوئے یہ بنگلو خود اپنی مرضی سے ریٹنٹ پر دیا۔۔۔ کیونکہ انکے ملازم کسی کام سے گاؤں چلے گئے۔۔۔" ڈیلر نے ان دونوں کو بٹھا کر تسلی دی اور کولڈ ڈرنک سردی۔

"مگر ہمیں بتایا تک نہیں۔۔۔ نا ہی رمٹانے کوئی ذکر کیا۔" نور لودھی نے پریشانی سے آصف لودھی کو دیکھا

"آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں میڈم۔۔۔ ولی سرجب یہاں تھے تو انکا ارادہ فیضی فیضی ہی تھا احتیاطاً وہ اور میڈم اپنا کچھ ضروری سامان سیکنڈ فلور پر شفٹ کر گئے تھے۔۔۔ ہمیں بھی انکے جانے کے بعد فون آئے۔۔۔ اور کسی اچھی اور ہائیلی ایجوکیٹڈ فیملی کو ریٹنٹ پر دینے کا کہا گیا۔۔۔ انکا مقصد صرف یہ ہے کہ گھر کی اچھے سے دیکھ بھال ہوتی رہے۔۔۔" پراپرٹی ڈیلر وضاحت دیتے ہوئے بولا

"جو بھی ہے خیر۔۔۔ ٹھیک ہے شکریہ۔۔۔" آصف لودھی نور لودھی کو لے کر دفتر سے باہر نکل آئے

"عجیب بات ہے آصف۔۔۔ آپ مکمل معلومات تو لیتے۔۔۔" نور لودھی گاڑی کے پاس پہنچ کر رک گئیں

"اب غیروں کے سامنے کیا بات کرتا جب اپنے داماد نے ہی کچھ بتانا مناسب نہیں سمجھا۔۔۔" آصف لودھی بھی خاموشی سے گاڑی پر کہنی ٹکا کر کھڑے ہو گئے۔

"وہی تو..... یہ بات اتنی بھی چھوٹی نہیں تھی۔۔۔ کہ ہم سے ذکر تک کرنا مناسب نا سمجھا۔۔۔" نور ابھی ابھی کھڑی تھیں۔

دوپہر کا وقت تھا آج کئی دنوں بعد چمکتی سنہری دھوپ نکلی تھی وہ دونوں ہی خاموشی سے کچھ دیر گاڑی کے

پاس کھڑے رہے۔

آصف لودھی نے کن انکھیوں سے نور لودھی کے چہرے کی جانب دیکھا جہاں پریشانی واضح تھی۔

"اب سمجھ آئی ہے نور اپنی اولاد کی فکر کیا چیز ہوتی ہے۔۔۔ تم نے تو میری زندگی میں آکر میری زندگی کی بھی تمام فکریں اپنے سر لے لیں تھیں مگر افسوس مجھے تمہاری کیفیت کا اتنا احساس نا ہو سکا جو ہونا چاہیے تھا۔۔۔ آبی کے ساتھ جو کچھ ہوا تمہارے اور آبی کے فاصلے۔۔۔ پھر اسکی کڑھپنگ۔۔۔ پھر جن حالات میں اسکی شادی ہوئی ایک ماں کے لیے آسان نہیں ہوتا سب کچھ اپنے اندر ہی اندر سہتا۔۔۔ مجھے آبی پر گزرنے والے حالات کا احساس تھا مگر اتنا نہیں جتنا آج اپنی بیٹی کے ایک فون نا اٹھانے پر ہو رہا ہے۔۔۔ مجھے کبھی بھی سردار عزیز اور آبلش کی پرواہ نہیں رہی۔۔۔ مگر آج اپنے داماد کے اتنا بڑا قدم اٹھانے پر ایک شخص ضرور پہنچی ہے اپنی بیٹی سے روز بات نا ہو تو چین نہیں آتا اور آبی سے تو شاید جب سے شادی ہوئی ایک دو بار بات کی کیونکہ مجھے اسکی پرواہ نہیں۔۔۔ مگر آج اپنی بیٹی کی کس قدر پرواہ ہے۔۔۔ یہ ہی تفریق ہے جو تمہیں مجھ سے کئی گنا زیادہ عظیم بناتی ہے۔۔۔۔۔ تم نے فرق نہیں کیا۔۔۔ کبھی نہیں کیا تم اپنی بیٹی کی فکر میں بھی اندر ہی اندر کھلتی رہی اور میری بیٹی کی فکر میں بھی میرے ساتھ ہلکان ہو رہی ہو۔۔۔ میں ایسا کیوں نا کر سکا نور۔۔۔۔۔ مگر با خدا میں نے آبی کا ہمیشہ بھلا چاہا اسکے اچھے نصیب کی دعا کی ہے۔۔۔۔۔" آصف لودھی کا لہجہ عجیب ضرور تھا مگر نور لودھی کو انکی باتیں سن کر کوئی تعجب نہیں ہوا تھا یہ تو ہونا ہی تھا بیٹیوں کے مکھ دکھ سا بچے ہوتے ہیں یہ کبھی سگی سوتیلی نہیں ہوتیں یہ بس بیٹیاں ہوتی ہیں۔۔۔۔۔ نور لودھی سوچ کر رہ گئیں۔

"آصف یہ وقت ان باتوں کا نہیں۔۔۔ چلیں گھر چلیں۔ نوی کب سے گاڑی میں انتظار کر رہا ہے۔۔۔" نور لودھی بول کر گاڑی میں جا بیٹھیں۔۔۔۔۔

آصف لودھی بھی گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی سٹارٹ کر چکے تھے۔۔۔

میسیج پیپ پر نور لودھی نے ڈیش بورڈ پر سے فون اٹھا کر دیکھا تو رمشا کے نمبر سے واٹس ایپ میسیج دیکھ کر نور لودھی اچھل ہی پڑیں۔

"آصف مشوکا میسیج آگیا۔۔۔۔۔" نور لودھی خوشی سے میسیج دیکھنے لگی

رمشانے اپنی اور ولی حیدر کی سنو فال میں بنائی ہوئی پکس بھیجی تھیں ساتھ ایک ٹائپ میسج بھیجا تھا جس میں انکے مطابق وہ اس وقت نیوا انگلینڈ میں واقع جے پیک ریزورٹ میں تھے۔۔۔ بہت مشکل سے وہ کسی گیسٹ کی ڈیوائز سے اپنا فون کنیکٹ کر کے ٹیکسٹ کر رہی تھی۔۔۔ مگر وہ ولی کے ساتھ بہت خوش تھی اور جیسے ہی برفباری ختم ہوگی وہ واپس ہوٹل جا کر ان سے رابطہ کرے گی۔۔۔ اسکے میسج سے آصف لودھی اور نور لودھی کی جان میں جان آئی تھی جو ہا نور لودھی نے بھی میسج کر دیے تھے۔

"دیکھا تم خواہنا وہی پریشان ہو رہی تھی۔۔۔۔" آصف لودھی مسکرائے

"چلیں گھر چلیں۔۔۔۔" نور لودھی سنجیدگی سے بولیں

"نہیں اب تو ہم اپنے بیٹے کو اور آپ کو باہر کسی اچھی سی جگہ سے لُچ کر وائیں گے۔۔۔۔" آصف لودھی مسکراتے ہوئے نوی کو دیکھ کر بولے۔

نوی خوشی سے یا ہو۔۔۔۔ کے نعرے لگانے لگا مگر نور لودھی نا جانے کیوں بری طرح بیزار ہو چکی تھیں۔

☆.....☆.....☆

سردار عزیزان دنوں اپنی انتھک محنت کی وجہ سے ملتان میں فیکٹری کھڑی کر چکا تھا وہ اپنا سارا اور بھرپور وقت صرف آبلش یا اپنی فیکٹری کو دے رہا تھا۔۔۔ عشاء کے بعد کا وقت وہ آبلش کے ساتھ ہی گزارتا تھا اسے باہر لے جاتا یا گھر میں اس سے ڈھیروں باتیں کرتا تھا یہ بھی درست تھا شادی کے ساتھ ہی اس پر کام کا پریشر بھی کافی زیادہ ہو گیا تھا اسٹاف ہائیرنگ اور فیکٹری کو اسٹیلش کرنے میں کبھی کبھی راتیں بھی یونہی کام میں گزر جاتیں مگر آبی نے کبھی بھی وقت کی کمی کا گلہ نہیں کیا تھا

اب وہ آبی کی باتوں سے گھبرا کر گھر سے نکل تو آیا تھا مگر دل کسی طور چین نہیں پار ہا تھا۔۔۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا آبی جیسی سمجھدار لڑکی ایسی احمقانہ بات کرے گی مگر وہ اب بھی اس سے بدظن ہرگز نہیں تھا۔

"ضرور آبی اکیلے رہ رہ کر پریشان ہو رہی ہے میں بھی تو اسے وقت نہیں دے پار ہا۔۔۔ اسلیے وہ ذہنی طور پر الجھتی جا رہی ہے۔۔۔ مجھے اسے سمجھنا چاہیے اور میں۔۔۔ میں کیا کرنے چلا تھا اس پر ہاتھ اٹھانے لگا تھا۔۔۔ ایسا کرنے سے پہلے یہ ہاتھ ٹوٹ کیوں نہیں گیا۔۔۔۔" اس نے سخت غصے میں اپنا ہاتھ دوبارہ اسٹیرنگ پر

دے مارا اور تب اسے احساس ہوا کہ اسکا ہاتھ دیوار پر مارنے سے پہلے ہی بری طرح زخمی ہے۔۔۔

آج بھی اسکی قیمتی رولیکس کا ڈائل ٹوٹ گیا تھا

اسے وہ پل شدت سے یاد آیا جب اس رات آبی نے اسکے ہاتھ سے گھڑی کھولی تھی۔۔۔

"آبی۔۔۔ آبی۔۔۔ کیوں ایسا کر رہی ہو کیوں مجھے خود سے دور کرنا چاہ رہی ہو۔۔۔ کیوں مجھے جانور بننے پر مجبور کر رہی ہو مجھے بس تم سے محبت ہے بس محبت۔۔۔ مجھے تم سے صرف محبت کرنی ہے تمہیں دنیا کی ہر خوشی دینی ہے کیوں ایسی نا جائز باتیں کر کے میرے جذبات کے ساتھ کھیل رہی ہو آبی۔۔۔ خدا کی قسم میں اب ہر شے برداشت کر سکتا ہوں تم سے دوری نہیں۔۔۔" وہ بے بسی سے بول رہا تھا

کئی گھنٹے گاڑی سڑکوں پر دوڑانے کے بعد جب اسکی گاڑی گھر داخل ہوئی تو آڈیو پلیئر کی آواز کمرے میں گم سم بیٹھی آبلش کے کانوں تک پڑی تھی وہ فوراً سے اٹھ کر لاؤنج کے دروازے تک آئی اور وہیں ٹھہر گئی۔۔۔ سردار عزیز کے اٹھتے ہاتھ نے اسکے قدم جکڑ لیے تھے۔۔۔

دوسری جانب سردار عزیز خود ہی گیٹ کھول کر گاڑی اندر لایا تھا اور پھر گاڑی کا دروازہ کھول کر وہ اتر ا اور گیٹ بند کر کے دوبارہ گاڑی میں آ بیٹھا رات کے 12 بج رہے تھے۔۔۔ چاندنی رات اور بخ سردی آج دھند بھی معمول سے زیادہ تھی۔۔۔

آبلش نے ٹی وی لاؤنج کے دروازے کی اوٹ سے سردار عزیز کو دیکھا جو سیٹ کی پشت سے ٹک لگائے آکھیں موندے بیٹھا تھا۔۔۔

اس نے گاڑی میں لگے آڈیو پلیئر کا والیوم بڑھا دیا تھا اسکا یہ انداز وہ بھی بھلا کب بھولی تھی وہ جب بھی بے بس ہو جاتا یا جب کچھ بولنا پاتا تو وہ ایسے ہی اپنے جذبات و احساسات کا اظہار کرتا تھا۔۔۔

"یہ آئینے جو تمہیں کم پسند کرتے ہیں

انہیں خبر ہے تمہیں ہم پسند کرتے ہیں

اسکی پسند ہمیشہ سے ہی اعلیٰ رہی تھی مگر آج وہ چاہ کر بھی اسکے پاس نہیں جاسکتی تھی۔۔۔ وہ سب کچھ برداشت کر سکتی تھی مگر سردار عزیز بھی اس پر بے اعتباری ظاہر کرے یہ اس سے برداشت نہیں تھا۔۔۔ مگر وہ اسکی

پوزیشن سمجھ سکتی تھی کوئی بھی اپنے دیوتا جیسے بھائی کے بارے میں الزامات کیسے برداشت کر سکتا تھا۔۔۔

وہ لاؤنج کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی اس بات کی پرواہ کیے بغیر کہ یہ دسمبر کی آخری راتیں ہیں۔۔۔ وہ سردار عزیر کی تکلیف سمجھ رہی تھی جب وہ اجنبی ہو کر اسکے دکھ سمجھتا رہا تو یہ کیسے ممکن تھا وہ بیوی ہو کر اسے نا سمجھتی۔۔۔۔۔

”تمہیں خدا نے زمانے میں ناز میں کیا

میری نظر نے تمہیں اور بھی حسین کیا

تیرے بغیر سفر کیا ہے

ہم عاشقوں کو زمانے سے واسطہ کیا ہے

کہ ہم تو آپ کو جانم پسند کرتے ہیں

اسی لیے تمہیں موسم پسند کرتے ہیں

سردار عزیر نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو وہ سخت سردی میں بغیر کوئی دوپٹہ لیے لاؤنج کے دروازے کے باہر

خاموشی سے کھڑی اسے یک ٹک دیکھ رہی تھی۔۔۔ سردار عزیر یکدم سیدھا ہوا بیٹھا اس نے گاڑی کی بیک سیٹ

سے اپنی شال اٹھائی اور ست قدم اٹھاتے ہوئے اسکے شانوں پر اپنی مردانہ شال پھیلا دی۔۔۔ آہش کی آنکھیں

سو جی ہوئی تھیں اسے معلوم تھا وہ گھنٹوں روتی رہی ہوگی۔۔۔ وہ سانس لیتی تو سردی کے باعث اسکے لبوں سے

دھواں سا نکلتا۔۔۔ اسکے سلکی بال کھلے ہوئے تھے سردار عزیر کی تلقین پر ہی وہ بال کھلے رکھتی تھی۔۔۔ وہ دونوں

خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

قریب آؤ کہ بھر لیں تمہیں نگاہوں میں

تمہیں سمیٹ لیں ان بے قرار باہوں میں

ہے کون ایسا جسے دھڑکنوں میں بند کریں

تمہی بتاؤ تمہیں کیوں نا ہم پسند کریں

کہ پیا سے لوگ ہی شبنم پسند کرتے ہیں۔۔۔۔۔

کوئی کرے نا تمہیں ہم پسند کرتے ہیں۔۔۔

فضا میں بکھرتی موسیقی بھی ان دونوں کی نگاہوں میں لرزش پیدا نہیں کر سکتی تھی۔۔۔

آبش کی آنکھوں میں آج بہت سے سوال تھے جنکا سردار عزیر کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔۔۔ وہ چاہتا تھا آگے بڑھ کر آبی کو گلے لگا لے۔۔۔ اس سے اپنے رویے پر معافی مانگے۔۔۔ اس سے پہلے وہ ایسا کرتا آبی تیزی سے مڑی اور اندر چلی گئی۔۔۔

جب من چاہا موسم ملے تو اس سے چھڑنا کتنا مشکل ہے۔۔۔ اس بات کا اندازہ اسے آج ہوا تھا
سردار عزیر نا جانے کتنی دیر یونہی سرد و ممبر کی رات میں سلگتا رہا۔۔۔

☆.....☆.....☆

"ولید آپ نے بات کی کسی سے۔۔۔" سمعیہ ولید کے قریب بیٹھتے ہوئے بولی

"کوئی بات۔۔۔" سردار ولید چلغوزے کھاتا ہوائی وی دیکھ رہا تھا

"وہی بچہ اڈاپٹ کرنے والی۔۔۔" سمعیہ نے جھجکتے ہوئے کہا۔۔۔

"اماں سائیں سے بات کروں گا صبح۔۔۔" ولید سمعیہ کو دیکھ کر بولا

"اماں سائیں سے کیا بات کریں گے۔۔۔" سمعیہ حیران ہوئی

"میں سوچ رہا تھا سمعیہ باہر سے کسی کا بچہ اڈاپٹ کرنا مناسب نہیں ہمیں کیا معلوم کس ذات کس نسل کا ہو۔۔۔" ولید بولا

"مطلب۔۔۔ میں سمجھی نہیں آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں۔۔۔" سمعیہ اسے دیکھنے لگی

"مطلب جب اپنے عزیر کے بچے ہیں تو ہمیں کیا ضرورت باہر سے کسی ایرے غیرے کا بچہ گود لینے کی۔۔۔ جسکی ناماں کا پتا نا باپ کا۔۔۔" ولید عجیب سے لہجے میں بولا

"ولید ایسے تو نا بولیں۔۔۔" سمعیہ کو ولید کا اس انداز میں بات کرنا قطعی اچھا نہیں لگا۔۔۔

"سوری یار۔۔۔ بس تھکاوٹ بہت ہے۔۔۔ ذہنی طور پر ڈسٹرب ہوں" ولید فوراً سنبھلا تھا

"اور رہی عزیر بھائی کے بچوں کی بات تو وہ ہم نہیں لے سکتے۔۔۔ انکی ماں نے عزیر بھائی سے ساری زندگی

کے لیے بچے لکھوا لیے ہیں پھر آخر جو بھی ہے انکی ماں ہے اسکو بھی کس نے پوچھنا ہے یہ ہی بچے بڑے ہو کر سہارا بنیں گے اسکا۔۔۔۔ ایک ماں سے اسکی اولاد ہم کیسے الگ کر سکتے ہیں۔۔۔۔ ہاں اپنی مرضی سے دے دیتی تو بات اور تھی۔۔۔۔۔ سمعیہ نے تفصیل بتائی۔۔۔۔

"یہ عزیر بھی بیوقوفیاں کرنے سے کبھی باز نہیں آئے گا۔۔۔ اس نے کبھی کسی سے مشورہ نہیں کرنا ہوتا ایک کے بعد ایک غلطی ایک کے بعد ایک۔۔۔ اپنے ساتھ ساتھ ہمیں بھی پھنسوائے گا یہ۔۔۔" سردار ولید کو اچانک ہی غصہ آ گیا

"ولید۔۔۔ کیا ہو گیا ہے۔۔۔ ایسا کیا کر دیا عزیر بھائی نے جو آپ لوگ پھنس جائیں گے وہ تو حساس اور خوبصورت دل رکھنے والے انسان ہیں وہ بھی اس بات کو سمجھتے ہیں زرینہ کا مستقبل تاریک ہے۔۔۔ اس کی لاکھ زیادتیوں کے باوجود وہ اپنے فرائض سے دستبردار نہیں ہوئے۔۔۔ بچوں کے حقوق ادا کر رہے ہیں۔۔۔ ہمیں اس بات پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔۔۔ اور رہی بات بچے کی تو عزیر بھائی کو اللہ آبی سے بھی تو اولاد دے گا۔۔۔ تو ایک بچہ ان سے ہم لے لیں گے۔۔۔ کیا خیال ہے۔۔۔" سمعیہ خوشی سے بولی جس پر ولید کے نقش تن گئے۔۔۔

"چلو سو جاؤ۔۔۔ فی الحال تم ہو اور کچھ نہیں چاہیے۔۔۔" سردار ولید سمعیہ کا سر اپنے بازوؤں پر رکھ کر لیتے ہوئے بولا

سمعیہ کو تو وہ ایسے بہلا لیتا مگر اسکا اپنا دماغ اس وقت کہیں اور پرواز کر چکا تھا

☆.....☆.....☆

"مجھے گاڑی کی ڈگی میں گھسنے کو کہا گیا جہاں پہلے سے ہی دو لوگ موجود تھے میں گھس تو گیا مگر مجھے اپنا سانس رکنا ہوا محسوس ہونے لگا۔۔۔ انسانی وجود سے اٹھتی بدبو اور ڈگی کی گھٹن نے میرا سانس لینا محال کر دیا۔۔۔ اسی شش و پنج میں تھا کہ ایک مانوس سی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔۔۔

"ملکہ پور سے فلاں گھر کی فلاں لڑکی جوان ہے اسکو اٹھانا ہے۔۔۔ فلاں جگہ پے فلاں لڑکی جائے گی اسکو اٹھانا ہے مال جوان اور خوبصورت ہو تو دام بگڑے ملتے ہیں۔۔۔ وہ آدمی شاید کسی کوفون پر ہدایت دے رہا

تھا۔۔۔ جانی پہچانی آواز اور ملکہ پور کا ذکر یہاں کوئٹہ بارڈر پر۔۔۔ میرا وہم بھی کیسے ہو سکتا تھا۔۔۔ میں نے ڈگی سے بمشکل ذرا سا سر نکالا دیکھا تو۔۔۔ دیکھا تو میرے چودہ طبق جیسے روشن ہو گئے۔۔۔ "وہ نوجوان بول کر خاموش ہو گیا

"اب ایسا کیا دکھ گیا تھا۔۔۔" وہ ادھیڑ عمر شخص حیرت سے اسکی داستاں سن رہا تھا۔۔۔

"سامنے لاکھوں روپے ایک بیک میں رکھتا وہ آدمی کوئی اور نہیں میری بیوی زہرا کا بڑا بھائی سردار ولید عباس تھا۔۔۔" نوجوان نے انکشاف کیا

"کیا۔۔۔ یعنی تیرا سالا۔۔۔" نوجوان کے انکشاف پر اس شخص کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں وہ اپنی جگہ ہل کر رہ گیا۔

"جی ہاں۔۔۔ اسے دیکھ کر چند لمحے تو میں شاک میں رہا اسکے الفاظ سن کر مجھے اپنے کانوں پر یقین نا آیا۔۔۔ وہ لڑکیوں کو اغوا کرنے اور بیچنے کی باتیں کر رہا تھا وہ انسانی اسٹینٹ کی باتیں کر رہا تھا۔۔۔ اسکے چہرے پر اس وقت وہ خاندانی وقار وہ رعب و دبدبہ کچھ بھی نہیں تھا ہاں تھی تو بس ایک مکروہ مسکراہٹ۔۔۔ میں شاید ابھی بھی یقین نا کرتا کہ اسی اثنا میں ہمارا ڈنگر بھی اسکے قریب آ کر اسکا نام پکار کر بولا

"ولید سائیں ہمارا کام بھی کروادیں۔۔۔ مہربانی ہوگی۔۔۔"

"سب کچھ ہوگا۔۔۔ بدلے میں ہمیں خوش کر دینا بس۔۔۔" وہ مسکراتا ہوا مڑا ہی تھا

کہ میں ڈگی سے باہر نکل آیا اور اسکے عقب سے آواز لگائی

"سردار صاحب تو یہ تھی آپ کی سرداری۔۔۔" میری آواز پر سردار ولید پلٹا ایک لمحہ کے لیے تو وہ مجھے یوں دیکھ کر لڑکھڑا گیا مگر اگلے ہی لمحے وہ اسی اکڑ میں واپس آ گیا

"اوہ تو اٹلی جا رہا تھا۔۔۔ ڈنگلی لگا کر۔۔۔؟؟؟؟" ہا ہا ہا سردار عزیز نے مجھ پر چڑھائی کرنا چاہی

"ڈنگلی ہی لگائی۔۔۔ کسی کی بہن بیٹی کو اغوا کر کے نہیں بیچا۔۔۔ مان گئے سردار صاحب آپ کو۔۔۔ باپ دادا کا کیا خوب نام روشن ہو رہا ہے۔۔۔ ایسی امیری سے میری غربتی ہزار گنا بہتر ہے جس میں سکون ہے کسی کی آہ بددعا نہیں۔۔۔ اور تم۔۔۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تم زہرا کے بھائی حاجی سائیں کے بیٹے اور سردار عزیز عباس کے

"طلاق۔۔۔۔۔ سوچ بھی نکال دو۔۔۔ میں اسکا نام لے لے کر ضرور سکتا ہوں طلاق نہیں دے سکتا۔۔۔۔۔"

مگر ایک بات یاد رکھنا جس دن اسے تمھاری اصلیت معلوم ہوئی اس دن زہرا کے ہاتھ ہوں گے اور تمھارا گریبان۔۔۔۔۔ "میں بھی سالوں سے اپنی بات پر قائم رہا۔۔۔۔۔"

"تو تو پاگل تھا یہاں سے نکلنے کے لیے جھوٹ بول دیتا۔۔۔۔۔" وہ ادھیڑ عمر شخص دوبارہ اسکی بات کاٹتے ہوئے بولا

"جو موت آئی ہے سو آئی ہے مومن وہ ہے جسکے قول و فعل میں تضاد نا ہو۔۔۔۔۔ موت کے ڈر سے مومن جھوٹ نہیں بولتا حق سے نہیں پھرتا۔۔۔۔۔ اور تم کیا سمجھتے ہو وہ مجھے ایسے جانے دیتا وہ بہت کتی چیز ہے مجھ سے کوئی نا کوئی ایسا کام ضرور کروا کر رہا کرتا جسے بنیاد بنا کر وہ تا عمر مجھ سے یہ کالے دھندے کرواتا مجھے بلیک میل کرتا۔۔۔۔۔"

بس تب سے اب تک یہاں زندگی گزار رہا ہوں۔۔۔۔۔ بوڑھی ماں پہلے ہی بیمار تھی مرکب گئی ہو گی۔۔۔۔۔ باپ نا جانے کس حال میں ہوگا۔۔۔۔۔ اور زہرا وہ جہاں کہیں بھی ہوگی میری راہ تک رہی ہوگی۔۔۔۔۔ یہ چھوٹی سی دنیا تھی میری۔۔۔۔۔

لیکن دیکھنا اب انصاف ہوگا۔۔۔۔۔ خدا کی پکڑ بہت سخت ہے۔۔۔۔۔ کوئی تو وسیلہ بنے گا کوئی تو ذریعہ بنے گا کوئی تو ہوگا جو سردار ولید کے چہرے پر سے پردہ ہٹائے گا۔۔۔۔۔"

☆.....☆.....☆

رات نا جانے کس وقت اسکی آنکھ لگ گئی۔۔۔۔۔ مگر جب صبح آنکھ کھلی تو سردار عزیز اسکا سراپنے سینے پر رکھ کر سویا ہوا تھا۔۔۔۔۔ اس نے آبلش کے گرد اپنا بازو پھیلا یا ہوا تھا۔۔۔۔۔ وہ تھوڑا سا سراپہ پر کر کے نا جانے کتنے لمحے اسے خاموشی سے دیکھتی رہی کتنا شفاف چہرہ تھا۔۔۔۔۔ ہر قسم کی بناوٹ سے پاک۔۔۔۔۔ اسکی موٹی آنکھیں بند تھیں لمبی گھنی پالکوں میں کوئی جنبش نہیں تھی مطلب وہ گہری نیند میں تھا۔۔۔۔۔

"عزیر آپ بہت اچھے ہیں اور جتنے اچھے ہیں اتنے ہی سادہ بھی آپ اپنے بھائی کا مکروہ چہرہ نہیں پہچان سکیں گے کبھی بھی نہیں خدا را میرا یقین کریں۔۔۔۔۔ یا اللہ تو ہی مدد کر اگر عزیز میری بات کا یقین نہیں کریں گے تو

میرے لیے سردار ولید کی اصلیت سب کے سامنے لانا بے حد مشکل ہو جائے گا۔۔۔ میں عزیر کے مخالف جانے کا سوچ بھی نہیں سکتی وہ میرے محسن ہیں میرے شوہر ہیں میرے محرم ہیں۔۔۔ میرا سایہ ہیں انکے ساتھ کے بغیر سب بہت مشکل ہو جائے گا۔۔۔ نا جانے عزیر کو کھونے کا خوف تھا یا جدا ہونے کا ڈر اسکے آنسو نکل آئے تھے۔۔۔ وہ عزیر کے سینے سے لگے کسی بچی کی طرح بے آواز رونے لگی تھی۔۔۔۔

"آبش۔۔۔ آبی۔۔۔ میری جان۔۔۔۔" سردار عزیر کی آنکھ کھلی تو اسکی قمیض آبش کے آنسوؤں سے اچھی خاصی بھیگ چکی تھی

"آبش تم رو رہی ہو۔۔۔ میری طرف دیکھو۔۔۔" سردار عزیر اسکا چہرہ اوپر کر رہا تھا اور وہ مزید اپنا چہرہ چھپا رہا تھا۔

"عزیر مجھے آپ سے کبھی بھی الگ نہیں ہونا کبھی بھی نہیں۔۔۔" وہ روتے ہوئے بولی
 "تو پاگل تمہیں الگ کر کون رہا ہے۔۔۔" سردار عزیر تو بس چلتا پھرتا ایک وجود ہے جسکی جان تم ہو بھلا جان جسم سے جدا ہو تو زندگی ممکن ہے۔۔۔" سردار عزیر محبت سے اسکے بال سیٹھتے ہوئے بولا

"آپ وعدہ کریں چاہے کچھ بھی ہو آپ مجھ سے بدگمان نہیں ہوں گے میرا یقین کریں گے۔۔۔" وہ آنکھیں صاف کر کے پیچھے ہوئی تھی اب وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی

"اپنے دل سے پوچھو سردار عزیر تم پر کتنا یقین کرتا ہے۔۔۔ میں صرف تم سے محبت کر سکتا ہوں۔۔۔ اور کوئی جذبہ تمہارے متعلق اس دل میں نہیں سما سکتا۔۔۔ اور محبت میں شک بدگمانی ایسی چیزوں کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔۔۔ اسلیے صبح صبح یہ رونا دھونا چھوڑو فریش ہو میں غلام دین سے اچھا سا ناشتہ بنواتا ہوں دونوں باہر لان میں بیٹھ کر ناشتہ کرتے ہیں۔۔۔ اس سنہری دھوپ میں تمہارا سنہرا روپ دیکھے بھی نا جانے کتنے دن گزر گئے۔۔۔" وہ محبت سے بول رہا تھا

"اوہ۔۔۔ آپ نے فیکٹری بھی جانا ہوگا میں خود ناشتہ بناتی ہوں۔۔۔ آپ تیار ہوں۔۔۔" وہ ہمیشہ سردار عزیر کے لیے خود ہی ناشتہ تیار کرتی تھی اب بھی وہ جلدی سے اٹھنے لگی جب سردار عزیر نے اسکا بازو پکڑ لیا۔
 "نہیں۔۔۔ آج کوئی فیکٹری نہیں بس تم اور میں۔۔۔ آج سارا ٹائم ہم ایک ساتھ گزاریں گے تم بس اچھے

سے ریڈی ہو کر آڈ میں لان میں انتظار کر رہا ہوں۔۔۔۔۔" وہ بول کر بیڈ سے اٹھا اور باہر کی جانب چل دیا۔۔۔۔۔ آبلش کی نظر سائیڈ ٹیبل پر رکھی سردار عزیز عباس کی گھڑی پر پڑی جسکا ڈائل ٹوٹا ہوا تھا بے ساختہ اس نے گھڑی اٹھا کر اپنے لبوں سے لگالی۔۔۔ یہ تو وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کب سردار عزیز کی محبت اسکی نس میں بننے لگی تھی

☆.....☆.....☆

"زیرینہ۔۔۔ زری۔۔۔ اور زری۔۔۔ سنتی ہے۔۔۔" صفیہ بھاگتی ہوئی زیرینہ کے کمرے میں آئی جونہا کر بیڈ کے آگے بیٹھی تھی اور ساتھ ساتھ خشک میوہ جات سے لطف اندوز ہو رہی تھی فزا پاس ہی بیڈ پر مزے سے سو رہی تھی اور حمزہ ہوم ورک کر رہا تھا۔۔۔

"اف اوہ۔۔۔ اماں کیا آفت آگئی جو یوں چلا رہی ہو۔۔۔۔۔" زیرینہ صفیہ کی آوازوں سے بری طرح رنج ہوئی تھی

"وہ زری۔۔۔ زیرینہ۔۔۔ سردار عزیز نے دوسری شادی کر لی۔۔۔۔۔" صفیہ کے اوسان خطا ہو رہے تھے زیرینہ نے سراٹھا کر صفیہ کی جانب دیکھا مگر اگلے ہی لمحے خلاف توقع وہ خاموشی سے اخروٹ کھانے لگی "اے۔۔۔ زری۔۔۔ میری بچی۔۔۔۔۔" صفیہ کو اسکی دماغی حالت پر شبہ ہوا "یہ کون سا نئی بات ہے اسکی شادی ہوئی تو دو تین مہینے گزر گئے۔۔۔ زیرینہ نے لا پرواہی سے جواب دیا "تو۔۔۔ تو کیا تجھے معلوم تھا۔۔۔۔۔" صفیہ کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔۔۔

"ہاں جی۔۔۔۔۔" وہ مطمئن سے انداز میں بولی "تجھے کیسے پتا۔۔۔" صفیہ ہنوز حیرت میں مبتلا تھی معلوم ہونے کے باوجود کوئی واویلا کوئی ہنگامہ نہیں ہوا "حمزہ سے ملنے آیا تھا سردار عزیز اسکول میں انکو بتا کر گیا تھا کہ تم لوگوں کی نئی ماما لے آیا ہوں۔۔۔۔۔ حمزہ نے تصویر بھی دیکھی تھی۔۔۔ وہ بول رہی تھی اور صفیہ حیرت سے زیرینہ کو دیکھ رہی تھی۔۔۔ جسکے چہرے پر کوئی اچھا برا تاثر نہ تھا

"اور نا تو آپ کو معلوم ہے نئی ماما بہت خوبصورت ہیں۔۔۔ بہت وائٹ۔۔۔ بہت پیاری۔۔۔۔۔" حمزہ

بھی جو انکی باتیں سن رہا تھا چپک کر بولا

"تو چپ کر کے کام کر اسکول کا۔۔۔۔۔ زرینہ تجھے برا نہیں لگا۔۔۔۔۔" صفیہ حمزہ کو گھور کر دوبارہ قدرے کم آواز میں زرینہ سے بولی

"نہیں اماں۔۔۔۔۔ اس میں کیا برا لگنے والی بات تھی۔۔۔۔۔ جیسے سردار عزیز میری منزل نہیں تھا ویسے ہی میں بھی اسکی منزل نہیں تھی۔۔۔۔۔ میری منزل تو وہ تھا جو مجھے شادی والے دن چھوڑ کر بھاگ گیا مجھے تو اسکی تصویر دیکھتے ہی اس سے محبت ہو گئی تھی دو سال اسکی منگ رہی اسکے خواب دیکھے۔۔۔۔۔ ابا نے اور حاجی سائیں کے ایک غلط فیصلے نے ہمیں بندھن میں باندھ دیا اور نہ سردار عزیز نے مجھے کبھی باخوشی بیوی تسلیم ہی نہیں کیا۔۔۔۔۔ اور سچ تو یہ ہے میں بھی اپنی فطرت کسی کے لیے نہیں بدل سکتی تھی۔۔۔۔۔"

مگر ایک بات کا احساس ضرور ہوا کہ سردار عزیز بہت اچھا باپ ہے بہت اچھا انسان ہے اور میں چاہوں گی میرا بیٹا بھی اپنے باپ کی طرح ایک اچھا انسان بنے۔۔۔۔۔ "آج زرینہ کسی اور ہی طرز سے بول رہی تھی

"مطلب تجھے احساس ہو گیا کہ تو نے غلط کیا۔۔۔۔۔ اسکے ساتھ اپنے ساتھ۔۔۔۔۔" صفیہ بولی

"اماں بڑوں بڑوں کو احساس ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔ تو میں کیا شے ہوں۔۔۔۔۔ احساس ہو گیا کہ شادی کے بعد مفاد پرست عورتوں کو بہت بری طرح ٹھوکر لگتی ہے۔۔۔۔۔ ہو گیا احساس کہ نکاح کے دو بول بولنے کے بعد لڑکی پرانی کیوں ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔ کاش عورت شادی کے بعد شوہر کو ہی اپنا سب کچھ سمجھنا شروع کر دے تو آدھے مسئلے تو وہیں ختم ہو جاتے ہیں۔۔۔۔۔ بھلا ہو اس آدمی کا جو میرے بچوں کا باقاعدگی سے خرچ اٹھا رہا اور نہ یہ بھائی تو مجھے کسی جو گانا چھوڑتے۔۔۔۔۔ اور بھلا ہوا باپا کہ انہوں نے چھت ڈال دی۔۔۔۔۔ میرے بچے کسی کے محتاج تو نا ہوں گے۔۔۔۔۔ اور رہی بات شادی کی تو وہ اسکا حق ہے۔۔۔۔۔ مجھے فرق تب پڑتا جب مجھے اس سے محبت ہوتی یا اسے مجھ سے۔۔۔۔۔ میں نے تو اسکی شان و شوکت اور دولت سے محبت کی تھی بس۔۔۔۔۔ اب وہ شادی کرے یا شادیاں مجھے فرق نہیں پڑتا۔۔۔۔۔" وہ بول کر کا جو کھانے لگی۔۔۔۔۔ اور صفیہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگی۔۔۔۔۔

شکر ہے زرینہ دیر سے سہی تجھے کچھ عقل آگئی۔۔۔۔۔

☆.....☆.....☆

سخت سردی میں پھٹے کپڑوں میں بھاگنا۔۔۔ اور لگا تار بھاگتے رہنا کتنا اذیت ناک اور تکلیف دہ ہوتا اس کا احساس اسے اب ہوا اس نوجوان نے تو اسے بھگا دیا تھا اب اسکی ہمت تھی وہ کتنا اور کب تک بھاگتی ہے۔۔۔ گھپ اندھیری رات سخت ترین سردی اور تاریک جنگل نما یہ علاقہ۔۔۔ وہ بغیر پیچھے دیکھے بھاگ رہی تھی۔۔۔۔۔ شکر ہے اسکے پاؤں میں جوتی تھی جو اس نے وہاں سے بھاگتے ہوئے ہاتھ میں پکڑ لی تھی۔۔۔۔۔ مشکل سے سہی مگر وہ اس میں بھاگ سکتی تھی۔۔۔۔۔ اس نے کچھ دیر رک کر سانس لیا اور دگر دکھاہ دوڑائی سوائے اندھیرے کے کچھ نا تھا افق پر نکلا چاند تھا جو اسکو راستہ دکھانے میں معاون ثابت ہوا اب تک وہ ناک کی سیدھ میں بھاگ رہی تھی۔۔۔۔۔ اسکا ذہن اچانک ہی کام کرنے لگا اس نے اپنے دوپٹے کا ایک حصہ پھاڑا اور اسکے پٹی نما لمبائی میں کئی حصے کیے۔۔۔۔۔ ایک پٹی اس نے درخت کے تنے سے چھپا کر باندھ دی تھی۔۔۔۔۔ اب وہ بھاگتی جا رہی تھی اور پٹیاں درختوں پر باندھتی جا رہی تھی۔۔۔۔۔



یوں تو سردار ولید کو دیکھتے ہی اسکی آواز سننے ہی آہش کو کچھ کھٹکا تھا۔۔۔۔۔ ملکہ پور جا کر بھی وہ شک میں ہی مبتلا رہی۔۔۔۔۔ وہ ولید کی باتیں غیر محسوس طریقے سے چھپ کر سننے لگی تھی۔۔۔۔۔ ورنہ اسکے سامنے وہ اول تو بولتا نہیں تھا اور بولے بھی تو کم ہی بولتا تھا۔۔۔۔۔ پھر اس دن ذہرا بی بی سے لان میں بات کرنے کے بعد وہ اندر اپنے اور عزیر کے کمرے کی جانب بڑھنے لگی جب عیسیٰ سے آتی سردار ولید عباس کی باتوں کی آواز نے اسکے قدم جکڑ لیے۔۔۔۔۔

"مال بہت بگڑا ہے رقم بھی بگڑی ہوئی چاہیے۔۔۔۔۔ ہاں ہاں بیشک استعمال شدہ ہے مگر جوانی استعمال شدہ ہو یا غیر استعمال شدہ جوانی جوانی ہی ہوتی ہے۔۔۔۔۔ بس رقم بھی بگڑی ہو۔۔۔۔۔ بہت مشکل سے یہ چڑیا ہاتھ لگی ہے۔۔۔۔۔ ورنہ تجھے پتا ہے کتنی سختی ہوئی ہے پولیس کے کتے ہر جگہ دندنا رہے ہیں۔۔۔۔۔ ہمارے بندوں نے ایک دو چھوٹی بچیوں کو بھی اٹھانے کی کوشش کی مگر پکڑے گئے سالے۔۔۔۔۔ ان پر بھی اتنا پیسہ لٹا رہا ہوں کہ کتے منہ نہ کھولیں۔۔۔۔۔ مگر اب سوچ رہا ہوں انکا بھی کام تمام کروں۔۔۔۔۔" یہ سب بولنے والا سردار ولید تھا سردار عزیر عباس کا بھائی۔۔۔۔۔ آہش کو اپنی سماعتوں پر یقین نہ آیا۔۔۔۔۔ یا اللہ۔۔۔۔۔ اسکا سر چکرا گیا۔۔۔۔۔ اس نے بمشکل

دیوار کا سہارا لے کر خود کو سنبھالا۔۔۔۔۔

”میں۔۔۔۔۔ بعد میں بات کرتا ہوں۔۔۔۔۔“ سردار ولید نے فوراً پلٹ کر دیکھا

آبش تیزی سے اپنے کمرے میں بھاگ گئی۔۔۔۔۔ کمرے میں جاتے ہی اس نے اندر سے لاک لگا لیا اور
لبی لبی سانس لینے لگی۔۔۔۔۔ اس کا دم گھٹنے لگا تھا آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا رہا تھا یہ سب باتیں اسی آواز میں وہ
سن چکی تھی اسکی نظروں میں اغوا کے دوران اسکے ساتھ ہونے والا سلوک کسی فلم کی طرح گھوم گیا۔۔۔۔۔ شک کی
کوئی گنجائش نہ رہی تھی۔۔۔۔۔ تو سردار ولید۔۔۔۔۔

عزیر۔۔۔۔۔ عزیر کا بھابھا۔۔۔۔۔ بھائی۔۔۔۔۔

اماں سائیں کے بیٹے۔۔۔۔۔

حاجی سائیں کا فخر جن پر وہ ہمیشہ سے نازاں رہے۔۔۔۔۔

زہرا بی بی اور شانو بی بی کے ولید لالہ۔۔۔۔۔

سمعیہ کا مجازی خدا۔۔۔۔۔

یا اللہ۔۔۔۔۔ اتنے اچھے لوگوں میں یہ بھیڑ یا کہاں سے آ گیا۔۔۔۔۔ کیا کسی کو اسکی حرکات کا علم ہے

اگلا سوال اسکے ذہن میں یہ ہی آیا کہ کیا کوئی اور بھی اس کے ساتھ ملوث ہے۔۔۔۔۔

مگر اگلے کچھ دنوں میں اس نے ہر طرح سے تسلی کر لی کسی کو سردار ولید کے اس مکروہ فعل کا علم تک نہ تھا۔۔۔۔۔

☆.....☆.....☆

”اف اف اف۔۔۔۔۔ حرام خوروں۔۔۔۔۔ پھر ایک لڑکی بھاگ گئی۔۔۔۔۔ کیسے۔۔۔۔۔ کیسے میں پوچھتا ہوں

کیسے؟؟؟؟ تم لوگوں کو کس لیے پیسے دیتا ہوں۔۔۔۔۔ میں آگے کیا جواب دوں گا کتنی مشکلوں سے کتنی مشکلوں سے

وہ اسے میرے حوالے کر کے گیا تھا وہ پوچھے گا تو اسے کیا جواب دوں گا۔۔۔۔۔“

پورے ہال میں گزشتہ رات سے سناٹا پھیلا ہوا تھا وہ لڑکی تو بھاگنے میں شاید کامیاب ہو چکی تھی اسکا کوئی

سراغ ہاتھ نہ لگ سکا تھا۔۔۔۔۔

صفدر نے صبح اٹھ کر سکھ کا سانس لیا اور اس ادھیڑ عمر شخص کو دیکھ کر معنی خیز انداز میں مسکرایا۔۔۔۔۔

"اب اپنی تیاری بھی کر کا کے تیرا جانا بہت ضروری ہو گیا ہے تو ہی ہے جو یہاں سے بھاگ بھی سکتا ہے اور اس خطرناک گروہ کو پکڑا بھی سکتا ہے۔۔۔۔۔" وہ صفدر کو دیکھ کر بولا

"اے۔۔۔۔۔ چل تو تجھے سرکار نے بلایا ہے۔۔۔۔۔ چل۔۔۔۔۔" اچانک دو آدمیوں نے صفدر کو پکڑا اور دھکیلتے ہوئے اندر لے گئے۔

"یا اللہ خیر۔۔۔۔۔ ہائے کہیں انھیں صفدر پہ شک تو نہیں ہو گیا۔۔۔۔۔ یا اللہ اسکی حفاظت فرماتا۔۔۔۔۔" وہ ادھیڑ عمر شخص یوں اچانک صفدر کو لے جانے پر سخت پریشان ہو چکا تھا

"آؤ۔۔۔۔۔ آؤ۔۔۔۔۔ تشریف رکھو۔۔۔۔۔" سردار ولید بڑی سے کرسی پر براجمان تھا۔۔۔۔۔

"اب پھر کیوں مجھے بلا لیا۔۔۔۔۔؟ مجھے دیکھ کر تجھے ذرا بھی شرم محسوس نہیں ہوتی۔۔۔۔۔ تمہارا بہنوئی ہوں۔۔۔۔۔ تھوڑی شرم کھا لو۔۔۔۔۔" صفدر اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا

"بیٹا یہ بہنوئی کا ٹیگ ہی تھا جسکی وجہ سے تو اب تک زندہ رہا مگر فکرنا کر اب یہ ٹیگ بھی تیرے اس ماتھے سے اترنے والا ہے۔۔۔۔۔ یہ پیچہ پڑے ہیں سائن کر۔۔۔۔۔ سائن کر ان پے۔۔۔۔۔" سردار ولید بری طرح دھاڑا

صفدر نے ایک نظر سامنے پڑے ٹیبل پر طلاق نامے کو دیکھا اور اگلے ہی پل ایک اذیت ناک مسکراہٹ اسکے لبوں پر ابھری۔

"صفدر مر سکتا ہے مگر اپنا نام زہرا کے نام سے جیتے جی الگ نہیں کر سکتا وہ میری منکوحہ ہے اور رہے گی سمجھا تو۔۔۔۔۔" صفدر بھی چلایا تھا

"تو ٹھیک ہے تیری موت سے ہی میری بہن کا چھٹکارا ہے تو ٹھیک ہے تجھے ہی ختم کر دیتا ہوں۔۔۔۔۔" ولید نے پستول کا رخ صفدر کی جانب کیا

"شوق سے۔۔۔۔۔ مگر ایک بات یاد رکھنا تیری بہن ساری زندگی میری بیوہ بن کر گزارے گی۔۔۔۔۔ میرے نام پر وہ جی رہی ہے اور میرے ہی نام پر مر جائے گی۔۔۔۔۔ اس نے مجھ سے اور میں نے اس سے محبت کی ہے۔۔۔۔۔ محبت۔۔۔۔۔ سے بڑھ کر ہم دونوں نکاح جیسے مقدس بندھن میں بندھے ہیں یہ رشتہ ہر گزرتے دن کے ساتھ سمندروں کی گہرائی سے گہرا ہوتا چلا گیا فراق چاہے کتنا لمبا ہو ہجر چاہے کتنا وسیع۔۔۔۔۔ دل۔۔۔۔۔ یہ دل

جڑے ہیں۔۔۔ جسے تو کیا کوئی الگ نہیں کر پائے گا۔۔۔" صفدر بہادری سے بول رہا تھا۔

"تیرا تو باپ بھی آج دستخط کرے گا۔۔۔" ولید نے دو چار تھپڑ اور گھونے اسے رسید کیے جس پر وہ ٹس سے مس نہ ہوا

"نہیں کروں گا۔۔۔ نہیں کروں گا چاہے تو مار کر اپنی بہن کو میری بیوہ بنادے مگر طلاق نہیں دوں گا۔۔۔"

صفدر کے چہرے سے لہورس رہا تھا انداز اٹل تھا

"لے جاؤ اس۔۔۔۔۔ کو۔۔۔ دفع کرو اسکو میری نظروں سے اور اسکی آج ایسی دھلائی کرو کہ دس دن یہ اٹھنا سکے۔۔۔" ولید اب گالیاں بکتے ہوئے آپے سے باہر ہو چکا تھا۔۔۔

"کہاں چلی گئی وہ۔۔۔ اف کتنے عرصے کی کوشش کے بعد مال ہاتھ لگا تھا ایک اس لڑکی کی وجہ سے میرے کتنے رکے ہوئے کام مکمل ہونے تھے۔۔۔

کالے۔۔۔ ابے کالے۔۔۔" ولید بڑبڑاتا ہوا گروہ کے آدمی کو آواز دینے لگا

"ان ڈنگی والے حرام خوروں کو نکال یہاں سے۔۔۔ سب کو آگے بھیج کر کھیل کوفون کر دے۔۔۔ سب سے ٹھیک ٹھاک وصولی کر لینا۔۔۔ انکو علم نا ہو کسی دوسری قسمی بات کا۔۔۔"

"جی سرکار۔۔۔" آدمی جا چکا تھا

ولید حکم صادر کر کے دوبارہ کرسی پر سر قحام کر بیٹھ گیا

آبش کی بچی جس دن سے بھاگی ہے سارے کام کی تباہی پھیر گئی ہے۔۔۔ نا وہ بھاگتی نا ہمیں اڈا بدلنا پڑتا

نا یو ہر وقت خطرے کی گھنٹی سر پر منڈلاتی۔۔۔ اور نا بیوقوف عزیز کو وہ ملتی۔۔۔ اور اب چوبیس گھنٹے کا گھر میں عذاب۔۔۔ شکر ہے اسے کچھ یاد نہیں۔۔۔" ولید ہنوز بڑبڑاتا رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

سنہری دھوپ کو

نکلتے یوں تو

دیکھا ہو گا تم نے

سنہرے وجود کو یوں
چمکتے دیکھو تو

بے خود رہ جاؤ۔۔۔

لودیتی دھوپ کی نرم گرم حدت سے
تمہارے اندر منجمد جذبے

خود ہی قطرہ قطرہ
پگھلنے لگیں گے
مخمور آنکھوں کی

شفاف چمک سے
یونہی اندھیرا رستے
روشن ہونے لگیں گے

تمہارے اس وجود سے
پھوٹی روشنی کی
سنہری کرنیں

میرے وجود سے ٹکرا کر
کچھ ایسے

میرے اندر کی تاریکی کو
چیرتے ہوئے

میری روح تک کو سرشار
کرنے لگیں گی۔۔۔

یہ احساس

یہ نرم سی دھوپ

یہ حیا پرور نگاہیں

یہ لودیتے

جذبات

جب یوں اپنا احساس دلانے لگیں

پھر بھلا ہوش کہاں رہتا ہے۔۔۔

پچھڑتے موسموں کی تلخی کا

احساس کہاں رہتا ہے۔۔۔۔

سردار عزیز آج نا جانے کتنے دنوں بعد سامنے دھوپ میں بیٹھی آتش کو فرصت سے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔ جسکا شفاف چہرہ ہر قسم کی بناوٹ سے پاک تھا اسکی چمکتی آنکھیں کچھ اور چمکنے لگی تھیں اسکے قدرتی گلابی بھرے بھرے سے ہونٹ گلاب کی پتیوں کی طرح تروتازہ تھے۔۔۔۔ پلکیں ہمیشہ کی طرح جھکی ہوئی تھیں۔۔۔۔ وہ بے بی پنک کڑھائی والے سوٹ پر ملتان کی کڑھائی والی شال لیے اب سردار عزیز کے لیےگ میں کیتلی سے چائے انڈیل رہی تھی۔۔۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہیں۔۔۔۔" وہ چائے کاگ اسکی طرف بڑھاتے ہوئے سنجیدگی سے بولی

"دیکھ رہا ہوں خوبصورت تم ہو یا یہ موسم۔۔۔۔" وہ مسکرا کر اپنی مونچھوں کو تازہ دیتے ہوئے بولا

"اچھا تو کس نتیجے پر پہنچے آپ۔۔۔۔" اب وہ اپنی چائے کاگ تمام کر اسکی جانب دیکھتے ہوئے بولی

"موسموں میں اتنی تاثیر ہوتی تو سردار عزیز کب کا کسی کے ہاتھ لگ چکا ہوتا انجادل نا جانے کس کس کے نام کر چکا ہوتا یہ کمال سامنے بیٹھی محترمہ کا ہے۔۔۔۔" وہ نا جانے خوش تھا یا اسے بہلا رہا تھا آتش اسے دیکھ کر رہ گئی

"یہ کتابی باتیں آپ پہ سوٹ نہیں کرتیں سردار صاحب۔۔۔۔" وہ ہلکا سا مسکرائی تھی

"کیوں میں رومانک ہوتا اچھا نہیں لگتا۔۔۔۔" سردار عزیز حیرت سے پوچھ رہا تھا

"اچھے تو آپ ہر روپ میں لگتے ہیں۔۔۔۔" وہ پھر مسکرائی تھی

"تو پھر۔۔۔۔۔"

"تو پھر یہ کہ کچھ لوگوں کی طبیعت میں فطری بے ساختگی ہوتی ہے قدرتی سادگی ہوتی ہے انہیں اپنے جذبوں کے اظہار کے لیے ان کتابی باتوں کے سہارے کی ضرورت نہیں ہوتی۔۔۔۔۔ انکے لفظ لفظ میں سچائی ہوتی ہے۔۔۔۔۔ انکے ہر عمل سے محبت عیاں ہوتی ہے اور آپ تو چلتی پھرتی محبت ہیں۔۔۔۔۔ ایسے بناوٹی رومانس کی ضرورت نہیں آپ کو۔۔۔۔۔" وہ سردار عزیز کو محبت سے دیکھتے ہوئے بولی

"اف لڑکی۔۔۔۔۔ ایسے نادیکھا کرو۔۔۔۔۔ ویسے ایک بات بتاؤ۔۔۔۔۔ یہ اتنی سی عمر میں اتنے فلسفے کہاں سے سیکھے تم نے۔۔۔۔۔ مجھے تو آج تک ان باتوں کی سمجھ نہیں آئی۔۔۔۔۔" سردار عزیز اب چائے ختم کر سگ ٹیبل پر رکھ کر اسکی طرف متوجہ ہوا

"آپ کو واقعی ابھی تک انسانوں کی پہچان نہیں ہوئی عزیز انسانوں کے ظاہر باطن کو جاننے کا فن آپ میں نہیں ہے۔۔۔۔۔ آپ جیسے خود ہیں دوسروں کو بھی ویسا سمجھتے ہیں۔۔۔۔۔" وہ محض سوچ کر رہ گئی

"اے کدھر کھو گئی۔۔۔۔۔" وہ اسکے چہرے کے آگے ہاتھ لہرا کر بولا

"کہیں نہیں۔۔۔۔۔ اتنا کچھ ہوا میرے ساتھ سب آپ کے سامنے ہے۔۔۔۔۔ سمجھداری خود ہی آ جاتی ہے۔۔۔۔۔" وہ سر جھٹک کر بولی

"اتنا بھی سمجھدار ہونے کی ضرورت نہیں اب کہ ہر وقت تم کسی نا کسی فکر میں خود کو ہلکان کیے رکھو۔۔۔۔۔ میرے علاوہ تمہیں دنیا کی کسی بات کی کوئی فکر لینے کی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔" سردار عزیز اب اسکے قریب آ کر اسکا ہاتھ تھام کر اٹھاتے ہوئے بولا

وہ خاموشی سے اسکا ہاتھ پکڑے کھڑی ہو چکی تھی

وہ خشکیوں لگا ہوں سے اسے دیکھنے لگا تھا

"کیا ہوا۔۔۔۔۔" وہ جھینپ سی گئی تھی

"کیا مطلب کیا ہوا۔۔۔۔۔ محبت ہوئی ہے تم سے اور بے اعتبا ہوئی ہے۔۔۔۔۔" وہ اسکے بالوں کو چھیڑتے

ہوئے بولا۔

"اس محبت میں اعتبار کتنا ہے عزیز۔۔۔۔۔" وہ بھی اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی

"تمھاری سوچ سے کئی زیادہ۔۔۔۔۔" اب وہ اسکے گالوں کو محبت سے چھو کر بولا

"مجھ سے کیے وعدے یاد ہیں آپ کو۔۔۔۔۔" وہ دونوں اب لان میں ٹہلنے لگے تھے

"سب یاد ہے۔۔۔۔۔" وہ اسکو کندھوں سے تھامے چل رہا تھا

"پھر مجھ سے کیا وعدہ نبھانے کا وقت آ گیا ہے۔۔۔۔۔" وہ اسکی طرف دیکھتے ہوئے بولی

"کونسا وعدہ۔۔۔۔۔" وہ چلتے چلتے رک گیا تھا۔۔۔۔۔

دھوپ تیز تھی وہ اسکے عین سامنے آن کھڑی ہوئی

آنکھوں کے آگے اس انداز سے ہاتھ رکھا کہ دھوپ اسکی آنکھوں میں نا پڑے سردار عزیز کی جانب دیکھنے لگی
جو سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا

"مجھے انصاف چاہیے۔۔۔۔۔ اور سردار عزیز عباس حق کا ساتھ دے گا مجھے یقین ہے۔۔۔۔۔"

☆.....☆.....☆

وہ نا جانے کتنی دیر ارد گرد کی پرواہ کیے بغیر بھاگتی رہی۔۔۔۔۔ اسے کئی بار ٹھوکر لگی اور وہ روتے ہوئے
دوبارہ بھاگنے لگتی۔۔۔۔۔

اب کی بار اسے اتنی شدید ٹھوکر لگی کہ وہ منہ کے پل مری تھی۔۔۔۔۔ نا جانے کتنے لمحے تو وہ اٹھنے کے قابل نا
رہی پھر بمشکل اٹھی اور زور زور سے چلانے لگی۔۔۔۔۔

"آبی۔۔۔۔۔ آبی۔۔۔۔۔ آبی۔۔۔۔۔ مجھے معاف کر دو آبی۔۔۔۔۔ مجھے معاف کر دو مجھے۔۔۔۔۔"

اما۔۔۔۔۔ اما۔۔۔۔۔ اما۔۔۔۔۔

اما آپ کی مشوکی پکڑ ہو گئی۔۔۔۔۔

آبی۔۔۔۔۔ مجھے سزا مل گئی۔۔۔۔۔

خدا کے لیے مجھے بچا لو آبی۔۔۔۔۔

آبی مجھے معاف کر دو۔۔۔۔۔ معاف کر دو مجھے۔۔۔۔۔

پختہ ہوتے موسم

دینے پر آصف لودھی نے مشکور نظروں سے انہیں دیکھا۔۔

☆.....☆.....☆

"انصاف۔۔۔۔۔" سردار عزیز ابھی نگاہوں سے آبلش کو دیکھنے لگا

"جی انصاف۔۔۔۔۔ اس گروہ کے لوگوں کو انجام تک پہنچا کر آپ مجھے انصاف دلا سکتے ہیں۔۔۔۔۔؟ سردار ولید کی گرفت ہو سکتی ہے۔۔۔۔۔؟ کیا سردار ولید کا اصل چہرہ بے نقاب کرنے میں آپ میرا ساتھ دے سکتے ہیں۔۔۔۔۔" وہ مضبوط لہجے میں بول رہی تھی

سردار عزیز جو کچھ لمحے پہلے تک اسکے قریب تھا اس سے چند قدم دور ہو گیا تھا

"تم پھر شروع ہو گئیں۔۔۔۔۔" وہ اسے دیکھنے لگا

"جب مجرم آپ کے سامنے ہو تو آپ کیسے چپ رہ سکتے ہیں۔۔۔۔۔ کیسے آنکھوں دیکھا کانوں سنا جھٹلا سکتے ہیں۔۔۔۔۔ وہ مجرم ہے عزیز۔۔۔۔۔ آپ کا بھائی مجرم ہے صرف میرا نہیں نا جانے کتنے معصوم بے گناہ لوگوں کا مجرم۔۔۔۔۔ میرا یقین کریں۔۔۔۔۔" وہ اسکے قریب آ کر اسکا بازو پکڑنے لگی جب اس نے بری طرح اسکا ہاتھ جھٹک دیا

"دور ہو جاؤ مجھ سے کبھی۔۔۔۔۔ دور ہو جاؤ۔۔۔۔۔ تمہیں معلوم بھی نہیں تم کس شخص کے بارے میں بات کر رہی ہو۔۔۔۔۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں اسکا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ جو کہو گی جیسے کہو گی وہ مان لوں گا۔۔۔۔۔" سردار عزیز سخت لہجے میں بولا۔

"محبت۔۔۔۔۔ صرف محبت نہیں آپ نے کہا تھا اعتبار ہوتا ہے محبت میں۔۔۔۔۔ تو اب اتنی بے اعتباری کیوں؟ جب بات آپ کے بھائی کی آئی تو اعتبار کہاں گیا۔۔۔۔۔ کیوں آپ میرے کہنے پر اپنے بھائی کی تفتیش نہیں کروا رہے کیوں نہیں اس آدمی کی زندگی کو ٹٹول رہے جو نا جانے کب سے آپ سب کی آنکھوں میں دھول جھونک رہا ہے۔۔۔۔۔" وہ بھی اپنے موقف پر ڈٹ گئی تھی

"آبی۔۔۔۔۔ آبی دفع ہو جاؤ یہاں سے۔۔۔۔۔ مجھے تمہاری یہ فضولیات نہیں سننی کبھی۔۔۔۔۔ پاگل تم ہو میں نہیں۔۔۔۔۔ اس سے پہلے میں کسی سخت رد عمل کا اظہار کروں دفع ہو جاؤ۔۔۔۔۔" وہ اسے بازو سے پکڑ کر اندر کی

طرف دھکا دیتے ہوئے بولا۔۔۔

وہ بری طرح فرش پر گری تھی۔۔۔

انکا شور سن کر غلام دین بھی کچن سے باہر آ گیا۔ آہش کو یوں گرتا دیکھ کر بھاگتا ہوا اسکے قریب آیا

"سردار صاحب۔۔۔۔۔ کک۔۔۔۔۔ کیا ہو گیا۔۔۔۔۔ بچی سے کیا غلطی ہو گئی۔۔۔۔۔" وہ آبی کو اٹھاتے ہوئے

گھبرا کر پوچھنے لگا۔۔۔

"پاگل ہو گئی ہے یہ۔۔۔۔۔ اور اب مجھے پاگل کرنا چاہتی ہے۔۔۔۔۔" سردار عزیز میر پکڑ کر بولا

"پاگل آپ سب بن چکے ہیں عزیز۔۔۔۔۔ سردار ولید نے نا جانے کب سے آپ سب کو پاگل بنایا ہوا

ہے۔۔۔۔۔" وہ مزید بولتی جب سردار عزیز نے اسے بازو سے پکڑا اور گھسیٹتے ہوئے کمرے میں لے گیا

"میں نے تمہیں کہا تھا صرف اپنے اور مجھ تک محدود رہنا۔۔۔۔۔ میرے اندر کے جانور کو مت جگانا۔۔۔۔۔ مگر

تم کیوں نہیں سمجھ رہی۔۔۔۔۔ کیوں نہیں۔۔۔۔۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے شدید بے بسی سے بولا

"آپ مجھے جان سے بھی مار دیں اف نہیں کروں گی مگر میں سچ جانتے ہوئے خاموش بھی نہیں رہوں

گی۔۔۔۔۔ آپ کو میرا ساتھ دینا ہوگا۔۔۔۔۔" وہ روتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔۔۔

وہ کچھ دیر کھڑا اسکی ابتر ہوتی حالت دیکھتا رہا اور پھر پوری قوت سے دروازہ بند کرنا تیزی سے باہر نکل گیا۔۔۔

☆.....☆.....☆

"کیوں سب میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔۔۔۔۔ کیوں اماں سائیں میں آپ سب پر اتنی بھاری ہو گئی ہوں کہ

مجھے آزاد کروا کر آپ پھر سے رخصت کرنے کا سوچنے لگے ہیں۔۔۔۔۔" زہرا بی بی روتے ہوئے سر بی بی

سائیں کی گود میں رکھتے ہوئے بولی

"نہیں میری بیٹی۔۔۔۔۔ بیٹیاں بھی کبھی ماں باپ پر بوجھ ہوئی ہیں تو تو میری شہزادی ہے۔۔۔۔۔" اماں

سائیں نے محبت سے اسکے بالوں کو سہلایا

"تو کیوں ولید لالہ بار بار مجھے کہتے ہیں کہ تمہیں بہت جلد فارغ کروالیں گے تمہیں آزاد کروالیں گے

وغیرہ وغیرہ۔۔۔۔۔" وہ اٹھ بیٹھی تھی۔

"تیرے لیے فکر مند ہیں اس لیے کہتے ہیں کتنے سال گزر گئے ایسے تھوڑی زندگی گزرتی ہے۔۔۔۔۔ پہاڑ جیسی زندگی پڑی ہے یوں کیسے گزرے گی وہ بھی اسکے لیے جسکا کوئی پتا نہیں۔۔۔۔۔ زندہ بھی ہے کہ نہیں۔۔۔۔۔" بی بی سائیں دکھ سے بولیں

"اماں سائیں۔۔۔۔۔ ایسے تو نا کہیں۔۔۔۔۔ میں ساری زندگی اسکا انتظار کروں گی۔۔۔۔۔ میں اسکے نکاح میں ہوں۔۔۔۔۔ اسکے نام پر مرنا گوارا ہے۔۔۔۔۔ مگر اسے چھوڑ کر کسی اور کا ہونا نا منظور ہے۔۔۔۔۔" وہ روہاٹی ہوئی

"اتنی محبت تھی تجھے اس سے۔۔۔۔۔" بی بی سائیں بھی آبدیدہ ہو گئیں

"اماں سائیں آپ سب کو اس کی غربت اسکی مجبوری اسکی بے بسی نظر آتی تھی۔۔۔۔۔ اسکا جوا کھیلنا نظر آتا تھا۔۔۔۔۔ اسکے اندر کے شفاف اور نیک انسان سے آپ لوگ نا واقف تھے۔۔۔۔۔ اسکا خدا پر یقین۔۔۔۔۔ دین سے لگاؤ۔۔۔۔۔ اسکی نیک فطرت احساس کرنے والا دل۔۔۔۔۔ کسی کو دکھائی نہیں دیتا تھا ماضی کی کچھ غلطیوں نے اسکی ان تمام خوبیوں پر پانی پھیر دیا تھا۔۔۔۔۔ جب وہ ٹھیک ہوا تو حالات ٹھیک نار ہے۔۔۔۔۔ اسکے پاس عزیر بھائی کی طرح دولت نہیں تھی جو اسکے تمام عیبوں پر پردہ ڈال دیتی۔۔۔۔۔ اسے بھی نئی زندگی شروع کرنے میں آسانی ہوتی۔۔۔۔۔ اسکے پاس ولید لالہ کی طرح سرداری نا تھی جو وہ اتنی جلدی سنبھل سکتا۔۔۔۔۔ دولت۔۔۔۔۔ اماں سائیں دولت۔۔۔۔۔ یہ بڑے بڑے عیبوں پر پردہ ڈال دیتی ہے اور کبھی اسی دولت کا حصول انسان کو اپنی زندگی سے کھیلنے پر مجبور کر دیتا ہے۔۔۔۔۔" زہرا بی بی اپنی خوبصورت آنکھ کے کنارے سے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی

"یہ کیا بول رہی ہے زہرا۔۔۔۔۔" بی بی سائیں پریشانی سے اسے دیکھنے لگیں۔

"کچھ نہیں بس آپ دعا کریں اماں سائیں۔۔۔۔۔ صغیر جہاں بھی رہے اللہ کی امان میں رہے اللہ پاک اسکے لیے آسانیاں فرمائے۔۔۔۔۔" زہرا بی بی دوبارہ سرب بی بی سائیں کی گود میں رکھ کر آنکھیں موند چکی تھی۔

☆.....☆.....☆

"آ۔۔۔۔۔ آ۔۔۔۔۔ آپ۔۔۔۔۔ آئیے۔۔۔۔۔ بیٹھے پلیز۔۔۔۔۔" وہ پراپرٹی ڈیلران دونوں کو دیکھ کر بری طرح بوکھلا گیا تھا۔

"ولی حیدر۔۔۔۔۔ ولی حیدر کہاں ہے۔۔۔۔۔" آصف لودھی اس سے پوچھ رہے تھے۔

"گک۔۔۔کون۔۔۔ولی حیدر سر۔۔۔۔۔" وہ گھبرا کر ان دونوں کو دیکھنے لگا

"تم نے ان سے جھوٹ کیوں اور کس کے کہنے پر بولا کہ ولی حیدر کا سامان سیکنڈ فلور پر شفٹ کر دیا۔۔۔ جبکہ ایسا تو کچھ بھی نہیں تھا۔۔۔ کہاں ہے انکی بیٹی اور داماد کا سامان۔۔۔۔۔" کرئل صاحب اسے گھورتے ہوئے بولے

"مجھ۔۔۔ مجھے کیا معلوم سر مجھے جو علم تھا جو ولی حیدر سر نے بتایا وہی بتایا میں نے۔۔۔۔۔" پراپرٹی ڈیلر کی گھبراہٹ واضح تھی۔۔۔

"دیکھو۔۔۔ ہنومت۔۔۔ سچ بول دو۔۔۔ ورنہ سچ اگلوانا بھی ہمیں خوب آتا ہے۔۔۔۔۔" کرئل صاحب اس پراپرٹی ڈیلر کا گریبان پکڑتے ہوئے بولے

"کرئل صاحب۔۔۔۔۔ کوئی بات نہیں ہم ادھر ہی بیٹھے ہیں۔۔۔ سچ بتاؤ ہمیں دیکھو میری بیٹی کی زندگی کا سوال ہے۔۔۔۔۔" آصف لودھی نے آگے بڑھ کر کرئل صاحب کو ہاتھ پائی سے روکا انہیں اتنی لمبی بات چیت میں اس بات کا اندازہ تو بخوبی ہو گیا تھا کہ کرئل صاحب اس عمر میں بھی خاصے جو شیلے اور غصیلے انسان تھے۔۔۔۔۔

"سر بات بیشک بات آپ کی بیٹی کی ہو یا انکی بیٹی کی ہمیں کیا معلوم کون کیا کر رہا ہے ہمیں تو بس جائیداد اور گھر کے لین دین کا پتا ہے۔۔۔۔۔" وہ پراپرٹی ڈیلر اب ڈھٹائی سے بولا

"ہمیں اس بنگلے کے کاغذات دکھاؤ۔۔۔۔۔ سارے کے سارے۔۔۔۔۔" کرئل صاحب بولے

"کاغذات۔۔۔۔۔ سر آپ سمجھدار ہیں گھر کے کاغذات گھر کے مالک کے پاس ہوں گے ہمارے پاس کیا کام۔۔۔۔۔" وہ پراپرٹی ڈیلر نظر چراتے ہوئے بولا۔۔۔۔۔

"کوئی کاپی کوئی پروڈو تو ہوگا تمہارے پاس کہ یہ بنگلو ولی حیدر کا ہے۔۔۔۔۔" آصف لودھی بولے

"سر داماد وہ آپ کے ہیں اور ثبوت آپ ہم سے مانگ رہے ہیں۔۔۔ کیا آپ کو علم نہیں تھا کچھ۔۔۔۔۔" پراپرٹی ڈیلر نے چوٹ کی۔

آصف لودھی کی مارے شرم کے آنکھیں جھک گئیں اب وہ اسے کیا بتاتے رمشا کی جلد بازیوں کے چکر میں انہوں نے اتنی تفصیلی معلومات کہاں کروائی تھی۔۔۔۔۔

"تم سے جتنا کہا ہے ناسا کرنا کوسجھے۔" کرنل صاحب آصف لودھی کا جھکا سر دیکھ کر پراپرٹی ڈیلر سے بولے

"سر میں کیا بولوں۔۔۔۔۔" وہ اب پر اعتماد لگ رہا تھا

"ٹھیک ہے اگلی بات تم۔ سے پولیس ہی کرے گی۔۔۔۔۔" کرنل صاحب غصے سے اپنا فون جیب سے نکالتے ہوئے بولے

"کرنل صاحب پولیس۔۔۔۔۔" آصف لودھی پریشان ہوئے

"حوصلہ رکھو۔۔ میرا دوست ہے جاننے والا اسے بلوار ہا ہوں۔۔۔" کرنل صاحب نے انہیں تسلی دی

اتنے میں آصف لودھی کا فون بج اٹھا

"آصف کہاں ہیں آپ۔۔۔۔۔" نور لودھی پریشانی میں بولی۔۔۔۔۔

"نور میں کچھ دیر میں آ رہا ہوں رمشا کا پتا کرنے آیا ہوں ولی کے گھر۔۔۔ تم خیال رکھنا اپنا اوکے۔۔۔"

آصف لودھی نے فون بند کر دیا

کچھ ہی دیر میں پولیس آچکی تھی۔۔۔ کرنل صاحب اور آصف صاحب نے حرف با حرف حقیقت انہیں بتائی

جس پر پولیس نے پراپرٹی ڈیلر کو اسٹا کر گاڑی میں ڈالا

"کرنل صاحب۔۔۔ آپ بے فکر رہیں اس سے سچ اگلوانا اب ہمارا کام ہے۔۔۔۔۔" ایک پولیس والا

نوجوان انکے قریب آ کر بولا

"مجھے امید ہے سچ سامنے آئے گا۔۔۔۔۔" انہوں نے نوجوان کا کندھا تھپتھپایا۔۔۔۔۔

"آپ لوگ بنا وارنٹ مجھے گرفتار نہیں کر سکتے۔۔۔۔۔" وہ ڈیلر گاڑی میں بولا

"وارنٹ بھی نکل آئیں گے بیٹا چل تو سہی۔۔۔۔۔" ایک پولیس والے نے اسکو اندر دھکیلتے ہوئے کہا اسکا

دفتر سیل کر دیا گیا۔

"کچھ سمجھ نہیں آرہی کرنل صاحب۔۔۔۔۔" آصف لودھی پریشانی میں بولے

"مجھے آرہی ہے ساری زندگی انہی چکروں میں گزاری۔۔۔ پریشان نا ہو اللہ بہتر کریگا۔۔۔۔۔" کرنل

صاحب نے انہیں تسلی دی۔

"سمجھ نہیں آرہی کیسے شکریہ ادا کروں آپ کا غیر ہو کر اس مشکل گھڑی میں میرے ساتھ کھڑے ہوئے آپ۔۔۔" آصف لودھی تشکر آمیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولے

"یہ ساتھ تب تک چلے گا جب تک تمہاری بیٹی صحیح سلامت گھر نہیں آ جاتی۔۔۔۔۔ ہاں اسکے بعد تمہاری مرضی تعلق رکھو یا زمانے کی طرح نگاہ پھیر لو۔۔۔" کرل صاحب ہلکا سا مسکراتے ہوئے آگے بڑھ گئے

☆.....☆.....☆

"بھاگ جا کا کے بھاگ جا۔۔۔ اب وہ تجھے مار دے گا۔۔۔ تو سمجھ کیوں نہیں رہا۔۔۔" ادھیڑ عمر شخص اسکے زخموں سے رستے خون صاف کر کے بولا

"اب یا تو اس کا راز فاش ہو گا۔۔۔ یا میری موت واقع ہوگی۔۔۔" وہ نوجوان کراہ رہا تھا

"اسکے پیر پکے ہیں تو اسکو چھوڑ اپنی فکر کر تیری جان پر بن آئی ہے اب اپنی بہن کے رستے سے ہٹانے کے لیے وہ تجھے موت کے گھاٹ اتارتے دیر نہیں لگائے گا۔۔۔"

"پیر جتنے مرضی پکے ہوں جب زمین کھینچی جاتی ہے تو پکے پیر کسی کام نہیں آتے۔۔۔ میں بھاگ جاؤں تمہیں اکیلا چھوڑ کے۔۔۔" وہ اس شخص کو دیکھ کر بولا

"میری فکر کیوں کرتا ہے یار۔۔۔" وہ شخص سامنے پڑے زخموں سے پور پور صغیر کو دیکھ کر بولا

"تم کیوں میری فکر کرتے ہو۔۔۔" وہ بھی سوال پر سوال کر گیا

"کیونکہ تو میرا یار ہے۔۔۔ بہت ہی سچا اور کھرا انسان ہے تو۔۔۔" وہ شخص اسکے زخموں سے لگتا خون صاف کر چکا تھا

"تو بس اسی یاری کو نبھانا ہے۔۔۔ جب تک سانس ہے۔۔۔" صغیر تکلیف میں بھی مسکرایا تھا

"میرے آگے پیچھے کوئی نہیں تو جانتا ہے گرد دیکھ تیرے ماں پپو ہیں بیوی ہے۔۔۔ جس سے تو محبت کرتا ہے۔۔۔ اسکی خاطر چلا جا۔۔۔ تو تو بھاگ سکتا ہے تیرا جسم اور دماغ دونوں چلتے ہیں۔۔۔ میں تو ہڈیوں سے بھی اور دماغ سے بھی ناکارہ ہو چکا ہوں۔۔۔" وہ اسکی منت کرتے ہوئے بولا

"صاف صاف بولو نا میرے زخموں کو صاف کر کر کے تھک چکے ہو۔" صغیر جو الٹا لیٹا تھا بمشکل سیدھا ہوا۔

"ہاں تھک چکا ہوں روز روز تجھے مار کھاتا نہیں دیکھ سکتا۔۔۔۔۔" وہ شخص مصنوعی ناراضگی سے بولا

"یار تمہارے ساتھ دل لگ گیا ہے۔۔۔۔۔" صفدر شرٹ پہنتے ہوئے بولا

"باہر نکل اور ان ظالموں کو پکڑو۔۔۔۔۔ مجھے سمیت ان سب کا بھلا ہوگا سب کی جان چھوٹ جائے گی اس جہنم سے۔۔۔۔۔"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے۔۔۔۔۔ طاقت کو طاقت ہی ختم کرتی ہے۔۔۔۔۔ سردار ولید کی طاقت کو بھی کسی طاقتور کی طاقت ختم کر سکتی ہے مجھے جیسے غریب کی کوئی نہیں سنے گا۔۔۔۔۔ جہاں قانون بکتا ہو وہاں سچائی کی چیخ بھی سنائی نہیں دیتی۔۔۔۔۔" صفدر بہت کچھ سوچتے ہوئے بولا

"تجھے کیا لگتا ہے تیری بیوی یقین کرے گی کہ اسکا بھائی۔۔۔۔۔" وہ شخص اس نوجوان کی آنکھوں میں دیکھ کر سوال کر رہا تھا۔

"کرے گی۔۔۔۔۔ وہ میرا یقین کرے گی۔۔۔۔۔" صفدر کی آنکھوں میں یقین کی چمک تھی

"اچھا بتاؤ میں چلا جاؤں گا تو تم مجھے یاد تو نہیں کرو گے۔۔۔۔۔" صفدر اسے تنگ کرتے ہوئے بولا

"بہت کروں گا۔۔۔۔۔" وہ شخص اس کے گلے لگ کر رو پڑا۔۔۔۔۔ اور اس بار آٹو صفدر بھی ناروک پایا تھا۔۔۔۔۔

☆.....☆.....☆

"آبش بٹیاں۔۔۔۔۔ کہاں جا رہی ہو۔۔۔۔۔ بیٹی یہ تمہارا گھر ہے سردار صاحب آپ کے ہیں اتنا غصہ مت

کرو۔۔۔۔۔" غلام دین 12 بجے کے قریب آبش کو اپنا بیک پیک پکڑے باہر آتا دیکھ کر اسکے قریب آیا تھا

"غلام دین عزیز میرے ہیں یہ گھر بھی میرا ہے مگر اس وقت یہاں سے جانا میری مجبوری ہے۔۔۔۔۔" آبش رک سی گئی

"کیوں بیٹی ایسا کیا ہو گیا۔۔۔۔۔ مطلب۔۔۔۔۔ سردار صاحب آپ کے بغیر نہیں رہتے۔۔۔۔۔" غلام دین بولا

"غلام دین اگر میں یہاں سے ناگنی تو سچ کبھی بھی سامنے نہیں آئے گا میں انکے سامنے رہ کر انکی مخالفت نہیں کر سکتی۔۔۔۔۔ میں انکی محبت میں چپ تو ہو جاؤں گی۔۔۔۔۔ اور اگر میں خاموش رہی تو نا جانے کتنے لوگ تباہ و برباد ہو جائیں گے۔۔۔۔۔ مجھے سچ ثابت کرنا ہے۔۔۔۔۔" آبش کا لہجہ اور آنکھیں نم تھیں وہ بول کر باہر آئی تو لان

میں بیٹھے سردار عزیر کو دیکھ کر ٹھٹھک گئی وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑے لان میں رکھی کرسی پر بیٹھا تھا وہ خاموشی سے بیک پکڑے کارپورچ کی طرف بڑھی کہ سردار عزیر نے نظر اٹھا کر آتش کو دیکھا اور پھر بجلی کی سی تیزی سے کھڑا ہوا۔۔۔

"کہاں۔۔۔ کہاں جارہی ہو۔۔۔" پل بھر کو سردار عزیر کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا

"ماموں کے گھر۔۔۔" آتش نے اسے دیکھا نہیں تھا مگر وہ رک ضرور گئی تھی

"کس کی اجازت سے۔۔۔" وہ اب چلا ہوا اسکے قریب آ گیا تھا

"اجازت لیتی بھی تو کونسا آپ جانے دیتے۔۔۔" وہ اسکی طرف دیکھنے سے گریز کر رہی تھی

"کیوں جانا ہے ادھر۔۔۔" وہ اسکے سپاٹ چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے بولا

"سچ ثابت کرنے۔۔۔" وہ دو ٹوک انداز میں بولی

"اونہ۔۔۔ سچ۔۔۔ جسے تم سچ کہہ رہی ہو جب وہ سچ ہی نہیں تو ثابت کیا کرو گی۔۔۔" وہ طنز اہنسا

"یہ آپ کی سوچ ہے۔۔۔" وہ بھی اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سلگ کر بولی جس پر سردار عزیر نے نظر چرا

گیا آتش کا یہ روپ بھی اسکا دل اپنی طرف مائل کر رہا تھا

"تم کہیں نہیں جارہی یہ پچھنا چھوڑ دو اور اندر جاؤ۔۔۔" وہ اسکے ہاتھ سے بیک چھینتے ہوئے بولا

"میں جارہی ہوں۔۔۔ میں یہاں رہ کر سچ ثابت نہیں کر سکتی اور آپ کے ساتھ رہ کر تو بالکل بھی

نہیں۔۔۔ مجھے تب تک آپ کے ساتھ نہیں رہنا جب تک میں آپ کے بھائی کی اصلیت آپ کے سامنے نالے

آؤں۔۔۔ مجھے۔۔۔ مجھے آپ کی شکل بھی نہیں دیکھنی۔۔۔ پلیز۔۔۔ مجھے مت روکیں۔۔۔" وہ اپنے

آنسوؤں اور اپنے دل پر سختی سے قابو کر کے انتہائی تلخ لہجے میں بولی

سردار عزیر کی گرفت بیک پر ڈھیلی ہوئی تھی وہ بے یقینی سے آتش کو دیکھنے لگا۔۔۔

"کک۔۔۔ کیا۔۔۔ کیا کہا تم نے۔۔۔" سردار عزیر کو آبی کے باقی الفاظ گویا سنائی نادیدے تھے سنائی دیا تو

بس یہ مجھے آپ کی شکل نہیں دیکھنی۔۔۔

"مجھے جانا ہے آپ کے ساتھ نہیں رہنا۔۔۔" وہ نظر پھیر کر حلق میں پھنسا آنسوؤں کا گولا بمشکل نگل کر بولی۔

"میرے ساتھ نہیں رہتا۔۔۔ مسئلہ یہ ہے نا۔۔۔" وہ اسکے ضبط کا امتحان لے رہا تھا

"ایسا ہی ہے۔۔۔" وہ دل پر پتھر رکھ کر بولی

"تو ٹھیک ہے اسکے لیے تمہیں کہیں بھی جانے کی ضرورت نہیں۔۔۔ مسئلہ تمہیں مجھ سے ہے نا تو میں چلا جاتا ہوں مگر تم یہاں سے کہیں نہیں جاؤ گی یہ گھر تمہارا ہے میں تمہیں اس گھر میں اس گھر کی ملکہ بنا کر لایا تھا۔۔۔ یہ گھر تمہارا ہے اس گھر کی ایک ایک شے تمہاری ہے۔۔۔ مجھے صرف تم چاہیے تھی جب تم ہی مجھے دیکھنا نہیں چاہتی تو یہ گھر اس گھر کی ہر شے میرے لیے بیکار ہے۔۔۔ مگر یہ گھر تمہارا ہے تم کہیں بھی نہیں جاؤ گی۔۔۔ ہاں میں جاؤں گا۔۔۔ اور تم اس گھر سے قدم باہر نہیں نکالو گی اسے میرا آخری حکم سمجھ کے مان لینا۔۔۔" وہ بول کر تیزی سے اندر گیا۔

آبش اپنے آنسو ضبط کیے وہیں بت بنی کھڑی رہی۔۔۔ سردار عزیر نے اپنا بیگ گاڑی میں رکھا۔۔۔ اس نے جاتے ہوئے پتھر بنی آبش کو سینے سے لگایا تو آبش کا دل کیا وہ اسکے قدموں میں گر کر اسے روک لے۔ مگر وہ بے حس و حرکت کھڑی رہی۔۔۔ وہ تیزی سے گاڑی میں بیٹھا گاڑی سٹارٹ کی غلام دین نے گیٹ کھولا اور وہ گاڑی لے اڑا

اسکی گاڑی ٹپکتے ہی آبش جہاں کھڑی تھی وہیں زمین پر ڈھلے گئی۔۔۔ اب وہ کھل کر رو سکتی تھی وہ بری طرح بیٹھ کر رو رہی تھی پاس کھڑا غلام دین دکھ اور تکلیف سے اسے دیکھ رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

"کیا۔۔۔" آصف لودھی فون سن کر گویا بت بن گئے۔۔۔ بیروں تلے زمین ٹکٹنا کسے کہتے ہیں اس بات کا مفہوم آج سمجھ آیا تھا۔۔۔ ان میں مزید کچھ بولنے کی سکت نہ رہی۔۔۔

"آصف۔۔۔ آصف۔۔۔ کیا ہوا کس کا فون تھا۔۔۔" نور لودھی نے دل تھام لیا

"نور ہماری رمشا۔۔۔ ہمارے ساتھ بہت بڑا دھوکا ہوا ہے۔۔۔" آصف لودھی حق و حق سے بیٹھے رہ گئے

"ہوا کیا ہے۔۔۔ کیا ہوا رمشا کو بتائیں کیا ہوا۔۔۔" نور لودھی چیخ پڑیں

"ولی حیدر نے ہمارے ساتھ بہت بڑا فراڈ کیا ہے۔۔۔ جس بنگلے کو وہ اپنا بنگلہ کہتا رہا وہ تو کسی اور کا ہے بنگلے

"السلام علیکم۔۔۔۔۔" دوسری جانب سے ڈرائیو کرتے سردار عزیز نے آبلش کی امی کا نمبر دیکھ کر فون اٹھایا

"وعلیکم السلام۔۔۔۔۔ کیسی ہیں امی۔۔۔۔۔"

نور لودھی کو نا جانے کیوں آج عزیز کا امی کہنا نا گوار نا گزرا تھا انہیں سردار عزیز آج غیر معمولی حد تک سنجیدہ محسوس ہوا

"ٹھیک ہوں آبی فون نہیں اٹھا رہی مجبوراً تمہیں فون کیا۔۔۔۔۔" انہوں نے صاف گوئی سے کام لیا

"میں گھر سے باہر ہوں۔۔۔۔۔ آبلش سو رہی ہو گی اصل میں اسے بخار تھا تو دوا لے کر آرام کر رہی ہو

گی۔۔۔۔۔" سردار عزیز نے جھوٹ بولا

"بخار کب سے ہوا ٹھیک تو ہے نا وہ۔۔۔۔۔ اپنی پریشانی میں کب سے بات نہیں ہوئی۔۔۔۔۔" نور لودھی

ترپ گئی۔۔۔۔۔ شادی سے پہلے بھی آبلش انہیں تنگ نہیں کرتی تھی اور شادی کے بعد تو وہ بہت محتاط ہو چکی تھی وہ نہیں چاہتی تھی اسکی وجہ سے انکی زندگی میں کوئی مشکل ہو۔۔۔۔۔

"اب بہت بہتر ہے۔۔۔۔۔ آپ بتائیں پریشان لگ رہی ہیں سب خیریت ہے نا۔۔۔۔۔" وہ انکی پریشانی

انکی آواز سے بھانپ گیا تھا

"رمشا کا کچھ پتا نہیں چل رہا۔۔۔۔۔" نور لودھی کی آواز میں آنسوؤں کی آمیزش واضح تھی۔

"کیا مطلب۔۔۔۔۔ کیا پتا نہیں چل رہا۔۔۔۔۔" آبی بتا رہی تھی وہ اور ولی تو میرے خیال میں ورلڈ ٹور پر

گئے تھے اور انکا باہر سیٹل ہونے کا پروگرام تھا۔۔۔۔۔" وہ کچھ سمجھا نہیں تھا۔

"ٹھیک سنا۔۔۔۔۔" اسکے بعد نور لودھی نا جانے کیوں اور کیسے سردار عزیز عباس کو اپنا دکھ بتانے لگیں۔۔۔۔۔

انہوں نے رمشا کی شادی سے لے کر ولی حیدر کے گھر کے جھوٹ تک سب کچھ صاف صاف سردار عزیز کو

بتایا۔۔۔۔۔ وہ گاڑی سڑک کنارے کھڑی کر کے انکی سب باتیں دھیان سے سن رہا تھا۔

"اتنا کچھ ہو گیا اور آپ نے کچھ بھی بتانا مناسب نہیں سمجھا۔۔۔۔۔" رمشا کی حرکت اگرچہ وہ بھولا نہیں تھا

مگر اب یہ سب سن کر وہ واقعی پریشان ہو گیا۔

"بس ہم سمجھتے رہے سب ٹھیک ہے۔۔۔۔۔" نور لودھی شرمندہ ہوئی تھیں۔

"آبش کو فی الحال آپ کچھ نہ بتائیے گا وہ ایسی باتوں کا بہت گہرا اثر لیتی ہے پہلے بھی وہ اپنی اغوا والی باتوں کو سر پر سوار کیے بیٹھی ہے میں نہیں چاہتا وہ فی الحال کوئی اور پریشانی لے۔۔۔ باقی میں کچھ کرتا ہوں آصف صاحب سے بھی بات کرتا ہوں آپ پریشان نہ ہوں اللہ بہتر کرے گا۔۔۔" سردار عزیز نے اپنے تئیں تو نور لودھی کو مطمئن کر دیا تھا مگر فون بند ہونے کے بعد وہ سیٹ پر سر نکائے آنکھیں موندے پڑا رہا

"رمشا بی بی اسے کہتے ہیں جیسی کرنی ویسی بھرنی۔۔۔ مگر پھر بھی میں دعا کروں گا اللہ تمہیں۔ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔۔۔ صرف اس لیے کہ تم میری آبی کی بہن ہو۔۔۔ سوتیلی سہیلی لیکن بہن ہو۔۔۔" وہ بول کر گاڑی شارٹ کر چکا تھا۔۔۔

اتنے میں دوبارہ اسکے فون کی بیل بج اٹھی

"اسلام علیکم لالہ۔۔۔" ولید کی کال تھی

"وعلیکم اسلام سردار صاحب کہاں ہو۔۔۔" ولید خوش دلی سے پوچھ رہا تھا

"ٹھیک ہوں۔۔۔"

"اور آبش کیسی ہے۔۔۔" ولید نے پوچھا

"بس تھوڑی طبیعت خراب ہے اسکی بخار ہے۔۔۔" عزیز بولا

"اوہو۔۔۔ کسی ڈاکٹر کو چیک کرایا۔۔۔" ولید نے مصنوعی تشویش کا اظہار کیا

"نہیں لالہ۔۔۔"

"بہت ہی لا پرواہ آدمی ہو تم۔۔۔ خیال رکھا کرو اسکا بچہ ہے وہ۔۔۔ اور اسکے گھر والے ٹھیک ہیں۔۔۔"

ولید نے محبت سے کہا

"ہاں ٹھیک ہوں گے۔۔۔" سردار عزیز کو اچھا ہوا آج ولید اسکے گھر والوں کے متعلق کیوں پوچھ رہا تھا

"بھائی آج سمعیہ میکے جانے کی ضد کر رہی تھی تو اسے آبش کی مثال دے رہا تھا کہ ابھی تو بچی ہی ہے سمجھو وہ مگر ایک بار بھی گھر جانے کی ضد نہیں کی اس نے۔۔۔ ورنہ آج کل کی لڑکیاں تو بہ ہے۔۔۔ ویسے یہ تو مذاق تھا تم اسے لے جایا کرو کبھی کبھار۔۔۔ لڑکی ہے اندر بیٹھ بیٹھ کر بھی اداس ہو جاتی ہوگی۔۔۔" ولید بول رہا تھا اور

سردار عزیز کا دماغ اپنے بھائی کو لے کر مزید صاف ہوتا جا رہا تھا اسے آبی کے رویے پر افسوس ہونے لگا تھا جس نے اسکے بھائی کو کیا سے کیا بنا دیا تھا

"ولید لالہ۔۔۔ میں بہت پریشان ہوں۔۔۔" سردار عزیز دکھ اور تاسف سے بولا

"ارے ہمارے چوہدری صاحب تو پریشان کرنے والوں میں شمار ہوتے ہیں پھر آج کیا ہو گیا۔۔۔" ولید شوخ ہوا

"ولید لالہ وہ آتش اپنے اغوا کو لے کر ذہنی طور پر پریشان ہے۔۔۔ میں چاہتا ہوں بہت دیر ہو چکی اب ہمیں ہاتھ پاؤں مارنے چاہیے۔۔۔ مجرموں کو پکڑنا چاہیے۔۔۔" سردار عزیز کا بولنا تھا کہ ولید کے پسینے چھوٹ گئے

"کک کیا۔۔۔ مطلب پریشان ہے۔۔۔ شادی کو دن ہی کتنے ہوئے جو تم لوگ ان چکروں میں پڑ رہے ہو ہم بیٹھے ہیں یہ فکریں لینے کے لیے۔۔۔ تم۔۔۔ تم آتش کو لے کر کہیں گھومنے جاؤ۔۔۔ اسکا بھی ذہن فریش ہو اسی لیے اسی لیے تمہیں سمجھاتے تھے۔۔۔ خیر جو ہونا تھا ہو گیا اب ان باتوں پر توجہ مت دو سبھے۔۔۔" ولید نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے قدرے آرام سے کہا

"چلیں لالہ رکھتا ہوں پھر۔۔۔ خدا حافظ"

وہ فون بند کر کے گاڑی فیکٹری کے راستے پر ڈال چکا تھا۔



"کون۔۔۔ کون ہو آپ لوگ۔۔۔۔۔" وہ نا جانے کتنی دیر چار پائی پر بے سدھ پڑی رہی جب ہوش آیا تو کسی مٹی اور گارے کے بنے کمرے میں ایک چار پائی پر وہ لیٹی تھی اسکے اوپر کوئی بھاری رضائی دی گئی تھی رضائی بھی ایسی بھاری کہ اس میں رمشا جیسی لڑکی کی حرکت مشکل تھی۔۔۔ ارد گرد چند عورتیں بیٹھیں باتیں کر رہی تھیں وہ انہیں دیکھ کر انھن کی کوشش کرنے لگی

"نی کڑیے تو کون اے۔۔۔۔۔" (اے لڑکی تم کون ہو) ایک عورت اسکو اٹھتا دیکھا اسکے قریب آئی
 "کتھوں آئی اے۔۔۔ (کدھر سے آئی ہے)۔۔۔۔۔" اگلا سوال یہ تھا۔۔۔۔۔ اسے تھوڑی بہت ہی سمجھ آئی تھی اس سے پہلے جواب دیتی ایک اور بوڑھی سی عورت قریب آئی
 "خودکشی کرن لگی ہے۔۔۔۔۔ ساڈے کنویں اچ ڈگ کر۔۔۔ (خودکشی کرنے لگی تھی ہمارے کنویں میں گر کر)۔۔۔ وہ منہ پر ہاتھ رکھے حیرانگی سے پوچھ رہی تھی
 "وہ۔۔۔ وہ میرے پیچھے کتے لگ گئے تھے۔۔۔ بھاگتے بھاگتے گر گئی۔۔۔۔۔" اس نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا

"آدھی رات نوں تو کی کر رہی سے اتھے۔۔۔ (آدھی رات کو تم یہاں کیا کر رہی تھی ادھر۔۔۔)" ایک عورت نے سوال کیا
 "میں۔۔۔ میں راستہ۔۔۔ راستہ بھول گئی۔۔۔ یہ یہ کون سی جگہ ہے۔۔۔۔۔" رمشا نے گھبراتے ہوئے جھوٹ بولا۔

"صادق پور۔۔۔ تو کتھو آئی اے۔۔۔۔۔" بڑھیا نے پوچھا
 "ملکہ۔۔۔ ملکہ پور۔۔۔ کہاں۔۔۔ ہے۔۔۔۔۔" وہ بمشکل انکی باتیں سمجھ پارہی تھی
 ان عورتوں نے اسے مردوں کی مدد سے کنویں سے نکال کر کپڑے بدلوا دیے تھے مگر ٹھنڈے پانی میں گرنے کی بدولت اسے بخار نے اور سردی نے جکڑ لیا تھا۔۔۔۔۔

"اک گھنٹے داراہ اے۔۔۔ ملکہ پور دا۔۔۔ (ایک گھنٹے کا راستہ ہے ملکہ پور کا)" قریب بیٹھی عورت نے کہا

"پلیز۔۔۔ پلیز مجھے وہاں چھوڑ آئیں۔۔۔ آپ کو خدا کا واسطہ۔۔۔" وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر رونے لگی تھیں۔
 "ہلا ہلا چھوڑ آساں رو نہیں۔۔۔" ان عورتوں نے اسے خوب تسلی دی باہر خاصی روشنی ہو چکی تھی۔۔۔ یہ
 شکر تھا وہ انکی زبان کافی حد تک سمجھتی تھی آبش کی نانی ماں اکثر یہی ہی زبان بولتی تھیں۔۔۔ انکی۔ بدولت آج وہ
 یہاں انکو جواب دے پارہی تھی۔۔۔ ان عورتوں نے اسکو چائے کے ساتھ تھوڑی سی روٹی کھلائی اور پھر لٹا دیا اب
 وہ سب کھسر پھسر لگے ہوئے تھے۔۔۔ آگے نا جانے کیا ہونے والا تھا۔۔۔ 3 یا 4 گھنٹے اس سردی میں مسلسل
 بھاگنے کے بعد بھی ابھی ملکہ پورا ایک گھنٹے کی مسافت پر تھا۔۔۔

وہ نا جانے کتنی دیر گم سم لیٹی رہی ٹانگیں اسکی مثل ہو رہی تھیں۔۔۔ ماضی کی خطائیں اسکے سامنے کسی فلم کی
 طرح چل رہی تھیں۔۔۔ غرور۔۔۔ تکبر۔۔۔ اکڑ۔۔۔ کیسے سب ایک ایک پل ایک جھٹکے میں خاک ہوتا
 ہے۔۔۔۔۔ دلی حیدر۔۔۔۔۔ دلی حیدر کون تھا۔۔۔ محض۔۔۔ ایک دھوکا ایک فریب۔۔۔ ایک حسین خواب جسکی
 تعبیر اس قدر بھیا تک ہوگی وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔۔۔ آبش کو کہے تلخ جملے۔۔۔ اسکے کانوں میں گونج
 رہے تھے۔۔۔ اسکو پارٹی میں لے کر جانا اسکی عزت داؤ پر لگانا۔۔۔ اف۔۔۔ وہ سر پکڑ کر رونے لگی۔۔۔
 یا اللہ۔۔۔ مجھے معاف کر دے۔۔۔ مجھے معاف کر دے۔۔۔"

☆.....☆.....☆

"جیو سردار صاحب آپ کو ہی یاد کر رہا تھا۔۔۔" دلی حیدر نے ایک ہاتھ سے شراب کا گلاس تھامے
 دوسرے سے فون اٹھاتے ہی نعرہ لگایا تھا
 "کدھر ہے۔۔۔۔۔ کدھر ہے تو۔۔۔۔۔" ولید غصے میں تھا
 "آپ اپنے مال کے ساتھ اور میں اپنے مال کے ساتھ۔۔۔" وہ معنی خیز انداز میں اپنے گلاس کو چوم کر بولا
 "اف تو نے پی ہوئی ہے۔۔۔۔۔ یہاں کام لگ گیا اور تجھے کچھ خبر نہیں۔۔۔۔۔" ولید نے اپنا سر پکڑ لیا
 "مجھے پینے کا شوق نہیں۔۔۔ پیتا ہوں۔۔۔ پیتا ہوں۔۔۔ کیا بھلانے کو۔۔۔ غم۔۔۔ ہاں غم۔۔۔"
 وہ نشے میں تھا

"دلی۔۔۔ میری بات سن وہ لڑکی بھاگ گئی۔۔۔ وہ رمشا کی بچی بھاگ گئی۔۔۔" ولید نے ارد گرد کے

خیال سے انتہائی رازداری سے کہا

"کیا۔۔۔ کیا کہہ رہے ہو۔۔۔۔۔" ولی حیدر اچھل پڑا تھا۔۔۔۔۔ سارا نشہ جیسے ہوا ہو چکا تھا

"ہاں وہ بھاگ گئی۔۔۔۔۔ تجھے فون کر کر کے تھک گیا مگر تیری عیاشی نہیں ختم۔۔۔۔۔" ولید بولا

"یا رایے کیسے بھاگ گئی۔۔۔ تم تم لوگوں نے کیا کیا انتظام کیا ہوا ہے کیسے بھاگ گئی وہ۔۔۔۔۔ کیسے بھاگ سکتی ہے اسکے گھر والے پہلے ہی فون پے فون کر رہے ہیں۔۔۔ انہیں ابھی شک ہو گیا تو۔۔۔۔۔" اسکے ہاتھ پاؤں پھول گئے

"ابھی تک سب ٹھیک ہے میں نے کچھ دیر پہلے ہی خبر لی ہے ابھی تک شاید انہیں کوئی شک نہیں ہوا۔۔۔۔۔ اب ایسا کر تو وہاں ٹھکانے پر پہنچ۔۔۔۔۔ میرے بھائی صاحب کو پھر کوئی دورہ پڑا ہوا ہے کھوج لگانے کا۔۔۔۔۔ میں منظر سے فلحال غائب نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔ تو وہاں پہنچ سب انتظامات دیکھ ان ڈنکی والوں کو میں نے آگے بھیج دیا تھا۔۔۔۔۔ اب چند ایک لوگ بچے ہیں انکو بھی رات تک یا کل رات تک نکال سب کو آگے بھیج۔۔۔۔۔ ایک وقت تھا جب ہاؤس فل ہوتا تھا اس منحوس آبش کے بھاگنے سے ایسی نحس پڑی تھی الگ ہو گئی اور لوگ الٹ الگ ہو گئے۔۔۔۔۔" ولید اپنی اصلیت اگل رہا تھا

"چل تو ٹینشن نالے میں جاتا ہوں وہاں۔۔۔۔۔" ولی حیدر فون بند کر چکا تھا۔۔۔۔۔

☆.....☆.....☆

مجھے تم سے محبت ہوتی ہے
ہاں جب موسم بدلتے ہیں
جب سورج لگتا ہے
جب بارش برتی ہے
جب چنڈایہ چمکتا ہے
کہ جب آفتاب ڈھلتا ہے
کہ جب یہ دن چڑھتا ہے

مجھے دن کی
بدلتی ہر گھڑی میں
تم۔۔۔ سے محبت ہوتی ہے۔۔۔

جیسے پت جھڑ میں
پتے جھڑتے ہیں
اور ساون میں

مینہ برستے ہیں

یونہی سردی میں پہاڑوں پر

جیسے برف گرتی ہے۔۔۔

مجھے تم سے محبت ہوتی ہے

ہوا جب جب رخ بدلتی ہے

جب جب دریا بہتے ہیں

جب جب پھول کھلتے ہیں

مجھے تم سے محبت ہوتی ہے

گر یہ سمجھ سکو تو

قصہ مختصر ہے۔۔۔

میں جب جب

سانس لیتی ہوں

مجھے تم سے محبت ہوتی ہے۔۔۔

وہ مغرب کی نماز پڑھ کر کافی دیر دعا مانگنے کے بعد لان میں آ بیٹھی تھی۔۔۔ تنہا لان میں بیٹھنا کتنا تکلیف
دہ تھا۔۔۔ سردار عزیر کے ہوتے ہوئے اسے عادت بھی کب رہی تھی اکیلے بیٹھنے کی۔۔۔ وہ جب آتا خود ہی اسکو

لان میں لے جاتا اس سے باتیں کرتا اسے ہساتا جانے لگتی بار محبت کا اعتراف کرتا۔۔۔ وہ اسکا محسن تھا۔۔۔ وہ اس سے کبھی بھی بدگماں نہیں ہوئی تھی۔۔۔ سردار ولید کے مخالف جانے کا فیصلہ تو وہ کر ہی چکی تھی اسکے ساتھ ساتھ وہ ذہنی طور پر سردار عزیر کے ہر طرح کے رد عمل کے لیے تیار تھی۔۔۔ مگر وہ سب کچھ اسکے حوالے کر کے چلا گیا تھا۔۔۔ وہ یہ جانتے ہوئے کہ وہ نہیں آئے گا اسکا انتظار کر رہی تھی۔۔۔

سردار عزیر سے نکاح کے بعد اسے احساس ہوا محبت۔۔۔ محبت تو نکاح کے دو بول سے مشروط ہے۔۔۔ نکاح کے بغیر محبت محبت نہیں صرف وقتی اہال ہے جس میں جتنی جلدی جوش اٹھتا ہے اتنی ہی تیزی سے وہ ٹھنڈا پڑتا ہے۔۔۔ اور سردار عزیر کی محبت تو اسکی نس نس میں بہتی تھی۔۔۔ وہ اسکا محرم تھا جس پر اسے اختیار تھا۔۔۔ جسکے ساتھ میں سوائے سکون کے کچھ نہ تھا۔۔۔ وہ اسے شدت سے یاد آ رہا تھا۔۔۔ وہ نا جانے کتنی دیر گرم سم گیٹ کی جانب رخ کیے بیٹھی رہی

"بیٹی سردی بہت ہے آپ یہاں کیوں بیٹھی ہیں۔۔۔" غلام دین آتش کی گرم شال اسکی جانب بڑھاتے ہوئے بولا

"انتظار کر رہی ہوں غلام دین۔۔۔" وہ شال پکڑ کر شانوں پر پھیلا چکی تھی

"سردار صاحب نہیں آئیں گے بیٹیا۔۔۔" غلام دین اداسی سے بولا

"پھر بھی میں انتظار کروں گی غلام دین۔۔۔ میرا فرض ہے۔۔۔ میں اپنے فرض سے سبکدوش نہیں ہوں گی۔۔۔" وہ اداسی سے بول رہی تھی

"بیٹی۔۔۔ مجھے کچھ کچھ بات کا تو علم ہو گیا ہے۔۔۔ چھوٹا منہ بڑی بات۔۔۔ مگر سردار صاحب کیسے اپنے بھائی کو غلط کہہ سکتے ہیں۔۔۔ وہ بھی فرشتہ صفت بھائی۔۔۔ جوان پر جان چھڑکتے ہوں۔۔۔ بہت مشکل ہے اور سچ تو یہ ہے مجھ جیسا بندہ بھی یہ نہیں مان سکتا پھر وہ تو انکے بھائی ہیں۔۔۔" غلام دین نے جھجکتے ہوئے بات کی "یہ ہی تو بات ہے نا غلام دین۔۔۔ منافق لوگوں کی یہ ہی نشانی ہے جو دکتے ہیں وہ ہوتے نہیں۔۔۔ اور سردار ولید صرف منافق نہیں ظالم بھی ہے۔۔۔ اسکے کر تو آپ لوگوں کو معلوم نہیں ہیں اسلیے آپ کا یہ بولنا فلحال جائز ہے مگر مجھے تو علم ہو گیا ہے میری آنکھوں سے پردہ ہٹ گیا ہے پھر میں کیسے سب جانتے بوجھتے

خاموش رہوں ظالم کو ظلم کرنے دوں۔۔۔۔۔ وہ نا جانے کیسے کیسے لوگوں کی زندگیاں اجاڑ رہا ہے۔۔۔۔۔ میں جانتی ہوں وہ اکیلا نہیں اسکے پیچھے بہت بڑا گروہ ہے مگر جسکی نشاندہی میں کر رہی ہوں اسکی گرفت ہوئی تو نا جانے کتنے لوگ پکڑے جائیں۔۔۔۔۔ کتنے لوگوں کی زندگی بچ جائے۔۔۔۔۔ "وہ غلام دین کو دیکھ کر بولی

"کیا واقعی ولید سائیں۔۔۔۔۔" غلام دین کو یقین نہیں آ رہا تھا

"ہاں غلام دین میں جھوٹ کیوں بولوں گی۔۔۔۔۔ مجھے بتاؤ جھوٹ بول کر کیا حاصل ہوگا۔۔۔۔۔ ابھی ہی دیکھ لو عزیز مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔۔۔۔۔ انکی ناراضگی اور غصے سے میں مسلسل کرب میں ہوں اذیت میں ہوں۔۔۔۔۔ کون جان بوجھ کر ایسا کرنا چاہے گا۔۔۔۔۔ لیکن غلام دین میں اغوارہ کر آئی ہوں ایک ہفتہ پورا ایک ہفتہ ان لوگوں نے مجھے قید رکھا۔۔۔۔۔ میری آنکھوں پر پٹی ہوتی تھی۔۔۔۔۔ جب جب ولید آتا اسکی آواز۔۔۔۔۔ اس نے کئی بار مجھ پر ہاتھ اٹھایا۔۔۔۔۔ یہاں تک کے جو خوشبو وہ استعمال کرتا ہے وہ بھی مجھے یاد تھی۔۔۔۔۔ پھر جب ہم ملکہ پور گئے۔۔۔۔۔ خدا کی کرنی میں نے انکی باتیں اپنے کانوں سے سنی۔۔۔۔۔ جس ک بعد شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہی۔۔۔۔۔" وہ اب کھڑے ہو کر غلام دین کو یقین دلارہی تھی۔۔۔۔۔

"بیٹی۔۔۔۔۔ مجھے آپ پر یقین ہے۔۔۔۔۔ بس میں تو دعا ہی کر سکتا ہوں اللہ آپ کی مدد کرے سردار صاحب کا دل آپ کی طرف سے صاف رکھے اور ولید کی اصلیت خود انکی آنکھوں کے سامنے آئے۔۔۔۔۔" غلام دین سچ ہی کہہ رہا تھا۔۔۔۔۔

"عزیر کا دل آئینے سے بھی زیادہ شفاف ہے غلام دین وہ کبھی مجھ سے بدگماں نہیں ہو سکتے۔۔۔۔۔ آہش سے محبت انکی فطرت ہے۔۔۔۔۔ اور فطرت کبھی نہیں بدلتی۔۔۔۔۔ وقت برا ہے مگر مجھے امید ہے سب بہتر ہوگا یہ دوری جو ہمیں اذیت دے رہی ہے یہ اذیت یہ تکلیف رانیاں نہیں جائے گی۔۔۔۔۔ بس اب مجھے کچھ نا کچھ کرنا ہے سردار ولید کی اصلیت سب کے سامنے لانی ہے۔۔۔۔۔" وہ پر عزم لہجے میں بولی۔۔۔۔۔

☆.....☆.....☆

"اف۔۔۔۔۔ کون ہے۔۔۔۔۔ کون ہے۔۔۔۔۔ آ رہی ہوں کیا ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ توبہ ہے بتل پر ہاتھ ہی رکھ لیتے ہیں لوگ۔۔۔۔۔" کپڑے دھو کر صحن میں لگی تاروں پر پھیلاتی عروہ مسلسل بجتی بتل سے زچ ہو کر بڑبڑاتے

وہ۔۔۔۔۔"رمشا چلائی تھی۔۔۔۔۔"

"تم۔۔۔تم بیٹھو میں چائے لے کر آتی ہوں۔۔۔ایک منٹ میں آئی بس۔۔۔"عروہ اسے خود سے الگ کر کے کچن میں آئی۔۔۔اس نے اپنا موبائل فون اٹھایا اور عاصم کو کال ملائی۔۔۔

"ہیلو۔۔۔عاصم۔۔۔"

"ہاں بولو عروہ۔۔۔"وہ شاید مصروف تھا

"عاصم آپ آپ گھر آ جائیں فوراً۔۔۔"عروہ بولی

"خیریت۔۔۔طبیعت تو ٹھیک ہے تمھاری۔۔۔"عاصم اسکی گھبراہٹ بھانپ گیا

"عاصم۔۔۔رمشا آئی ہے۔۔۔بہت بری حالت میں۔۔۔آپ جلدی آئیں۔۔۔"عروہ واقعی گھبرائی ہوئی تھی

"رمشا۔۔۔نور باجی کی۔۔۔بیٹی۔۔۔یہاں وہ تو ورلڈ ٹور پر گئی ہوئی تھی۔۔۔"عاصم کو شدید حیرت ہوئی

"مجھے نہیں پتا آپ جلدی آئیں۔۔۔"رمشا بولی

"اچھا ٹھیک ہے دوکان بند کر کے پہنچ رہا ہوں۔۔۔"عاصم فون بند کر کے گھر آ گیا

چوبے پر رکھی چائے ابل چکی تھی۔۔۔چائے پیالیوں میں انڈیل کر ساتھ ٹرے میں اسٹ اور کیک رس رکھ کر وہ باہر لے آئی چار پائی کے آگے ٹیبل رکھ کر ٹرے وہاں رکھی۔۔۔

رمشا ہنوز سر جھکائے بیٹھی تھی۔۔۔اسکے چہرے پر پڑے ٹیل سیاہ داغ بن چکے تھے۔۔۔عروہ کو اسکی حالت دیکھ کر تکلیف ہوئی تھی۔۔۔

"رمشا۔۔۔رمشا۔۔۔یہ چائے پیو۔۔۔ساتھ کچھ کھا لو۔۔۔"عروہ نے چائے کی پیالی اسکی طرف بڑھائی جو اس نے چپ چاپ تھام لی۔۔۔

عروہ کچھ بھی پوچھنے کی ہمت نہیں کر پارہی تھی وہ عاصم کی غصہ تھی۔۔۔وہ ہی کچھ پوچھ سکتا تھا۔۔۔دونوں نے خاموشی سے چائے ختم کی۔۔۔اتنے میں ٹیل بھی

"نہیں۔۔۔نہیں دروازہ نا کھولنا خدا کے لیے۔۔۔وہ۔۔۔وہ مجھے پکڑ کے لے جائیں گے۔۔۔پلیز

دروازہ مت کھولنا وہ مجھے لینے آئے ہیں۔۔۔۔۔" رمشا نے عروہ کے آگے ہاتھ جوڑ دیے۔۔۔۔۔

"رمشا۔۔۔۔۔رمشا۔۔۔۔۔عاصم آئے ہیں تمہارے ماموں ہیں۔۔۔۔۔کوئی نہیں لے کر جائے گا تمہیں۔۔۔۔۔تم بیٹھو میں دیکھتی ہوں۔۔۔۔۔" عروہ نے پیار سے کہہ کر اپنے ہاتھ چھڑاے اور دروازہ کھولنے آئی عاصم کو دیکھ کر اسکی سانس میں سانس آئی۔۔۔۔۔

"شکر ہے آپ آگئے۔۔۔۔۔" وہ دونوں صحن میں آئے تو رمشا غائب تھی رمشا چار پائی پر موجود نہیں تھی۔۔۔۔۔

"کہاں ہے۔۔۔۔۔" عاصم ارد گرد دیکھ کر بولا

"ابھی تو یہاں بیٹھی تھی۔۔۔۔۔رمشا۔۔۔۔۔رمشا۔۔۔۔۔" عروہ سخت پریشان ہوئی۔۔۔۔۔

عاصم کو برآمدے میں رکھی چار پائی کے نیچے کچھ محسوس ہوا۔۔۔۔۔وہ جھک کر نیچے دیکھنے لگا جب جھکا تو اسکے ہوش اڑ گئے۔۔۔۔۔رمشا چار پائی کے نیچے بری طرح سہی ہوئی تھی

"رمشا۔۔۔۔۔رمشا۔۔۔۔۔باہر آؤ۔۔۔۔۔چلو شاہاش باہر آؤ۔۔۔۔۔" عاصم نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے باہر نکالا۔۔۔۔۔

وہ نکلے ہی عاصم کے سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔۔۔۔۔

"عاصم ماموں۔۔۔۔۔سب ختم ہو گیا۔۔۔۔۔سب ختم ہو گیا۔۔۔۔۔مجھے معاف کر دیں مجھے سب معاف کر دیں۔۔۔۔۔" نا جانے کتنی دیر وہ یونہی روتی رہی عاصم اسے تسلی دیتا رہا کچھ سنبھلی تو عروہ نے پانی پلایا۔۔۔۔۔

کافی دیر بعد وہ بات کرنے کے قابل ہوئی تو عاصم بولا

"رمشا۔۔۔۔۔بتاؤ یہ سب۔۔۔۔۔یہ سب کیا ہے کیسے ہوا سب۔۔۔۔۔تم امریکا سے ملکہ پور کیسے پہنچی۔۔۔۔۔

ہوا کیا ہے۔۔۔۔۔" وہ رمشا کی ابتر حالت دیکھ کر سخت پریشان ہوا تھا۔۔۔۔۔

رمشا نے نظر اٹھا کر ان دونوں کو دیکھا اس کے بعد جو وہ ان دونوں کو بتانے جا رہی تھی وہ سب سننے کے لیے وہ ہرگز تیار نہ تھے۔۔۔۔۔

☆.....☆.....☆

وہ رات دس بجے فیکٹری سے نکلا۔۔۔۔۔اور نا جانے کتنی دیر بے مقصد سڑکوں پر گاڑی دوڑاتا رہا۔۔۔۔۔

عجیب بے کلی اس پر طاری تھی۔۔۔۔۔آبش اتنی بیوقوف تو نہیں جو اتنا بڑا الزام بے وجہ کسی پر لگا دے۔۔۔۔۔

مگر۔۔۔ ولید لالہ۔۔۔ ہرگز نہیں۔۔۔ ان جیسا انسان تو دنیا میں نہیں۔۔۔ غلط تو میں تھا۔۔۔ غلط صحبت تو میری رہی۔۔۔ وہ تو میرے پردے ڈالتا تھا۔۔۔ ولید لالہ تو کامیابی کی مثال ہے۔۔۔ میرے بابا سائیں کا فخر ہے ضرور آبش کو شدید غلط فہمی ہوئی ہے۔۔۔ اتنی بڑی غلط فہمی کیسے ہو سکتی ہے آبی۔۔۔ تم نے ایسی بات کو بنیاد بنا کر مجھے خود سے دور کر دیا جسکی کوئی حقیقت نہیں۔۔۔

وہ سخت شش و پنج میں مبتلا تھا۔

کہ موبائل کی گھنٹی بج اٹھی سکرین پر عاصم کا نمبر دیکھ کر وہ ٹھٹھک گیا۔۔۔

”عاصم کی کال۔۔۔ کہیں آبی نے عاصم کو تو نہیں۔۔۔ اف آبش۔۔۔ کیا کر دیا تم نے۔۔۔ کیوں میری مشکلات بڑھ رہی ہو۔۔۔“ سردار عزیز آبش کی فکر میں صبح آئی نور کی کال بھی بھول چکا تھا۔۔۔

خیر ایک بار تو فون بند ہو گیا دوسری دفعہ دوبارہ کال آئی تو مجبوراً اس نے اٹھالی

”السلام علیکم سردار صاحب۔۔۔“ عاصم نے سلام کیا

”وعلیکم اسلام۔۔۔ کیسے ہو عاصم۔۔۔“ سردار عزیز نے پوچھا

”ٹھیک۔۔۔ آپ کو تھوڑی زحمت دینی تھی۔۔۔“ عاصم سنجیدہ تھا

”ہاں ہاں حکم کر دیا۔۔۔“ سردار عزیز نے اسکی سنجیدگی محسوس کی

”آپ فوراً آبی کو لے کر ملکہ پور آ جائیں ہماری طرف۔۔۔ آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔۔۔“ عاصم

واقعی پریشان تھا

”ملکہ پور۔۔۔ خیریت ہے نا عاصم۔۔۔“ اسے کچھ گڑبڑ محسوس ہوئی

”وہ رمشا۔۔۔ رمشا ہماری طرف آگئی ہے۔۔۔“ عاصم بولا

”رمشا۔۔۔!!!! او۔۔۔ ہاں امی کا صبح فون آیا تھا بس اپنی پریشانی میں وہ بھی بھول گیا۔۔۔ مگر وہ

وہاں۔۔۔ ملکہ پور کیسے پہنچی سب اتنے پریشان تھے اسکی وجہ سے۔۔۔“ سردار عزیز کو تشویش ہوئی

”بس یہی تو بات بتانے کے لیے بلا رہا ہوں ہو سکے تو جلد آ جائیں وقت کم ہے۔۔۔ آبی کو بھی لے

آئیں میں نور باجی کو بھی اطلاع کر دیتا ہوں۔۔۔“ عاصم نے کہا۔

"آبی تو نہیں آسکے گی اسکی طبیعت ٹھیک نہیں۔۔۔ میں نکلتا ہوں۔۔۔۔۔" وہ فون رکھ چکا تھا۔۔۔

شادی کے بعد وہ ایک رات بھی گھر سے باہر نہیں رہا تھا اب یوں آہش کو چھوڑ کر جانا اسے واقعی ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔۔۔ مگر وہ تو اسے دیکھنا بھی نہیں چاہتی تھی اور پھر وہ بھی اسے مزید کوئی ایسی خبر سنا کر پریشان نہیں کر سکتا تھا۔۔۔ اس نے غلام دین کو فون کیا

"جی صاحب۔۔۔۔۔" غلام دین نے فون اٹھایا

"آہش کدھر ہے۔۔۔۔۔" سردار عزیز نے بے چینی سے پوچھا

"کیا انکا نمبر نہیں مل رہا سردار صاحب بات کرواؤں۔۔۔۔۔" غلام دین خوشی سے کھڑا ہو گیا

"نہیں اسکی ضرورت نہیں بس بتاؤ وہ کہاں ہے کیا کر رہی ہے۔۔۔۔۔" وہ پوچھ رہا تھا

"آپکا انتظار کر رہی ہیں سردار صاحب۔۔۔۔۔ باہر لان میں بیٹھی ہیں۔۔۔۔۔" غلام دین بے بسی سے بولا

"کیا۔۔۔۔۔ لان میں بیٹھی ہے۔۔۔۔۔ رات کے دس بجتے لگے ہیں اور وہ اتنی سردی میں باہر بیٹھی

ہے۔۔۔۔۔" سردار عزیز تو تڑپ ہی گیا تھا

"صاحب میں نے تو کہا تھا کہ سردی ہے اندر چلیں صاحب نہیں آئیں گے تو وہ بول رہی تھیں نا آئیں میں

انتظار کرتی رہوں گی۔۔۔۔۔"

"اف۔۔۔۔۔ یہ لڑکی مجھے پاگل کر دے گی۔۔۔۔۔ اسے جا کر کہو میرا حکم ہے کہ اندر جائے اور میرا انتظار نا

کرے کسی طرح اسے اندر جانے کا کہو۔۔۔۔۔" سردار عزیز کو سخت تکلیف ہوئی تھی۔۔۔۔۔

"جی بہتر۔۔۔۔۔" غلام دین بولا

"اور ہاں اسے کھانا وغیرہ بھی دینا۔۔۔۔۔ رات تم کو ارڈر کا دروازہ کھول کر سونا اور آہش کو کہنا اندر گھر کو اچھے

سے لاک لگا کر سوئے گی۔۔۔۔۔" وہ ہدایت نامہ جاری کر رہا تھا

"سردار صاحب آپ واقعی نہیں آئیں گے۔۔۔۔۔" غلام دین بولا

"نہیں۔۔۔۔۔ خدا حافظ" فون بند ہو چکا تھا۔۔۔۔۔

"یا اللہ۔۔۔۔۔ ان دونوں کو کبھی کسی کی وجہ سے بھی جدا نا ہونے دینا۔۔۔۔۔" غلام دین نے دل سے دعا کی اب

رخ لان کی طرف تھا اسے سردار عزیر کی دی گئی ہدایات پر عمل بھی کرنا تھا۔

☆.....☆.....☆

"کتنی بڑی کوتاہی ہو گئی ہم سے نور۔۔۔۔۔ خاص طور پر مجھ سے۔۔۔۔۔ والدین کو اولاد کی محبت میں اس حد تک بھی اندھا نہیں ہو جانا چاہیے کہ انکے ہر صحیح غلط فیصلے کا اختیار انکو دے دیا جائے۔۔۔۔۔ تم کہتی رہی یہ جلد بازی ہے۔۔۔۔۔ مگر میں۔۔۔۔۔ مجھے تو بس رمشا کا خوش رہنا اسکے چہرے پر بکھری مسکراہٹیں دکھائی دے رہی تھیں۔۔۔۔۔ آنے والے وقت کو لے کر کوئی خدشہ کوئی خیال دل و دماغ میں نا آیا۔۔۔۔۔ میں سمجھتا تھا اعلیٰ اداروں میں جو تعلیم میں نے اپنی بیٹی کو دلوائی اس تعلیم کی بدولت وہ کبھی ٹھوکر نہیں کھائے گی درست اور غلط کی پہچان کر سکے گی۔۔۔۔۔ مگر افسوس۔۔۔۔۔ وہ ولی حیدر کی محبت میں اندھی رہی اور میں اسکی۔۔۔۔۔ میں اسے بن ماں کی بجی سمجھتا رہا یہ بھول گیا کہ اصل ماں تو اسکی تم ہو۔۔۔۔۔ اسکی ماں نے تو صرف اسے پیدا کیا جبکہ اسکے ساتھ تمہارے شب و روز ضائع ہوئے۔۔۔۔۔ تمہاری عمر اسکو پالتے گزر گئی۔۔۔۔۔ بچہ پیدا کرنا بہت آسان ہے مگر اسکی پرورش بہت مشکل۔۔۔۔۔ اور تم۔۔۔۔۔ تمہارا تو یہ فرض بھی نہیں تھا۔۔۔۔۔ کبھی نہیں۔۔۔۔۔ دوسری ماں کا قطعی فرض نہیں ہوتا کہ وہ اپنے شوہر کی پہلی بیوی کا بچہ پالے مگر تم۔۔۔۔۔ تم نے مجھ پر احسان کیا۔۔۔۔۔ مگر بدلے میں میں نے تمہیں سب اختیارات دینے کے بجائے اپنی بیٹی کے فیصلے کو ترجیح دی۔۔۔۔۔ جو آج بھگت رہا ہوں۔۔۔۔۔ کاش تمہاری سنی ہوتی۔۔۔۔۔" آصف لودھی سر جھکائے بول رہے تھے اور نور لودھی ایک ٹک انہیں دیکھ رہی تھیں

"آصف ماں کبھی سگی سوتیلی نہیں ہوتی ماں ہوتی ہے کوئی ایک بار عورت کو ماں کہہ دے نا تو وہ ساری زندگی اپنا آپ مار کر اس رشتے کی لاج بھاتی ہے۔۔۔۔۔ بس یہ ہمارے معاشرے کا المیہ ہے کہ اپنی ماں مار بھی لے تو وہ اصلاح جبکہ سوتیلی ماں ظالم بن جاتی ہے۔۔۔۔۔ ہم لوگ ٹھک نظر ہیں۔۔۔۔۔ ہم لوگ اپنے بچے تو پلوانا چاہتے ہیں مگر دلوں میں وسعت نہیں پیدا کرتے صدیوں سے چلے آئے ایک کانپٹ کوتا عمر یا تا قیامت ویسے ہی چلانا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔ خیر میں اپنی صفائی آج بھی نہیں دوں گی۔۔۔۔۔ بس اتنا کہوں گی رمشا کی فکر نے مجھے جیسے توڑ کر رکھ دیا خدا کسی ماں کو بیٹیوں کے غم نادے۔۔۔۔۔" نور لودھی نے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا

گھر میں چھایا سناٹا فون کی کھنٹی نے توڑا

"جی۔۔۔۔۔ہاں عاصم بولو۔۔۔۔۔" آصف لودھی نے فون اٹھایا

"کیا۔۔۔۔۔سچ کہہ رہے ہونا۔۔۔۔۔واقعی۔۔۔۔۔ہم۔۔۔۔۔ہم آرہے ہیں۔۔۔۔۔" آصف لودھی فون بند کر کے پلٹے

"نور ہماری بیٹی آگئی۔۔۔۔۔مل گئی ہماری بیٹی۔۔۔۔۔" آصف لودھی کی آنکھوں میں آنسو نمایاں تھے

☆.....☆.....☆

"ولی حیدر سے شادی میرے لیے کسی خواب سے کم نہ تھی۔۔۔۔۔شادی کے بعد ایسے لگا جیسے مجھے دنیا میں جنت مل گئی ہو۔۔۔۔۔جب تک یہاں رہی۔۔۔۔۔اس نے میری ایک ایک خواہش پوری کی۔۔۔۔۔اصل کہانی وہاں سے شروع ہوئی جب ہم میرے خیال کے مطابق امریکا سیٹل ہونے جا رہے تھے۔۔۔۔۔اس سے پہلے ولی کے مطابق ہمیں ورلڈ ٹور پر جانا تھا۔۔۔۔۔دعویٰ گھومنے کے بعد ہم لوگ ڈائریکٹ نیویارک پہنچے۔۔۔۔۔جہاں ہم اگلے ہی دن روچیسٹر چلے گئے۔۔۔۔۔وہاں تک ولی نے ہر فہاری میں میرے ساتھ بکس وغیرہ بنوا کر مجھے ہوٹل چھوڑ دیا۔۔۔۔۔

"ولی یہ جگہ تو بہت اچھی ہے۔۔۔۔۔لیکن ہمیں یہاں کبھی بھی مستقل رہنے کا نہیں سوچنا چاہیے۔۔۔۔۔" رات میں اپنے سیل فون پر میری اور ولی کی تصویریں دیکھتے ہوئے بولی

"تو مستقل رہنے کو کس نے کہا بے بی۔۔۔۔۔" ولی چلتے ہوئے میرے قریب آیا تھا

"آپ نے ہی کہا تھا۔۔۔۔۔" میں مسکرائی۔۔۔۔۔

"اب ارادہ بدل دیا ہے۔۔۔۔۔" ولی نے میرے قریب آ کر میرے ہاتھ سے فون چھین لیا

"اف او۔۔۔۔۔ولی۔۔۔۔۔فون دکھائیں پلیز۔۔۔۔۔"

"یار چھوڑ واسکو۔۔۔۔۔دل تو میرا بھی نہیں لگ رہا۔۔۔۔۔کیوں نا واپس پاکستان چلیں۔۔۔۔۔" ولی نے محبت سے کہا اور میں تو ویسے بھی یہاں اکٹا گئی تھی۔۔۔۔۔

ولی کی ہدایت کے مطابق ہم نے ماما پاپا کو اس متعلق کچھ نہیں بتایا ہمارا ارادہ انہیں سر پرانہ دینے کا۔۔۔۔۔اتنا لمبا سفر طے کر کے ہم پاکستان اسلام آباد انٹرپورٹ پہنچے وہاں سے لاہور جانے کے بجائے پہلے ولی کے کسی

رشتہ دار کے گھر جانا تھا جنکی گاڑی ہمیں ایئر پورٹ لینے آئی تھی۔۔۔۔

بس یہ وقت تھا جب ولی نے مجھ سے میرا فون وغیرہ چھین لیا۔۔۔ مجھے بہت کچھ عجیب اور غیر معمولی محسوس ہوا جیسے ڈرائیور اور ولی کے آنکھوں ہی آنکھوں معنی خیز اشارے۔۔۔ یکدم ہی ولی کا حد سے زیادہ سنجیدہ ہو جانا۔
"ولی مجھے فون دکھائیں پاپا کو فون کر کے اب اطلاع دے دینی چاہیے کہ ہم پاکستان پہنچ گئے۔۔۔۔" میں
کار کے اس 5 گھنٹے کے طویل سفر سے اکتا چکی تھی۔۔۔

"چپ کر کے بیٹھی رہو۔۔۔" اسکا انداز بالکل مختلف تھا

"ولی مجھے میرا فون چاہیے۔۔۔" میں نے دوبارہ کہا

"میں نے کہا چپ کر کے بیٹھی رہو۔۔۔ خبردار کچھ بھی بولی تو۔۔۔۔" وہ چلایا تھا

"واٹ۔۔۔۔" میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی

گاڑی ایک سنان اور ویران علاقہ میں داخل ہوئی۔۔۔ ہر سواند حیرانچیل چکا تھا۔۔۔

"ولی کیا ہو گیا ہے۔۔۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔۔۔ یہ ہم کہاں جا رہے ہیں۔۔۔" میں ولی کے بدلتے
تیور دیکھ کر سہم چکی تھی۔۔۔ وہ خاموش تھا

گاڑی زوردار بریک لگنے سے رکی۔۔۔ ولی اور ڈرائیور تیزی سے گاڑی سے اترے۔۔۔ اور ولی نے
کھینچ کر مجھے گاڑی سے باہر نکالا اور گھسیٹتے ہوئے مجھے اندر لے گیا۔۔۔ دفتر نما کمرے میں داخل ہوئے تو ایک
آدمی ہم دونوں کو دیکھ کر مسکرایا تھا۔۔۔

"یہ لیں سرکار آپکا کام ہو گیا۔۔۔ اب آپ اپنا وعدہ نبھائیے۔۔۔" ولی نے مجھے اس آدمی کے آگے
کرتے ہوئے کہا ان دونوں کے چہرے پر مکروہ ہنسی تھی اور میں بے یقینی سے ولی کو دیکھتی رہی۔۔۔

"بہت اچھے۔۔۔ بھائی تمہارا کام بھی ہو جاتا ہے۔۔۔ ایسے مال کے ساتھ رہے کوئی ڈیماٹڈ کرنی تو نہیں
چاہیے تمہیں مگر پھر بھی چلو۔۔۔۔۔" وہ آدمی نے مجھے انتہائی گھٹیا نگاہ سے سرتا پیر دیکھ کر ہنسا تھا۔۔۔

"جاؤ تمہارا سامان باہر ہے۔۔۔" اس آدمی کا کہنا تھا کہ ولی حیدر بنا میری جانب دیکھے باہر کی جانب چل
دیا اور میں۔۔۔۔ میرا سکتا جیسے ٹوٹ گیا۔۔۔

"ولی۔۔۔ولی۔۔۔ولی میں تمھاری بیوی ہوں۔۔۔تمھارے نکاح میں ہوں خدا کے لیے مجھے یہاں چھوڑ کر مت جاؤ۔۔۔یہ یہ لوگ کون ہے۔۔۔یہ کون ہیں ولی۔۔۔ولی مجھے میرے ماما پاپا کے پاس جانا ہے ولی۔۔۔" میں اس کے قدموں سے لپٹ گئی تھی ارد گرد کھڑے خوفناک شکلوں والے آدمی مجھے بری طرح گھور رہے تھے۔۔۔میں زار و قطار رو رہی تھی ولی کے قدموں میں گرے اسے اللہ رسول کے واسطے دے رہی تھی۔۔۔مگر وہ تو جیسے پتھر کا ہو چکا تھا۔۔۔وہ سامنے دیکھتا چلتا جا رہا تھا اور میں اسکے ساتھ گھسیٹتی جا رہی تھی سب کھڑے مجھ پر ہنس رہے تھے۔۔۔

"ولی میں تمھارے نکاح میں ہوں۔۔۔" میں نے مضبوطی سے اسے پکڑ لیا کہ اچانک وہ رکا اس نے مجھے اٹھایا۔۔۔میں بہت آس بہت امید سے اسے دیکھنے لگی "میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔۔۔طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں۔۔۔اب تم میری نہیں انکی ہو سمجھی۔۔۔چار دن میں نے حلال عیاشی کر لی۔" وہ یہ بول کر مجھے دھکا دے کر تیزی سے وہاں سے نکل گیا اور اس کرسی پر بیٹھے آدمی نے مجھے بالوں سے پکڑ لیا اور یہ صدمہ اتنا بڑا تھا کہ اگلا پورا ہفتہ مجھے کوئی ہوش نہیں رہا مجھے کس نے مارا کس نے میری عزت لوٹی۔۔۔کچھ معلوم نہیں۔۔۔وہ جا چکا تھا۔۔۔مجھے درندوں کے حوالے کر کے وہ جا چکا تھا ہمیشہ کے لیے۔۔۔

پھر۔۔۔پھر نا جانے کہاں سے ایک دن انکی قید میں موجود آدمی آیا۔۔۔آدمی نہیں فرشتہ۔۔۔معلوم نہیں کیوں اور کس احساس کے تحت اس نے مجھے وہاں سے بھگایا۔۔۔اگر وہ ایسا نہ کرتا تو آج صبح ہوتے ہی مجھے ترکی میں موجود بہت بڑے گروہ کے ہاتھ بچ دیا جاتا جو لڑکیوں سے دھندا کرواتے بلکہ انکی ویڈیوز بھی بنا کر بیچتے ہیں۔۔۔خیر شاید ماما کی دعائیں تھی کہ اس لڑکے نے مجھے وہاں سے آزاد کرایا۔۔۔اسکے بعد۔۔۔رمشانے وہاں سے یہاں تک پہنچنے کا تمام واقعہ سنایا۔۔۔وہ یہ سب بتاتے ہوئے جس اذیت اور تکلیف میں مبتلا تھی وہ وہاں بیٹھے ان تینوں نفوس نے ہی محسوس کی تھی۔

سردار عزیز پہنچ چکا تھا رمشا کی ساری بات سننے کے بعد وہ کچھ نابول پایا۔۔۔

کیا کچھ نہیں ہو رہا ہمارے ملک میں اور ہم بے بس بیٹھے ہیں۔۔۔سردار عزیز سوچ کر رہ گیا۔۔۔

"ولی نے مجھے برباد کر دیا۔۔۔۔۔" رمشارونے لگی تھی نور اور آصف لودھی ابھی نہیں پہنچے تھے۔۔۔۔۔
 "تم فکر نہ کرو اب وہ لوگ نہیں بچ سکیں گے۔۔۔۔۔ تم تمہیں وہ جگہ یاد ہے۔۔۔۔۔ جہاں سے تم بھاگی۔۔۔۔۔"
 "سردار عزیز بولا۔۔۔۔۔"

"صادق پور۔ اس گاؤں کے لوگوں نے مجھے یہاں پہنچایا اس سے کافی پیچھے جنگل کی جانب۔" رمشابولی
 "اس آدمی کا حلیہ بتا سکتی ہو رمشا۔۔۔۔۔" سردار عزیز سوال کر رہا تھا
 "ولی کی تو تصویر ہوگی ہمارے گھر۔۔۔۔۔ دوسرا آدمی دیکھنے میں قطعی ایسا نہیں لگتا مگر درحقیقت وہ پاگل ہے
 نفسیاتی مریض لگتا ہے۔۔۔۔۔ وہ دوہری شخصیت رکھتا ہے لیکن جب اس کا دماغ خراب ہوتا ہے تو وہ بہت بری
 طرح سب پر تشدد کرتا ہے۔۔۔۔۔" رمشا کپکپا رہی تھی

سردار عزیز نے علاقائی پولیس بلوائی تھی اپنے ڈی ایس پی دوست ندیم کو بھی بلوالیا جسکی ہدایات کے مطابق
 یہ بات کس اور کے علم میں نہ آئے۔۔۔۔۔

وہ رمشا سے ساری معلومات جمع کرنے کے بعد اپنی ٹیم تشکیل دے کر وہاں بھیج چکا تھا۔۔۔۔۔
 رمشانے ٹکلتے ہوئے جو سمجھداری کا کام کیا اس نے اپنے دوپٹے کی پٹیاں باندھ دی جو اس جگہ تک پہنچنے
 میں انتہائی معاون ثابت ہوئی راتوں رات اس جگہ کی کھوج لگائی گئی تھی
 "مبارک ہو عزیز۔۔۔۔۔" رمشانے ہمیں صحیح جگہ پہنچا دیا۔۔۔۔۔ جیسے اس نے بتایا وہی جگہ وہاں موجود
 ہے۔۔۔۔۔ بظاہر سناٹا ہے مگر اندر کچھ نا کچھ ہے۔۔۔۔۔ "ندیم کوفون آچکا تھا۔۔۔۔۔"

"کیا۔۔۔۔۔ مطلب وہ گروہ یہاں ہی ہے۔۔۔۔۔" سردار عزیز کو یقین نہ آیا
 "بالکل ہمیں ٹکلتا ہوگا۔۔۔۔۔ آئی ایس آئی کی ٹیم بھی پہنچتی ہوگی۔۔۔۔۔" ندیم کہہ کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ
 گیا پولیس کی مزید دو گاڑیاں تیار کھڑی تھیں۔۔۔۔۔

نور اور آصف لودھی پہنچ چکے تھے رمشا کی حالت دیکھ کر ان دونوں کی حالت خراب ہو رہی تھی۔۔۔۔۔
 ایسے میں عروہ اور عاصم سب کو سنبھال رہے تھے۔۔۔۔۔

"کیا ہوا سردار صاحب۔۔۔۔۔" عاصم سردار عزیز کو یوں خاموش کھڑا دیکھ کر اس کے قریب آیا۔

"ہاں کچھ نہیں۔۔۔۔" سردار عزیر جیسے کسی گہری سوچ سے باہر نکلا تھا۔

"کوئی پریشانی ہے تو بتائیں۔۔۔۔" عاصم اسکو دیکھ کر بولا۔

"کچھ نہیں عاصم سوچ رہا ہوں یہی غور ہوگا جس نے میری آبی کو اغوا کیا تھا۔۔۔۔ جنگی بدولت وہ آج بھی دہنی دباؤ کا شکار ہے۔۔۔۔ دعا کرو یہی ہو۔۔۔۔ میں اپنے ہاتھوں سے ایک ایک کو ختم کرونگا۔۔۔۔ اپنی آبی سے کیا گیا وعدہ نبھاؤں گا۔۔۔۔" وہ شدید غصے میں تھا۔

"چلیں میں بھی چلتا ہوں ساتھ۔۔۔۔" عاصم اور عزیر بھی ڈی ایس پی ندیم کے ساتھ اسکی گاڑی میں بیٹھ گئے۔۔۔۔ اب انکار خ صادق پور کی جانب تھا۔

☆.....☆.....☆

"آج سب کو بلا لے۔۔۔۔ بچے سارے میری نظروں کے سامنے ہونے چاہیے۔۔۔۔" حاجی سائیں بی بی سائیں کو دیکھتے ہوئے بولے

"خیر تو ہے نا حاجی سائیں۔۔۔۔" بی بی سائیں تسبیح پڑھ رہی تھیں۔

"دل گھبرا رہا ہے بہت شاید اپنی ساری اولاد کو دیکھ کر سنبھل جائے۔۔۔۔" حاجی سائیں سنجیدگی سے بولے

"تو سیدھا سیدھا بولے آتش اور عزیر کو بلالو۔۔۔۔" بی بی سائیں مسکرائیں۔

"ہاں تو اور کیا۔۔۔۔" حاجی سائیں بیڈ پر نیم دراز ہو گئے۔

"بیٹا اتنا یاد آ رہا ہے تو فون کر لیجیے۔۔۔۔" بی بی سائیں بولیں۔

"رات بہت ہو گئی ہے۔۔۔۔ صبح تو فون کر کے بلوالینا۔۔۔۔" حاجی سائیں کروٹ بدل کر لیٹ گئے۔۔۔۔

"وہ اچھی بچی ہے۔۔۔۔" حاجی سائیں بولے

"کون۔۔۔۔" بی بی سائیں کو حیرت ہوئی

"آتش۔۔۔۔" ہمارے عزیر نے پہلی بار کوئی اچھا فیصلہ کیا۔۔۔۔" حاجی سائیں بولے

"اچھا شکر ہے آپ مانے تو۔۔۔۔ ویسے مجھے اپنے بیٹے کی قابلیت پر ہمیشہ سے یقین رہا ہے۔۔۔۔" بی بی

سائیں مسکرائیں۔

"قابل تو تھا ہی۔۔۔ بس رستے سے ہٹ جاتا تھا۔۔۔ جب سے آبش اسکی زندگی میں آئی ہے وہ بہت دل لگا کر کام کر رہا ہے۔۔۔ اسکی بڑی اچھی رپورٹیں ملنے لگی ہیں مجھے لگ ہی نہیں رہا یہ میرا وہ ہی پتر ہے۔۔۔" حاجی سائیں مسکرائے تھے۔۔۔

بی بی سائیں نے تسلی سے آنکھیں موند لیں۔۔۔ ان دونوں کے چہرے پر سکون تھا انہیں کیا معلوم تھا یہ سکون کچھ ہی پل میں غارت ہونے والا تھا

☆.....☆.....☆

"یہ عزیر فون کیوں نہیں اٹھا رہا۔۔۔" ولید نا جانے کب سے عزیر کو فون ملا رہا تھا۔۔۔ مگر اسکا فون مسلسل بندل رہا تھا۔۔۔ رات کے 2 بجنے والے تھے یہ جانتے ہوئے وہ جلدی سو جاتا ہے نا جانے ولید کو کیا کھلکی ہوئی تھی جو وہ فون ملا رہا تھا

"اسکی بیوی کے نمبر پر ٹرائی کرتا ہوں۔۔۔" وہ اسی شش و پنج میں جلا آبی کے نمبر پر کال کرنے لگا۔۔۔ دوسری جانب آبش کڑوٹ پر کڑوٹ بدل رہی تھی۔۔۔ آنکھ لگتی اور پھر کھل جاتی اس پر عجیب گھبراہٹ سوار تھی۔۔۔

فون کی بیل پر وہ چونک گئی۔۔۔ وقت دیکھا تو رات کے دو بج رہے تھے۔۔۔ "یا اللہ خیر۔۔۔ عزیر تو نہیں کر رہے۔۔۔" اس نے ان فون نمبر کبھی نہیں اٹھایا تھا مگر آج جبکہ عزیر بھی فون کر سکتا تھا لہذا اس نے اٹھالیا۔

"ہیلو۔۔۔"

"عزیر کدھر ہے۔۔۔" دوسری جانب ولید کی آواز سن کر اسکے ہوش اڑ گئے۔

"معل۔۔۔ معلوم نہیں۔۔۔" اس نے نفرت سے فون دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"معلوم نہیں۔۔۔ گھر پر نہیں ہے وہ۔۔۔" ولید بولا

"نہیں۔۔۔ نہیں ہے معلوم مجھے۔۔۔" نا جانے کہاں سے اس میں اتنا حوصلہ آ گیا تھا

"کیسی بیوی ہو تم اپنے شوہر کا نہیں پتا تمہیں۔۔۔" وہ غصے میں بولا

"اور کیسے بھائی اور بیٹے ہو تم۔۔۔۔۔اپنے باپ اور بھائی کی عزت مٹی میں ملاتے ہوئے شرم نہیں آئی۔۔۔۔۔" وہ بھی مضبوطی سے بولی

"کیا بکواس کر رہی ہو لڑکی۔۔۔۔۔" سردار ولید کا دماغ گھوم گیا

"مجھے سب یاد آ گیا ہے سب سمجھ آ گئی ہے۔۔۔۔۔تم ہی ہونا جس نے مجھے اغوا کروایا تھا۔۔۔۔۔تم ہی ہو نا۔۔۔۔۔" آبلش بول رہی تھی اور ولید کو اپنی سماعتوں پر گویا یقین نا آیا تھا اسکے رنگ اڑ چکے تھے۔

"تمہارا بھائی۔۔۔۔۔بہت جلد تمہارا گریبان پکڑے گا۔۔۔۔۔حاجی سائیں دھکے دے کر تمہیں سلاخوں کے پیچھے کروائیں گے۔۔۔۔۔میں سب کو تمہاری اصلیت بتاؤں گی۔۔۔۔۔" اس سے پہلے وہ مزید بولتی فون بند ہو چکا تھا۔

سردار ولید کے پسینے چھوٹ گئے اگلا ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اس نے غلام دین کے نمبر پر فون کیا

"غلام دین عزیز کہاں ہے۔۔۔۔۔" اس نے غلام دین کو کچھ محسوس نا ہونے دیا۔

"صاحب۔۔۔۔۔وہ صاحب کو فیکٹری میں کچھ کام تھا آج رات وہاں ہی ہوں گے۔۔۔۔۔" غلام دین فون بند کر چکا تھا وہ بھی گہری نیند میں تھا۔

سردار ولید کچھ سوچ کر کسی کو فون کرنے لگا۔

☆.....☆.....☆

"اے صفدر یہ کیا ہو رہا ہے۔۔۔۔۔" گولیوں کی آواز سن کر وہ ادھیڑ عمر شخص اٹھ بیٹھا۔

"وقت آ گیا ہے۔۔۔۔۔وقت آ گیا ہے۔۔۔۔۔" صفدر خوشی سے اٹھ بیٹھا۔

"آندھیوں میں جلایا گیا دیا جل گیا اسی کی روشنی ہے یہ۔۔۔۔۔" نوجوان کی آنکھوں میں چمک تھی

"کوئی آندھی کونسا دیا۔۔۔۔۔پاگل ہو گیا ہے تو۔۔۔۔۔مجھے تو لگتا ہے موت کا وقت آ گیا ہے۔۔۔۔۔" وہ ادھیڑ عمر شخص خوفزدہ تھا۔

"مطلب۔۔۔۔۔وہ لڑکی جسے بھگایا تھا۔۔۔۔۔بچ گئی وہ۔۔۔۔۔اب سب رہا ہو جائیں گے۔۔۔۔۔سب کے

سب۔۔۔۔۔" صفدر خوشی سے جھوم اٹھا۔

"اسکے بچنے کا اس شور سے کیا تعلق۔۔۔۔۔" وہ تمللا اٹھا

"تعلق ہے۔۔۔ اس نے سب کو بتا دیا سب کو۔۔۔" "نوجوان عجیب مستی میں تھا

"کیا باہر پولیس آئی ہے۔۔۔ مگر پولیس بھی تو انکے ساتھ ملوث ہے۔۔۔" "وہ آدمی بولا

"میں نے کہا تھا طاقت کو طاقت ختم کر سکتی ہے۔۔۔ باہر صرف پولیس نہیں طاقت کھڑی ہے کوئی طاقت

ہے کوئی پہنچ ہے۔۔۔۔۔" صفدر پر امید تھا

"مطلب یہ دن ختم۔۔۔۔" "ادھیڑ عمر آدمی کے چہرے پر بہت عرصے بعد پر امید مسکان تھی

"کسی کا بھلا کر دو تو کیسے ممکن ہے خدا آپ کا بھلا نا کرے۔۔۔ رب پر یقین سے بڑی طاقت کوئی

نہیں۔۔۔" صفدر کی آنکھوں کی چمک لوٹ آئی تھی۔۔۔

ماحول میں شور بڑھ رہا تھا ہر طرف بھگدڑ مچی تھی انسانوں کے ساتھ کھیلنے والے مجرم اب پکڑے جانے کے

خوف سے لرز رہے تھے بدحواس ہو رہے تھے بوکھلاہٹ تھی جو ہر ایک پر طاری تھی۔۔۔۔

زمینی خدا اب اپنی گرفت کے ڈر سے کپکپا رہے تھے۔۔۔ وہ خداے واحد۔۔۔۔ وہ خدا جس کا کوئی شریک

نہیں جو نا کسی کی اولاد ہے نا اس کی کوئی اولاد۔۔۔ جو صرف نور ہے۔۔۔ جو جب چاہے جیسا چاہے کر سکتا

ہے۔۔۔ جو نیک بندوں کا مددگار ہے۔۔۔ جو ظلم کرنے والوں کی رسی کو ڈھیل ضرور دیتا ہے مگر۔۔۔ مگر جب وہ

ظالموں پر اپنی گرفت مضبوط کرتا ہے تو بڑے بڑے زمینی خداؤں کو پل بھر میں زمین بوس کر دیتا ہے جس کا قہر

برداشت نہیں ہوتا جسکے غضب کے آگے کسی کی مجال نہیں کوئی کھڑا رہ سکے۔۔۔۔ لیکن دوسری جانب وہ اپنے

نیک بندوں پر مہربان ہے اس کی رحمت ہر شے پر حاوی ہے۔۔۔ وہ کبھی انکو تنہا نہیں چھوڑتا وہ تو کل کرنے والوں کو

آزماتا ہے مگر تنہا نہیں چھوڑتا۔۔۔۔

اور ایسا ہی کچھ یہاں ہوا تھا۔۔۔ ظالم کو شکست ہوئی مظلوم کی فتح۔۔۔۔

☆.....☆.....☆

"آج میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔۔۔ آج اس آہش کی بجی کی جان لے لوں گا میں۔۔۔ کہیں اس نے

عزیر کو تو کچھ نہیں بتایا۔۔۔ نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔۔۔ عزیر سے صبح تو بات ہوئی۔۔۔ اس سے پہلے وہ عزیر کو

کچھ بھی بتائے میں اس کا خون پی جاؤں گا۔۔۔۔

جب اسکو اغوا کیا تب بھی ناجانے کیسے بھاگ گئی۔۔۔ اس کے بعد میرے ہی بھائی سے شادی کر لی میں نے برداشت کیا اب نہیں آتش بی بی اب تو، تو گئی۔۔۔ تو میرے بھائی کو کچھ نہیں بتا پائے گی۔۔۔ میں تجھے کچھ بتانے کے لیے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔۔۔۔۔ "وہ بری طرح گھبرایا ہوا کمرے میں ٹہل رہا تھا۔۔۔ کہ اس نے الماری کھول کر دراز میں سے اپنی پستول نکالی۔۔۔ اور تیزی سے باہر نکل گیا۔۔۔ اس بات کی پرواہ کیے بغیر کہ کوئی دروازے کے پیچھے کھڑا اس کی باتیں سن چکا تھا۔

☆.....☆.....☆

"اماں سائیں۔۔۔۔۔ اماں سائیں۔۔۔۔۔ بابا سائیں۔۔۔۔۔" رات گئے حاجی سائیں کے کمرے کا دروازہ بری طرح بجنے لگا

"اللہ خیر کرے۔۔۔۔۔ حاجی سائیں۔۔۔۔۔" بی بی سائیں تو سہم ہی گئیں۔

"آیا۔۔۔۔۔ آ رہا ہوں۔۔۔۔۔" حاجی سائیں نے فوراً سے بیشتر دروازہ کھولا تو آگے بدحواس سی سمعیہ کھڑی تھی

"پتر کیا ہوا۔۔۔۔۔ کیوں رو رہی ہے۔۔۔۔۔" حاجی سائیں۔۔۔۔۔ سمعیہ کی غیر ہوتی حالت دیکھ کر گھبرا گئے

"سمعیہ۔۔۔۔۔ کیا ہوا میرا بچہ۔۔۔۔۔" بی بی سائیں چادر لپیٹ کر باہر نکلی اور پسینے میں شرابور سمعیہ جو رو بھی رہی تھی آگے بڑھ کر اسکو اپنے ساتھ لگا لیا۔

حاجی سائیں نے بی بی سائیں کو دیکھا وہ دونوں ہی کچھ سمجھنے سے قاصر تھے

"زہرا۔۔۔۔۔ شانو۔۔۔۔۔ ادھر آؤ۔۔۔۔۔ دیکھو بہن کو کیا ہوا۔۔۔۔۔ اے ولید پتر۔۔۔۔۔" حاجی سائیں اونچی آوازوں

میں بولنے لگے۔۔۔۔۔ بی بی سائیں نے سمعیہ کو لاؤنچ کے صوفے پر بٹھایا حاجی سائیں نے لائٹس آن کر دیں

"کک کیا ہو گیا بھابھی۔۔۔۔۔" شانو بی بی بھاگتی ہوئی آئی اور اس کے قریب بیٹھ گئی

"سمعیہ۔۔۔۔۔ کیوں رو رہی ہو۔۔۔۔۔" زہرا بی بی بھی پریشان ہو گئیں

"مجھے لگتا ہے ڈر گئی ہے دیکھو کیسے کانپ رہی ہے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو رہے ہیں آیت الکرسی پڑھ کر

پھونکو۔۔۔۔۔" بی بی سائیں خود بھی سمعیہ کے ہاتھ پاؤں ملتے ہوئے آیت الکرسی پڑھ پڑھ کر پھونکنے لگیں۔۔۔۔۔

"سمعیہ میری بچی۔۔۔۔۔ کیا ہوا بتا مجھے۔۔۔۔۔" بی بی سائیں نے سمعیہ کی بری حالت دیکھتے ہوئے اسے

گروہ کے تمام افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔۔۔ گرفتار کرنے کے بعد انہیں نامعلوم مقام منتقل کرنے کے لیے لے جایا گیا۔۔۔ اب قید میں موجود لوگوں کو بازیاب کرا کر گاڑیوں میں بٹھایا جا رہا تھا۔۔۔ سردار عزیر نے وہاں بہت سے آنکھیں نم کر دینے والے مناظر دیکھے۔۔۔ جوان بوڑھے اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرتے باہر نکل رہے تھے۔۔۔ سب کی آنکھیں پر نم تھیں۔۔۔ سب کے لبوں پر خدا کا شکر تھا۔۔۔ حیرت انگیز طور پر کوئی بھی لڑکی فی الحال یہاں سے برآمد نہ ہوئی تھی۔۔۔ صرف بچپس یا تیس لوگ برآمد ہوئے تھے۔۔۔ مگر فوری تفتیش اور کارروائی سے پولیس اور آئی ایس آئی کی ٹیمیں بہت آگے تک ہا آسانی پہنچ سکتی تھی۔۔۔

"چھا گیا تو۔۔۔ چھا گیا۔۔۔ آج تیری وجہ سے تیرے یقین کی بدولت۔۔۔ یہ دن دیکھنا نصیب ہوا۔۔۔" ادھیڑ عمر شخص نے صدر کو سمجھ کر گلے لگا لیا اسکی آنکھیں اٹکبار تھیں وہ دونوں پولیس کی گاڑی میں بیٹھنے لگے جب صدر کی نظر سردار عزیر پر پڑی۔۔۔۔۔ "کیا۔۔۔ کیا ہوا کیوں رک گیا۔۔۔" وہ شخص اسے رکتا دیکھ کر بولا "میرے ساتھ آؤ۔۔۔" صدر اس شخص کا ہاتھ پکڑ کر سردار عزیر کی جانب چل دیا "عزیر۔۔۔۔۔" صدر نے سردار عزیر کے عقب سے آواز لگائی۔۔۔۔۔

حاصم اس نوجوان کو حیرت سے دیکھنے لگا۔۔۔۔۔ سردار جانی پہچانی آواز پر پلٹا تھا۔۔۔ سامنے کھڑے نوجوان اور ادھیڑ عمر شخص کو دیکھ کر وہ نوجوان کو غور سے دیکھنے لگا۔۔۔ بڑھی ہوئی داڑھی۔۔۔ پٹھا ہوا لباس۔۔۔ زخموں سے چور۔۔۔ لبوں پر نیم مسکان سجائے۔۔۔ نم آنکھیں لیے۔۔۔ وہ صدر تھا

"صدر۔۔۔۔۔ صدر۔۔۔" سردار عزیر کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا وہ جامہ ساکت آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہا تھا۔

"میں نے تمہیں کہا تھا نا طاقت کو طاقت ختم کرے گی۔۔۔ یہ ہے وہ طاقت۔۔۔۔۔" صدر نے ادھیڑ عمر شخص کو سردار عزیر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے آنکھوں میں خاص چمک لیے کہا۔ جس پر وہ سب ہی اسے حیرت سے مکنے لگے۔

"چلو تم دونوں بھی گاڑی میں بیٹھو۔۔۔۔۔" ایک کانٹیل صفدر اور اس شخص کے قریب آیا۔۔۔

"آپ جائیں۔۔۔۔۔ یہ میرے ساتھ جائیں گے۔۔۔۔۔" سردار عزیز نے ایک خوابناک سی کیفیت میں صفدر کی جانب چہرے سے اشارہ کرتے ہوئے کانٹیل کو کہا

"اور یہ تم چلو۔۔۔۔۔" وہ ادھیڑ عمر شخص کی جانب بڑھا

"یہ میرے بڑے بھائی ہیں یہ بھی میرے ساتھ ہیں۔۔۔۔۔" صفدر نے کانٹیل کے ساتھ جاتے شخص کا بازو پکڑ کر اپنے ساتھ کھڑا کر لیا

"صفدر تم۔۔۔۔۔" سردار عزیز کو یقین نہیں آ رہا تھا

"ہاں میں۔۔۔۔۔ میں صفدر مشتاق۔۔۔۔۔ زہرا بی بی کا شوہر۔۔۔۔۔ تمہاری بہن کا شوہر۔۔۔۔۔" صفدر کا اتنا کہنا تھا سردار عزیز نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگالیا۔۔۔۔۔

ساتھ کھڑا وہ شخص تو سب سمجھ گیا تھا۔۔۔۔۔ سمجھ تو عامم بھی گیا۔۔۔۔۔

"صفدر۔۔۔۔۔ تم یہاں۔۔۔۔۔ کیسے۔۔۔۔۔" سردار عزیز کی آنکھیں بھی بھیگ گئی تھیں اسکی بہن کا سہاگ اسکے سامنے تھا زندہ تھا۔۔۔۔۔ زہرا بی بی کے سلگتے دن رات سے وہ واقف تھا۔۔۔۔۔ اسکا یقین اسکا انتظار رائیگاں نہیں گیا تھا۔۔۔۔۔ اسکی محبت اسکی بہن کی محبت اسکے سامنے کھڑی تھی وہ اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ پایا تھا

"بہت لمبی کہانی ہے۔۔۔۔۔ بہت لمبی۔۔۔۔۔ زہرا کیسی ہے عزیز۔۔۔۔۔" صفدر بھی اپنی آنکھیں صاف کرتے ہوئے الگ ہوا۔

"زندہ ہے۔۔۔۔۔ تمہارے انتظار میں۔۔۔۔۔" سردار عزیز نے کہا

"یہ ان سے ملو۔۔۔۔۔ یہ رشتے میں تو ماموں سر لگتے ہیں مگر تعلق دوستوں جیسا ہے۔۔۔۔۔" سردار عزیز نے ساتھ کھڑے عامم کا تعارف کرانا مناسب سمجھا۔

"ماموں سر۔۔۔۔۔ مگر۔۔۔۔۔ بھابھی اور بچے۔۔۔۔۔ ٹھیک ہیں۔۔۔۔۔" صفدر کچھ سمجھا نہیں تھا اس نے عامم کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔

مچھڑتے موسم

"زیرینہ کو طلاق دے کر میں نے دوسری شادی کی ہے یہ میری بیوی کے ماموں ہیں۔۔۔۔۔ خیر یہ بھی لمبی کہانی ہے۔۔۔" سردار عزیز مسکرایا تھا

"آپ سے مل کر خوشی ہوئی رب کا شکر ہے اس نے آپ لوگوں کو ملوادیا۔۔۔۔۔" حاصم صفدر سے ملتے ہوئے بولا۔

"اس لڑکی کا بھی شکر جس نے میری محنت کا میری مدد کا صلہ دیا۔۔۔ جسکی بدولت آپ لوگ یہاں تک پہنچ سکے۔۔۔۔۔" وہ مسکرایا تھا

"اس لڑکی کو تم نے بھگایا تھا۔۔۔۔۔" عزیز چوٹا

"ہاں۔۔۔۔۔ یقیناً اس نے ہی تم لوگوں کو یہاں کی خبر کی ہوگی۔۔۔۔۔" صفدر بولا

"جی ہاں وہ میری سالی ہے۔۔۔۔۔" سردار عزیز بولا

"کیا۔۔۔۔۔" وہ ادھیڑ عمر شخص اور صفدر ششدر سے رہ گئے

"اسکے ساتھ تو بہت۔۔۔۔۔ برا۔۔۔۔۔" صفدر آگے بول ناسکا

"جانتا ہوں۔۔۔۔۔" سردار عزیز سر جھکا گیا

"یہ میرے بھائی ہیں عمر فاروق۔۔۔۔۔ قید میں جب جب مجھ پر تشدد ہوتا یہ ہی میرے زخموں پر مرہم رکھتے رہے۔ انکا اس دنیا میں میرے علاوہ کوئی نہیں۔۔۔" صفدر نے بات گھما کر ساتھ کھڑے شخص کا تعارف کروایا۔

"صفدر۔۔۔۔۔ یہ سب کیسے تم یہاں تک کیسے پہنچے۔۔۔۔۔ تم تو۔۔۔۔۔" سردار عزیز دوبارہ اسی سوال پر آگیا۔

"سردار ولید عباس تمہارا ہی بھائی ہے نا۔۔۔۔۔" عمر فاروق نے پہلی بار انکی گفتگو میں حصہ لیا۔۔۔۔۔

"جی۔۔۔۔۔" سردار عزیز نے عجیب سے نظروں سے اس شخص کو دیکھا تھا۔۔۔۔۔

"عزیز۔۔۔۔۔ یہ ایک بہت بڑا گروہ ہے جس میں ملکی وغیر ملکی سیاسی شخصیات بھی ملوث ہیں۔۔۔۔۔ یہ صرف ایک نیٹ ورک نہیں یہ بہت سے جرائم کا جال ہے جو نا جانے کہاں کہاں تک پھیلا ہوا ہے۔۔۔۔۔ سمجھ لو یہ تو صرف ایک براؤنچ تھی جہاں تک تم لوگوں کی رسائی ممکن ہوئی ہے۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔ اور اس براؤنچ کا سربراہ۔۔۔۔۔" صفدر بولتے بولتے رک سا گیا۔

"بولو۔۔۔ رک کیوں گئے۔۔۔۔۔" سردار عزیر اسے بغور سن رہا تھا۔۔۔۔۔ عاصم گاڑی سے پانی کی بوتل لینے چلا گیا۔

"اور اس گروہ کا اس برانچ کا سربراہ کوئی اور نہیں تمہارا اپنا بھائی۔۔۔۔۔ سردار ولید عباس ہے۔۔۔۔۔" صفدر نے اسکی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا

"ہاں۔۔۔۔۔ کیا۔۔۔۔۔" سردار عزیر ایک لمحہ کے لیے تو اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔

"ہاں عزیر ولید ہی ہے۔۔۔۔۔ جو انسانی سنگٹنگ کا دھندا کرتا ہے جو کم سن لڑکیوں کو اپنی اور اپنے خاص آدمیوں کی ہوس کا نشانہ بنانے کے بعد باہر ممالک بھیج دیتا ہے۔۔۔۔۔ جہاں وہ ہمیشہ کے لیے ایسی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں یہ ہی نہیں نو جوان لڑکوں کے ساتھ بھی کچھ یہی معاملات ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ اور یہ سب تمہارے بھائی کی نگرانی میں ہوتا ہے۔۔۔۔۔ جوان اور خوبصورت لڑکیوں کی نشاندہی ولید عباس کرتا ہے۔۔۔۔۔ اور کچھ ناکر سکے تو مار دیتا ہے۔۔۔۔۔" صفدر بول رہا تھا اور سردار عزیر کے حواس جیسے سن ہو چکے تھے۔۔۔۔۔ وہ پیچھے درخت سے جا لگا تھا۔۔۔۔۔

"سردار صاحب آپ کا یہ فون گاڑی میں مسلسل بج رہا تھا دیکھیے کس کا فون ہے اس وقت۔۔۔۔۔" عاصم جو پانی کی بوتل لینے گیا تھا ایک ہاتھ میں پانی کی بوتل پکڑے دوسرے ہاتھ سے موبائل سردار عزیر کے آگے کیے کھڑا تھا سردار عزیر کی حالت دیکھ کر اسے سخت تشویش ہوئی

"ہیلو۔۔۔۔۔" اس نے جلدی سے موبائل پکڑ کر آن کیا اپنے خشک ہوتے گلے کو تھوک نکل کر بولنے کے قابل کیا

"عزیر۔۔۔۔۔ عزیر۔۔۔۔۔ تو آؤش کے پاس ہے نا۔۔۔۔۔ آؤش کے پاس ہے نا تو۔۔۔۔۔" بی بی سائیں رو رہی تھیں انکی آواز کپکپا رہی تھی

"نن نہیں۔۔۔۔۔ اماں سائیں کیوں۔۔۔۔۔ کیوں خیریت۔۔۔۔۔" وہ آؤش کے نام پر فوراً سیدھا ہوا تھا۔

"ولید۔۔۔۔۔ پستول لے کر آبی کو قتل کرنے کے لیے نکل پڑا ہے عزیر۔۔۔۔۔ عزیر ولید ہی۔۔۔۔۔ وہ اسے مار دے گا تو کدھر ہے۔۔۔۔۔ عزیر۔۔۔۔۔" بی بی سائیں کے الفاظ نہیں تھے کوئی ہم تھا جو سردار عزیر کے سر پر گرا

تھا۔۔۔ اسکی زمین گھوم گئی۔۔۔ آسمان جیسے پھٹ کر اسکے کندھوں پر آن گرا تھا۔۔۔ فون اسکے ہاتھ سے گر چکا تھا۔
 "عزیر۔۔۔ عزیر۔۔۔ کیا ہوا۔۔۔ کیا ہوا۔۔۔ بولو کچھ۔۔۔" صمد نے آگے بڑھ کر اسے سنبھالا۔۔۔
 "سردار صاحب۔۔۔ پانی پے۔۔۔" عاصم نے پانی کی بوتل اسکے لبوں سے لگائی جو وہ غٹا غٹ
 ساری پی گیا۔۔۔

"ہمیں اسی وقت لکھنا ہوگا۔۔۔ ولید آتش کے پاس جا رہا ہے۔۔۔" عاصم یہ چابی پکڑو گاڑی چلاؤ جتنا
 تیز ہو سکے۔۔۔ ہمیں ابھی اسی وقت ملتان پہنچنا ہے۔۔۔ صمد تم۔۔۔" سردار عزیر اسے دیکھ کر رکھا تھا
 "انکو ہمارے گھر بھیج دیں۔۔۔" عاصم بولا
 "ٹھیک ہے۔۔۔ بات سنو انکو میرے سرال چھوڑو ملکہ پور۔۔۔" عزیر نے کانشیبل کو کہا اور خود گاڑی
 میں جا بیٹھا۔۔۔

"پریشان نا ہونا میں گھر فون کر کے آپ کے بارے میں اطلاع کر دوں گا۔۔۔" عاصم نے بھی تسلی دی
 "ٹھیک ہے دھیان سے۔۔۔" صمد نے اسکا کندھا تھپتھپایا۔
 وہ دونوں گاڑی میں بیٹھے عاصم گاڑی اڑاتے ہوئے لے گیا۔

☆.....☆.....☆

"عزیر آپ کیوں نہیں سمجھ رہے مجھے آپ کے بھائی پر جھوٹا الزام لگا کر سوائے آپ کی نظروں میں ذلیل
 ہونے کے اور کیا مل سکتا ہے۔۔۔ میں ایسا جھوٹ کیوں بولوں گی۔۔۔"
 آتش کی آواز اسکے کانوں میں گونج رہی تھی۔۔۔
 "آتش۔۔۔ تم مجھے اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہی۔۔۔ تمہیں سمجھ نہیں آ رہی۔۔۔ تم کس انسان پر ایسا
 گھٹیا الزام لگا رہی ہو۔۔۔"

فلپش بیک میں اسے اپنی آواز سنائی دی تھی
 "میں اپنے ہوش و حواس میں کہہ رہی ہوں عزیر۔۔۔ سردار ولید عباس مجرم ہے وہ اس گھناؤنے کھیل میں
 ملوث ہے جو نا جانے کب سے کھیلا جا رہا ہے۔۔۔"

" اس پریشانی کو ختم کرنے کا موقع مجھے دو میں ہوں نا تمہاری ساری الجھنیں سلجھانے کے لیے۔۔۔ مجھ پر بھروسہ نہیں ہے تمہیں۔۔۔؟؟؟؟"

" یقین ہے بھروسہ ہے۔۔۔ خود سے زیادہ ہے عزیر۔۔۔ اس لیے آپ کو آپکا وعدہ یاد کروا رہی ہوں۔۔۔ انصاف کا تقاضا کر رہی ہوں۔۔۔ مجرم آپ کے سامنے ہے عزیر آپ کا اپنا بھا۔۔۔ اس سے پہلے وہ آگے بولتی سردار عزیر نے انتہائی سرخ ہوتی آنکھوں سے آبش کو دیکھا۔۔۔

" بس ایک اور لفظ نہیں۔۔۔ تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا خدا کی قسم زندہ زمین میں گاڑ دیتا اسکو۔۔۔" وہ گاڑی کے جھٹکے پر واپس ہوش میں آیا تھا۔۔۔ اسکی آنکھوں میں آنسو واضح تھے۔۔۔ آبش مجھے معاف کر دو آبش۔۔۔

" کیوں نہیں کیوں نہیں میں سمجھ سکا وہ مجھے کہتی رہی۔۔۔ مگر میں نے اسکی ایک ناسنی۔۔۔۔۔" وہ دل ہی دل میں بول رہا تھا

وہ مسلسل آبش کے نمبر پر کال کر رہا تھا شاید وہ سوئی ہوئی تھی اور فون غلام دین کا بند تھا اکثر بیٹری ڈیڈ ہونے کے باعث اسکا فون بند ہی رہتا تھا۔۔۔

" شٹ۔۔۔۔۔" اس نے زوردار مکاڈیش بورڈ پر رسید کیا " سردار صاحب سنبھالیں خود کو۔۔۔۔۔" عاصم اسکی تکلیف پر بولا

" بات اپنی ہوتی تو سنبھال بھی لیتا بات میری جان پر بن آئی ہے۔۔۔ میری آبش پر جسے چھپا کر رکھنے کی قسم کھائی تھی۔۔۔ آج اسے کچھ بھی ہو گیا تو میں۔۔۔ میں خود کو شوٹ کر دوں گا۔۔۔۔۔" سردار عزیر بار بار اپنی آنکھیں صاف کر رہا تھا۔

" ندیم صاحب کیا کہتے۔۔۔۔۔" عاصم نے اسکا دھیان ہٹانا چاہا " وہ بھی ہمارے پیچھے ہے۔۔۔۔۔ صندرا انکے ساتھ ہی آرہا ہے۔۔۔۔۔" وہ سائیڈ مرر پر دیکھتے ہوئے بولا۔

ایک بار پھر آبش کے الفاظ اسکو ہر سوسنائی دے رہے تھے " انصاف۔۔۔۔۔ اس گروہ کے لوگوں کو انجام تک پہنچا کر آپ مجھے انصاف دلا سکتے ہیں۔۔۔۔۔؟ سردار

ولید کی گرفت ہو سکتی ہے۔۔۔ کیا سردار ولید کا اصل چہرہ بے نقاب کرنے میں آپ میرا ساتھ دے سکتے ہیں؟
"تم پھر شروع ہو گئیں۔۔۔۔۔" وہ اسے دیکھنے لگا

"جب مجرم آپ کے سامنے ہو تو آپ کیسے چپ رہ سکتے ہیں۔۔۔۔۔ کیسے آنکھوں دیکھا کانوں سنا جھٹلا سکتے ہیں۔۔۔۔۔ وہ مجرم ہے عزیز۔۔۔ آپکا بھائی مجرم ہے صرف میرا نہیں نا جانے کتنے معصوم بے گناہ لوگوں کا مجرم۔۔۔۔۔ میرا یقین کریں۔۔۔۔۔" وہ اسکے قریب آ کر اسکا بازو پکڑنے لگی جب اس نے بری طرح اسکا ہاتھ جھٹک دیا

"دور ہو جاؤ مجھ سے سبھی۔۔۔ دور ہو جاؤ۔۔۔ تمہیں معلوم بھی نہیں تم کس شخص کے بارے میں بات کر رہی ہو۔۔۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں اسکا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ جو کہو گی جیسے کہو گی وہ مان لوں گا۔۔۔۔۔" سردار عزیز سخت لہجے میں بولا

"محبت۔۔۔۔۔ صرف محبت نہیں آپ نے کہا تھا اعتبار ہوتا ہے محبت میں۔۔۔۔۔ تو اب اتنی بے اعتباری کیوں؟ جب بات آپ کے بھائی کی آئی تو اعتبار کہاں گیا۔۔۔ کیوں آپ میرے کہنے پر اپنے بھائی کی تفتیش نہیں کروا رہے کیوں نہیں اس آدمی کی زندگی کو ٹٹول رہے جو نا جانے کب سے آپ سب کی آنکھوں میں دھول جھونک رہا ہے۔۔۔۔۔" وہ بھی اپنے موقف پر ڈٹ گئی تھی

"آبی۔۔۔۔۔ آبی دفع ہو جاؤ یہاں سے۔۔۔۔۔ مجھے تمہاری یہ فضولیات نہیں سننی سبھی۔۔۔۔۔ پاگل تم ہو میں نہیں۔۔۔ اس سے پہلے میں کسی سخت رد عمل کا اظہار کروں دفع ہو جاؤ۔۔۔۔۔" وہ اسے بازو سے پکڑ کر اندر کی طرف دھکا دیتے ہوئے بولا۔۔۔۔۔

وہ بری طرح فرش پر گر گئی تھی۔۔۔۔۔

سردار عزیز بری طرح تڑپ رہا تھا یہ ڈیڑھ دو گھنٹے کا سفر صدیوں پر محیط ہو چکا تھا اس نے دوبارہ اللہ کا نام لے کر کال ملائی۔۔۔۔۔

"ہیلو۔۔۔۔۔" آبلش کی نیند میں ڈوبی آواز سن کر وہ سیدھا ہوا تھا

"آبی۔۔۔۔۔ آبلش۔۔۔۔۔" سردار عزیز کی آنکھوں میں آنسو آ گئے

"جی عزیر۔۔۔ آپ ٹھیک ہیں۔۔۔۔۔" وہ تابعداری سے بولی

عزیر کا دل کیا وہ اڑ کر اسکے پاس پہنچ جائے اور اسے خود میں چھپالے

"آبی دیکھو۔۔۔۔۔" وہ بولنے ہی والا تھا کہ فون میں سے گاڑی کے ہارن کی آوازیں آنے لگی

"آپ آگئے۔۔۔ اس لیے فون کیا تھا فون رکھیں میں ابھی آتی ہوں۔۔۔۔۔" وہ ہارن کی آواز سن کر کبھی عزیر

کیا وہ فون رکھ چکی تھی

"نہیں نہیں۔۔۔۔۔ نہ نہیں۔۔۔۔۔ آبی۔۔۔۔۔ آبی دروازہ نا کھولنا۔۔۔۔۔ آہش۔۔۔۔۔" وہ زور زور سے

چلانے لگا تھا۔۔۔۔۔

"عاصم تیز چلا دیار۔۔۔۔۔ فل سپیڈ پر کرو۔۔۔۔۔" سڑکیں خالی تھیں وہ تیزی چلا رہا تھا مگر گاڑی کو جہاز

نہیں بنا سکتا تھا۔

سردار عزیر مسلسل فون ملا رہا تھا مگر وہ نہیں اٹھا رہی تھی۔۔۔۔۔

"آہش۔۔۔۔۔ آہش دروازہ مت کھولنا۔۔۔۔۔" سردار عزیر موبائل فون اپنے ماتھے سے لگا کر بری طرح

ترپ رہا تھا۔۔۔۔۔

"بس پندرہ منٹ میں پہنچ رہے ہیں۔۔۔۔۔" عاصم نے اپنے تئیں ہی تسلی دی دل تو اس کا بھی تیزی سے

دھڑک رہا تھا

☆.....☆.....☆

"غلام دین۔۔۔۔۔ غلام دین اٹھو گیٹ کھولو صاحب آگئے ہیں۔۔۔۔۔" آہش نے کوارٹر کے دروازے سے

مسکراتے ہوئے آواز لگائی۔۔۔۔۔ اور خود اندر چلی گئی۔۔۔۔۔

"مجھے معلوم تھا عزیر آپ اپنی آبی کے بغیر نہیں رہ سکتے۔۔۔۔۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑی ہو کر اپنے

ہال کھولنے لگی عزیر کو اسکے کھلے بال بے حد پسند تھے۔۔۔۔۔ عزیر کی پسند کی نوڈ رنگ کی لپسٹک لگا کر اس نے شیشے

میں خود کو دیکھا۔۔۔۔۔ اور ایک نظر دیوار پر لگی اپنی اور عزیر کی تصویر کو دیکھا۔۔۔۔۔ ایک بہت پیاری مسکان اسکے

لبوں پر سج گئی۔۔۔۔۔

"غلام دین نے گیٹ کھولا تو وائٹ ہیڈ لائٹس میں اسکی آنکھیں چندھیا گئیں۔۔۔ سردار عزیر کی اور سردار ولید کی گاڑیاں ایک جیسی ہی تھیں۔۔۔ گاڑی اندر داخل ہوئی۔۔۔ غلام دین جیسے ہی گیٹ لاک کر کے مڑا۔۔۔ سردار ولید کو دیکھ کر اسکے پیروں تلے زمین نکل گئی۔۔۔

"آپ۔۔۔ اس وقت۔۔۔" وہ ولید کے آگے آن کھڑا ہوا۔۔۔

"تمہیں کوئی تکلیف۔۔۔؟ عزیر ابھی تک نہیں آیا۔۔۔" وہ عزیر کی گاڑی نا دیکھ کر بولا

"بس آتے ہی ہوں گے۔۔۔" غلام دین کے سینے چھوٹ رہے تھے

"اسکی بیوی۔۔۔ وہ کدھر ہے۔۔۔" ولید ٹی وی لائونج کے دروازے کی جانب دیکھتے ہوئے بولا

"وہ سو۔۔۔ سو رہی ہیں۔۔۔" غلام دین بولا۔۔۔

"ہو تم راستے سے۔۔۔" ولید اسے گھورا

"معافی صاحب مگر آپ اندر نہیں جاسکتے۔۔۔" غلام دین ڈٹ کر دروازے کے آگے کھڑا ہو گیا۔۔۔

"تو۔۔۔ تو مجھے روکے گا تو۔۔۔ دو ٹکے کا ملازم۔۔۔" ولید نے پھل نکالا اور گولی سیدھا غلام دین

کے سینے میں پیوست کر دی۔۔۔

"باہر آتی آتش جیسے اپنی جگہ پر قہم گئی۔۔۔" غلام دین اسکی نظروں کے سامنے گرا تھا۔۔۔ اسکے گرتے

سامنے کھڑا سردار ولید مکروہ ہنسی ہنس رہا تھا۔۔۔

"آتش کے پاؤں جیسے زمین نے جکڑ لیے آواز جیسے حلق میں پھنس گئی۔۔۔

"غلام دین۔۔۔ غلام دین۔۔۔ غلام۔۔۔ دین۔۔۔ اٹھو۔۔۔" وہ غلام دین کا سراپنی گود

میں رکھ کر رونے لگی

"ظالم۔۔۔ اے ظالم انسان۔۔۔ اس بے قصور کو تو بخش دیتے اسکے باپ دادا نے تم لوگوں کے ہاں

برسوں نوکریاں کی ہیں۔۔۔" وہ یکدم اونچی آواز میں دھاڑی تھی۔۔۔

"تیری تو۔۔۔ کتنی کتنی۔۔۔ ڈھیٹ ہے تو۔۔۔ تو کیسی کتنی چیز ہے تو۔۔۔ وہاں سے بھی فرار ہو

گئی۔۔۔ تو نے میرا تباہ نقصان کرایا۔۔۔ اب تو ہم بھائیوں کے بیچ تعلقات خراب کرنا چاہتی ہے۔۔۔ تو

سچ بتائے گی نا۔۔۔۔۔" وہ آبش کو بالوں سے گھسینا ہوا کمرے میں لے گیا اب وہ بری طرح اسے پیٹ رہا تھا۔۔۔
 "تجھ سے تو بہت سے پرانے حساب ہیں آج سب کھیر کروں گا یہ بول کر وہ ارد گرد کوئی چیز تلاش کرنے لگا۔۔۔۔۔ اس کے ہاتھ لکڑی کا ایک اسٹینڈ لگا۔۔۔۔۔

"بول کیا بتائے گی تو۔۔۔۔۔ بول۔۔۔۔۔" وہ کبھی ہنستا کبھی چلاتا۔۔۔۔۔
 "آبی تو بولنے لائق پہلے ہی نہ رہی تھی۔۔۔۔۔ پھر کچھ اسکے تھپڑوں نے اسے حواس سے بے گانہ کر دیا تھا۔۔۔۔۔ وہ اٹھ کر بھاگنے لگی۔۔۔۔۔

"عزیر۔۔۔۔۔ عزیر۔۔۔۔۔" وہ چلا رہی تھی مگر اسکی آواز اسکا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔۔۔۔۔
 "چیخ اور چیخ۔۔۔۔۔ آج تیری چیخیں سن کر مجھے بے حد سکون مل رہا ہے۔۔۔۔۔ سوچا تھا بھائی کی بیوی بن گئی ہے تو جان بخش دوں گا۔۔۔۔۔ مگر تیری وہ بہن وہ بھی تیری طرح۔۔۔۔۔ نکلی۔۔۔۔۔ وہ بھی بھاگ گئی ابھی تو جو خرچ اس پر ہوا اسکی وصولی بھی نا ہوئی تھی کہ وہ بھاگ گئی۔۔۔۔۔" وہ اسکے سامنے بیٹھتے ہوئے اسکو بالوں سے پکڑ کر بولا

آبش نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔۔۔۔۔ بہن مطلب۔۔۔۔۔ رمشا۔۔۔۔۔
 "کہاں ہے کہاں۔۔۔۔۔ میری بہن کدھر ہے۔۔۔۔۔ ذلیل انسان اسے کچھ ہوا تو میں تیرا خون پی جاؤں گی۔۔۔۔۔" آبش اس پر جھپٹی تھی

"بہت کچھ ہو گیا اب تو۔۔۔۔۔ اور بہت کچھ ہونا باقی تھا مگر۔۔۔۔۔ افسوس۔۔۔۔۔ وہ بھی تیری ہی بہن تھی تیری طرح ڈاچ دے گئی۔۔۔۔۔ بھاگ گئی۔۔۔۔۔" مگر تو اب ہاتھ لگی ہے۔۔۔۔۔

تجھے یاد ہے وہ رات جب ہماری گاڑی میں پانی ختم ہو گیا تھا تو نے پانی دیا اس دن سے تیرے پیچھے لگے ہیں میرے آدمی۔۔۔۔۔ شکر اس دن پیر عبد اللہ کے مزار پر تو میرے ہاتھ لگی۔۔۔۔۔ اتنی محنت کی۔۔۔۔۔ اتنی سب ختم کر دیا تو نے۔۔۔۔۔" وہ غصے سے کھڑا ہوا اور اس نے اسٹینڈ زور سے آبش کے سر پر دے مارا۔۔۔۔۔ وہ کھڑے ہوتے ہوتے بری طرح زمین پر گری۔

"آنکھوں کے سامنے نانی ماں۔۔۔۔۔ نور لودھی۔۔۔۔۔ عاصم ماموں۔۔۔۔۔ عروہ۔۔۔۔۔ غرض ساری ماضی

کی فلم جیسے دوبارہ سے چل پڑی تھی۔۔۔۔۔ وہ زمین پر ڈھسے گئی۔۔۔۔۔ تو کہانی یہاں ختم ہونی تھی۔۔۔۔۔ ظلم کی جیت ہونی تھی۔۔۔۔۔ میرا پیار ہار گیا میں ہار گئی۔۔۔۔۔ سردار عزیز خان۔۔۔۔۔ کاش تم یہاں ہوتے۔۔۔۔۔ کاش۔۔۔۔۔ مجھے آج بھی بچا لیتے۔۔۔۔۔ آج تمہاری آہش مر رہی ہے تم کہیں نہیں ہو۔۔۔۔۔

اس نے اٹھنے کی کوشش کی کہ ولید نے ایک اور بار اسٹینڈ اس پے دے مارا جس پر وہ اوندھے منہ زمین بوس ہو گئی۔۔۔۔۔ "اس نے بند ہوتی آنکھوں سے آخری بار ولید کو جیب سے پسل نکالتے دیکھا اسکے بعد وہ دنیا و مافیاء سے بیگانہ ہو چکی تھی۔۔۔۔۔ گولی کی زوردار آواز ماحول میں گونجی۔۔۔۔۔ یہ آخری گولی تھی۔۔۔۔۔ جسکے بعد صرف سناٹا تھا۔۔۔۔۔ صرف سناٹا۔۔۔۔۔

☆.....☆.....☆

سردار عزیز بھاگتا ہوا اندر آیا گولی کی آواز فضا میں بلند ہوئی۔۔۔۔۔ ہر کوئی اپنی جگہ پر جیسے جم گیا تھا۔۔۔۔۔ قیامت گزر گئی تھی یا برپا تھی کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا۔۔۔۔۔ گولی چلی ضرور تھی مگر سردار ولید کی پسل سے نہیں بلکہ حاجی سائیں کے پسل سے۔۔۔۔۔ جو سردار ولید کے سینے کو چیرتی ہوئی گزر گئی تھی۔۔۔۔۔

"سردار ولید نے بے یقینی سے حاجی سائیں کو دیکھا پسل اسکے ہاتھ سے چھوٹ کر گرا تھا۔۔۔۔۔ اسکے بعد حاجی سائیں نے پستول کی ساری گولیاں ولید کے سینے میں اتار دیں۔۔۔۔۔ اور چلتے ہوئے اسکے قریب آئے۔۔۔۔۔

"ہمیشہ کہتا تھا تو میرا فخر ہے۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔ مجھے کیا معلوم تھا تو تو معاشرے کا ناسور تھا صرف ناسور۔۔۔۔۔ تھو۔۔۔۔۔" حاجی سائیں نے کہا اور آہش کے اوپر جھکے اسے سیدھا کیا۔۔۔۔۔ سردار عزیز غلام دین کی لاش دیکھ کر ہی سکتے میں آچکا تھا۔۔۔۔۔ اندر آنے کی اس میں ہمت نہیں تھی۔۔۔۔۔

"عزیر۔۔۔۔۔ عزیر۔۔۔۔۔ آہش کی سانس چل رہی ہے فوراً اسے ہسپتال لے کے چلو خون بہت بہہ رہا ہے۔۔۔۔۔" حاجی سائیں نے آواز لگائی۔۔۔۔۔

☆.....☆.....☆

"سمعیہ۔۔۔۔۔ بری خبر ہے۔۔۔۔۔" زہرا بی بی کو فون پر اطلاع مل گئی جس پر وہ ناجانے کتنی دیر آنسو بہانے کے بعد سمعیہ کے کمرے میں آئی۔۔۔۔۔

"ولید بھائی کو بابا سائیں نے مار دیا۔۔۔۔۔" زہرا روتے ہوئے بتا رہی تھی

"اچھا کیا۔۔۔ اگر وہ ایسا کرتے تو میں خود اسے اپنے ہاتھوں سے مار ڈالتی۔۔۔" سمعیہ پتھر بنی بیٹھی تھی

"سمعیہ۔۔۔۔۔" زہرا حیران ہوئی

"محبت۔۔۔۔۔ محبت کی تھی میں نے اس سے۔۔۔۔۔ اف۔۔۔۔۔ مجھے اپنے وجود سے گھن آتی ہے ایسے انسان کے ساتھ میں کیسے رہی۔۔۔۔۔ دعا کرو میں بھی مر جاؤں۔۔۔۔۔" وہ رونے لگی

زہرا اسے دوا دے کر لٹا آئی۔۔۔۔۔ جیسے ہی وہ کمرے کا دروازہ بند کر کے نکلی۔۔۔۔۔ ٹی وی لاکھج میں کھڑے وجود کو دیکھ کر وہیں پر بت بن گئی۔۔۔۔۔

نا جانے کتنے لمحے صفدر کو دیکھنے میں گزر گئے اس نے اپنی خوبصورت آنسوؤں سے بھری آنکھوں کو رگڑا اور پھر صفدر کو دیکھنے لگی۔۔۔۔۔

"صفدر۔۔۔۔۔" وہ چھوٹے چھوٹے قدموں سے چلتے ہوئے اسکے قریب آئی۔۔۔۔۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر صفدر کے چہرے کو چھوا تھا اور پھر حیرت سے اپنے ہاتھ کو دیکھا۔۔۔۔۔ پھر دونوں ہاتھوں سے اس نے صفدر کا چہرہ تھام لیا

"صفدر۔۔۔۔۔" اسکے لبوں سے صرف ایک ہی لفظ ادا ہوا تھا۔۔۔۔۔

"زہرا۔۔۔۔۔ میری زندگی مجھے معاف کر دو۔۔۔۔۔ بہت انتظار کروایا تمہیں۔۔۔۔۔" صفدر نے اسے سینے سے لگا لیا۔۔۔۔۔ نا جانے کتنی دیر وہ بھر کی مسافتیں جو انہوں نے کاٹی تھیں ان پر آنسو بہاتے رہے۔۔۔۔۔ صدیوں کی مسافت ختم ہوئی تھی تو کل کی جیت ہوئی تھی۔۔۔۔۔ ظلم کو شکست فاش ہوئی تھی۔۔۔۔۔

"صفدر آپ کیسے۔۔۔۔۔" زہرا کے تمام سوال صفدر بخوبی جانتا تھا۔

"زہرا کبھی کبھی ایک ناسور کے ختم ہونے سے سب موسموں پر چھائے زوال ختم ہونے لگتے ہیں طوفان ختم جاتے ہیں۔۔۔۔۔ پھڑپھڑے ملنے لگتے ہیں۔۔۔۔۔ محبتیں امر ہونے لگتیں ہیں۔۔۔۔۔

ہر موسم کو چھڑنا ہوتا ہے۔۔۔۔۔

چھڑنا قدرت کا ایک قانون ہے۔۔۔۔۔ کسی کے جانے کسی کے آنے سے ہونے والی تبدیلیوں کا نام ہی تو

زندگی ہے۔۔۔۔۔

وہ زہرا بی بی کو سینے سے لگائے کھڑا تھا۔۔۔

☆.....☆.....☆

چھ ماہ بعد۔۔۔۔۔

رمشا آبش کے بال بنا کر اسے سوپ پلانے کے بعد اسکا منہ صاف کر کے آبش کے بیڈ کے قریب پڑے
سٹول پر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔

"ایک کہانی سنو گی آبش۔۔۔۔۔" رمشا نے آبش کے چہرے کی طرف دیکھا جو بالکل سپاٹ تھا۔۔۔
رمشا کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے۔۔۔۔۔

"مشو۔۔۔۔۔ سنبھالو خود کو۔۔۔۔۔" نورلودھی نے رمشا کے سر پر ہاتھ رکھا جو آبش کے بیڈ سے سرٹکائے رو
رہی تھی۔

"ماما سے کہیں نابولتی کیوں نہیں ہے۔۔۔۔۔" اسے کہیں مجھ سے بات کرے۔۔۔۔۔ میں اس سے بات کرنا
چاہتی ہوں بہت کچھ بتانا چاہتی ہوں۔۔۔۔۔ مجھے اپنی بہن سے نا جانے کتنے دکھ سکھ بیان کرنے ہیں مگر یہ کیسی
ضد پکڑے بیٹھی ہے۔۔۔۔۔ چھ ماہ ہو گئے ماما۔۔۔۔۔ یہ کیوں نہیں سنتی کیوں نہیں بولتی۔۔۔۔۔" رمشا نورلودھی
کے گلے لگ کر بری طرح رو پڑی تھی۔۔۔۔۔

آبش کے سر پر گہری چوٹ لگنے سے وہ موت کے منہ سے تو نکل آئی تھی مگر وہ کوما میں جا چکی تھی اور دوبارہ
کب نارمل ہو کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔۔۔۔۔ رمشا مستقل چھ ماہ سے اسکی دیکھ بھال کر رہی تھی۔۔۔۔۔ عزیز کے گھر
والے ہر شے کا خیال رکھ رہے تھے۔۔۔۔۔ حاجی سائیں نے شہر کے سب سے بڑے ہسپتال میں اسے داخل کروایا
تھا۔۔۔۔۔ بی بی سائیں غم سے نڈھال ہر وقت دعا میں مصروف رہتیں۔۔۔۔۔ نورلودھی آبش کو دیکھ دیکھ کر سانس
لیتیں ایک لمحہ کے لیے اسے اکیلا نا چھوڑتیں۔۔۔۔۔

"کیسے بولے اسے عادت ہے خاموش رہنے کی۔۔۔۔۔ شروع سے ہی بڑے بڑے دکھ خود میں سمو لیتی تھی
اب تو بہت بڑی ہو گئی ہے ناجویوں مستقل چپ لگائے بیٹھی ہے۔۔۔۔۔ رمشا تمہیں پتا ہے ثانی ماں سے ساری

باتیں کرتی تھی اور وہ بھی صرف آبی کو باتیں بتاتی تھیں کہیں تھیں آبی بہت بڑے پیٹ والی ہے جو بھی بتاؤ اپنے اندر رکھتی جائے گی۔۔۔۔۔ کبھی کچھ نہیں بولے گی۔۔۔ اب دیکھو جس ماں سے محبت کا دعوا کرتی تھی اس ماں کو رلا کر کتنے سکون سے لیٹی ہے۔۔۔ ماں تڑپ رہی ہے اسے کوئی احساس نہیں۔۔۔ نور لودھی روتے ہوئے بول رہی تھیں۔۔۔۔۔ میرا یہ دوپٹہ۔۔۔ نہیں چھوڑتی تھی۔۔۔ کہتی تھی امی آپ کی خوشبو آتی ہے تو سانس آتی ہے۔۔۔۔۔ نور لودھی نے اپنا دوپٹہ اسکے قریب کیا تھا۔۔۔

آنسو کے دو قطرے آبش کی آنکھوں سے نکلے تھے۔۔۔

”اگر آج یہ ناٹھی تو میں اسے ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔۔۔۔۔ یہ ماں ڈھونڈتی رہ جائے گی اور میں اسے نہیں ملوں گی۔۔۔“ نور لودھی مسلسل اپنے آنسو صاف کر رہی تھی رمشا کی آنکھیں بھی برس رہی تھیں۔

”میں جارہی ہوں رمشا۔۔۔ بتا دینا اسکو۔۔۔ نور مرگنی اسکے لیے۔۔۔۔۔“ نور کے یہ الفاظ بولنے تھے کہ آبش کا سانس اکھڑنے لگا۔۔۔

باہر کھڑے ڈاکٹر زجھٹ سے اندر آئے اور نور اور رمشا کو باہر جانے کا کہا۔۔۔

باہر نکلتے ہی نور لودھی پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔۔۔۔۔ آصف لودھی باہر ہی بیٹھے تھے۔۔۔

”ام۔۔۔۔۔ امی۔۔۔۔۔ امی۔۔۔۔۔ امی۔۔۔۔۔ ہا۔۔۔۔۔ امی۔۔۔۔۔“ پورے چھ ماہ بعد آبش کے منہ سے یہ الفاظ نکلے تھے۔۔۔ ڈاکٹر زکی کوشش کامیاب رہی تھی۔۔۔

”آپ کی امی یہاں ہی ہیں۔۔۔ کیا ہم آپ کی امی کو بلائیں۔۔۔۔۔ آبش کیا آپ ہمیں سن سکتی ہیں۔۔۔۔۔ آبش کی امی کو بلائیں۔۔۔۔۔“ ڈاکٹر زاسکو بلارہے تھے۔۔۔

”اسے لفظ ”امی“ کے علاوہ کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی۔۔۔

”آپ آبش ہیں۔۔۔۔۔ آپ کی امی کو بلائیں۔۔۔۔۔“ کافی دیر اسکا ٹریٹمنٹ چلتا رہا۔۔۔ اور بالآخر وہ

کو ما سے باہر آگئی پورے چھ ماہ بعد۔۔۔۔۔

”امی۔۔۔۔۔“ اس نے نور لودھی کو پکارا تھا

”انکی مدر کو بلائیں۔۔۔۔۔“ سینئر ڈاکٹر نے ہدایات دی

"مگر سراسر ابھی کیسے۔۔۔۔۔" سینئرز بولی اس طرح دوران ٹریٹمنٹ کسی کا اندر آنا ممنوع تھا
 "آپ بلائیں پلیز ماں سے بڑھ کر اسکی اولاد کے لیے کوئی ڈاکٹر نہیں۔۔۔" ڈاکٹر بولا
 "آبش۔۔۔۔۔" نور لودھی نے قریب آ کر آبش کا ماتھا چوما
 "ای۔۔۔۔۔ مجھے چھوڑ کر نہیں جائیں گی۔۔۔" آبش نے کہا تو بے ساختہ نور لودھی رو پڑیں
 "کبھی بھی نہیں کبھی بھی نہیں۔۔۔۔۔"
 کمرے میں موجود تمام سٹاف خوشی سے تالیاں بجانے لگا
 "مبارک ہو اب یہ ہر طرح کے خطرے سے باہر ہیں۔۔۔۔۔" ڈاکٹر زکیر کر جا چکے تھے۔

☆.....☆.....☆

"محبت۔۔۔۔۔ صرف محبت نہیں آپ نے کہا تھا اعتبار ہوتا ہے محبت میں۔۔۔۔۔ تو اب اتنی بے اعتباری
 کیوں؟ جب بات آپ کے بھائی کی آئی تو اعتبار کہاں گیا۔۔۔۔۔ کیوں آپ میرے کہنے پر اپنے بھائی کی تفتیش
 نہیں کروا رہے کیوں نہیں اس آدمی کی زندگی کو ٹوٹل رہے جو نا جانے کب سے آپ سب کی آنکھوں میں دھول
 جھونک رہا ہے۔۔۔۔۔" وہ بھی اپنے موقف پر ڈٹ گئی تھی
 "آبی۔۔۔۔۔ آبی دفع ہو جاؤ یہاں سے۔۔۔۔۔ مجھے تمہاری یہ فضولیات نہیں سننی سمجھی۔۔۔۔۔ پاگل تم ہو میں
 نہیں۔۔۔۔۔ اس سے پہلے میں کسی سخت رد عمل کا اظہار کروں دفع ہو جاؤ۔۔۔۔۔" وہ اسے بازو سے پکڑ کر اندر کی
 طرف دھکا دیتے ہوئے بولا۔۔۔۔۔
 وہ بری طرح فرش پر گری تھی۔۔۔۔۔
 "وہ لمبا سانس لے کر اٹھ بیٹھا تھا۔۔۔۔۔ مزار کے فرش پر لیٹے لیٹے ہر وقت آبش کی باتیں اسکے کانوں میں
 گونجتی رہتیں۔۔۔۔۔"

آخری بار غلام دین کی لاش اور آبش کو یوں خون میں لت پت دیکھ کر اسے شدید دھچکا لگا تھا۔۔۔۔۔
 پہلے اپنے بھائی کی اصلیت اس سے برداشت نہیں ہوئی تھی کہ غلام دین جو اسکا بچپن کا ساتھی تھا اسے یوں
 دیکھ کر وہ کچھ دیکھنے کے قابل تو ویسے ہی نہیں رہا تھا۔۔۔۔۔ مگر خون میں ڈوبا آبش کا وجود اٹھا کر وہ ہی ہسپتال بھاگا

تھا جہاں اسے فوری طور پر دس بوتلیں خون کی لگیں جن میں سے چار بوتلیں عزیر نے خود دیں۔۔۔ وہ اور بھی دینا چاہتا تھا مگر ڈاکٹرز نے اسکی ضد کی وجہ سے چار لیں ورنہ ایک شخص سے دو سے زیادہ بوتلیں تو وہ ویسے بھی نہیں لے سکتے۔۔۔ اس نے پانی کی طرح پیسا بہا چھوڑا مگر آبش کو کوما سے باہر نالاسکا۔۔۔ خود تو وہ ایک بار بھی آبش کے سامنے کھڑا نہ ہوا تھا وہ خود کو آبش کی اس حالت کا ذمہ دار سمجھتا تھا۔۔۔

دوسری جانب وہ ملزمان کو کڑی سے کڑی سزا دلوانے کے لیے بھی بھاگ دوڑ کرتا رہا۔۔۔۔۔ سردار ولید تو اپنے انجام کو پہنچا تھا۔۔۔۔۔ باقی سب ریمانڈ کے بعد اڈیا لہ بھجوا دیے گئے جن پر بہت سی دفعات بھی لگیں۔۔۔۔۔ روز اس کیس میں کوئی با اثر اور نامور شخصیات کے ملوث ہونے کی خبریں ملنے لگی تھیں۔۔۔۔۔ یہ کیس اب چلنے تھے اور اس جیسے نا جانے کتنے کیس یونہی چلتے ہیں اس ملک میں سزائیں بھی ہو جاتی ہیں اور پھانسیاں بھی لگ جاتی ہیں مگر جن جانول کا ضیاع ہو چکا جسکی عزتیں چھن چکی وہ کون واپس لاسکتا ہے کوئی نہیں۔۔۔۔۔ قاضی واجد کی بیٹی ابھی تک لا پتہ تھی۔۔۔۔۔ اور نا جانے کتنے لوگ۔۔۔۔۔

وہ جب تھک جاتا تو خاموشی سے پیر عبداللہ کے مزار پر آ کر بیٹھ جاتا نماز پڑھتا تلاوت کرتا۔۔۔۔۔ روزانہ آبش کے نام کا صدقہ ادا کرتا۔۔۔۔۔ آبش کی مستیابی کی دعا ہی اسکی اول آخر دعا بن چکی تھی۔۔۔۔۔ وہ خاموش ہو گیا تھا۔۔۔۔۔ وہ بری طرح ٹوٹ چکا تھا اسے جوڑنے والی چپ ہو گئی تھی۔۔۔۔۔ وہ بکھر چکا تھا۔۔۔۔۔ اسے سمیٹنے والی نے لبوں پر قفل لگا لیے تھے۔۔۔۔۔ وہ آبش کی اس حالت کا ذمہ دار صرف خود کو سمجھتا تھا۔۔۔۔۔ ابھی بھی وہ اندر پیر عبداللہ سائیں کے مزار کو صاف کر کے چادر چڑھا کر ایک سائیڈ پر بیٹھ گیا۔۔۔۔۔ "یہ پھول بھی چڑھا دیں پلیز۔۔۔۔۔" نسوانی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی "دو ہاتھ کھڑکی سے نکلے تھے جن میں سرخ گلاب موجود تھے۔۔۔۔۔"

سردار عزیر نے نظریں جھکا کر پھول لینے کے لیے ہاتھ آگے بڑھائے تو ان دو ہاتھوں نے تمام پھول اس کے ہاتھوں میں پلٹ دیے۔۔۔۔۔ اور یہ کیسے ممکن تھا سردار عزیر ان ہاتھوں کو نا پہچانتا۔۔۔۔۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو سیاہ چادر اوڑھے آبش کھڑی تھی۔۔۔۔۔ جسکی آنکھوں میں آنسو تھے امید کی ایک نئی کرن تھی۔۔۔۔۔ محبت تھی۔۔۔۔۔ وفا تھی۔۔۔۔۔ خلوص تھا۔۔۔۔۔ سردار عزیر اسکے ہاتھوں سے پھول لے کر عبداللہ سائیں کی قبر پر ڈال

کر نماز کی نیت سے کھڑا ہو گیا۔۔۔۔۔

"وہ فارغ ہوا تو حزار کے پورے احاطے میں اس نے دیکھا آبش کہیں بھی نہیں تھی۔۔۔۔۔ وہ گیٹ سے باہر نکلا۔۔۔۔۔ سردیوں کی سنہری دھوپ اس پہاڑی علاقے کو کچھ اور بھی سنہری کیے ہوئے تھی۔۔۔۔۔

"مجھے لگا مجھے صحیح سلامت دیکھ کر آپ کو خوشی نہیں ہوئی۔۔۔۔۔" آبش سردار عزیر عباس کے پیچھے کھڑی تھی وہ کچھ نابول پایا بس ایک ٹک آبش کو دیکھے گیا اتنے مہینوں بعد وہ آبش کو یوں دیکھ رہا تھا اسکی آواز سن رہا تھا۔۔۔۔۔ وہ بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا

"ایک وقت تھا جب سردار عزیر عباس میرے پیچھے ہوتے تھے آج اپنی ہی بیوی کو پیچھے لگا دیا۔۔۔۔۔ اور پھر دیکھ کر بھی اتنی بے رخی کہ پچھلے بیس منٹ سے آپ کے انتظار میں بیٹھی ہوں۔۔۔۔۔ مطلب بیوی کی کوئی اہمیت نہیں۔۔۔۔۔" وہ مصنوعی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے سردار عزیر کے دل میں اتر رہی تھی۔

"بیوی اہم ہے۔۔۔۔۔ مگر تم سے بھی اور سب سے بھی اہم ہے خدا کی ذات۔۔۔۔۔ جو ناممکن کو ممکن کر دکھاتی ہے۔۔۔۔۔ جو روتے ہوئے کو ہنسا دیتی ہے۔۔۔۔۔ جو ٹوٹے دلوں کو جوڑ دیتی ہے جو بکھرے وجودوں کو سمیٹ دیتی ہے جو پھڑے ہوؤں کو ملا دیتی ہے۔۔۔۔۔ اور سب سے بڑھ کر جو محبت کرنے والوں کو اس محبت کا احترام کرنے والوں کو کبھی نامراد نہیں لوٹاتی۔۔۔۔۔ وہ اہم ہے آبی۔۔۔۔۔ جب وہ اہم ہو جاتا ہے تا تو وہ آپ سے آپ کی کوئی اہم چیز نہیں چھینتا۔۔۔۔۔ میں تمہیں دیکھ کر سب سے پہلے اس خدا کا شکر ادا کر رہا تھا جس نے یہ دن دیکھنا نصیب کیا جس نے میری زندگی میرے سامنے لا کھڑی کی۔۔۔۔۔"

سردار عزیر کے لفظ لفظ میں سچائی تھی۔۔۔۔۔ اسکی آنکھیں روز اول کی طرح روشن تھی۔۔۔۔۔ کیونکہ ان میں کہیں کوئی کھوٹ نہیں تھا۔۔۔۔۔ ان میں صرف محبت تھی اپنی بیوی کے لیے۔۔۔۔۔ ہاں بیوی کے لیے جس نے اپنی محبت سے نکاح کر کے اپنی محبت کا ثبوت دیا۔۔۔۔۔ جس نے سرعام آبش کو اپنایا۔۔۔۔۔ اور محبت۔۔۔۔۔ محبت تو نام ہی اسی کا ہے۔۔۔۔۔ محبت اعلانیہ ہوتی ہے۔۔۔۔۔ یہ کی بھی سب کے سامنے جاتی ہے بھائی بھی سب کے سامنے جاتی ہے اور اعلانیہ محبت سے مراد نکاح ہے جس سے دو وجود ایک دوسرے کا نصف ایمان مکمل کرتے ہیں۔۔۔۔۔ یہاں وہی معاملہ ایمان کا تھا۔۔۔۔۔

"چلیں۔۔۔۔" سردار عزیر نے آہش کی جانب ہاتھ بڑھایا جسے اس نے مسکراتے ہوئے تھام لیا
تھوڑے فاصلے پر جا کر ٹھیک اسی مقام پر وہ لڑکھڑاگئی جہاں سے عدا کے ٹکرانے سے گری تھی۔۔۔۔
"آہش دھیان سے۔۔۔۔" یہ جگہ تو سردار عزیر کو بھی یاد تھی وہ بری طرح گھبرا گیا۔

"گھبرائیں نہیں اب میرے ساتھ سردار عزیر عباس ہیں۔۔۔۔ مجھے کچھ نہیں ہو سکتا۔۔۔۔ بلائیں مجھ تک
بچنے سے پہلے ہزار بار سوچیں گی۔"

آہش نے سردار عزیر کے ہاتھ پر اپنی گرفت مضبوط کی۔۔۔۔ آگے کا سفر بھی اس چمکتی سنہری دھوپ کی
طرح سنہرا تھا۔۔۔۔ پھڑتے موسموں کی مسافتیں ختم ہو چکی تھیں
اب بس بدلتے موسموں کی رعنائیاں تھیں۔۔۔۔

..... ختم شد ❁

سردار عزیر